ماہنامہ القاسم دیوبند جلد 4

1331ھ، 1332ھ

شمارہ نمبر1-9، 11-12

(رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

علمی - مذہبی - اخلاقی - ادبی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

جلد ۴ بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۱ھ نمبر ۱

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مطبع قاسمی واقع دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کرایا

اور

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

قواعد وضوابط رسالہ القاسم

۱- یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے اور کسی ماہ کا رسالہ بتیس صفحے سے کم نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض مرتبہ بضرورت کثرت مضامین اس سے بڑھجاتا ہے۔

۲- یہ رسالہ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر طبع ہوتا ہے اور عام قیمت سالانہ مع محصولڈاک دو روپیہ آٹھ آنے عہ پیشگی لیجاتی ہے۔ ممالک غیر سے صرف اسی قدر زیادہ لیا جائیگا جسقدر وہاں کا محصول بہ نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے۔

۳- جو حضرات بطور اعانت وامداد اس رسالہ کی قیمت سالانہ پانچروپیہ یا اس سے زیادہ مرحمت فرمائینگے وہ رسالہ کے معاونین خاص میں شمار ہونگے۔ اور ایسے حضرات کی فہرست القاسم میں شائع ہوتی رہیگی۔

۴- سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے جملہ حضرات کی خدمت میں پہلا پرچہ وی پی بھیجا جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو اضافہ کرکے عہ۹ کا ویلو روانہ ہوگا۔

۵- یہ رسالہ ہرگز کبھی کسی صاحب کی خدمت میں بلا طلب وتحریک ویلو نہیں روانہ کیا جاتا بعض حضرات خود طلب فرماتے ہیں اور بعض حضرات اپنے اعتماد پر دوسروں کی خدمت میں ویلو بھیجنے کی فرمائش کرتے ہیں۔

۶- شعبان ۱۳۳۱ھ مطابق جولائی ۱۳ء سے اس رسالہ کا چوتھا سال شروع ہوا ہے۔ پہلے تین سالوں کی مکمل جلدیں موجود ہیں۔ قیمت ہر جلد کی عہ۹ مع محصولڈاک ہے۔

۷- نمونہ اور اشتہار میں جن حضرات کے نام نامی شائع کئے گئے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر حضرات اہل علم کے مضامین بھی درج رسالہ کئے جائینگے جو اصول رسالہ اور قواعد رسالہ کے خلاف نہوں۔

۸- جملہ خط وکتابت وترسیل زر مولانا حبیب الرحمن صاحب مدیر یا خاکسار راقم کے نام ہونی چاہیئے۔

الراقم

بندہ سید اصغر حسین عفی عنہ مہتمم المدیر رسالہ القاسم دفتر القاسم مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القاسم کا چوتھا سال

ناظرین القاسم کو مبارک ہو کہ اس خالص دینی و مذہبی رسالہ کے اجراء کو تین سال پورے ہو گئے اور اب اُسنے چوتھے سال میں قدم رکھا ہے۔ اگرچہ ایک ایسے مذہبی رسالہ کی جسکے مضامین حقّہ تمام کدورات و شوائب سے مبرا ہیں وہ قدر دانی نہیں ہوئی جسکی توقع باخبر اور طالب حق طبقہ سے ہوسکتی تھی اور اسی وجہ سے اُسکے مطالعہ کرنیوالے اصحاب کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوا لیکن ہم نہ اسکی کچھ شکایت کرنا چاہتے ہیں اور نہ اسکا الزام صرف اُنہیں حضرات کے اوپر رکھنا چاہتے ہیں۔ بلکہ اشاعت کی بدعنوانیوں اور زائد از خیال اہمال و تاخیر کو بھی اسمیں بہت کچھ دخل ہے

با ایں ہمہ یہ امر بہت مسرت انگیز ہے کہ اگرچہ رسالہ کی اشاعت اکثر مہینوں میں تاخیر کے ساتھ ہوئی مگر اُسکے مضامین کی نوعیت میں کسی قسم کا نقصان واقع نہیں ہوا۔ اسلئے اہل اسلام کی ایک جماعت کلفت انتظار وغیرہ برداشت کرنیکے بعد بھی اُسکو خاص شوق اور دلچسپی سے مطالعہ کر رہی ہے۔

مضامین کا جو انداز شروع سے اختیار کیا گیا تھا اُسمیں ترقی ہی ہوتی رہی۔ اور اب اُنکے مفید اور جامع بنانے کی زیادہ کوشش ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مختلف اہل قلم کے پُرزور مضامین معرکۃ الآراء مباحث پر شائع ہوتے رہینگے۔

ناظرین کی خدمت میں التماس ہی کہ القاسم کو ایک اخبار یا اُن ماہوار رسالوں کی حیثیت سے نہ دیکھنا چاہیئے جو معمولی خبروں یا حکایتوں سے لبریز ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک علمی ذخیرہ ہی۔ اسمیں وہ نادر اور عجیب مسائل و مباحث ہیں جو جد و جہد کے بعد بھی حاصل نہیں ہوسکتے۔ اور جنکا مجموعہ بیش قیمت علمی ذخیرہ ہو جائیگا۔ ایسی حالت میں اگر رسالہ کچھ دیر سے بھی پہنچے تو مضامین کی تازگی پر اُسکا کچھ اثر نہیں ہی۔ ہفتہ وار یا روزانہ اخبار نہیں ہے کہ دیر میں پہنچنے سے خبروں کی تازگی جاتی رہے پھر بھی ہم کوشش کر رہے ہیں جسمیں انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد کامیاب ہونگے کہ القاسم ٹھیک وقت پر شائع ہوتا رہے۔

اسی قسم کے بعض ناگزیر اسباب تعویق و تاخیر کی وجہ سے الرشید کے اجراء کی ہمت نہیں کی گئی۔ جسوقت القاسم کا انتظام حسب ملشاء درست ہو گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی جاری کر دیا جائیگا۔ جن حضرات کو اُسکے مطالعہ کا بیحد شوق دامنگیر ہے تھوڑا سا اور انتظار فرمائیں

شملہ میں اراکین جمعیۃ الانصار دیوبند کا دوسرا علمی جلسہ

ناظرین کو یاد ہو گا کہ گذشتہ ماہ شعبان میں بزرگان شملہ کی دعوت پر جمعیۃ الانصار کے اراکین و سرپرست معہ ناظم جمعیۃ الانصار تشریف لیگئے تھے۔ اور تین روز تک متصل باوقات مختلف جلسے ہوتے رہے۔ جنمیں اراکین جمعیۃ کے وہ پُر اثر علمی بیانات ہوئے جو شملہ کی تاریخ میں آجتک نہ ہوئے تھے اور کیوں نہ ہوتے۔ ملک الواعظین حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرفعلی صاحب مدظلہم العالی اُس وفد کے سرپرست تھے۔ اور مولانا مولوی محمد انور شاہ صاحب وغیرہ مدرسان دار العلوم جنکو یادگار سلف لکھنا بجا ہے اُسکے رُکن تھے۔ ان بیمثل وعظوں اور تقریروں کو جنمیں علمی رنگ غالب ہونے کے ساتھ ضرورت زمانہ کے موافق تفہیم و القاء کا خاص طرز ملحوظ رکھا گیا تھا۔

اہل شملہ نے نہایت دلچسپی سے سُنا اور اُنکو معلوم ہو گیا کہ اہل علم کی فصیح دلچسپ اور دلنشین تقریروں کو واعظوں کی داستان خوانی کی ضرورت نہیں ہے۔

ان علمی بیانات کا ایسا گہرا اثر شملہ کے عوام و خواص پر یہ ہوا کہ اُن میں اس قسم کے بیانات سُننے کا شوق پیدا ہو گیا۔ اور امسال بھی اسی ماہ شعبان میں بزرگان شملہ کی طرف سے دعوتی خط آنے پر اراکین جمعیۃ الانصار کا ایک وفد عازم شملہ ہوا۔ تین دن متواتر جلسے ہوتے رہے۔ جنکی کیفیت اُنھی الفاظ میں ظاہر کرنی مناسب ہے جو ہمارے پاس وہاں کے ایک مقتدر رکن کیطرف سے لکھی ہوئی آئی ہیں۔

"شملہ کی تاریخ میں سب سے بڑا شاندار علمی اسلامی جلسہ

ایسے بزرگوں کے دیکھنے کو ہماری آنکھیں ترستی تھیں اور روح تڑپتی تھی جو حضرات سلف صالحین کے

نمونہ اور اس مادی دنیا میں شمع ہدایت ہیں۔ الحمدللہ کہ یہ آرزو اس طرح پوری ہوئی کہ اہل شملہ کی استدعا پر علماء حقانی دیوبند نے یہاں تشریف لانا منظور فرمایا جنکی تقریب میں ۲۷، ۲۸، ۲۹ شعبان مطابق ۱، ۲، ۳ اگست کو جلسہ کی تاریخیں مقرر کی گئی ہیں۔ ہم اس بارہ میں مولانا مظہر الدین صاحب شیرکوٹی اور مولانا قاری احمد حسن صاحب انصاری کے مشکور ہیں جنکی سعی سے ہماری اس آرزو میں بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ وقت مقررہ پر حضرات دیوبند تشریف لائے جنکا اہل شملہ کی طرف سے استقبال کیا گیا۔ "اس وفد میں مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا سراج احمد صاحب نائب ناظم جمعیۃ الانصار مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی تھے"۔ پہلا اجلاس یکم اگست یوم جمعہ بعد نماز جمعہ ہوا جسمیں مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب نے (قرآن شریف کے معنی کا حقیقی معیار پر) نہایت پرمغز و پرلطف تقریر بیان فرمائی جس سے سامعین محو حیرت تھے۔ کیا بلحاظ صاف بیانی اور کیا بلحاظ دقیق مضامین اور کیا بلحاظ اثر آپکی تقریر بے نظیر تھی جس سے مجمع کی یہ حالت تھی کانھم علی رؤسھم الطیر۔ شب کو پھر جلسہ ہوا اور مولانا سراج احمد صاحب نائب ناظم اور مولانا عبدالسمیع صاحب نے نہایت پُر مغز موثر تقریریں فرمائیں ۲ اگست یوم شنبہ کو ۲ بجے دن سے جلسہ شروع ہوا پہلے مولانا قاری احمد حسن صاحب خطیب شملہ کا اسلامی روحانیت پر دلچسپ وعظ ہوا بعد میں فصیح البیان مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کا برکات رمضان شریف پر وعظ شروع ہوا۔ آپکی تقریر نہایت دلفریب تھی اور ہر ہر جملہ سے فصاحت ٹپکتی تھی۔ علمی نکات کا ذہن نشین کرنا آپ کا حصّہ تھا۔ شب کا دوسرا جلسہ ہوا پہلے مولانا مظہر الدین صاحب شیرکوٹی نے اسلام کا حقیقی مفہوم پر ایک مدلل تقریر فرمائی۔ بعد میں مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب کا وعظ مدار نجات پر شروع ہوا۔ آپکی موثر بیانی نے گہے باب گہے بآتش کا عالم پیدا کردیا کبھی ہنسایا اور کبھی رولایا ۳ اگست کے جلسہ میں پہلے مولانا عبدالسمیع صاحب نے وعظ بیان فرمایا اور بعد کو مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے حدوث عالم پر اپنی مدلل تقریر شروع کی۔ اگرچہ مضمون فلسفی اور نہایت خشک تھا مگر آپ کی صاف بیانی نے مجمع پر وہ جادو کیا کہ سب محو حیرت تھے زور کلام سے سامعین نقش تصویر کی طرح خاموش تھے کہیں کہیں آپکی تمثیلیں اس غضب کی تھیں کہ لوگ پھڑک اُٹھتے تھے۔ الحمدللہ کہ یہ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوگیا لیکن سامعین کا شوق پورا نہ ہوا چنانچہ نوتعلیم یافتہ گروہ کی طرف سے یہ درخواست کی گئی کہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی ایک تقریر ہمارے تنزل و ترقی کے اسباب پر آج مغرب کے بعد فرمائیں۔ مولانا نے اسکو منظور بھی فرمالیا لیکن بعد میں خیال آیا کہ آج ۲۹ شعبان ہے اور چاند ہونیکا احتمال ہے اسلئے یہ آرزو پوری نہ ہوسکی۔ اور اگلے روز مسلمانان شملہ کو حضرات دیوبند سراپا حسرت و ارماں بناکر رخصت ہوگئے۔ خداوند تعالیٰ آیندہ بھی اُن حضرات کی زیارت کرائے اور اُنکے فیوض ظاہری و باطنی سے اہل شملہ کو مستفیض ہونیکا موقع ملے۔ آمین ثم آمین

عبدالقادر تائب
"منیجر آرمی پریس شملہ"

معارف القرآن

ولنعم ما قیل

جَمِیعُ العِلمِ فِی القُرآنِ لٰکِن تَقَاصرعنہ اَفھامُ الرِّجَالِ

سُورۃُ الجُمُعہ

گذشتہ سے پہلے

امرِ ثانی (تعلیم کتاب اور تعلیم حکمۃ سے کیا مراد ہے) کے متعلق امام فخر الدین رازی یہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

والکتاب ما یتلی من الآیات والحکمۃ ھی الفرائض وقیل الحکمۃ السُّنۃ لانہ کان یتلوا علیھم آیاتہ ویعلمھم سنتہ وقیل الکتاب الآیات نصًا والحکمۃ ما اودع فیھا من المعانی ولا یبعد ان یقال الکتاب آیات القرآن والحکمۃ وجہ التمسک لھا۔

(تفسیر کبیر جلد ثامن صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴ طبع مصر)

(کتاب سے مراد مطلق وہ آیتیں ہیں جنکی تلاوۃ کیجاتی ہو اور حکمۃ سے خاص فرائض مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ (کتاب سے قرآن اور) حکمۃ سے سنتہ ارادہ کرلو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کتاب تو ظاہر آیات کا نام ہو اور حکمۃ اُن اسرار اور معانی کا جو اُن میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ اور یہ کہنا بھی بعید از قیاس نہیں کہ کتاب کے معنی تو آیات قرآن کے لئے جائیں اور اُن سے استدلال کرنیکے طریقہ کو حکمت سمجھا جائے۔)

سید محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں۔ کہ

وجوز کون الکتاب والحکمۃ کنایۃ عن جمیع النقلیات والعقلیات کالسموات والارض بجمیع الموجودات والانصار والمھاجرین بجمیع الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

(تفسیر روح المعانی جلد تاسع طبع مصر صفحہ ۶)

(یہ بھی جائز ہے کہ کتاب جملہ نقلیات سے اور حکمۃ تمام عقلیات سے کنایۃ ہو (تو معنی یہ ہونگے کہ وہ رسول اُن اُمیون کو تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم دیتا ہے) اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ سموات و ارض بولکر تمام موجودات کا اور انصار و مہاجرین بولکر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اکثر ارادہ کرلیتے ہیں۔)

(سہ) وآخرین منھم لما یلحقوا بھم الخ (خدا نے اُس پیغمبر کو اُمیون کے سوا اور ایسے لوگوں کی طرف بھی بھیجا جو ابھی تک اُن اُمیون سے آکر نہیں ملے)۔

یہاں پر دو سوال ہوتے ہیں۔ (الف) آخرین (اُن اور لوگوں) سے کون لوگ مراد ہیں۔
(ب) یلحقوا بھم (اُمیون سے اُنکے نہ ملنے) کا کیا مطلب ہے۔

(ج) امام رازی تفسیر کبیر میں (الف) کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ

قال المفسرون هم الاعاجم یعنی بھم غیر العرب ای طائفة کانت قاله ابن عباس وجماعة وقال مقاتل یعنی التابعین من هذه الامة الذین لم یلحقوا باوائلهم وفی الجملة معنے جمیع الاقوال فیه کل من دخل فی الاسلام بعد النبی صلے الله علیه وسلم الی یوم القیامة فالمراد بالامیین العرب وبالآخرین سواهم من الامم۔
(تفسیر کبیر جلد ثامن صفحہ ۱۴۲ طبع مصر)

(مفسرین نے فرمایا کہ آخرین سے عجمی لوگ مراد ہیں یعنی عرب کے سوا جو قوم بھی ہو (وہ آخرین میں داخل ہے) (چنانچہ) ابن عباس اور ایک جماعت کی یہ ہی رائے ہے اور مقاتل کہتے ہیں کہ (اُمیین سے اس اُمت کے متقدمین اور) آخرین سے وہ متاخرین مقصود ہیں جو متقدمین کے زمانہ میں موجود نہیں تھے۔ اور حاصل تمام اقوال کا اس بارہ میں یہ ہی ہے کہ آخرین میں وہ سب لوگ شامل ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک حلقۂ اسلام میں داخل ہونگے۔ تو اُمیین سے عرب مراد ہوئے اور آخرین سے اُنکے سوا ساری قومیں۔)

آخرین کے لفظ سے عجمیوں کا ارادہ کرنا اگرچہ بخاری۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ وغیرہ کی اِس روایت کے مطابق ہے۔ کہ

عن ابی هریرة قال کنا جلوسا عند النبی صلی الله علیه وسلم حین انزلت سورة الجمعة فتلاها فلما بلغ وآخرین منهم لما یلحقوا بهم قال له رجل یا رسول الله من هؤلاء الذین لم یلحقوا بنا فوضع یده علے سلمان الفارسی رضی الله

(ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر تھے جو سورۃ الجمعۃ نازل ہوئی اور آپنے اُسکی تلاوت کی جب آپ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم پر پہنچے تو کسی شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ (آخرین) کون لوگ ہیں جو ابھی تک ہم سے نہیں ملے آپنے اپنا ہاتھ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے وپید کہا اور

تعالیٰ عنہ وقال والذی نفسی بیدہ لوکان الایمان بالثریا لنالہ رجال من ھؤلاء۔

(فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر بھی جا پہنچیگا تو اسکی قوم کے آدمی وہاں سے بھی اُسے اُتار لائینگے۔)

لیکن اس میں ایک بڑا اشکال یہ ہے کہ آخرین کے ساتھ منھم کی قید لگا دینے سے عجمی لوگ بھی اُمیون کے زمرہ میں شامل ہونے چاہئیں حالانکہ اُنکی اُمیت شاید ہی کوئی عقلمند تسلیم کرے۔ اور غالب اسی منھم کی قید کی رعایت کی گئی جو طبرانی اور ابن مردویہ کی روایت میں۔

عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی اصلاب اصلاب اصلاب رجال من اصحابی رجالا ونساء یدخلون الجنۃ بغیر حساب ثم قرأ۔ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ (درمنثور جلد سادس صفحہ ۲۱۵ طبع مصر)

(سہل بن سعد نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرے صحابہ کے نسلوں کی نسلوں میں بہت سے ایسے مرد اور عورتیں ہیں جو بے حساب جنت میں داخل کئے جائینگے۔ اور یہ فرماکر آپ نے یہ آیت پڑھی وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔)

تو اسکا جواب یہ ہے کہ

وجعلھم منھم لانھم اذا اسلموا صاروا منھم فالمسلمون کلھم أمۃ واحدۃ وان اختلفت اجناسھم قال تعالیٰ والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض۔ و اما من لم یؤمن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یدخل فی دینہ فانھم کانوا بمعزل عن المراد بقولہ وآخرین منھم وان کان النبی علیہ السلام مبعوثا الیھم بامر الدعوۃ فانہ تعالیٰ قال

(عجمیوں کو اُمیون کے زمرہ میں شامل کرنا اس اعتبار سے ہے کہ جو عجمی اسلام لے آئے تو اب وہ اُمیون (عربوں) کے ہمقوم بنگئے کیونکہ مسلمان سب کے سب ایک ہی قوم ہیں اگرچہ اُنکے اجناس کتنے ہی مختلف ہوں خدا تعالیٰ نے فرما دیا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ہر ایک دوسرے کی ولی ہیں۔ ہاں جو عجمی لوگ ابھی ایمان ہی نہیں لائے تو وہ آخرین کی مصداق میں شامل بھی نہیں ہوسکتے اگرچہ آنحضرت صلعم کی دعوۃ عامہ سب پر حاوی ہو۔ کیونکہ پہلی آیت میں ذکر ہو چکا کہ وہ رسول

فی الآیۃ الاولی ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وغیر المؤمنین لیسوا من جملۃ من یعلمہ الکتاب والحکمۃ۔
(تفسیر کبیر صفحہ ۱۴۴ جلد ثامن طبع مصر)

اُنکو پاک صاف بناتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ امور مومنین ہی کے ساتھ مختص ہیں۔

(ب) اب سوال فقط یہ باقی رہا کہ لما یلحقوا بھم (اُن عجمیوں کے اُمیون سے نہ ملنے کا کیا مطلب ہے۔ تو اگرچہ اسکے ظاہر معنی یہ ہی ہیں کہ عجمی مسلمان (آخرین) اُن اُمیون کے زمانہ میں موجود نہ تھے۔ اور اسی لئے اُن سے نہیں ملسکے۔ لیکن۔

زعم بعضھم ان المراد بقولہ تعالیٰ لما یلحقوا بھم انھم لم یلحقوا بھم فی الفضل لفضل الصحابۃ علی التابعین ومن بعدھم وفیہ ان لما نفیھا مستمر الی الحال و یتوقع وقوعہ بعدہ فتفید ان لحوق التابعین ومن بعدھم فی الفضل للصحابۃ متوقع الوقوع مع انہ لیس کذلک وقد جزموا انہ لا یبلغ تابعی وان جل قدرا فی الفضل مرتبۃ صحابی وان لم یکن من کبار الصحابۃ وقد سئل عبد اللہ بن المبارک عن معاویۃ وعمر بن عبد العزیز ایھما افضل فقال الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ افضل عند اللہ من مائۃ عمر بن عبد العزیز فقد صلی معاویۃ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ اھدنا الصراط المستقیم الخ فقال

(بعضوں کا خیال ہے کہ لما یلحقوا بھم سے اس طرف اشارہ کرنا منظور ہے کہ وہ آخرین برتری اور فضیلت میں اُمیین (صحابہ) کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ مسلمات میں سے ہے کہ صحابہ جملہ تابعین ومن بعدھم سے افضل ہیں مگر اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ لما اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے جس چیز کی نفی کرتا ہے تو ساتھ میں اُسکا آیندہ متوقع الوقوع ہونا ثابت کیا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ صحابہ کے بعد کسی شخص کا درجۂ صحابی کو پہنچنا بالکل متوقع الوقوع نہیں کیونکہ اُنہوں نے تصریح کردی ہے کہ بڑے سے بڑا جلیل القدر تابعی اُس صحابی کے جو کبار صحابہ میں شمار نہ ہوتا ہو ہرگز برابری نہیں کرسکتا۔ چنانچہ عبد اللہ بن المبارک سے جب پوچھا گیا کہ امیر معاویہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز میں کون افضل ہیں تو اُنہوں نے یہ جواب دیا کہ جو غبار معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں پہنچا ہے وہ بھی اللہ کے نزدیک سیکڑوں عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہے۔ کیونکہ معاویہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور جب آپنے اھدنا الصراط

معاویۃ آمین۔
(روح المعانی جلد تاسع صفحہ ۶۷ طبع مصر)

المستقیم الخ فرمایا تو معاویہ نے اُسپر آمین کہی۔)

(س ۵) مثل الذین حملوا التوراۃ الخ (اُن لوگون کی مثال جن پر تورات لادی گئی اور پھر اُنہوں نے اُسکا جُوا اپنی گردن سے اُتار کر پھینکدیا (یعنی اُسپر عامل اور اُسکے ذمہ دار نہ بنے) اُس گدھے کی سی ہے جسپر بہت سی (علمی) کتابیں لاد دیجائیں (اور اُسکو اُن سے کچھ بھی فائدہ سوائے بوجھ میں دبنے کے نہ پہنچے) کیسی بُری مثال ہے اُس قوم کی جس نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور خدا کی عادت ہی یہ ہے کہ وہ ایسے ظالموں کو ہدایت یاب نہیں کرتا۔

اِس آیت کے مضمون کو پہلی آیت (ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم یتلو علیہم الخ) کے مضمون سے کیا خاص تعلق ہے جسکی وجہ سے ایک آیت کے بعد دوسری کا ذکر مستحسن سمجھا گیا۔

(ج) وجہ ارتباط الآیۃ بما قبلہا تضمنہا الاشارۃ الی ان ذلک الرسول المبعوث قد بعثہ اللہ تعالیٰ بما نعتہ بہ فی التوراۃ وعلی السنۃ انبیاء بنی اسرائیل کانہ قیل ھو الذی بعث المبشر بہ فی التوراۃ المبعوث فیہا بالنبی الامی المبعوث الی امۃ امیین مثل من جاءہ نعتہ فیہا وعلمہ ثم لم یؤمن بہ مثل الحمار الخ

روح المعانی جلد تاسع صفحہ ۶۸ طبع مصر۔

(یہ آیت پہلی آیت سے اسوجہ سے مربوط ہوئی کہ اس آیت کو لاکر ادھر اشارہ کرنا منظور ہے کہ جس رسول کی بعثۃ کا ذکر پہلی آیت میں ہوا اُسکو خدا تعالیٰ نے اُن ہی حالات و صفات کے ساتھ موصوف کرکے بھیجا ہے جو توراۃ میں اُنکے متعلق ذکر کیے گئے تھے۔ اور جنکی اطلاع تمام انبیاء بنی اسرائیل کی زبانوں سے کرائی گئی تھی۔ تو گویا دونوں آیتوں کا حاصل مجموعہ یہ ٹھیرا کہ خدا تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جس نے اُس رسول کو مبعوث فرمایا جنکی نسبت توراۃ میں لکھا گیا ہے کہ وہ نبی اُمّی ہونگے اور اُنکی قوم بھی اُمّی ہوگی۔ تو اب اُس شخص کی مثال جس نے توراۃ میں آپ کے یہ اوصاف پڑھے ہوں اور اُنکو سمجھا ہو اور پھر بھی آپ پر ایمان نہ لایا ہو بیشک اُس گدھے کی سی ہے جسپر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔)

(س ۶) یا ایّھا الذین امنوا اذا نودی للصّلوۃ الخ (مسلمانو جب جمعہ کی نماز کے لئے اذان دیجائے تو لپکو اللہ کے ذکر کی طرف اور چھوڑ دو تجارتی کاروبار کو) اس آیت اور پہلی آیت قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم (یہودیوں سے کہدو کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمسے ملکر رہیگی) میں باہم کیا ربط ہے۔

(ج) وجہ التعلق بما قبلھا ھو ان الذین ھادو یفرون من الموت لمتاع الدنیا وطیباتھا والذین آمنوا یبیعون ویشرون لمتاع الدنیا وطیباتھا کذلک فنبھھم اللہ تعالیٰ بقولہ فاسعوا الی ذکر اللہ ای الی ما ینفعکم فی الاخرۃ وھو حضور الجمعۃ لان الدنیا ومتاعھا فانیۃ والاخرۃ وما فیھا باقیۃ ووجہ آخر فی التعلق قال بعضھم قد ابطل اللہ قول الیھود فی ثلث۔ افتخروا بانھم اولیاء اللہ واحباءہ فکذبھم بقولہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین وبانھم اھل الکتاب والعرب لا کتاب لھم فشبھھم بحمل الاسفار وبالسبت ولیس للمسلمین مثلہ فشرع اللہ تعالیٰ لھم الجمعۃ۔

(اس آیت کا تعلق پہلی آیت کے ساتھ یہ ہیکہ یہودی متاع دنیا کی وجہ سے اگر موت سے بھاگتے تھے تو مسلمان بھی متاع دنیا کی وجہ سے بیع و شرا میں مصروف ہوکر ذکر اللہ (خطبہ) چھوڑکر چلے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انکو متنبہ فرمادیا کہ دیکھو تم کو بجائے خرید و فروخت اور کاروبار دنیوی کی اُس چیز کی طرف لپکنا چاہیئے جو آخرۃ میں کام آئے۔ کیونکہ دنیا اور دنیا کی سب چیزیں فانی اور آخرۃ اور اُسکے سارے سامان لازوال ہیں۔

اور ایک دوسری وجہ اس آیت کے پہلی آیت سے مربوط ہونیکے یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ کو یہود کے تین اقوال کو باطل ٹھیرانا منظور تھا۔ ایک تو وہ فخر کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ولی اور اللہ کے دوست ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمادیا کہ اگر یہ بات ہے تو موت کے آرزومند بنو۔ دوسرے وہ مغرور تھے کہ ہم اہل کتاب ہیں اور عربوں کے یہاں کوئی کتاب سماوی نہیں۔ اللہ نے فرمادیا کہ بیشک تمکو کتاب ملی لیکن ایسی جیسا کہ کسی گدھے پر کتابیں لادیجائیں۔ تیسری بات وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارے یہاں شنبہ کا دن ہے جس میں ہم فارغ ہوکر خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیواسطے جمعہ کا دن مقرر کرکے فرمادیا یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصّلوۃ الخ

(س) فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ (جب نماز سے فراغت حاصل کرلیجائے تو پھیل پڑو زمین میں اور طلب کرو اللہ کا فضل اور یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم کامیاب بنو) ۔ اِس آیت میں اللہ کے فضل سے کیا مراد ہے۔

(ج) اسکی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ اور اگرچہ اللہ کے فضل سے یہاں رزق مراد لینا زیادہ راجح سمجھا گیا ہو چنانچہ صحیح بخاری کے باب قول اللہ تعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض الخ میں جو حدیث (نماز جمعہ کے بعد صحابہ کے ایک بوڑھیا کے گھر جاکر چقندر کے کھانے کی درج کی ہے۔ اُس سے بھی رزق مراد لینے ہی کی تائید ہوتی ہو۔ لیکن بہتر ہوگا کہ امام فخر الدین رازی کے موافق سب تفسیروں کو جمع کرکے یوں کہا جائے۔ کہ

الافضل فی الابتغاء من فضل اللہ ان یطلب الرزق او الولد الصالح او العلم النافع وغیر ذلک من الحسنۃ۔ (تفسیر کبیر جلد ثامن صفحہ ۱۴۶ طبع مصر)	افضل خدا کا فضل طلب کرنے کے بارہ میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رزق مانگے یا نیک اولاد یا علم نافع یا اور کوئی چیز اچھی چیزوں میں سے)

(س) واذا راؤا تجارۃ اولھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما الخ (جب یہ لوگ دیکھتے ہیں کوئی سودا بکتا ہوا یا تماشہ ہوتا ہوا تو اُسکی طرف چل دوڑتے ہیں اور تجھکو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں) اس آیت کی شان نزول کیا ہے۔

(ج) اسکا واقعہ یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے اتفاق سے اُسیوقت شام کا ایک تجارتی قافلہ آگیا۔ اور اُسنے اعلان کے واسطے حسب دستور شور کرنا اور طبل وغیرہ بجانا شروع کیا۔ چونکہ مدینہ والوں کے اکثر ضروریات کی خرید و فروخت کا دارمدار ان ہی قافلوں پر تھا جو گاہ بگاہ شام اور یمن وغیرہ سے آتے تھے۔ اسلئے لوگ قافلہ کی آمد کی خبر سنکر خطبہ چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے اور سوائے بارہ یا کم و بیش آدمیوں کے اور کوئی مسجد میں نہ رہا۔ اس پر یہ آیت انکی تفہیم کی غرض سے نازل کی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(باقی آیندہ)

بعض جزئیات اصلاح انقلاب

(اصلاح معاملہ سفر)

(سلسلہ کے لئے القاسم نمبر ۱۲ جلد ۳ ملاحظہ ہو)

منجملہ اُن امور کے جن میں انقلاب واجب الاصلاح واقع ہوا ہو سفر بھی ہے جو ایک معمولی روزانہ کی حالت ہے جسکی وجہ سے اسکے انقلاب کی طرف ذہن بھی نہیں جاتا مگر ہماری بے علمی و بدعملی سے اتنا بڑا خفیف امر بھی اس انقلاب سے محفوظ نہیں رہا چنانچہ مختصراً اسکو بھی لکھا جاتا ہے سو منجملہ اُن کوتاہیوں کے جو سفر کے متعلق ہیں ایک یہ ہے کہ بکثرت سفر بلا ضرورت کیا جاتا ہے جسکو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس ارشاد میں ناپسند فرمایا ہے کہ جب سفر میں تمھاری حاجت پوری ہو جاوے تو اپنے گھر جلدی لوٹ آؤ اسواسطے کہ سفر سے کھانے پینے سونے میں خلل پڑتا ہے (اھ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب بلا ضرورت ابقاء سفر پسند نہیں تو اُسکا احداث تو بدرجہ اولی ناپسند ہوگا کیونکہ احداث سے ابقاء اہون اور اسہل ہے اور واقعی جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سفر میں تمام سامان ضروری آسایش کا مختل ہو جاتا ہے اور جس طرح طبعی آسایش میں خلل پڑتا ہے اُسی طرح شرعی زندگی میں یعنی دینی معمولات میں بھی اختلال واقع ہوتا ہے جو مبتدی کیلئے تو خصوصیت کے ساتھ اور منتہی کے لئے بھی ایک درجہ میں مضر ہے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ ایک حدیث میں نص ہے کہ اگر مرض یا سفر کے سبب معمولات میں خلل پڑتا ہے تو حق تعالی فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ میرے بندہ کیلئے اتنا ہی ثواب لکھنا جتنا حالت صحت وحضر میں لکھتے تھے اھ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اختلال معمولات و اوراد کا مضر نہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہ اُس سفر کیلئے ہے جو بضرورت ہو اسلئے کہ اوپر غیر ضروری سفر کا ناپسندیدہ ہونا ثابت ہو چکا ہے تو اُسکو اجر کے باب میں عذر کیسے کہا جاویگا اور اجر کی قید اسلئے لگائی کہ ایسے سفر میں قصر صلوۃ کی مشروعیت پر شبہ نہو حتی کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تو سفر معصیت میں بھی قصر مشروع ہے تو اس قید سے یہ شبہ جاتا رہا حاصل یہ ہے کہ

قصر تو احکام دنیویہ سے ہے اسکے لئے سفر کا مرضی یا نامرضی ہونا مانع نہیں بخلاف اجر کے کہ احکام اخرویہ میں سے ہے اسکا مدار رضا پر ہے جیسے ایک شخص کسی دنیوی غرض سے قتال کر کے شہید ہو جاوے تو اُسکے متعلق جو احکام دنیویہ ہیں مثلاً غسل ندینا وغیرہ وہ تو اس صورت میں بھی مرتب ہو جاوینگے باقی جو احکام اخرویہ ہیں مثلاً اجر و ثواب و درجات وہ مرتب نہونگے جب تک وہ قتال عند اللہ مرضی و پسندیدہ نہو کہ نیت خالص اعلاء کلمۃ اللہ کی ہو - اور یہ بھی شبہ نکیا جاوے کہ کھانے سونے میں خلل پڑنا تو مجاہدہ ہے اور مجاہدہ ہی اصل طریق ہے تو اُسکا سبب کہ سفر ہی کسی حال میں ناپسندیدہ نہونا چاہئے کیونکہ اول تو ہر اختلال فی الطعام والمنام مجاہدہ نہیں مجاہدہ وہی ہی جو لغرض اصلاح نفس کیا جاوے تو اگر ایسا ہے تو اُس میں کلام نہیں چنانچہ عنقریب اُسکے جواز کی تحقیق آتی ہی کلام تو اُس سفر میں ہی جو محض بلا مصلحت معتد بہا کیا جاوے مثلاً صرف تعطیل پوری کرنیکو یا محض شہروں کی سیر کرنے کو یا نمایش دیکھنے کو ونحو ذلک یا اس سے بڑھکر کسی معصیت کی تحصیل و تکمیل کو اسمیں کونسی اصلاح نفس ہی پس اسمیں جو اختلال ہو گا وہ مجاہدہ کس طرح ہو گا - اور یہ بھی شبہ نکیا جاوے کہ بہت سے بزرگوں سے منقول ہی کہ اُنہوں نے اپنی تمام عمر ہی سیر و سیاحت میں گذار دی ایک جگہہ قرار ہی نہیں لیا اور ظاہر ہے کہ تمام عمر کسی کو حاجت نہیں رہتی تو اُنہوں نے کیا حدیث کے خلاف کیا جواب یہ ہے کہ حاجت منحصر دنیوی اور نفسانی ہی حاجت میں نہیں ہی اس سے زیادہ اپنی اصلاح اور حفظ دین کی حاجت ہے سو بعضے بزرگوں کو اپنے تجربہ سے یا کسی شیخ کامل کی تشخیص سے قیام میں مضرتیں محسوس ہوئیں مثلاً مخلوق سے زیادہ تعلق ہو جانا لوگوں کا معتقد ہو جانا جبکہ اس سے عجب وغیرہ کا اندیشہ ہو یا بد اندیشوں سے اندیشہ ضرر لاحق ہونا و مثل ذلک اور سفر میں ان آفات سے نجات دیکھی اور غوائل سفر سے محفوظ رہنے کی اُمید دیکھی اسلئے سفر اختیار کر لیا سو وہ سفر بلا ضرورت نہوا جیسا کہ سیر میں مذکور ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام اکثر سفر میں رہتے تھے سو اختلاف مذاق سے مصلحتیں بدلجاتی ہیں مگر اسکا تشخیص کرنا کہ ہمارے لئے سفر نافع ہے یا مضر موقوف ہے بڑی بصیرۃ پر ہر شخص کو اپنی رائے پر وثوق نکر لینا چاہیئے کسی شیخ کامل سے ضرور مشورہ کر لے کہ اسکی اور اسکے متعلقین اہل حقوق کے مصالح پر عمیق نظر کر لے اور جس طرح دینی مصلحت مبیح سفر ہے اسی طرح دنیوی مصلحت بھی جو حسب قواعد شرع

بھی مصلحت ہو مجیز سفر ہے جیسا تلاش معاش حلال کیلئے سفر کرنا یا تعدیل مزاج کیلئے سفر کرنا جبکہ طبیب نے تجویز کیا ہو یا کسی دوست یا قریب سے ازدیاد محبت و سرور کیلئے سفر کرنا یا کسی نافع تحقیق کیلئے سفر کرنا بشرطیکہ اسمیں غلو نہو جیسا بعض شائقان تحقیقات جدیدہ کو غلو ہو گیا ہے کہ اُنکی مساعی شاقہ اس مثل کا مصداق ہو جاتی ہیں کوہ کندن و کاہ برآوردن۔ جن کی مذمت اس آیت میں بھی ہے وکم اهلكنا قبلهم من قرن هم اشد منهم بطشا فنقبوا فی البلاد الآیۃ۔ اور جب بلاضرورت سفر مذموم ہے تو معصیت کیلئے سفر کرنا تو بہت ہی قبیح ہوگا پھر بعض امور تو صورۃً بھی معصیت ہیں جیسے کسی نامحرم عورت سے نفسانی خواہش پورا کرنیکو سفر کرنا یا ناچ رنگ دیکھنے کیلئے سفر کرنا یا نامشروع رسوم شادی میں شریک ہونیکے لئے سفر کرنا و مثل ذلک۔ اور بعض امور عوام کے نزدیک طاعات و قربات ہیں مگر اہل علم کے نزدیک معصیت ہیں جیسے آجکل کے اعراس میں جانا مزارات پر نذر و نیاز کیلئے حاضر ہونا یا عوام کے نزدیک مباح ہیں اور اہل علم کے نزدیک قبیح ہیں جیسے اُن شادیوں میں یا براتوں میں شریک ہونا جن میں ناچ رنگ وغیرہ نہو لیکن تفاخر و ناموری کے سارے کام ہوں عوام تو یہ سمجھکر تسلی کر لیتے ہیں کہ اسمیں ڈومنی نہیں ناچ نہیں گناہ کی کیا بات ہے لیکن اہل علم کے نزدیک جس طرح یہ امور معصیت ہیں اسی طرح کبر و فخر و ریاء و جاہ کا سامان سب معصیت ہے ان دونوں میں فرق کرنا اہل علم کی نظر میں محل تعجب ہے۔ ولنعم ما قیل ؎

زہی شریعت و ملت زہی طریقت و کیش ریا حلال شمارند و جام بادہ حرام

اور بعض امور ایسے دقیق ہیں کہ بعض اہل علم بھی اُنکو مباح یا قربت سمجھتے ہیں مگر محققین راسخین فی العلم ہی اُنکی تہ تک پہونچکر اُسکو روکتے ہیں مثلاً شیخ کامل کی زیارت کیلئے سفر کرنا جبکہ والدین مانع ہوں ظاہر میں اہل علم بھی اس خیال میں مبتلا ہیں کہ پیر کا حق والدین سے زیادہ ہی کیونکہ وہ مربی روح ہے اور والدین مربی جسم ہیں سو حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ مقدمہ علی الاطلاق بھی ہو تو دوسرا مقدمہ ہنوز محتاج اثبات ہے یعنی ہر مربی روح کا حق ہر مربی جسم سے زیادہ ہے

ع ۵ ایسا ہی بجز مساجد مخصوصہ منصوص الفضل کے دوسری مساجد کی طرف باعتقاد زیادت ثواب کے قصد کرکے سفر کرنا جیسا اکثر لوگ رمضان کا آخری جمعہ نہایت اہتمام کرکے جامع مسجد دہلی میں جا کر پڑھتے ہیں ۱۲ منہ باشارۃ بعض الاحباب الناصحین للدین

بات یہ ہے کہ تربیت روح کے مراتب مختلف ہیں ایک مرتبہ تو تربیت فی الفرائض والواجبات کا ہے اسمیں تو واقعی شیخ کا حکم مقدم ہے حکم والدین پر اور وہ بھی نہ اسوجہ سے کہ وہ شیخ ہی بلکہ اسوجہ سے کہ وہ واجبات شرعیہ کی طرف رہبری کر رہا ہے اور اگر والدین اُس سے روکتے ہیں تو معصیت کی طرف بلا رہے ہیں اور لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق قانون شرعی ہے پس واقع میں یہاں خالق کی اطاعت مقدم ہوئی مخلوق کی اطاعت پر نہ کہ شیخ کی اطاعت مقدم ہوئی اطاعت والدین پر۔ اور ایک مرتبہ تربیت فی التطوعات کا ہے سو اسمیں والدین کا حکم مقدم ہے تطوعات پر نہ اسوجہ سے کہ یہاں مخلوق کی اطاعت مقدم ہوگئی ہی خالق کی اطاعت پر بلکہ اسوجہ سے کہ یہاں خالق کا امر ہی نہیں اُن تطوعات کیلئے بلکہ خالق نے مخلوق کی احتیاج کی رعایت فرماکر خود یہ حکم فرمادیا کہ اسی کی مصلحت کی رعایت کرو سو فی الواقع یہاں بھی خالق ہی کی اطاعت ہوئی۔ دوسری مثال جنکی قعر تک راسخین فی العلم ہی پہونچتے ہیں سفر کرنا طلب علم دین کیلئے جبکہ والدین مانع ہوں کہ یہاں بھی ظاہراً تحصیل علم دین مقدم ہے مگر غور طلب بات یہ ہے کہ آیا ہر درجہ تحصیل علم کا فرض و واجب ہے کہ وہ اطاعت والدین پر مقدم ہو سو اسمیں بھی مثل امر بالا وہی تفصیل ہے کہ ایک درجہ واجب کا ہے وہ مقدم ہے حقوق والدین پر مگر وہ اُردو میں بھی حاصل ہو سکتا ہے اور وہ عربی کے ملخص نصاب سے بھی حاصل ہو سکتا ہی اُسکے لئے تبحر فی العلوم النقلیۃ و العقلیۃ کی کون ضرورت ہے کہ خواہ والدین کو کیسی ہی جسمانی یا روحانی کلفت ہو مگر یہ بدون زواہد ثلثہ کے ایک ایک حرف کے دھوے ہوئے اُدھر رخ نکرینگے اور ایسے مضیعین حقوق تو عاصی ہوتے ہی ہیں میرے نزدیک تو جو لوگ اُنکے طبق و سبق کا انتظام کرتے ہیں وہ بھی ملامت سے نہ بچینگے کہ اعانت کرتے ہیں امر غیر مشروع پر۔ اور ایک مضمون اس باب میں اس سے زیادہ نازک ہے وہ یہ کہ بعض ظاہر بیں یہانتک تو پہونچ جاتے ہیں کہ صورت مذکورہ میں شیخ کی یا اُستاد کی خدمت و صحبت میں رہنا نہ چاہیئے بلکہ والدین کی خدمت و اطاعت کرے مگر اُنکو اسمیں اسقدر غلو ہو جاتا ہے کہ اس سے نیچے کی تہ کو نہیں دیکھتے صرف یہ دیکھتے ہیں کہ یہ طالب جس کام میں مشغول ہے وہ مندوب ہے اور اطاعت والدین کی واجب ہے اور واجب مقدم ہے مندوب پر پس اس شخص کو مجبور کرتے ہیں کہ اپنے شغل کو چھوڑ کر والدین کے

پاس جاوے سواسنے اتنا تو صحیح سمجھا کہ واجب مقدم ہے مندوب پر مگر غلطی یہ ہوئی کہ اُسکو مندوب
سمجھ لیا اور غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ اُسکے جزو حالی کو دیکھا جزو مآلی کو نہیں دیکھا بعض امر ایسا ہوتا ہے
کہ باعتبار حال کے وہ غیر ضروری نظر آتا ہے لیکن باعتبار مآل کے مقدمہ ہوتا ہے کسی امر واجب کا
اور ظاہر ہے کہ مقدمہ واجب کا واجب ہے۔ پس اس بنا پر وہ واقع میں واجب ہی ہوتا ہے
اور واجب کا تقدم حق والدین پر معلوم ہے اسلئے ان ظاہر بینوں کو حکم اِس میں غلط
ہو جاوے گا اور یہ امر اس قدر دقیق ہے کہ بعض دفعہ اہل ظاہر اس کو قبول کرنے
میں بھی تامل کرتے ہیں محققین نے یہانتک کہا ہے کہ اگر خلوت و ریاضت سے طبیعت
ملول ہو جاوے اور قرائن سے معلوم ہو کہ اگر اس حالت کو امتداد ہو گا تو
طبیعت بیکار ہو جاوے گی تو اُس شخص پر واجب ہے کہ خلوت کو چھوڑ تفریح مباح
میں مشغول ہو باہر نکلے دوستوں سے ہنسے بولے جب طبیعت میں تازگی و نشاط پیدا ہو جاوے
تب پھر خلوت میں بیٹھ جاوے۔ ان محققین پر بڑی ملامت کیگئی ہے کہ اوراد کو جو کہ طاعات ہیں
منہی عنہ اور مزاح کو جو کہ دین کا کام بھی نہیں واجب کہتے ہیں مگر جو شخص علوم شرعیہ میں اتقان و
امعان کا درجہ رکھتا ہے اُسکو اس حکم میں کچھ بھی تعجب نہو گا حدیث تو اس سے زیادہ کی تصریح
کر رہی ہے وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب پائخانہ کے دباؤ کے وقت
نماز پڑھنے کو منع فرمایا ہے سو دیکھئے کہ پیشاب و پائخانہ تو مزاح سے بھی ادون ہے اور فرض نماز
اوراد سے بھی اعلی ہے جب اس شخص پر خاص حالت میں نماز کو تو حرام اور تغوط کو واجب فرمایا تو
اُن بعض محققین پر ملامت کی کیا گنجایش ہو تو اس مزاح کے وجوب کا سبب یہی ہے کہ تعطل و
بطالت وکسل کا علاج واجب ہے تاکہ اُسکا اثر فرائض و واجبات تک نہ پہونچ جاوے اور
اس واجب کا طریق عادۃً اس شخص کیلئے یہی مزاح ہو گیا تھا۔ اسلئے یہ مزاح بھی واجب ہو جاویگا
اسی طرح بعض حالات میں مبصر کو کسی خاص شخص کی استعداد دیکھکر ادراک ہوتا ہے کہ اگر اُسکو تبحر
فی العلوم و احاطہ نقلیات و عقلیات کا نہوا یا یہ شخص کسی شیخ کامل کے پاس چندے نرہا تو
آیندہ کسی وقت اسکے کسی ضروری جزو دین میں خلل واقع ہونا غالب ہے اور اُسکی حفاظت ہے
واجب اور اُسکا طریقہ یہی تبحر و تفرغ للعبادۃ الی مدۃٍ معدودۃٍ ہے اسلئے یہ مبصر اس شخص

کیلئے اس مندوب ظاہری کو واجب کہیگا اور اُس ظاہر بیں کے حکم و تجویز کو غلط سمجھے گا چنانچہ محققین کے کلام میں ایسی تصریحات موجود ہیں۔ پس اُس ظاہر بیں کو چاہئیے کہ وہ حدیث الشاهد یری مالا یراه الغائب پر عمل کرکے اپنی رائے پر وثوق نکرے اور اُس طالب کو تقدیم حق والدین کی رائے ندے۔ خضر علیہ السلام کے تصرفات کا مبنیٰ یہی مآل بینی تھی گو وہ کمال موسیٰ سے اسلئے بڑھا ہوا نہ تھا کہ منشاء اس مآل بینی کا کشف تھا اور اُن واقعات کو فراست اور بصیرت سے کوئی تعلق نہ تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا کمال یہی تھا اسلئے آنکی نظر سے یہ امور غائب رہے اور ادراک بصیرت ادراک کشف سے افضل و اکمل ہے اسلئے افضل موسیٰ علیہ السلام ہی تھے۔ بعض جگہ اُس مبصر کے نزدیک خود اس طالب پر تو اندیشہ اسکا نہیں ہوتا کہ بدوں تبحر فی العلوم کے اسکا کوئی ضروری دینی جز مختل ہو جاویگا مگر یہ طالب ہے ایسے مقام کا رہنے والا جہاں جہل و فساد غالب ہے اور اُسکے ساتھ ہی کسیکو تحصیل علم دین کی طرف توجہ نہیں جس سے آنکی صلاح ہو پس گو اس نواح والوں پر بطریق فرض کفایہ ہی تبحر واجب ہے مگر کوئی اسمیں مشغول نہیں تو سب ہی گنہگار ہونگے اور ان سب میں یہ طالب بھی گنہگار ہوگا اور گناہ سے بچنا واجب ہے اسلئے اس وجہ پر نظر کرکے یہ مبصر اس طالب کو رائے دیگا کہ تم والدین کے امر کو چھوڑ کر تبحر علوم میں حاصل کرو اور اپنی قوم کی اصلاح کرو اسلئے ایسے مشتبہ مواقع میں اپنی یا محض ظاہر پرست کی رائے پر وثوق نکرے کسی محقق حکیم مبصر جامع ظاہر و باطن سے فتویٰ لیکر اُسکا اتباع کرے۔ تیسری مثال ایسے امور دقیقہ کی جنکو بعض اہل علم بھی مباح یا قربت سمجھتے ہیں مگر محققین راسخین اُسکو روکتے ہیں سفر کرنا حج نفل کیلئے کہ ظاہراً قربت معلوم ہوتا ہے مگر بعض اشخاص کے خاص حالات سے محقق کو اسکا اندازہ ہوتا ہے کہ اسکا حج کرنا اسلئے مضر ہوگا کہ یا تو اس سے فرض نماز کی پابندی نہوگی یا اہل و عیال کے حقوق واجبہ ضائع ہونگے یا قلت زاد راہ کے سبب تکلیفیں اُٹھاویگا اور اسکے قلب میں بیت اللہ یا صاحب البیت سے تنگی و شکوہ پیدا ہوگا جیسا بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے یا یہ کہ سوال حرام میں مبتلا ہوگا و نحو ذالک۔ اور یہ سب معاصی ہیں اور معصیت کا سبب بھی معصیت ہے اسلئے وہ محقق اس شخص کو حج سے منع کرتا ہے اسلئے کہ جس طرح مقدمۃ الواجب واجب قاعدہ ہے اسی طرح مقدمۃ الحرام حرام بھی ایک قاعدہ ہے جسمیں بعض اوقات مثل قاعدہ بالا ظاہر بینوں سے غلطی

بھی اور اُنکو اہل بصیرت کے بعض احکام پر استعجاب بھی ہونے لگتا ہے چنانچہ ایک محقق کا یہانتک قول ہے کہ اگر کسی شخص کو شریعت سفر حج کی اجازت نہ دے اور قرائن قویہ سے یہ معلوم ہو کہ اگر وہاں کے حالات اس شخص کے سامنے بیان کئے جائینگے تو اسکو اسقدر شوق پیدا ہو گا کہ یہ اضطرارًا سفر میں چل کھڑا ہو گا تو ایسے شخص کے سامنے ایسے شوق انگیز حالات بیان کرنا تک جائز نہیں۔ ان محقق پر اس حکم میں بیحد ملامت ہوئی کہ توبہ توبہ وہاں کے حالات بیان کرنے کو منع کر دیا مگر ان بزرگ معترضوں نے یہ نہ دیکھا کہ جس دلیل سے یہ منع کر رہے ہیں آیا اُسکے کسی مقدمہ میں کوئی خدشہ ہے اگر ہے تو اُسکو صاف کرنا چاہئے اگر نہیں ہے تو ماننا چاہئے۔ مقدمات کو تسلیم کر کے نتیجہ میں کلام کرنا محض تحکم و اعتساف و کجروی و بیراہی ہے۔ یہی ہے وہ قاعدہ جسکی بناء پر محققین اکثر بدعات کو منع کرتے ہیں اور عامی نظر کے لوگ یا اہل تعنت اُن سے اُلجھتے ہیں اسی کو کہا ہے۔ ؎

وکم من عائب قولاً صحیحا | وآفتہ من الفھم السقیم

یہانتک ذکر تھا اُس کوتاہی کا جو سفر شروع کرنے کے متعلق واقع ہوتی ہے۔ بعض کوتاہیاں بعد سفر شروع کرنے کے ہوتی ہیں۔ مثلاً بعضے آدمی رفیقاں سفر سے ذرا ذرا بات پر اُلجھتے ہیں کہیں اسپر کہ تم اپنے بارے میں جاگے کیوں نہیں کہیں اسپر کہ اسباب ہم اُٹھاتے ہیں تم کیوں نہیں اُٹھاتے کہیں اسپر کہ تمنے گاڑی کا کرایہ زیادہ دیا یا کہیں اور زیادہ خرچ کر دیا خصوص سفر حج میں کہ گنوار بھی نوابی مزاج کا ہو جاتا ہے سو یہ بات سخت بدخلقی میں داخل ہے اوّل تو یہ امور قابل خیال اور مطالبہ کے نہیں دوسرے اگر انکا مطالبہ ہی رفیق سے مطلوب ہے تو اُسکا یہ طریق نہیں کہ یہ اُسکے عیب چھانٹے اور وہ اسکے عیب نکالے بلکہ طریقہ سہل اور مجرب النفع یہ ہے کہ تم اُس سے کچھ مت کہو خود برابر کام کئے جاؤ اس سے وہ خود شرماویگا اور خود بھی کام کریگا اور اگر وہ اس سے بھی متاثر نہو اور تم میں صبر و تحمل نہو تو بہتر ہے کہ اُس سے عقد رفاقت قطع کر دو اور جواب دیدو کہ اب سے ہم تم رفیق نہیں بس مثل دیگر مسافروں کے اُس سے معاملہ رکھو کہ نہ دوستی اور شرکت اور نہ دشمنی و مزاحمت۔ بعض لوگ رفیقوں سے تو اچھا معاملہ رکھتے ہیں لیکن دوسرے مسافروں سے بدخلقی کرتے ہیں کبھی اپنے نفس کیلئے اور کبھی اپنے رفیق کیلئے خصوص ریل میں کہ اکیلا آدمی یا دو آدمی کئی کئی آدمیوں کی جگہ گھیر کر کچھ خود پھیل کر کچھ اسباب و بستر پھیلا کر بیٹھتے ہیں اور نئے آنیوالوں کو اکثر تو آنے ہی

نہیں دیتے طرح طرح کے حیلے کرتے ہیں کبھی زور ظلم سے بھی کام لیتے ہیں اور اگر وہ چلے ہی آئے تو اُنکو بیٹھنے کی جگہ نہیں دیتے کئی کئی اسٹیشن وہ لوگ کھڑے ہوکر قطع کرتے ہیں اور اُنکو ذرا مروت ورحم نہیں آتا یہ نہیں سوچتے کہ اگر ہم انکی جگہ ہوتے اور یہ ہماری جگہ تو ہم اُسوقت ان سے کس معاملہ کے متمنی ہوتے پس وہی معاملہ ان سے ہمکو کرنا چاہیئے اور نہ یہ سوچتے ہیں کہ یہ شرعًا بھی جائز نہیں جیسے کہ اور بھی بعض ناجائز امور کاریل میں ارتکاب کیا جاتا ہے جسکی جزئیات کو بقدر ضرورت ہمارے محب مکرم مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی نے ایک رسالہ کی شکل میں جمع فرمایا ہے جسکا نام رفیق سفر یا زاد المسافرین ہے ورجو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب طبع ہوجائیگا اسلیئے ہم ایسے جزئیات کے ذکر کا اس جگہ اہتمام نہیں کرتے اور یوں بلاقصد کوئی جزئیہ قلم میں آجاوے وہ اور بات ہے۔ بعضے آدمی مشترک سواری میں (جیسے گھوڑا گاڑی یا اونٹ گاڑی یا موٹر یا ریل) ایسی حرکتیں کرتے ہیں جس سے دوسرونکو اذیت ہو خاصکر ایسے غرباء کو اذیت جو انکی وجاہت کے سبب انکے سامنے دم بھی نہ مار سکیں مثلاً سگرٹ پینا اور دھواں باہر چھوڑنے کا کوئی خاص اہتمام نکرنا یا شب کے وقت غل مچا کر باتیں کرنا یا گانا بجانا یا اور کوئی بیہودہ ہنسی مذاق کرنا یا کوئی قول یا فعل فحش اختیار کرنا اور اسکو مشغلہ سفر سمجھنا چاہیئے تو یہ کہ دوسروں کو راحت پہونچاوے اور اگر اسکی توفیق نہو تو کم از کم اسپر تو عمل رکھیں۔ مصرعہ

مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں ◆

(باقی آیندہ)

؂ احقر نے سفر ریل کے متعلق چند مسائل لکھکر حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند مدظلہ کو اضافہ اور اصلاح کی تکلیف دی۔ پھر حضرت مولانا اشرفعلی صاحب مدظلہم سے عرض کرکے بہت مناسب ومفید مسائل کا اضافہ کرایا۔ وہ رسالہ مسودات ہی میں پڑا تھا مولانا مدظلہم کی اس توجہ سے بندہ کو عرشہ کے ساتھ تنبیہ بھی ہوا انشاء اللہ بہت جلد طبع ہوگا ۱۲

اتباع شریعت

اسلام نے عالم وجود میں قدم رکھتے ہی جو حیرت انگیز ترقی کی اور تیئیس ۲۳ سالہ قلیل مدت میں جو اثر چار دانگ عالم میں پھیلایا اُسکی حقیقی علت مذہبی اتباع ہی تھی۔ اُنہوں نے جو جو بڑے کام صفحہ ہستی پر نمایاں کر دکھائے وہ سب اسی مذہبی قوت کا نتیجہ تھے۔ اور مذہب کی اسی سچی اتباع کا ثمرہ تھا۔ کہ وہ جس مقصد کے حاصل کرنیکی کوشش کرتے تھے۔ کامیابی اُنکے قدم لینے کے لئے تیار رہتی تھی۔ اپنے ہر معاملہ کو مذہبی فیصلہ پر چھوڑتے تھے اور پھر وہ خدائی فیصلہ نہ صرف ان کے دلونکو بھاتا۔ بلکہ وہ اپنے حقیقی کامیابی و فلاح کا راز اُسمیں مضمر مانتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے صاحبزادہ سے صرف اسوجہ سے تا عمر کلام ترک کر دیا کہ اُنہوں نے ظاہراً الفاظ حدیث کے ساتھ معارضہ کیا تھا۔ اور جہاں جہاں انکو یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت نے اس مقام میں فلاں کام کیا ہے۔ اتباع سنت کے شغف میں وہ بھی وہ ہی کیا کرتے تھے۔ وہ ہی وحشی جنکا خون حل و حرم میں مباح کر دیا گیا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتے ہوئے آگئے حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہوئے۔ اور اب وہ ہی تھے کہ انکا خون ابو بکر و عمر کے برابر ہو گیا۔ اور اب کوئی انکو ہاتھ نہیں لگا سکتا غرض انکا سونا۔ جاگنا۔ کھانا۔ پینا۔ ہنسنا۔ بولنا۔ جینا۔ مرنا۔ سب کے اندر مذہب حلول کئے ہوئے تھا۔ انکا مذہب کسی خاص صورت کے اختیار کرنے میں منحصر نہ تھا بلکہ انکی ہر ہر ادا سے شریعت کے ہر ہر جزی پر نثار ہونا معلوم ہوتا تھا۔ اگر اسلام کو شمع کہئے تو یہ اسکے پروانہ تھے اور جو گل قرار دیجئے تو یہ ہی اُسکے عندلیب بنے ہوئے نغمہ سرائی کرتے تھے جبتک مسلمان مذہبی اتباع کے زریں اصول کو اپنا مشعل راہ بنائے رہے اُسوقت تک قوت و شوکت عزت دولت انکی غلامی کو اپنا فخر سمجھا اور جب اُن میں اپنی خواہشات کی اتباع کی دُھن سمائی اور مذہب سے رُوگردانی شروع ہوئی مالک الملکوت کے اوامر و نواہی کی اہمیت انکے نزدیک نہ رہی۔ غیر اقوام کی تقلید کو مایۂ فخر سمجھا جانے لگا۔ ذلت۔ کفر۔ الحاد۔ زندقہ کے عمیق گڑھے میں جا گرے۔ جس سے نکلنا انکو دشوار ہو گیا اور گویا سلف صالحین کی روشنی کو بدلتے ہی انکی اُس محسود

زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔

اب سے کچھ عرصہ پیشتر اُن لوگوں نے کہ جنکو قومی ہمدردی کا دعویٰ تھا اسلام کے اس جہاز کو نکبت و ادبار کے گرداب سے نکالنا چاہا اور اُنہوں نے اپنی عمریں صرف کرکے ایک نیا راستہ دریافت کیا مگر قسمت سے یہ وہ راستہ تھا کہ جسنے اسلامی جہاز کو دوسرے گرداب میں پہنسا کر تباہ کردیا اور اُس سیدہے راستے سے کوسوں دور نکالدیا کہ جسپر سلف نے جہاز رانی کرکے منزل مقصود کا پتہ لگا یا تھا۔

سب سے زیادہ تعجب میں ڈالنے والی تو یہ بات تھی کہ جہازِ اسلام کے حقیقی ناخدا کا بتلایا ہوا وہ طریقہ کہ جس سے لاکھوں ڈوبے ہوئے بیڑے پار لگے روگردانی کرکے اُسپر چلنا گوارا نہ کیا اور جدید راستہ پر چلنے کی کوشش کی۔

ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ یہ راستہ وہی راستہ ہے کہ جبکو کلام ربانی میں صراط مستقیم کا معزز لقب دیا گیا اور ہمارے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے جسپر ما انا علیہ واصحابی کے کھلے اور چمکدار نشانات قائم کردئے۔

تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام کے موجودہ فرقوں میں آج وہ کونسا فرقہ ہے کہ جو ما انا علیہ و اصحابی کے روشن آفتاب کو اپنا رہبر بناکر موجودہ زمانہ ظلمت میں اپنے منزل مقصود کے راستہ کو اختیار کرتے ہوئے دوران عمر کو پورا کرجائے اور اُسکی نظر آخری سانس میں اُسی آخری منظر کے محو نظارہ ہو کہ جسکے بعد سوائے وصال کچھ نہ ہو۔

اسکی تعیین سے قبل ہم یہ بتلادینا اچھا سمجھتے ہیں کہ وہ کون کون اصول ہیں کہ جنکی پابندی سے اسوقت کے کفر الحاد زندقہ بدعات کی اندہیری رات سے گذر کر ما انا علیہ و اصحابی کے آفتاب ہدایت سے روشنی حاصل کرنے ممکن ہو اور ہم زمانہ حال کے فسادات سے بچکر اپنے اسلامی بھائیونکو اتباع مذہبی کے آسمان پر مثل آفتاب نصف النہار کے چمکتا ہوا دیکھیں۔ اور آیندہ آنیوالی نسلونکو اسلامی حلاوت کے حاصل کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آوے۔

سب میں زیادہ توجہ کے قابل یہ امر ہے کہ خلق عالم سے جو غرض متعلق ہے اسکی طرف اسی قدر اہتمام سے کام لیا جائے۔ اور جو ذرایع اور وسائل اُس غرض کے موقوف علیہ ہیں اُنکو اُنکے مرتبہ

میں رکھا جائے اسکی تفصیل مختصر لفظوں میں یوں ہوسکتی ہے کہ ۔
مقصود خلق عالم سے صرف عبادت ہی ہے ۔ میں اسوقت اسکے دلائل سے تعرض کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اُس میں علاوہ تطویل کے موضوع سے زیادہ دوری ہوجائیگی بلکہ صرف ما خلقت الجن والانس الخ کو اسکی دلیل میں پڑہ دینا کافی سمجھونگا ۔
ظاہر ہے کہ انسان کا جزو اعلیٰ یعنی (روح) ایک لطیف جوہر ہے وہ اپنی جاودانی حیات اُس ہی صورت میں حاصل کرسکتی ہے ۔ کہ اسکی غذا بھی لطافت میں اُس ہی کے ہم پلّہ ہو وہ غذا جو اتنی لطافت کو لئے ہوئے ہے وہ وہ ہی عبادت ہے جسکا مبنیٰ ذکر الٓہی پر مانا جاتا ہے انشاء اللہ حتی الوسع اسکے ثابت کرنیکی کوشش کیجائیگی ۔
اب اس غذا کے حاصل کرنے میں ہم جن وسائل کے محتاج ہونگے ۔ وہ اپنے اپنے مراتب کے لحاظ سے ضروری ہونگے مگر اسمیں بھی شک نہیں کہ وہ وسائل مقصود بالذات نہیں ہونگے کیونکہ وسیلہ کا غیر مقصود ہونا ایک نہایت صاف اور کھلی بات ہے اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ عبادات کے علاوہ اور جتنی چیزیں دنیا کے اندر ہیں وہ سب مقصود بالعرض ہونگے اور اُن میں زیادہ انہماک اور عبادات سے اُنکو زیادہ اہمیت دینا بالکل قلب مقصود اور خلاف حکمت خداوندی ہوگا ۔
اور چونکہ عبادت عبارت اُن الفاظ سے ہے کہ جنمیں رضاء الٓہی پائی جاوے لہذا وہ اعمال و افعال جنمیں رضاء موجود نہ ہو گو ہم اسکو عبادت سمجھیں مگر در اصل وہ عبادت میں داخل نہیں ہوسکتے جس طرح ترک عبادت میں حکمت خداوندی کا فوت ہونا پایا جارہا ہے ۔ اسی طرح ان افعال میں بھی کہ جنکو عبادت سمجھتے ہیں اور اُن میں رضاء باری نہیں ہے ۔
اسکی مثال کو فرمان نبوی رُبَّ صایم لیس لہ من صومہ الا الجوع او کما قال
(بہت ایسے روزہ دار ہیں جنکو بھوکے مرنے کے سوا اور کچھ نفع روزے سے نہیں ۔)

میں نہایت واضح اور کھلے الفاظ سے بیان کردیا گیا بس اِس جگہ ہم کو ضرورت ہے کہ ایک ایسا معیار معلوم کریں جس سے ہم حقیقی عبادت اور غیر عبادت میں تمیز کرسکیں اور اُسکے ذریعہ سے صراط مستقیم اور ما انا علیہ واصحابی کا پتہ لگائیں ۔
لیکن ہم کو اسمیں کسی اپنی رائے کے اظہار کی ضرورت نہیں باریتعالیٰ نے خود اس معیار کو بیان

بیان کیا ہے چنانچہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔
((اے محمدؐ) کہدو (لوگوں سے) اگر تمکو اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کریگا)

اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر سے ظاہر ہے۔
(تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھی اقتدا ہے۔ اُسکے لئے جو اللہ (کی رضا) اور قیامت (کی کامیابی) کی اُمید رکھتا ہو۔

یہاں اتنی بات سمجھنی ضروری ہے کہ تمام عبادات میں افضل اور اعلیٰ اور باعث تقرب نماز ہے جیساکہ اول مایسئل بہ العبد یوم القیمۃ الصلوۃ سے ظاہر ہے۔
(بندے سے قیامت میں جو چیز اول پوچھی جائیگی وہ نماز ہے۔)

اور ادائیگی نماز کے لئے قبلہ شرط ہے جبتک اپنا رُخ قبلہ کی طرف نہ کریں ہماری نماز چاہے کتنی ہی خشوع وخضوع کو مشتمل ہو ہرگز مقبولیت کے مرتبہ کو پانے کے مستحق نہ ہوگی ہزار قسم کی تکالیف کا سامنا اور سیکڑوں مصیبتیں اُٹھانی پڑیں مگر چاہیں کہ فرضیت نماز کا بار بلا توجہ الی القبلہ کبھی اپنی گردن سے اُتار دیں ہرگز ممکن نہیں مثلاً ایک محلہ میں دو مسجدیں تعمیر کیجائیں ایک کی تعمیر میں لاکھوں روپیہ اس طریقہ سے صرف کئے گئے ہوں کہ دیواریں یاقوت وزمرد کی چھت سونے وچاندی کے بجائے گارے کے مشک وعنبر ہو فرش مخملی پر نہایت تکلف سے زربفت کا کام کیا ہو آرام وراحت کے لئے بجلی کے پنکھے بھی ہوں رات کو روشنی بجلی کی کیجاتی ہو ہر طریقہ سے لطف پہونچانیوالی سامان مہیا ہوں مگر اُس مسجد کا رُخ قبلہ سے پھرا ہوا ہو اور ایک مسجد ہو جسمیں گوندے کی دیواریں ہوں چاروں طرف سے بسبب کہنگی مٹی جھڑ رہی ہو چھپر بھی نہایت بوسیدہ ہوگیا ہو۔ دھوپ سے بارش سے گرمی سردی سے امن نہ ملتا ہو نیچے بچھانے کو چٹائی اور بوریئے نہ ہوں لیکن رُخ اسکا قبلہ کی طرف ہو ان دونوں مسجدوں میں نماز پڑھکر شریعت کی کتابوں میں یا اسکے عالموں سے اپنی نماز کا حکم دریافت کیجیے تو یہی پائیگا کہ چونکہ مسجد اوّل کا رُخ قبلہ سے ہٹا ہوا ہے۔ اسمیں نماز نہیں ہوگی اور مسجد ثانی میں چاہے اُسکی بوسیدگی ہزار قسم کی تکالیف کی علت ہوگی ہو بسبب متوجہ الی القبلہ ہونے کے نماز ہو جائیگی۔

اب اگر آپ اُس حکم سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد فرماویں کہ وہ کونسا امر ہے کہ باوجود اتنا روپیہ خرچ ہونے اور راحت و آرام شان وشوکت پائے جانے کے نماز نہ ہو اور وہاں نماز ہو جائے

تو آپکا قلب منصف آپکی طرف متوجہ ہو کر ہماری وکالت کرنے کیلئے تیار ہوگا کہ چونکہ تمہارا رُخ مسجدوں میں نماز پڑھنے سے قبلہ کی طرف نہیں ہوتا تھا نماز نہ ہونی چاہیئے وہ ہزار تکلفات سے مکلف تھی اسواسطے کہ ادائیگی نماز کی یہ ہی شرط تھی کہ رُخ قبلہ کی طرف ہو اور یہاں وہ شرط ہی نہیں لہذا نماز بھی نہیں تو اب جس طرح نماز افضل العبادات ادائیگی کے لئے ایک قبلہ رکھا گیا ہی اسی طریقہ سے تمام عبادات و معاملات کیلئے بھی ایک قبلہ ہے جیسا کہ نمازون مین اس قبلہ کی طرف متوجہ نہ ہونے سے نماز نہین ہوتی اسی طریقہ سے تمام عبادات و معاملات میں اپنا رخ قبلہ کی طرف نہ ہونیکی صورت مین وہ عبادات کان لم یکن ہو کر رائیگاں ہو جاتی ہین۔

رہی اتنی بات کہ وہ قبلہ کون ہے کہ جسکی طرف ہمکو مرنے جینے اُٹھنے بیٹھنے لیٹنے ہنسنے رونے کھانے پینے۔ تقرب الی اللہ حاصل کرنے۔ خدا کے یہاں مقبول ہونے اُسکے دربار میں سرخرو ہونے کے توقف سے خبرگیری حاصل ہو جائے وہ آیتہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ سے دریافت کرنے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ہمارا قبلہ روحی ذات بابرکات سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہین اگر ہم اپنے جمیع اعمال کا رُخ اپنے قبلہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرینگے مقبول ہونگے ورنہ منہ مار دئے جانیکی قابل ہونگے جب تک شیفتگی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے مونس رہیگی ہمارے تمام حوائجات و معاملات پورے ہونگے اور کامیابی دو دستہ حاضری کے لئے مشتاق بنی رہیگی۔

اس آیتہ سے یہ بات نہایت اچھی طرح ظاہر ہو گئی کہ جسطرح بعض عبادات میں ظاہری قبلہ کی طرف توجہ ضروری گردانی گئی ہے۔ اسی طرح ہر عبادت میں قولی ہو یا فعلی مالی ہو یا اعتقادی ایک حقیقی قبلہ کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے اگر نماز خانہ کعبہ سے منہ پھیر کر ادا کئے جانیکی صورت میں بیکار و بے سود ہے تو اور عبادات میں بھی جب تک فاتبعونی یعنی قبلہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر نہ ادا کئے جانے کی صورت میں مُنہ پر مارے جانے کی مستحق ہیں جس طرح اُس مسجد میں کہ جسکا رُخ قبلہ ظاہر سے پھرا ہو نماز پڑھنے

سے بجز اُٹھنے بیٹھنے کے کچھ حاصل نہیں اُسی طرح اُن تمام عبادات میں جو قبلہ حقیقی سے منحرف ہوں گو وہ بڑی خوبصورتی اور لاکھوں بناؤ کے ساتھ ادا کئے جائیں۔ بجز ان تکلفات میں مشقت در مشقت اُٹھانے کے کسی طرح کا کوئی اُخروی فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا۔

اس آیۃ نے کُھلے الفاظ میں یہ سُنا دیا ہے کہ ہر عبادت کی مقبولیت کا اصلی معیار اتباع سنت ہے یہ ہی وہ معیار ہے کہ اس پر ٹھیک اُتر جانے سے ہر عبادت جناب باری میں وقعت کی نظر سے دیکھے جانیکی مستحق بنسکتی ہے اور تمام اخروی ثمرات مفید نتائج اُسی وقت مترتب ہو سکتے ہیں جب کہ ہماری عبادتیں اتباع سنت کا پہلو لئے ہوئے ہوں۔

یہ ہی اتباع وہ تریاق تھا کہ جسکو اختیار کرتے ہی ایک ایسی قوم نے جو سوء اخلاق۔ غیر مہذب۔ غیر متمدن ہونیکے مہلک مرض میں گرفتار تھے ابدی صحت حاصل کرلی۔ یہ ہی اتباع سنت وہ مشعل تھے کہ جس کا نور پاتے ہی وہ قوم جو وحشت اور جہالت کے گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں پڑی ہوئی تھی اُس کھلے شاہراہ کو دریافت کر گئی۔ جس پر چلکر وہ نہایت اطمینان سے منزل مقصود کو پہونچگئی۔ وہ قوم جسکے نزدیک خدا کے ایک ہونے سے بڑھکر کوئی گناہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس ہی اتباع کو اختیار کر کے ایسے موحد بنی کہ جسکی بے لوث اور کُھلی توحید کا مقابلہ آج تک روئے زمین کا کوئی مذہب نہیں کر سکا۔ اور یہ ہی وہ اتباع ہے کہ جس کے چھوڑتے ہی مسلمان آج اس ناگفتہ بہ حالت اور پستی و ذلّت میں ہیں کہ دُنیا کی کوئی قوم موجودہ زمانہ میں ایسی نہیں ہے جو اُن کے اس اسلام پر خندہ زنی نہ کرتی ہو۔

دنیا میں اسوقت جہاں جہاں اسلامی قومیں آباد ہیں۔ چاہے وہ حاکمانہ اقتدار کے ساتھ ہوں۔ یا محکومیت کے زیر اثر ہوں سب کی سب اس ہی رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔

تعجب تو اسپر ہے کہ مسلمانوں کو اپنے اس مذہبی دنیاوی ہر طرح کی کمزوری کا احساس ہے اسکے علاج کی تدبیریں سوچی جاتی ہیں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب تک ہم قرآن کے سچے نام لیوا اور حقیقی معنوں میں اُسکے متبع نہ بنیں گے۔ اسوقت تک ایسے لاعلاج مرض سے رہائی نہیں پاسکتے۔ مگر پھر بھی عملی حالت ہماری وہ ہی ہے جو اب سے پہلے تھی۔ زبانی جمع خرچ اگر کچھ مفید ہو سکتا تو ہمیں شک نہیں کہ ان ترقی کرنے والوں میں سب سے اوّل نمبر موجودہ زمانہ کے

مسلمانوں کا ہوتا۔

مگر افسوس تو یہ ہے کہ ان زبانی تجویزونکا اثر زبان اور کاغذ تک ہی محدود ہے۔ ہم جب تک اسی اتباع سنت کو عملی پیرایہ میں ظاہر نہ کریں۔ سلف صالحین کے طرز عمل کو اپنا مشعل راہ نہ بنائیں۔ ایک حدیث کے خلاف کو آسمان ٹوٹ پڑنے سے لاکھوں درجہ بڑا نہ سمجھیں۔ کوئی حقیقی نفع اور سچی بہبودی حاصل نہیں ہو سکتی۔

اب میں اس تقریر کو مختصر کرتے ہوئے یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں اسوقت کیسے کیسے لوگ موجود ہیں اور کتنے فرقے ہیں۔

اگر ہر فرقہ کی شخصیت کا لحاظ کیا جائے تو اُسکے گننے کے لئے تو ایک وقت درکار ہے میں اُن فرقوں میں سے ایسے بڑے فرقوں کو لونگا کہ تمام جزوی فرقے انہیں میں داخل ہو جائیں۔

ہندوستان میں اسوقت تین فرقہ ایسے ہیں۔ کہ اُن کی طرف عام مسلمانوں کی نظریں اُٹھ رہی ہیں اور ہر ایک اپنی اپنی حیثیت سے قوم کا مقتدا پیشوا اور لیڈر سمجھا جاتا ہے۔

ایک وہ فرقہ ہے جسکا نصب العین جسکی زندگی کا اعلیٰ اور اہم مقصد دنیاوی ترقی ہو مذہب اُن کے یہاں جمود۔ اور ترقی سے مانع ہونیوالے چند تخیلات کا نام ہے۔

دوسرا فرقہ وہ ہے کہ جسکو بظاہر دنیا سے کچھ محبت نہیں اور اُس کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم اہل حقیقت ہیں ہم پر معارف اور حقائق کے دروازہ کھولدئے گئے ہیں شریعت ایک ایسا ظاہری پوست ہے کہ جسکو مغز حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہین بلکہ کوسوں دور ہے اُس کے نزدیک احکام شرعی قرآن سے ثابت ہوں یا احادیث سے نقل کفر کفر نباشد) علمار کے (یا بالفاظ دیگر تیرا سو برس تک جو کچھ صحابہ تابعین تبع تابعین علما سلف نے کیے) ڈھکوسلے ہیں۔

تیسرا فرقہ یہ بتلاتا ہے کہ ہم شریعت غرا کے متبع اور اللہ رسول کے حقیقی پیرو ہین۔

اوپر کے دونوں فرقے تو بالکل جہالت اور نادانی کے زیر اثر ہیں اور بے علمی کی گھنگور گھٹاؤں نے ان کو سخت تاریکی میں ڈال رکھا ہے اور ما انا علیہ و اصحابی کے آفتاب ہدایت سے ان کو اتنا لگاؤ بھی نہیں کہ جو آسمان اور زمین و مشرق و مغرب کو ہے۔

تیسرا فرقہ در اصل دو بڑے عظیم الشان فرقوں کو لئے ہوئے ہے جسمین امتیازی پہلو قائم

کرنے کیلئے کچھ دیر گفتگو کی ضرورت تھی مگر طوالت مضمون اور تنگی وقت وضروریات واشتغال کار مفوضہ ایسے سدراہ ہوئے ہیں کہ میں مجبور ہو کر اس مفصّل مضمون کو کسی دوسرے وقت پر اٹھا رکھتے ہوئے اپنے ناظرین سے معافی مانگ کر ایک مختصر مگر جامع تقریر پر اکتفا کرونگا زرا غور سے ملاحظہ فرمائیگا۔

ان دونوں فرقوں میں سے جس فرقہ کے معتقدات اور اعمال سلف صالحین اور علماء راسخین وائمہ مجتہدین کے موافق ہیں بس روئے زمین میں وہ ہی ایک ایسا فرقہ ہے کہ جو ما انا علیہ و اصحابی کا صحیح اور حقیقی مصداق ہے اور اُسی کو یحببکم اللہ کا فخر حاصل ہوا وہ ہی ہے کہ جس نے اپنے دینی ترقی کے گھوڑے کو صراط مستقیم پر چلایا اور مطلوب کو پایا۔

اور جو صرف اتباع سنت کا دعویٰ کرتا ہے مگر اُسکے عقائد اور عبادات کے بعض اجزاء شریعت غرا کے مخالف اور منگھڑت ہیں۔ نہ سلف میں اُنکا کہیں پتہ لگتا ہے اور نہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے اُسکا ذکر کیا اور نہ علماء راسخین نے اُسکو اپنے مذہبی تصانیف میں بیان کیا۔ ایسے لوگ باوجود ادعائے اتباع سنت کے غیر دین کو دین کے اندر داخل کر لینے کی بنا پر اسی مرتبہ پر رکھے جائینگے جس مرتبہ پر سرکاری قوانین میں ردوبدل کرنے والا رکھا جا سکتا ہے۔ اور وہ شارع علیہ السلام کی جانب سے اُسی جزار کے مستحق ہوں گے اور اُن کے ساتھ وہ ہی معاملہ کیا جائیگا جو ایسے شخص کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ مذہب کے اس ہی قدر متبع سمجھے جائینگے جسقدر وہ قوانین سرکار کا متبع مانا جا سکتا ہے۔

مجھکو اس موجودہ انداز پر بحث کرنے کے بعد گو قوم اس گمان کرنے کی اجازت دینے کیلئے تیار ہو مگر میں ابھی اس حیثیت سے قطع نظر کر کے کہ انکی یہ روش آیا کسی خواہش نفسانی پر مبنی ہے یا انھوں نے واقعی اتباع سنت کے مفہوم کو نہیں سمجھا اپنی رائے کا پابند رہوں گا جہانتک سمجھتا ہوں ان تمام حرکات کا مبنی غلط فہمی واقع ہوئی ورنہ یہ مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کسی امر کے خلاف سنت ہونیکو معلوم کرنے کے بعد بھی اپنے ہاتھ اور پیروں کو اُسکے ارتکاب کی اجازت دی۔ میں اُن میں سے بعض لوگوں کو اُسوقت تک معذور سمجھونگا کہ جبتک صراط مستقیم کے کھلے شاہراہ سے خار وخشک دُور کئے جائیں اور اُن کو وہ صراط مستقیم اپنی پہلی حالت پر

دکھلائی جائے البتہ اگر انھوں نے اسکے بعد بھی اپنی مخترعہ عبادات سے جنبّی صورت ظاہر کی تو بیشک وہ معاملہ کرنا پڑیگا کہ جو بعض ثانی کی طرف کیا جاتا۔

یا دونوں معنی کو پیش نظر رکھ کر یوں کہا جائے کہ جن لوگوں نے اپنے مخترعات کو عبادات میں داخل کر دیا ہے نہ تو اسمیں بالکل خواہشات کے اتباع اور نفس پرستی ہے اور نہ وہ سراسر غلط فہمی ہی پر مبنی ہے۔ بلکہ کچھ کچھ دونوں باتوں کو دخل ہے غلط فہمی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا شخص (جس کو اُن معاملات میں دخل ہو کہ جسمیں غلطی واقع ہوئی ہے) خیر خواہانہ طور پر سمجھائے۔ اور نہ صرف سمجھائے بلکہ مدلل طریقہ سے حق کو ثابت کرے تو اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے حق کو تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

اور جب اپنی غلط فہمی پر اصرار ہو۔ حق کو صرف اسوجہ سے نہ مانا جائے کہ اپنی بات کو وہ غلط ہی ہے چھوڑنی پڑے تو اسمیں ضرور نفس پرستی کو بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔

جب ہم سلف صالحین کے کارناموں پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت ہم پر کما حقہ منکشف ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ قرآن کے جمع کرنے پر اصرار فرماتے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ کیف تفعل شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (کس طرح آپ وہ کام کرتے ہیں جو رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا۔)

کہکر اُن کے ارادہ کو رد کرنا چاہتے ہیں مگر پھر جب فاروق اعظم اُن کو سمجھاتے ہیں تو وشرح اللہ صدری ورایت فی ذلک رای عمر۔

(اللہ نے میرا سینہ کھولدیا اور میری رائے بالکل عمر کی رائے جیسی ہوگئی۔)

کہتے ہوئے باوجود افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق کے مصداق ہونے کے تسلیم کر لیتے ہیں اسی طرح زید بن ثابت اسی قصہ میں بعینہ وہ ہی اعتراض پیش کرتے ہیں اور اُن کو اسی طرح سمجھایا جاتا ہے اور اسی طرح وہ مان لیتے ہیں ایسے ایک نہیں سیکڑوں واقعات ہیں ہم کس کس کو نقل کریں یہ ہی وجہ ہے کہ سلف صالحین میں جہاں کہیں اختلاف ہوا اور دوسرے شخص نے حق بات کہی فوراً تسلیم کر لیا گیا۔ اور تو اور۔ واقعہ خلافت کو لیجئے کہ مہاجرین و انصار میں ایسا بڑا اختلاف ہوا کہ منا امیرٌ و منکم امیرٌ تک نوبت پہونچگئی۔

(ایک خلیفہ ہماری جماعت میں ہو اور ایک تمھاری جماعت میں ہو)

مگر صدیق اکبر کی زبان مبارک سے نہ معلوم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الائمۃ من قریش کا نکلنا کونسا اثر لیے ہوئے تھا۔ (رسول اللہ ص نے فرمایا ہے خلفا قریش میں سے ہوں۔)

کہ جس کو سنتے ہی سب زبانیں خاموش ہوگئیں اور نہ صرف زبانیں ہی چپ ہوئیں بلکہ دل بھی اُس فیصلہ پر مطمئن ہوگیا اور ایسا مطمئن ہوا کہ پھر اس امر میں کبھی کوئی نزاع نہ پیش آیا یہ سب اسی حق طلبی کی برکت تھی۔

اپنی بات پر اصرار کرنا ایک ایسی مضبوط و مستحکم دیوار ہے۔ جو حق کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور سخن پرستی وہ پردہ ہے جو کبھی واقعیت اور حقانیت کا مُنہ نہیں دیکھنے دیتا۔

اختلاف سلف کے زمانہ میں بھی تھا مگر وہ اختلاف نفس پرستی۔ یا سخن پروری پر مبنی نہیں تھا اور یہی وجہ ہے کہ وہ اختلاف۔ اختلاف امتی رحمۃ کے معزز اور سنہرے لقب سے یاد کئے جانیکے مستحق تھا۔ اور آج بھی اختلافات ہیں مگر اکثر سخن پروری پر مبنی ہیں یہ ہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ایسے معمولی مسائل میں اختلاف ہوتا ہے۔ جو عقاید ضروریہ میں داخل نہیں۔ مگر ہوتے ہوتے تکفیر تک نوبت پہونچتی ہے اور پھر وہ اختلاف ضلالت۔ الحاد۔ کفر کی سرحد تک پہونچ جاتا ہے۔ اور رحمت کے بجائے غضب الٰہی کا سبب بنجاتا ہے اور پھر بجائے اسکے کہ حقانیت کا دروازہ کھلے بہت خلق اللہ ہو۔ وہ اختلاف دنیا اور آخرت دونوں کو لے ڈوبتا ہے۔

غیر سنت کو سنت میں داخل کرنا ایک بہت بڑی مذہبی غداری ہے جسکو شرک فی النبوت کہنا بالکل بجا اور درست ہے اور اسکا مرتبہ شرک فی اللہ کے بعد ہی ہے جسطرح صفات خداوندی کو کسی غیر میں ثابت کرنا۔ یا غیر اللہ سے ایسا معاملہ کرنا جس سے اُسمیں صفت خداوندی کا تسلیم کرنا لازم آتا ہو وہ شرک ہے جسکی جزا خود باری تعالیٰ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء بتلاتا ہے۔ (اللہ ہرگز شرک کو معاف نہ کریگا (ہاں) شرک سے کم درجہ (کے گناہوں) کو جسکو چاہے معاف کرے۔)

اسی طرح شرک فی النبوت جسکو شارع نے بدعت کے لفظ سے یاد فرمایا ہے اسکی جزا بھی کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار فرمائی ہے۔
ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا دوزخ ٹھکانا ہے۔

جن باتوں کا شرع میں کہیں پتا نہیں اُن کو ثواب سمجھکر کرنا اور اپنی طرف سے اُن کو شرعیات میں داخل کرنا اگر غور سے دیکھا جائے تو گو صراحتاً نہیں مگر عملاً اور حالاً ایک طرح پر دعویٰ نبوت ہے، کیونکہ کسی کام پر ثواب اور عذاب کا مقرر کرنا یہ وظیفہ شارع کا ہے پھر جو شخص غیر شرعیات میں ثواب و عذاب مان لے وہ شارع ہونے کا حقیقتاً مدعی نہیں تو اور کیا ہے۔ اسکی مثال میں پہلے عرض کرچکا ہوں رعایا کا سرکاری قوانین میں دخل دینا اور اپنی طرف سے کسی بات کو قانون میں بڑھا دینا علاوہ اسکے کہ قانون کو ناقص اور ناکافی ثابت کرنا ہے اسمیں گورنمنٹ کی کم علمی اور اسکی ہتک بھی لازم آتی ہے۔ پھر بدعت بھی علاوہ شریعت کو ناقص ثابت کرنے کے اسکی توہین کا باعث ہوگی۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو یہ فرقہ اسلام اور عام مسلمانوں کے لئے غیر اسلامی فرقوں سے زیادہ ضرر رساں ہے۔ غیر اسلامی فرقے جو اسلام کی مخالفت کرتے ہیں وہ غیر اسلامی ہوکر لہذا وہ دشمن سمجھے جاتے ہیں اور اُن کی بات ہرگز عام اہل اسلام بھی قبول نہیں کرسکتے۔ کیونکہ وہ پہلے ہی سے اُن کو اپنا اور اپنے سچے دین کا دشمن سمجھے ہوئے ہیں۔ اور یہ اسلامی فرقہ مسلمان ہوکر دوست کی صورت میں اگر گمراہی کا باعث ہوتا ہے جسکی وجہ سے عوام زیادہ تعداد میں بہت جلد بھٹک جاتے ہیں اور اُن کو اپنا دوست سمجھکر مقتدا اور پیشوا بنا لیتے ہیں۔ بالآخر اُن کے سچے اور سادے بے لوث ایمان میں خلل واقع ہوجاتا ہے اور وہ بھی اپنے آپ کو حق پر سمجھکر ایک بہت بڑے مہلک مرض جہل مرکب میں مبتلا ہوجاتے ہیں کسی سلطنت کے دو دشمن جو دوسرے ملک کے ہیں اتنے ضرر رساں نہیں ہوسکتے جسقدر گھر کا بھیدی ملک میں رہکر دشمنی کرنیوالا نقصان پہونچا سکتا ہے۔ اس سے شارع علیہ السلام نے اسکی بڑے زوروں میں تردید فرمائی ہے۔ اور علیٰ ہذا خلفاء راشدین وغیرہم نے بھی اسکی پوری کوشش فرمائی ہے کہ مذہب کو بدعات سے محفوظ رکھا جائے۔ ذرا ذرا سی بات میں کیف تفعل شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ کہیں حضرت عمر حجر اسود کو مخاطب کرکے اعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(اے پتھر میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ کچھ نفع پہونچا سکتا ہے نہ ضرر میں

وسلم یقبلک۔ ما قبلتک او کما قال فرماتے ہیں۔

ہرگز تجھے بوسہ نہ دیتا اگر رسول اللہ صلعم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا)

باوجودیکہ یہ فعل خود شارع علیہ السلام نے کیا۔ مگر صرف اس شبہ پر کہ لوگ اُس تقبیل کی وجہ سے گمراہ نہ ہوجائیں صاف صاف کھلے الفاظ میں اس خیال کا رد کردیا۔ جس مبارک درخت کے نیچے بیٹھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کی تھی۔ فاروق اعظم نے جب وہاں مجمعہ ہوتے دیکھا تو اس درخت کو باوجود متبرک ہونیکے صرف اسلئے کٹوادیا کہ کہیں لوگ اس کی پرستش نہ کرنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صدیق اکبر نے خطبہ پڑھا اور من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت

(جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا تو محمد تو وفات پاگئے اور جو خدا کی عبادت کرتا تھا تو خدا تو (ہمیشہ) زندہ رہنے والا جسکو موت نہیں ہے)

فرمایا تاکہ لوگ نبی کی حد نعت سے بڑھاکر اُن میں خدائی کی صفت نہ مان لیں۔ اور اسی لئے آنحضرت نے خود لا تتخذ وا قبری مسجداً فرمادیا۔ ان باتوں کو دیکھتے ہوئے ہر منصف مزاج باآسانی اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے۔ کہ شارع علیہ السلام نے بدعت کو کسقدر قبیح قرار دیا ہے اور خلفاء راشدین کس کس طریقہ سے اس خیال کی تردید فرماتے ہیں سمجھدار کیلئے یہ باتیں بہت بڑی دلیل بن سکتی ہیں ان فی ذلک لآیت لاولی الالباب۔

باقی آئندہ

دار الحدیث

رطب العرب

دار الحدیث حمی الالٰہ حماھا | ورعی خمائل روضہا وسقاھا

دار الحدیث کی بیڑ کو خدای پاک اپنی حفاظت اور نگہبانی میں رکھے اور اُسکے باغیچوں کو شاداب وسیراب فرماتا رہے

دار لازھار الحدیث حدیقہ | فتعطر الکونان من ریاھا

دار الحدیث تو گلہاے حدیث نبوی کا اک باغ ہے جسکی خوشبو سے دونوں جہان معطر ہو رہے ہیں

بسمت ھناک زھور ھدی المصطفیٰ | للہ عرف شمیمہا وشذاھا

حضرت رسول مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پھول وہاں کھلے ہوئے ہیں کیا اچھی خوشبو اُنکی مہک رہی ہے۔

حکم الرسالۃ نورھا وثمارھا | کلم النبوۃ قطفہا وجناھا

جناب رسالت کی حکمتیں اُس باغ کی پھول اور پھل ہیں کلام نبوت اُسکے میوے اور خوشے

صدحت عنادلہا علی ورد الشما | ئل للنبی حبیب ربی طٰہٰ

حضرت حبیب خدا نبی طٰہٰ کے گلہاے شمائل پر اُسکی بلبلیں چہچہا رہے ہیں

لا ترتعی غزلانہا شیح النقا | انوار آداب التقی مرعاھا

اُس باغ کے آہو سُتھری ریتلی جای کی (شیح) گھاس نہیں چرتی بلکہ آداب تقوی کی کلیان اُنکا چارہ ہے۔

نفحات طیبۃ فی نسائم روضہا | ومن الحجاز نسیمہا وصباھا

مدینہ منورہ کی خوشبو اُسکی باغ کی ہواؤں میں آرہی ہے اور اُسکی پچھوا و پروا ہوائیں حجاز کی سی چلتی ہیں

یا سائر اقف ساعۃ فی سوحہا | وامکث ملیا فی ظلال رباھا

او میان چلنی والی اک گھڑی بھر کے لئے اُسکے میدانوں میں توقف کر اور کچھہ دیر اُسکے ٹیلوں کے سایہ میں ٹھہر جا

واسمع احادیث النبی روایۃ | ان الصدوق عن الصدوق رواھا

اور احادیث نبی کریم کو بطور روایت سُن کر سچا سچے ہی سے روایت کرتا چلا آرہا ہے

ولقد وعاھا القلب اذ سمعت بہا | الاذنان ثم کما وعی اداھا

اس طور سے کہ سُنتے ہی حدیث کو دل میں محفوظ رکھا پھر اسی طرح دوسرے کو پہونچا دیا

وَجَوامِعُ الكَلِمِ الَّتِی خُصِّصْتَ بِهٖ | فَحَوٰی جَمِیعَ مَقَاصِدٍ فَحوَاهَا

اور جوامع الکلم جو آپکو خاص طور پر عطا کئے گئے ہیں سن اُنکے مضامین تو سارے مقاصد پر حاوی ہیں

فَاِذَا سَمِعْتَ حَدِیثَهَا وَرَأَیْتَهَا | اَفْدِیْكَ قُلْ بِالْحَقِّ کَیْفَ تَرَاهَا

پس جب وہاں حدیث سن چکے اور دار الحدیث کو دیکھ لے۔ تیرے قربان ہو جاؤں۔ حق بات کہدے کیسا دیکھا۔

تَتَصَعَّدُ الْكَلِمَاتُ مِنْهَا فَوْقَهَا | تَتَنَزَّلُ الْبَرَکَاتُ مِنْ اَعْلَاهَا

وہاں سے کلمات حدیث بوجہ قبولیت کے عالم بالا کو چڑھ رہے ہیں اور اوپر سے برکات نازل ہو رہی ہیں۔

دَارٌ مَلَائِکَةُ السَّمَاءِ تَحُفُّهَا | یَزْهُو عَلٰی سَمْكِ السَّمَاءِ ثَرَاهَا

یہ وہ گھر ہے جسکو ملائکہ رحمت نے گھیر لیا ہے اُسکی زمین آسمان کی بلندی پر فخر کر رہی ہے۔

دَارٌ لَهَا فِی کُلِّ قَلْبٍ مَنْزِلٌ | ذِکْرُ الْحَبِیبِ یَحُلُّ فِی مَغْنَاهَا

یہ وہ گھر ہے جسکا ہر دل میں گھر ہے کیوں نہو | اللہ کے پیارے کا ذکر وہاں فروکش ہے۔

وَهَوَی الدِّیَارِ لِاَهْلِهَا مِنْ مَذْهَبِیْ | مَنْ کَانَ یَهْوَی ذِکْرَهٗ یَهْوَاهَا

گھر والے کے گھر کو محبوب رکھنا میرا مذہب ہے جو محبوب کے ذکر کو دوست رکھیگا وہ جای ذکر کو بھی دوست رکھیگا

وَبِحُبِّ حِبٍّ حُبُّهٗ اِیْمَانُنَا | لَنُحِبُّهَا وَنُحِبُّ مَنْ وَالَاهَا

اُس محبوب کی وجہ سے جسکی محبت ہمارا دین و ایمان ہے ضرور ہم دار الحدیث کو دوست رکھتے ہیں اور متولیوں کو بھی دوست رکھتے ہیں

دَارٌ زِیَارَتُهَا لِعَیْنِیْ قُرَّةٌ | دَارٌ سَکِینَةُ خَاطِرِیْ ذِکْرَاهَا

اس گھر کی زیارت تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے | اور اُنکا ذکر میری دل کی تسکین ہے

دَارٌ حَقِیقٌ بِاَنْ یُشَادَ بِنَاءُهٗ | دَارٌ مُؤَسَّسَةٌ عَلٰی تَقْوَاهَا

یہ گھر مضبوط بنائے جانیکا مستحق ہے | اسکی بنیاد تقوے پر رکھی گئی ہے

نَالَتْ مَفَاخِرَ دِیوْبَنْدُ بِبَدْءِهَا | فَهِیَ افْتِخَارُ الْهِنْدِ بَیْنَ قُرَاهَا

دیوبند کو اس گھر کی ابتدا سے بڑا فخر حاصل ہوا | بس وہ ہندوستان کے لئے ساری بستیوں میں باعث فخر ہے

مَا سُمِّیَتْ فِی الْهِنْدِ دَارٌ بِاسْمِهَا | مَضَتِ الدُّهُوْرُ وَمَا اَتٰی شَرْوَاهَا

ملک ہند میں اس نام سے کوئی نامزد نہیں ہوا | بہت سے زمانے گذر گئے اور مثل بھی نہیں سنا گیا

رُزِقَتْ قُبُولًا عَامًّا اَوَ مَا تَرٰی | بَذَلُوا النُّفُوسَ لِسَعْیِهَا بِرِضَاهَا

اللہ تعالیٰ نے اُسکو قبولیت عامہ عطا فرمائی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ سب مسلمان بخوشی دل اُسکی سعی میں جان لگا رہے ہیں

فترى قلوب بناتها لبناتها | مهج القلوب ملاطها لبناها

دیکھو کہ اُسکے بنا میں بانیوں کے دل بجائے خشت ہیں خون دل بجائے چونہ وگار وار ہے

طوبى لها ولمن اراد بناءها | بشرى لبانيها ويا بشراها

یہ مکان خوب رہا اور اُسکے بنوانے والے خوب رہے اُنکو خوشخبری ہو اور اُس مکان کو خوشخبری

مصداق جل الخير لو عبرته | بالوف لفظ انها معناها

ہر قسم کی خیر کا مصداق یہ گھر ہے اگر ہزار لفظوں میں اُس خیر کو تعبیر کرو اُسکے معنی یہی گھر ہوگا

يا طالب الخير اغتنم تشييدها | فخلاصة الحسنات في مبناها

اے خیر کے طالب اُسکی تعمیر غنیمت جان کیونکہ اُسکے بنانے میں نیکیوں کا خلاصہ ہے

والله لو سمعت مليكتنا بها | صرفت الى تشييدها اجداها

بخدا اگر ہماری سرکار عالیہ اس دار الحدیث کا حال سن لیتیں ساری سخاوت اُدھر کو مصروف کر دیتیں۔

من مثل ذي سلطانجهان بيكم ندى | اوهمة اورفعة اوجاها

جناب نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کی مثل سخاوت میں یا ہمت میں یا بلند حوصلگی میں یا مرتبہ میں کون ہو سکتا ہے

وهي التي فاقت ملوك زمانها | ان الزمان بمثلها قد باهى

یہ وہی ہیں جو اپنے زمانہ کے رئیسوں پر فوق لیگئیں زمانہ کو ایسے رئیسہ عالیہ سے بڑا فخر وناز ہے

ربما على فقد العلوم تاسفت | وتحزنت واغرورقت عيناها

بسا اوقات علوم کے ناپید ہونے پر افسوس فرماتی ہیں اور حزن ملال ظاہر کرتی ہیں اور آبدیدہ ہو جاتی ہیں

وسعت لتعليم النساء بنفسها | احيى المدارس جودها ونداها

تعلیم نسواں کے بارہ میں خود بنفس نفیس بڑی سعی فرمائی ہے مدارس کو تو اُنکے جود و کرم نے زندہ کر دیا ہے۔

وربى العلوم بفيضها ممطورة | دامت على تلك الربى سقياها

بڑے بڑے مدارس تحصیل علوم اُنکے فیضان سے شاداب و سیراب ہو رہے ہیں خدا کرے یہ سیرابی اُنکی جاری رہے۔

يارب صل على النبي المصطفى | احلى الصلوة اتمها ازكاها

میرے پروردگار اپنے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شیریں کو کامل پاکیزہ بھیجتا رہ

تمت

حرره محمد المدعو عبد الرحمن السيوهاروي اليوم السابع عشر من ربيع الاول ببلدة بوفال

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت شعبان ۱۳۳۱ھ

مطابق ماہ اگست سنہ ۱۹۱۳ء

جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

اور

دیگر مقدس و مقتدر علما کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے۔

رجسٹرڈ نمبر ۵۲۳

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

مقبول رسالہ

علمی۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ ادبی۔ تمدنی۔ تاریخی۔ ماہوار رسالہ

جلد ۴ بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ نمبر ۲

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مطبع قاسمی واقع دیوبند میں اپنے اہتمام سے چھاپا

اور

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ رمضان ۱۳۳۱ھ

(مطابق ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء)

جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

(اور)

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ

(دیوبند)

کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے

بہت سے حضرات نے بذریعہ منی آڈر قیمت مرحمت فرماکر مشکور کیا اور باقی حضرات کے پاس ویلیو روانہ ہوگئے ہیں۔ اور حتی الوسع گم شدہ اور ضائع شدہ سابق نمبر بھیجکر تمام ناظرین کی جلد مکمل کرادیگئی ہیں۔ اب بھی کسی صاحب کو ضرورت ہو تو جلد طلب فرمالیں کیونکہ سابق نمبر اب ختم ہو رہے ہیں۔ اور کامل جلد اول کے تو صرف پانچ ہی نسخے رہگئے ہیں۔ اور جلد دوم کے بھی بہت کم۔

خط وکتابت میں نمبر خریداری چٹ پر دیکھکر تحریر فرمائیے۔ نمبر ۵۲۳ نہ لکھئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعلیحضرت آصفجاہ نظام الملک شاہ دکن خلد اللہ ملکہ

کی

نظر التفات دار العلوم دیوبند پر

دار العلوم دیوبند کی عمارت توکل کی مستحکم و استوار بنیاد پر قایم کی گئی۔ اور اُن مقدس و بابرکت حضرات نے اُسکو تعمیر کیا جنکو سلف صالح کے سچے جانشین ہونیکا بجا فخر حاصل تھا۔ جو زمانہ کی ضرورت اور اہل اسلام کے حالات موجودہ و آیندہ کے نبض شناس تھے۔ جنکو مجدد دین ومحی سنت کا لقب بجا و درست دیا گیا جنکی دور بینی و مآل اندیشی نے دار العلوم کو ایسے اصول وضوابط پر چلایا کہ اگر اُسکو اُسی جادہ پر چلایا جاے تو حوادث وفتن کے متزلزل کرنیوالے جھوکے زمانہ کے تغیرات ابناء زمانہ کے زنگارنگ خیالات اُسکی رونق وترقی میں ذرا بھی رکاوٹ نہیں ڈال سکتے۔

توکل ہی وہ غیر متناہی بیت المال ہے جسکے وسائل لا انتہا وسیع ہیں۔ اور جسکی معموری میں عارضی آفات خلل انداز نہیں ہوسکتیں حضرت مولانا قاسم العلوم والخیرات بانی مدرسہ قدس اللہ سرہ کی تحریر فرمودہ اصول میں۔ اہم اصل یہ ہے کہ کارکنان دار العلوم کی نظر ہمیشہ توکل پر رہنی چاہئیے“۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”مدرسہ دیوبند کی صورت مثالی ایک معلق شی کی طرح معلوم ہوتی ہے“۔

دار العلوم دیوبند اسی غیر منقطع اور غیر متناہی دولت کے ذریعہ سے اب تک ہر قسم کی ترقیات کرتا رہا۔ اُسکے اندر جس کام کا بیڑا اُٹھایا گیا جو تجاویز جاری کی گئیں۔ اگرچہ بظاہر اُنکا سرانجام دشوار اور نظر باسباب ظاہرہ متعسر بلکہ ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ مگر خزانہ غیبی سے بیگمان امدادیں ہوتی رہیں۔ اور کوئی بڑے سے بڑا کام کبھی نہیں رُکا۔

سخت سے سخت مالی مشکلات پیش آئیں جنکو دیکھتے ہوئے ضعیف البنیان انسان کے متناہی خیالات مایوسی کا نظارہ پیش کرتے تھے۔ داخلی اور خارجی فتن کا بارہا ایسا ہجوم ہوا کہ تھوڑی دیر کیلئے بھی دار العلوم کا اپنی حالت پر قایم رہنا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ مگر مقدس بانیان کی برکت اور توکل وتفویض کے حصار قوی کی بدولت ساری مشکلات حل ہوتی گئیں۔ سارے فتن مرتفع ہوتے گئے۔ اور دار العلوم اُسی انداز سے تیزی کے ساتھ ترقی کرتا گیا۔

خدام دار العلوم کی نظر ہمیشہ اسی پر رہی کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرکے ہر ایک مفید اور ضروری تجویز کو جاری کرنے میں پس وپیش نہ کیا جائے مسبب الاسباب خود اُسکے لئے ہر قسم کے سامان مہیا فرما دیگا۔ اور یہی ہوا۔ ایک زمانہ تھا کہ دار العلوم میں طلبہ و مدرسین کی تعداد بہت کم تھی۔ وسیع عمارات کی بھی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اُس حالت کو دیکھتے ہوئے دار العلوم کی قدیم عمارت بھی وسیع اور بے ضرورت نظر آتی تھی۔ زیادہ مقدار کے چندوں کی بھی ضرورت نہ تھی۔ قرب وجوار کے اہل خیر جو امداد فرماتے تھے اُسکو کافی سمجھا جاتا تھا۔

لیکن زیادہ عرصہ گذرنے نہ پایا کہ دارالعلوم کے فیض عام کے ساتھ ساتھ اُسکی مقبولیت اور مقبولیت کے ساتھ اہل اسلام کی توجہ اُسکی طرف مبذول ہوتی گئی۔

وہ وقت پیش نظر ہے کہ دارالعلوم کی شہرت رنگون تک پہونچگئی۔ اور جلسہ دستاربندی میں وہاں کے ایک باہمت بزرگ نے علمار فارغ التحصیل کیلئے عمامے عطا فرمائے۔

لیکن جب دارالعلوم نے ایک قدم اور آگے بڑھایا تو اُسکے دائرہ فیوض کو وسیع اور عام بنانے کیلئے حضرت آصفجاہ **نظام الملک میر محبوب علی خان** صاحب غفران مکان شاہ دکن کا دست کرم اُسکی طرف بڑھا۔ اور آپکے خزانہ عامرہ سے یکصد روپیہ ماہانہ کلدار کا گرانقدر مشاہرہ مقرر ہوگیا۔ دارالعلوم کی عظمت و شان کے ظہور اور اُسکے استحکام کا یہ پہلا دن تھا۔ اسکے بعد دارالعلوم کے مقاصد میں جسقدر توسیع ہوتی گئی۔ اُسکی ضرورتیں جوں جوں بڑھتی گئیں۔ اعلحضرت غفران مکان کا دست کرم بھی کشادہ ہوتا گیا۔ یہانتک کہ ۱۳۲۶ھ میں ماٸھ۵ ماہانہ امداد کا فرمان صادر ہوگیا۔

دارالعلوم کے گذشتہ زمانوں کے اعتبار سے سال حال نہایت صعب اور پرخطر تھا۔ اُسکی شہرت و مقبولیت نے عراق و عرب چین و روس تک کے طلبہ کو اپنی جانب متوجہ کرلیا۔ اُسکے ہر عینہ و شعبہ میں جلد جلد ترقیات ہونے لگیں۔ انتظام تعلیم کے ساتھ۔ اشاعت اسلام درجہ تکمیل کی افتتاح نے ذمہ داری کے فرائض کو اور بڑھا دیا جنکے تنظیم و ترتیب کیلئے وسائل آمد کو بہت زیادہ وسیع کرنیکی سخت ضرورت تھی لیکن عوارض حالی نے چندہ کی معمولی رفتار میں بھی غیرمعمولی رکاوٹ پیدا کردی اور یہ وہ وقت تھا کہ خدام مدرسہ کو دارالعلوم کی حالت کا سنبھالنا نہایت دشوار نظر آتا تھا۔

لیکن اَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ وَتَوَکَّلُوْا عَلَیْہِ کی برگزیدہ تعلیم نے اُنکو ہدایت کی کہ اعلحضرت حضور **آصف جاہ میر عثمان علیخان** صاحب بہادر شاہ دکن خلد اللہ ملکہ کی سمع ہمایوں تک جلد سے جلد یہ حالات پہونچادئے جائیں۔ آپکی نظر کیمیا اثر تک ان حالات کا پہونچنا تھا کہ دارالعلوم کی ماہانہ امداد کو المضاعف کردینے کا فرمان صادر ہوگیا و للہ الحمد۔

ہندوستان کا ہر ایک فرد اس حقیقت الحال سے واقف ہے کہ تمام مذہبی و قومی درسگاہوں کی سرسبزی و شادابی میں خزانہ عامرہ حیدرآباد دکن وہی کر رہا ہے جو ابر بہاری پژمردہ کشت زار کے ساتھ کرتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند خالص دینی مذہبی درسگاہ ہے۔ اسمیں علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دیجاتی ہے اسمیں وہ جماعت تیار ہوتی ہے جسکا زمزمہ تضرع عرش بریں تک پہونچتا ہے۔ جنکی دعاہائے نیم شبی مستحکم حصار کا کام دیتی ہیں۔

تمام مسلمانان عالم خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کو دلی اخلاص کے ساتھ دُعا کرنی چاہیئے۔ کہ دولت آصفجاہی اسی آب و تاب کے ساتھ ہمیشہ قایم رہے اور ذات والا اعلحضرت **میر عثمان علیخان** بہادر تادیر جلوہ فرمائے سریر سلطنت رہے۔ آمین یا رب العلمین۔

اشعار مدحیہ حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ بزبان عربی

ترجمہ اشعار عربی منظوم از مولوی سراج احمد صاحب نائب ناظم جمعیۃ الانصار

إنّ المليكَ نظامَ الملكِ كوكبُهُ — سَعدُ السُّعودِ لبيتِ العزِّ والشرفِ
ہے نظام الملک سلطان دکن بے ریب شک — اختر برج شرف نجم سعید عز و شان

ظلُّ الالٰهِ على وجهِ البسيطِ ذرىً — وباسطُ العدلِ ماحي الجورِ والأسفِ
ہے پناہ اہل عالم سایۂ رب العلیٰ — ماحی جور و ستم ہے عادل اہل زمان

وقائمٌ بصريحِ الحقِّ في وَسَطِ — من الجوانبِ في عدلٍ ومُنتصفِ
مرکز انصاف و حق پر ہے وہ قایم رات دن — مٹ گیا ملک دکن سے ظلم کا نام و نشان

ودُرّةُ التاجِ للأملاكِ قاطبةً — فريدةُ الشأنِ فردُ الوصفِ في الصدفِ
ہے شرافت کی صدف کا گوہر یکتائے دہر — ہے یقیناً درۃ التاج سلاطین زمان

احيى المعالمَ حقًّا بعد ما دَرَسَتْ — وطهّرَ الارضَ من ميلٍ ومن جَنَفِ
ہیں مدارس زندہ اُس عیسیٰ نفس کے دم سے آج — پاک ہے روے زمین ظلم و ستم سے بیگمان

ومكّنَ الدينَ فوقَ الارضِ منبسطا — والشرعَ من طرفٍ منها الى طرفِ
دین کو پھیلا دیا چاروں طرف صد آفریں — قوم پر ہے آپکا احسان و لطف بیکران

ومهّدَ العلمَ في ايامِ دولتهِ — وشنّفَ السمعَ من ذكراهُ بالطُرَفِ
علم کو پھیلا دیا روے زمیں پر واہ واہ — آپ کا وصف و ثنا ہے زینت گوش و زبان

كانَ المعالمُ قد ثُلّت فعمّرَها — وصانَها عن عوادي الدهرِ والتلفِ
کی حوادث سے مدارس کی حفاظت آپ نے — ورنہ ہوجاتے کوئی دن میں یہ بے نام و نشان

كانت مكارمُهُ من قبلُ شاملةً — دارَ العلومِ على عهدٍ من السلفِ
تھا سلف سے آپ کا ممنون یہ دار العلوم — تھی ہمیشہ سے توجہ اسکے اوپر بیگمان

وانها لكنورِ الصبحِ ساطعةٌ — في ديوبندَ بلا فخرٍ ولا صلفِ
مثل نور صبح ہے دار العلوم دیوبند — ہے بلا لاف و گزاف اسوقت یہ شمع جہان

اضحى البسيطةُ منها في سنا قمرٍ — تمحو الظلامَ كضوءِ الشمسِ من غسفِ
جگمگاتی ہے زمیں اُسکی ضیا سے آجکل — ہوگئیں کافور اُسکے نور سے تاریکیان

فهزَّ من عطفهِ عرفانُ رتبتِها — وخصّها بمزيدِ الفضلِ والتحفِ
قدردانی کی سفارش پر ہوا انعام خاص — مدرسہ پر ہوگیا لطف و کرم دونا عیان

فالعدلُ شاكرُهُ والفضلُ ذاكرُهُ — وسائرُ الناسِ من داعٍ ومعترفِ
عدل شاکر آپکا ہے فضل ذاکر آپ کا — ہیں دعاگو آپ کے دنیا میں سب پیر و جوان

وعمّهم فيضُهُ كالغيثِ منهمرًا — بالجودِ من سلفٍ منهم الى خلفِ
اہل عالم پر ہے دایم بارش لطف عمیم — ہین سلف سے تا خلف مرہون لطف بیکران

فدامَ بالملكِ والعزِّ العزيزِ كما — دامت رعيّتُهُ في روضةِ الأُنُفِ
قایم و دایم رہے یہ ملک و عزت آپ کی — اور رعیت پر رہے لطف خدائے دو جہان

وقائمًا بحدودِ الشرعِ مجتهدًا — بالفضلِ والعدلِ ثم العطفِ واللطفِ
تم حدود شرع پر انصاف فضل و لطف سے — قایم و دایم رہو با صد شکوہ و عز و شان

وكانَ في ظلّهِ المبسوطِ عامرةً — بلادُهُ ابدًا في الريفِ من شظفِ
ظل شفقت میں تمہارے ہو دکن آباد و شاد — عیش و عشرت ہو مدام اور دور ہوویں تنگیان

الرشید کے اجرا کی دیرینہ تمنا پوری ہونے کا وقت آگیا۔ اُسکے اجرا کی

باضابطہ اجازت حاصل کرلیگئی۔ اوراب صرف اس امر کا انتظار ہے کہ شائقین کی تعداد کم ازکم پانسو (۵۰۰) تک پہونچ جائے۔ اگر ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ کے آخر تک یہ تعداد پوری ہوگئی جسکا پورا ہونا بمقابلہ اُس شوق کے جسکا اظہار بارہا قدردانان علوم اسلامیہ اور منتسبان حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ کی طرف سے ہوا کچھ بھی دشوار نہیں ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ بہت جلد مشتاقان **الرشید** اپنا نام اُسکی فہرست میں لکھوائینگے تاکہ ہمکو ماہ محرم ۱۳۳۲ھ سے اُسکے اجرا کا موقع ملجائے۔

الرشید کا خط وکاغذ القاسم جیسا ہوگا اور تقطیع وقیمت بھی وہی ہوگی۔ اسکے متعلق اگر عام رائے کچھ اور ہو تو اُسکی پیروی کیجاویگی یقین کہ مخلص احباب اپنے مشورہ سے مطلع فرمانے میں دریغ نفرمائینگے۔

حبیب الرحمن مدیر الرشید

قطعہ تاریخ وفات جناب دیوان محمد یسین صاحب مرحوم خادم خاص حضرت قاسم العلوم والخیرات نوراللہ مرقدہٗ

من تصنیف حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند

زاں چہ اندیشم کہ زیر خاک باشد جاے من — رفت چوں زیر زمیں قلب و سر واعضاے من
آنچناں رفتہ عزیزان و بزرگاں زیر خاک — خاک افشانم کہ گرد جاے ایشاں جاے من
آن بزرگاں داغ دیگر بردلم دارند حیف — کز ازل داغی از وشاں بود بر سیماے من
آن عزیزا نیکہ منزل در سویدا داشتند — ہست در سوداے شان این شیون و سوداے من
چوں بگوش رفتگاں نتواں رسد بازم چہ سود — آسماں صحن قیامت شد گراز غوغاے من
بود باقی از گروہ اصفیا صاحبدلے — از سرم دامن کشاں بگذشت آنہم واے من
آن نکوصورت کہ بودہ قلب قراں نام او — وان نکوسیرت کہ بودہ مامن و ماواے من
جاں نثار و والۂ دلدادۂ مخدوم من — مخلص و ممدوح و مخدوم و کرم فرماے من
بازبانِ یاس اکنوں میسرایم نغمۂ — ملجاء ما مرد یعنی خادم مولاے من
۱۳ ھ ۳۱

سیرت نبویؐ

سب سے پہلے تمہید کے طور پر ہم فن سیرت، حدیث، ادب، وغیرہ کی بقدر ضرورت تفصیل مناسب سمجھتے ہیں۔ اسکے بعد ہم اپنے موضوع پر اچھی طرح بحث کر سکینگے۔

سیرت کے لغوی معنی گو طریقہ، عادت، کے ہیں، اور اس لحاظ سے سیرت ایک ایسے مجموعہ کا نام ہونا چاہیئے۔ جس میں اخلاق، عادات، اور زندگی کے تمام سوانح، جمع کئے جاویں۔ مگر علمائے سلف اور محدثین نے اس لفظ کو اپنی اصطلاح میں دوسرے معنوں میں استعمال کیا ہے۔

شیخ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔

السیر جمع السیرة وھی الطریقة فی الامور وفی الشرع تختص بسیر النبی علیہ السلام فی مغازیہ۔

سیر سیرت کی جمع ہے۔ اور اصطلاح شرع میں سیرت کا لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کے واقعات اور حالات کے لئے مخصوص ہے۔

مغرب میں ہے۔

اصل السیرة حالة السیر الا انہ غلب علی لسان الشرع علی امور المغازی وما یتعلق بھا کالمناسک علی امور الحج۔

اصل میں سیرۃ حالت سیر کو کہتے ہیں مگر اصطلاح شرع میں اسکا استعمال امور مغازی پر سو تابع ہے جیسا کہ مناسک کا اطلاق امور متعلقہ حج پر کیا جاتا ہے۔

عنایہ میں ہے۔

جمع سیرة سیر وھی فعلة بالکسر من سیر فیکون لبیان ھیئة السیر وحالتہ وقد استعملت کذلک فی السیر المعنوی حیث قالوا فی عمر بن عبد العزیز سار فینا بسیرة العمرین لکن غلب فی لسان اھل الشرع علی الطریق المامور بھا فی غزوات

سیرۃ کی جمع سیر ہے اور سیرت فعلہ کے وزن پر سیر سے مشتق ہے تو سیرۃ ہیئات سیر کی ہوئی اور کبھی اسکا اطلاق سیر معنوی کے معنی میں ہوتا ہے چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے بارہ میں مشہور ہے کہ انکا چال چلن حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہما کا سا تھا لیکن اصطلاح اہل شرع میں لفظ سیرت کا استعمال امور متعلقہ جہاد پر ہوتا ہے۔

الکفار و کان بسبب ذلک کونہا تستلزم السیر و قطع المسافۃ و فی غیر کتب الفقہ یقو کتاب المغازی اھ مختصرا - فتح القدیر مطبوعہ مصر	کیونکہ غزوات میں سیر و قطع مسافت کرنا پڑتا ہے اور کتب فقہ کے علاوہ اور کتب میں بجاے سیر کے مغازی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کتاب المغازی۔

اِن عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ سیرۃ النبی محدثین و علماے کی اصطلاح میں صرف اُس فن کا نام ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے حالات لکھے جائیں۔ لہذا اس فن کا موضوع صرف مغازی ہونگے اور جو باتیں ان مباحث کے علاوہ اس میں ہوں وہ بطور مبادی یا فوائد کے ہونگے۔ البتہ اس زمانے میں سیرت کا اطلاق سوانح عمری پر کیا جاتا ہے۔ مگر اِس سے متقدمین کی اصطلاح پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

سیرت نبویؐ فن ادب وغیرہ کی طرح فن حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ حدیث آٹھ علوم کے مجموعہ سے عبارت ہے، جو اس شعر میں جمع ہیں۔

سیر، اداب، وتفسیر، و عقائد　|　فتن، اشراط، و احکام، ومناقب

علم حدیث کا موضوع خود ذات بابرکات حضرت رسالتمآب علیہ الصلوات والتحیات ہیں اسی لئے خدام ملت، عاشقان بارگاہ رسالت، یعنی علماے سلف ومحدثین نے اسکی خدمت کی۔ اور ایسی خدمت کی، کہ اپنی عمر کو اسکے لئے وقف کر دیا، اور اپنی زندگی کا نصب العین اسی خدمت کو بنایا۔ حدیث کے تمام شعبوں کی طرف یکساں اپنی توجہ کو منعطف کیا۔ اور جو کچھ رسول کریم سے مروی تھا، سب کو قلمبند کر کے آنیوالی نسلوں کیلئے ایک نہایت بڑا عظیم الشان ذخیرہ جمع کر دیا۔ اور جس نظر تحقیق، و تنقیح سے احکام کی روایات میں صحت و ضعف کو ممتاز کیا۔ اُنہی اصول کیساتھ مغازی ومناقب کی احادیث کو بھی جانچا۔

جس طرح مذہب اسلام عقائد، اعمال، افعال، عبادات و معاملات۔ اخلاق ظاہری، و باطنی وغیرہ متفرق اور متعدد شعبوں کو مشتمل ہے۔ اور علماے ملت نے ہر ایک کی کماحقہ کی خدمت اور انہی متفرق شعبوں کے لحاظ سے۔ علم کلام، تصوف، تفسیر، حدیث، فقہ، وغیرہ فنون مرتب کیے گئے، اور ہر ایک نے اپنی اپنی دلچسپی کے موافق ایک ایک فن کی خدمت کی

اسی طرح فن حدیث کی خدمت میں بھی اُمت نے طرح بہ طرح حصہ لیا بعض محدثین نے آٹھوں فنون کو جمع کردیا، جسکا نام اصطلاح میں جامع رکھا گیا۔ جیسے صحیح بخاری، جامع ترمذی، بعضوں نے احکام فقہیہ کی احادیث پر اکتفا کیا، ایسی کتابیں سنن کہلاتی ہیں۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ، نسائی، ابی داؤد، دارقطنی، وغیرہ اس طریقہ پر لکھی گیئں۔ ان میں سے بعض کتابوں میں جہاں غیر احکام کی احادیث ہیں، اوّل تو وہ تبعًا مذکور ہیں۔ علاوہ ازیں احکامی احادیث سے نسبتہً بہت کم بھی ہیں۔ بعض نے فن ادب کو جسمیں رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال خاصہ بیان کیئے جاویں، علیحدہ لکھا۔ چنانچہ امام بخاری نے اس فن میں ایک مستقل متوسط کتاب تصنیف کی جو ادب المفرد کے نام سے مشہور ہے۔ امام ترمذی نے جو شمائل لکھی ہے وہ بھی اس فن میں ہے۔ اسکے سوا اور بھی بہت سی مستقل تصنیفیں فن ادب میں لکھی گیئں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اصول حدیث کے رسالہ عجالۂ نافعہ میں اس کو اچھی طرح لکھا ہے۔

اسی طرح بعض لوگوں نے صرف سیرت کی کتابیں لکھیں جس میں صرف آنحضرت کے غزوات کو موضوع ٹھیرایا۔ اور چونکہ اس فن میں سوانح کا بھی ایک رنگ موجود تھا۔ اس لحاظ سے انہوں نے ولادت سے لیکر نبوت تک کے مختصر حالات بھی درج کردئے۔

اور اس وجہ سے اس فن میں فتوحات تفصیل سے لکھی گئی۔ ملکی نظم ونسق اور تمدن ومعاشرت کے واقعات کو عام طور پر بالکل تو نظر انداز نہیں کیا گیا ہاں اہمیت دیکر بھی نہ لکھے گئے۔ مگر پھر بھی بعض سیرت نویسوں نے ملکی نظم ونسق کو بھی اس میں کماحقہ بیان کیا۔ مثلاً زادالمعاد جو ابن قیم کی تصنیف ہے۔ اسمیں یہی رنگ اختیار کیا گیا ہے اور موقعہ بہ موقعہ واقعات کیساتھ سیاست کے اصول بھی لکھے گئے ہیں۔

اور اسی وجہ سے کہ اس فن کا موضوع صرف مغازی ہیں سنین کو عنوان بنایا گیا۔ تمامتر جنگی واقعات ذکر کئے گئے۔ اور غزوات ہی کے عنوان سے وقائع شروع کئے گئے۔ اور اس لئے سیرت موسیٰ بن عقبہ اور سیرت ابن اسحٰق مغازی کے نام سے مشہور ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے نقل کرچکے

وفی غیر کتب الفقہ یقال لھا کتاب المغازی۔

محدثین میں ایک جماعت نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا اور ہر قسم کی احادیث کو احکام وتفسیر کے متعلق ہوں یا مغازی ومناقب کے، سب کو صحیح طور پر جمع کیا۔ اور جو چھان بین احکامی روایات میں اُنھوں نے کی وہی مغازی وغیرہ کی احادیث میں بھی کی۔ چنانچہ جن جن کتابوں میں صحت کا التزام کیا گیا۔ مثلاً صحیح بخاری۔ وصحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، منتقی ابن جارود، صحیح ابن حبان وغیرہ، اِن کتابوں میں حدیث کے ہر شعبہ کے متعلق نہایت صحیح اور اصح روایتیں جمع کی گئیں جسمیں اور فنون کی طرح مغازی وسیر کے متعلق بھی بہت بڑا صحیح ذخیرہ موجود ہے

خاص خاص فن کی تدوین کرنیوالوں میں سے صرف مغازی وسیرت کے جمع کرنیوالوں میں بھی بعض لوگوں نے صحت کا التزام کیا۔ چنانچہ موسیٰ بن عقبہ نے جو امام زہری کے فن سیرت کے دو خاص شاگردوں میں سے ایک ہیں، ایک سیرت لکھی جس میں صحیح روایتوں کا التزام کیا۔ اسکے علاوہ اور بھی صحیح تصنیفیں ہوئیں۔

ہاں احادیث میں سے جس حصّہ پر دین کا دارمدار تھا۔ اور جسکو حلال وحرام کے ثابت کرنیسے تعلق تھا اُسکے متعلق زیادہ تشدد سے کام لیا گیا۔ اور جو حصّہ دین کا موقوف علیہ نہیں تھا اُسمیں وسعت اور سہولت سے کام لیا گیا۔ کیونکہ احکام شرعیہ کا ثابت ہونا۔ ایک ایسا اہم امر ہے جسکے لئے نہایت صحیح روایات کی ضرورت ہے باقی جو روایات صرف علم کے متعلق ہیں عمل میں اُنکو کوئی دخل نہیں اُن میں توسیع کرنا ہی مناسب تھا۔

علامہ شبلی نعمانی صاحب کی سب سے بڑی فروگذاشت، جسپر اُنکے اعتراضات کے اکثر نمبر متفرع ہیں، یہ ہوے، کہ متقدمین کی فن سیرت، کو اُنھوں نے لغوی معنی میں لیکر اُسکو سوانح سمجھ لیا۔ اور یہ لکھ گئے کہ " اگرچہ سلطنت وحکومت کی تاریخ کے لئے بھی یہ صحیح طریقہ نہیں تھا۔ لیکن نبوّت کی سوانح نگاری کیلئے تو بالکل ناموزوں ہے۔" کاش علامہ سیرت کو اُس اصطلاح کے لحاظ سے دیکھتے جس میں وہ متقدمین کے نزدیک مستعمل ہے، اور فن حدیث کے ایک خاص ٹکڑے کا نام ہے، تو یہ شبہ علامہ کو نہ ہوتا، اگر وہ یہ خیال کر لیتے کہ سیرت اصطلاحاً غزوات کے حالات کا نام ہے تو اُن پر یہ واضح ہو جاتا کہ جسکو وہ سوانح سمجھے ہوے ہیں وہ دراصل سوانح نہیں۔ اور کچھ نہیں تو، کم از کم، خود اپنی ہی تحریر کے اوّل حصّہ (حضرت عمر

بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ غزوات نبی کا حلقہ درس قائم کیا جائے، عاصم بن قتادہ انصاری اس فن میں خاص کمال رکھتے تھے اُن کو حکم دیا کہ دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھکر لوگوں کو مغازی اور مناقب سکھائیں یہ سیرت نبوی کا پہلا سنگ بنیاد تھا") پر نظر ثانی فرمالیتے تو غالباً علامہ اِس خلط مبحث سے بچ جاتے۔ اور خود اپنی ہی تحریر کے موافق یہ سمجھ لیتے کہ سیرت نبوی اصطلاح متقدمین میں صرف مغازی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔

علاّمہ نے سیرت نبوی کو شاہی تاریخوں سے محض اسواسطے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح ان تواریخ میں بجز رزمیہ کارناموں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح سیرت میں بھی غزوات کے سوا اور کچھ نہیں۔ مگر نہ معلوم کہ علاّمہ کا اس سے کیا مطلب ہے، اگر یہ ہی کہ سیرت میں بھی ان تواریخ کی طرح آسمان اور زمین کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور مبالغہ آمیز قصّے اور کہانیاں بیان کیجاتی ہیں تو میں افسوس کیساتھ یہ لکھنے پر مجبور ہوں، کہ علامہ نے یا تو سیرت کی کتابیں دیکھی نہیں، یا دیکھیں تو دیدۂ و دانستہ' اپنی جدید سیرت' کی وقعت قائم کرنے کے لئے، عوام کو اُن سیرتوں سے بدظن اور بدعقیدت بنانا چاہتے ہیں، یہ تشبیہ ان معنوں کے لحاظ سے قطع نظر اسکے کہ محدثین کی تمام اعلیٰ کارناموں اور قیمتی خدمتوں کی، حق ناشناسی، ناشکری ہے، واقعیت سے بالکل دور ہے۔ اور اگر اس تشبیہ سے صرف یہ مقصود ہے کہ ان تواریخ کی طرح اس میں جنگی کارنامے ہیں، تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اسمیں کیا اعتراض اور کونسا الزام محدثین پر آسکتا ہے۔ یا اسمیں کونسی نسبت ناموزوں ہے، جب یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ سیرت غزوات نگاری کا نام ہے سوانح کا نہیں۔

کسی نبی کی مکمل اور جامع تاریخ یا سوانح در اصل اُسکے اعمال، اخلاق، اور تعلیمات، کے مجموعہ کا نام ہے، شان نبوت کا لحاظ رکھتے ہوئے کوئی عقل ہرگز یہ ماننے کے لئے آمادہ نہیں کہ نبی کی سوانح نگاری صرف وقائع نگاری میں منحصر رکھی جاوے۔ ایسی سوانح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجود ہے جو اب علم حدیث کے لقب سے ملقب ہے۔ اور یہی نبوت کی وہ حقیقی تاریخ ہی جسکی طرف سلف صالحین نے بیش از بیش توجہ کی۔

احادیث کے پورے مجموعے کو احکام ہوں یا تفسیر' آداب' وفتن ہوں یا مغازی ومناقب، سب میں ایک ہی اصول ملحوظ رکھے گئے، اور سب کی صحت وضعف کے ایک ہی شرائط وقیود مقرر

کئے گئے، اور جو حصہ دین کا موقوف علیہ تھا مذہبی اصول کے ثابت کرنیمیں اُسکو دخل تھا، نہایت صحت کیساتھ جمع کیا گیا، چنانچہ جن کتابوں میں صحت کا التزام کیا گیا اُن میں احکام و آداب و مغازی و مناقب سب کے متعلق بالکل صحیح ذخیرہ جمع کر لیا گیا۔ باقی اور روایات جنمیں ضعیف و معلل و شاذ وغیرہ بھی داخل ہیں اُن کے جمع کرنیکے لئے علیحدہ تصنیفوں کی ضرورت ہوئی، اور وہ بھی عالم وجود میں آگئی۔ غرض کر لئے گئے، گویا آنحضرت سے جو باتیں منقول تھیں سب کو محفوظ کر لیا گیا۔

جن کتابوں میں صحت کا التزام کیا گیا اُن میں سب روایتیں صحیح ہی لائی گئیں باقی ان کے علاوہ جو تصنیفیں ہوئیں۔ اُن میں وسعت دیگئی اور صحیح و ضعیف ہر طرح کی روایات کو جمع کر دیا گیا، اور اُس میں وہ تشدد نہ رکھا گیا جو حلال و حرام کی روایات کے متعلق رکھا گیا تھا۔ اس لئے امام احمد بن حنبل نے یہ کہدیا کہ اذا روینا فی الحلال والحرام تشددنا واذا روینا فی الفضائل تساھلنا یعنی جن روایتوں پر دین کا دار مدار تھا اور جنکو حلال و حرام میں دخل تھا اُنمیں ہم لوگوں نے تشدد سے کام لیا۔ اور جن روایات کو احکام شرعیہ سے تعلق نہ تھا اُنمیں توسیع کر دی گئی اور اس مطلب کو حافظ زین الدین عراقی نے اپنی سیرت منظومہ میں ان الفاظ میں ادا کیا۔ ولیعلم الطالب ان السیر یجمع ما صح وما انکرا۔ یعنی فن سیرت (جو صحاح سے علیحدہ کر کے لکھا گیا ہے) اُسمیں صحیح اور غیر صحیح ہر روایت کو لیا گیا ہے۔ اور اسکی وہی وجہ ہے کہ صرف صحیح حصہ اُن کتابوں میں آچکا تھا جنمیں صحت کا التزام کیا گیا۔

سیرت میں ہر طرح کی روایت موجود ہونیکا یہ مطلب نہیں کہ سب کو صحیح مان لیا گیا؟ صحت و ضعف کا معیار احادیث احکام میں تھا وہ یہاں نہ رکھا گیا؟ سلف نے اپنی تحقیق کو صرف حلال و حرام میں محدود کر دیا؟ احکام میں بڑ گران احادیث کو غیر مہتم بالشان سمجھا؟ یا اس وجہ میں احسن معیار کو غیر ضروری سمجھکر اسکو نظر انداز کر دیا؟

نہیں اور ہرگز نہیں، جو معیار صحت و ضعف کا احکامی احادیث میں تھا وہی یہاں بھی ہے، جو اصول تحقیق اور تنقیح کے وہاں رکھے گئے تھے وہی یہاں بھی بحال رکھے گئے ہیں، غور کرو جسطرح سے بعض سیرت کی کتابیں، ضعیف و صحیح ہر طرح کی روایتوں پر مشتمل ہیں، احکام کے متعلق بھی ایسی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔

حافظ زین الدین کا ما صح و ما انکر کہنا صاف بتلا رہا ہے کہ سیرت میں اگر تمام روایتیں صحیح نہیں ہو جاتیں، پھر جب وہ خود بعض روایات کو غیر صحیح مان رہے ہیں تو اُن پر کیا اعتراض ہے؟ صرف یہ کہ سیرت میں صرف صحیح کا التزام کیوں نہ کیا گیا؟ اس کا جواب میری تقریر سے واضح ہو چکا کہ التزام کیا گیا اور نہایت تشدد کیساتھ کام لیا گیا۔ سیرت بمعنی سوانح تو احادیث کی کتابیں ہیں جو بحمد اللہ ایک نہیں دو نہیں، تین نہیں، اس سے بھی بدرجہا زیادہ صحیح اور اصح موجود ہیں اور سیرت بمعنی مغازی بھی فن حدیث کا ایک جزو ہے جو انہی صحاح میں نہایت صحیح طریقہ پر مکمل موجود ہے۔ اور نہ صرف حدیث کے اندر بلکہ مستقل سیرت بھی موسیٰ بن عقبہ کی سیرت کی طرح صحیح لکھی جا چکی ہیں۔ چنانچہ علامہ خود اُن کی سیرت کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مصنفین روایت میں صحت کا التزام نہیں کرتے تھے انھوں نے زیادہ تر اس کا التزام کیا موسیٰ نے احتیاط کی اور اکثر وہی روایتیں لیں جو اُن کے نزدیک صحیح ثابت ہوئیں موسیٰ نے بخلاف اوروں کے کبرسن میں اس کو سیکھا"، ہاں اگر علامہ کے انصاف میں اس زمانے میں ان کتابوں کا نایاب ہونا محدثین پر الزام کا باعث ہو سکتا ہے، تو میں علامہ کو معذور سمجھتا ہوں۔

یہ بھی اُنھیں سلف کے کمال عرقریزی اور احتیاط کا نتیجہ ہے کہ آج کوئی مذہبی روایت خواہ احکام کے متعلق ہو یا مغازی و مناقب کی حیثیت میں ہو ایسی نہیں، جسکی صحت و سقم حالت اشتباہ میں رہگئی ہو اور اُسکی مفصّل جرح و تعدیل ہمارے سامنے روز روشن کی طرح موجود نہو۔ یہ اسلام کا ایک زندہ اور قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ہے جسپر اہل اسلام جہانتک فخر کر سکیں کم ہے۔

اُب علامہ کا یہ فرمانا کہ تیرہ سو برس کی وسیع مدت میں ایک سیرت میں بھی صحیح روایتوں کا التزام نہ کیا گیا"، کہانتک صحیح ہے اور نیز اُن کا یہ فرمانا کہ "تنقیح اور تحقیق کو احادیث احکام کے ساتھ خاص کر دیا گیا، کہانتک انصاف پر مبنی ہے۔ کیا علامہ کے نزدیک صرف صحیح و ضعیف روایتوں میں جرح و تعدیل کے لکھدینے کا نام فروگذاشت ہے، یا نبی علیہ السلام کی تمام احادیث کو مدون کر دینا، سلف کی عدم توجہ، و عدم اہتمام کا نتیجہ ہے۔

علامہ کی اتنی بڑی فروگذاشت صاف بتلا رہی ہے کہ علامہ نے سلف صالحین اور محدثین کے طریقہ کو اچھی طرح نہ دیکھا اور اپنے ذہن میں فرضی احتمالات، اور غیر واقعی شبہات و اعتراضات قایم کر کے بلا تحقیق حوالۂ قلم کر دیا؟ ہمکو علامہ سے اُن کی اس جلد بازی کی بہت شکایت ہے۔

ضعیف روایتوں کو جمع کرنیکے علاوہ وجوہ مذکورہ کے اور وجوہ بھی ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے کئی شیوخ ہوتے ہیں بعضوں سے زیادہ خصوصیت ہوتی ہے اور زیادہ ملازمت کا موقع ملتا ہی اور بعضوں سے نہایت کم۔ ایسی صورت میں بعض جگہ محدثین اُس راوی کی پہلی قسم کی روایات کو بالکل صحیح مانتے ہیں۔ اور دوسری قسم کی روایات کو بعض خاص موقعہ پر غیر قوی کہتے ہیں۔ مثلاً[عـه] سفیان بن حسین کو ابن معین امام جرح و تعدیل نے لکھا ہے کہ غیر زہری میں ثقہ ہیں ایسی ہی اسمٰعیل بن عیاش کے بارے میں بخاری کہتے ہیں اذا حدث عن اهل بلده فصحیح واذا حدث عن غيرهم ففيه نظر، پھر اگر اُس شیخ کا کوئی دوسرا راوی اسکے روایت کی متابعت کرے تو یہ ضعف جاتا رہتا ہے۔ اب جس کے پاس متابع روایت نہ پہونچے وہ اُس پہلی روایت کو ضعیف ہی سمجھتا رہیگا۔ اور جس کے پاس پہونچگئی اُس کے نزدیک ضعف جاتا رہیگا۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی راوی بعض متشددین کے نزدیک ضعیف ہوتا ہے اور دوسروں کے نزدیک قوی ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ضعیف روایتوں میں مختلف حیثیتیں پائی جاتی ہیں۔ محدثین کا مسلم اصول ہے کہ جب ضعیف روایتیں کثرت سے ایک مضمون میں آویں تو مجموعہ حسن کے درجہ تک پہونچ جاتا ہے۔ ان وجوہ کو ملحوظ رکھکر اگر ضعیف روایتوں کو جمع کر دیا گیا تو میں نہیں کہسکتا کہ اس میں کیا قباحت ہے۔

محدثین نے احادیث احکام کیساتھ تشدد بایںمعنی ضرور کیا کہ ضعیف روایتوں کو کم لیا۔ اور احادیث فضائل میں اس اعتبار سے تساہل کیا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ فضائل کی احادیث میں صحت اور ضعیف امتیاز نہ رکھا گیا، یا صحیح و ضعیف ہم پلہ قرار دئے گئے۔ بیہقی، ابونعیم۔ بزار، طبرانی میں جہاں اس قسم کی احادیث ضعیف موجود ہیں وہیں احکام کے متعلق بھی اس قسم کی احادیث موجود ہیں بخاری و مسلم نے چونکہ اپنی صحیح میں بالکل صحیح اور اصح روایتوں کے لانیکا التزام کرلیا ہے اسلئے وہ احکام ہوں یا فضائل و مناقب دونوں قسم کے متعلق انھی احادیث کو لائے ہیں جو بالکل صحیح ہوں۔ یہ نہیں کہ وہ ضعیف احادیث روایت ہی نہیں کرتے۔ امام بخاری کی جزء القراءۃ جو قراءۃ خلف الامام کے متعلق ہے اسمیں ضعیف روایتیں بھی موجود ہیں اسمیں وہ ایسی بہت سی روایتیں

عـه میزان الاعتدال للحافظ الذہبی ۱۲

لائے ہیں جو اپنی صحیح میں نہیں لائے۔ پھر معترض کا یہ کہکر کہ فضائل و مناقب میں جس قسم کی مبالغہ آمیز روایتیں بیہقی، ابونعیم، بزاز، طبرانی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں بخاری اور مسلم میں نہیں ملتیں بلکہ اس قسم کی جو حدیثیں نسائی ابن ماجہ ترمذی میں پائی جاتی ہیں، وہ بھی انمیں نہیں ملتیں"، یہ نتیجہ نکالنا کہ اس سے قطعی ثابت ہوتا ہے کہ جسقدر تنقید کا درجہ بڑھتا جاتا ہے مبالغہ آمیز روایتیں گھٹتی جاتی ہیں" میرے خیال میں کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ اگر بخاری و مسلم کم درجہ کی احادیث روایت کرنا بالکل چھوڑ دیتے تو نتیجہ نکالنا صحیح ہوسکتا تھا۔ باقی صحاح ستہ میں ضعیف روایتوں کا نہونا کسی طرح اُس بات کی دلیل نہیں ہوسکتا جسکو علامہ ثابت کرنا چاہتے ہیں اس طرح بخاری و مسلم یا اور صحاح میں کسی حدیث کا نہونا۔ اُسکے ضعیف یا موضوع ہونیکی دلیل نہیں ہوسکتا امام مسلم و بخاری نے خود کہدیا ہے کہ ہمنے تمام صحیح روایتوں کا استیعاب اپنی کتاب میں نہیں کیا ہے۔

والصحاح التی عندهما او علی شرطهما ایضا لم یوردا هما فی کتابیهما فضلا عما عند غیرهما قال البخاری ما اوردت فی کتابی هذا الا ما صح ولقد ترکت کثیرا من الصحاح وقال مسلم الذی اوردت فی هذا الکتاب من الاحادیث صحیح ولا اقول ان ما ترکت ضعیف۔

اور (بہت سی) وہ حدیثیں جو ان دونوں کے (بخاری و مسلم کے) نزدیک صحیح یا اُن کی کے موافق ہیں اُن کو بھی وہ اپنے صحیحین میں نہیں لائے چہ جائیکہ وہ احادیث جو (ان کے نزدیک صحیح نہوں) دوسرونکے نزدیک وہ صحیح ہو بخاری نے کہا ہے کہ میں اپنی صحیح میں صرف صحیح روایات لایا ہوں اور بہت سی صحیح احادیث ایسی ہیں جو اس میں نہیں لایا۔ مسلم نے کہا ہے کہ جو احادیث میں اپنی صحیح میں لایا ہوں وہ صحیح ہیں باقی میں نہیں کہتا کہ جو حدیث میں نہیں لایا ہوں وہ ضعیف ہے۔

پھر علامہ کا یہ کہنا کہ "یہ روایت کہ جب آنحضرت (صلعم) عالم وجود میں آئے تو ایوان کسریٰ کے ۱۴ کنگرے گر پڑے، آتش فارس بجھ گئی، بحیرہ طبرہ خشک ہوگیا، بیہقی، ابونعیم، خرائطی، ابن عساکر، اور ابن جریر سبنے روایت کی ہے لیکن بخاری اور مسلم بلکہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں اس کا پتہ تک نہیں"، اس سے اس روایت کا ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، یہ دوسری بات ہے کہ نفس اس حدیث کی روایت کا کوئی طریقہ صحیح نہیں ہو اسوجہ سے وہ ضعیف قرار دیجائے۔

جو روایت سند کے لحاظ سے ضعیف اور غیر صحیح ہو وہ تو اصول حدیث کی رو سے بیشک ضعیف ہے

مگر ہاں اس لحاظ سے، کہ سیرت میں "ہر طرح کی روایتیں بھری ہوئی ہیں" اور وہ پورے مستند اور قطعی الثبوت نہیں، یہ کہنا کہ جو روایت عقل کے موافق نہو فطرت اور مشاہدہ کے خلاف ہو وہ بھی ضعیف ہے۔ اور اُس کا میری عقل میں نہ آنا اُسکے دور از کار، مبالغہ آمیز، اور باطل ہونیکے لئے کافی ہے۔ یہ ایک بہت بڑی اصولی غلطی ہے جسمیں اس زمانہکے اکثر کوتہ اندیش پڑے ہوئے ہیں۔ اور تعجب ہے کہ جنکی تقلید اُن کو مدنظر ہے، وہ خود اس اصول کو چھوڑنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ کسی حدیث کی تضعیف کیلئے ہماری، آپ کی عقل کے مخالف ہونا، کافی نہیں، یہ تو یہ جرح مبہم بھی، اصول حدیث کی رو سے جرح کیلئے کافی نہیں۔

ابن جوزی نے بیشک لکھدیا ہے کہ جو روایت عقل اور فطرت اور مشاہدہ کے خلاف ہو وہ صحیح نہیں ہوسکتی، اس کلام کا مطلب خود انہیں لوگوں کے کلام سے معلوم کرنا چاہیئے۔ ابن جوزی نے اس اصول سے کتنی حدیثوں کی تضعیف کی؟ جتنی حدیثیں علامہ نے اس اصول پر متفرع کی ہیں وہ سب کی سب سنداً بھی ضعیف ہیں۔ علامہ کو چاہیئے تھا کہ کوئی ایسی حدیث پیش کرتے جو سنداً بالکل قوی اور صحیح ہوتی اور پھر اُسکو ابن جوزی صرف عقل کی مخالفت بیان کرکے ضعیف بناتے۔ تعجب ہے کہ جو حدیث سنداً محدثین کے نزدیک ضعیف تسلیم کیجا چکی ہے۔ علامہ اُسکو مخالفت عقل و فطرت کیوجہ سے ضعیف کہکر اپنے مخترعہ اصول کی تائید کرتے ہیں۔ اہل انصاف سمجھیں۔ کہ اس سے تائید ہوسکتی ہے؟ علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں "کہ کوئی صحیح حدیث خلاف عقل نہیں ہوسکتی"۔ ابن تیمیہ کے اس قول کا محمل ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوجائیگا۔ "یہود خیبر نے خلیفہ بغداد کے روبرو ایک مُہری دستاویز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیش کی جسمیں اُنکے لئے جزیہ کی معافی کا حکم تھا اور بہت سے صحابہ کے دستخط تھے درخواست یہ تھی کہ اُبتک جو روپیہ جزیہ کا لیا گیا ہو واپس کیا جائے۔ مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی اور خلیفہ نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ اُسپر بہت سے ایسے صحابہ کے دستخط ہیں جو فتح خیبر سے پہلے وفات پاچکے تھے"۔ ایسی روایت بیشک کسی طرح قابل قبول نہیں یہی مطلب ابن جوزی کا ہے کہ جب حدیث خلاف عقل ہو تو ضعیف ہوگی مگر اب قبل اسکے کہ میں اس بحث میں قلم اُٹھاؤں، مجھکو عقل اور فطرت کا صحیح معیار بتلا دیا جاوے۔ کیا ہر کسی کی عقل میں کسی بات کا نہ آنا۔ اُسکے غیر واقعی ہونیکے لئے کافی ہوسکتا ہے؟ انسان کی عقل برابر نہیں۔ یہ خود ایک فطرتی امر ہے۔ اگر ابن جوزی کی عبارت کا وہی مطلب ہے جو

علامہ نے بیان کیا ہے۔ تو پھر دنیا کی کوئی بات صحیح نہیں ہوسکتی۔ ہر بات کا دنیا کے ہر ایک انسان کی عقل میں آجانا بھی مشاہدہ کے خلاف ہے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ اگر ایک ایسے شخص کی ولادت کیوقت میں، جس نے اپنے ۲۳ سالہ قلیل مدت میں تمام دنیا کو توحید کی پرزور آواز سے ہلا دیا، باطل خدا کی ہستی کو ہستی سے نابود کر دیا، عرب جاہلیت کو غیر مہذب، غیر متمدن اقوام کو، آسمان تہذیب و تمدن، کا شمس نصف النہار بنا دیا، جو انسان کی محدود قوت سے بالاتر قوت کا کام تھا؟ اگر قصر نوشیروان کے کنگرے گر پڑے، یا آتشکدۂ ایران، بجھ گیا۔ تو اسمیں اُس سے بڑھکر زیادہ کیا استحالہ اور دور از کار ہونا لازم آیا۔ اور یہاں آکر سائنس کیوں اپنا وہ سبق بھول گیا جو کیمیل فلامریان (فزیکل سائنس کا بہت بڑا مسلم عالم) نے اُسکو اپنی کتاب اسپریچولیزم میں، ایسے نادر واقعات کو تسلیم کرتے ہوئے یوں پڑھایا تھا کہ "روح میں اس قسم کی خاصیتیں ہیں جو ابتک علوم جدیدہ کی رو سے غیر معلوم تھیں" اور جسکو علامہ نے اپنے الکلام میں انہی لفظوں میں نقل کیا ہے، اور خود علامہ نے اپنے اُن الفاظ کو کیوں نہیں دیکھ لیا جو الکلام کا صفحہ ۱۱۶ یوں ظاہر کر رہا ہے "کیا فطرت کے تمام قوانین منضبط ہو چکے ہیں؟ کیا اسپر اطمینان ہو چکا ہے کہ جن امور کو قانون فطرت سمجھ رہے ہیں، وہ درحقیقت قانون فطرت ہیں۔ علوم جدیدہ کی تحقیقات اور تجربہ نے سینکڑوں ایسے قانون فطرت دریافت کئے ہیں جو پہلے معلوم نہ تھے۔ اور یہ سلسلہ برابر قائم ہے"

علامہ نے یہ صاف نہ لکھا کہ ان باتوں سے معجزات کا انکار مقصود ہے یا کیا؟ کاش وہ اپنے مافی الضمیر کو صاف اور کھلے الفاظ میں تحریر فرما دیتے، تو قوم پر یہ حقیقت تو بے نقاب ہو جاتی۔ چونکہ یہ بحث ایک نہایت مستقل اور اہم بحث ہے، لہذا ہم اسکو کسی دوسرے مسئلہ کے ضمن میں لاکر بیان کرنا نہیں چاہتے، اور نہ یہ چند اوراق، اس مبسوط بحث کیلئے کافی ہو سکتے ہیں۔ انشاء اللہ اُسکو بھی ہم مستقل طور پر زیر بحث لائیں گے۔

یہ سب شبہات اور باطل اعتراضات صرف اسلئے پیش آتے ہیں کہ محدود اور نارسا عقل والوں نے فطرت اللہ کے اُس نہایت وسیع دائرہ کو، جسکی حد دنیا میں کوئی انسانی عقل دریافت نہیں کر سکتی، اور جس کا اقرار فلسفۂ یورپ، جو ہمارے زمانہ کے مدعیان جمع عقل و نقل کی عقل کل ہے، بھی کئے بغیر نہ رہ سکا، نہایت محدود اور تنگ کر دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی احادیث کو اس وجہ سے منقطع کہکر کہ "صحابی میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جسکی عمر آنحضرت کی ولادت کیوقت قابل روایت ہو" یہ کہنا کہ "اسی بنا پر ولادت کے متعلق نہایت دور از کار روایتیں پھیل گئیں" ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ اگر منقطع سے لغوی انقطاع مراد ہے تو نہ اس سے یہاں بحث ہے اور نہ اس سے مسئلہ زیر بحث میں کچھ نفع ہو سکتا ہے اصطلاح محدثین میں اُس حدیث کو جسمیں کوئی صحابی اپنے مروی عنہ کو نہ ذکر کرے، مرسل کہتے ہیں اور مرسل الصحابی محدثین کی تصریح کیموافق حجۃ ہے۔ امام محی الدین نووی مقدمہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں

مرسل الصحابی وھو روایتہ مالم یدرکہ اولم یحضرہ کقول عائشۃ اول ما بدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فمذھب الشافعی والجماھیر انہ یحتج بہ وقال الاستاذ ابو اسحق الاسفرائینی الشافعی انہ لا یحتج بہ الا ان یقول انہ لا یروی الا عن الصحابۃ و الصواب الاول۔

مرسل صحابی وہ روایت ہے کہ صحابی نے اُس واقعہ کا زمانہ نہ پایا ہو یا اُس واقعہ میں خود موجود نہ رہا ہو جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا یہ قول کہ اول اول آغاز وحی رویائے صالحہ سے ہوا۔ پس مرسل صحابی کے بارہ میں امام شافعی اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ وہ قابل احتجاج ہے اور استاذ ابو اسحق اسفرائنی کا مذہب یہ ہے کہ وہ قابل احتجاج نہیں ہاں اگر راوی یہ کہدے کہ میں سوائے صحابی کے اور کسی سے روایت نہیں کرتا تو مقبول ہے مگر جواب اول ہی قول ہے کہ مرسل صحابی عام طور پر حجت ہے۔

مرسل الصحابی احکام کے متعلق ہوں یا کسی اور بحث کے، بہر حال معتبر اور حجۃ ہے۔ احادیث حلال و حرام کے متعلق بھی ایسی احادیث موجود ہیں۔ مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کا اسلام بعد الہجرۃ ہے اور قبل الہجرۃ کے احکام اور وقائع اُن سے مروی ہیں۔ مگر محدثین کے نزدیک ایسی روایتیں احکام کے متعلق بھی حجۃ ہیں۔

کسی روایت کا صحیح طریقہ سے صحابی تک پہونچ جانا، اُسکی صحت کیلئے کافی ہے۔ صحابی چونکہ عدول اور اُن تمام صفات کیساتھ موصوف ہوا کرتا ہے جو ایک اعلیٰ درجہ کے ثقہ اور عادل راوی میں ہونے چاہئیں اسلئے وہ اگر اوپر کے راوی کو ترک کردے۔ تو ماننا پڑیگا کہ وہ قابل اطمینان شخص ہوگا۔

شائق احمد عفی عنہ

(باقی آیندہ)

بعض جزئیات اصلاح انقلاب امت

اصلاح معاملہ بہ سفر

بقیہ نمبر اوّل جلد ۴

بعضے آدمی مالک سواری سے بدعہدی کرتے ہیں مثلاً معاہدہ ہوا ہے چار آدمی کے بٹھلانے کا اور بٹھلا دیئے پانچ چھ۔ اگر وہ نزاع بھی نہ کرے تب بھی اسکو جائز نہ سمجھنا چاہیئے اور یہ خیال نکرنا چاہیئے کہ جب خاموش ہو گیا تو راضی ہی ہے کیونکہ بعض اوقات خاموشی بوجہ مروت ولحاظ کے ہوتی ہے مگر دل سے رضا نہیں ہوتی تو ایسی خاموشی کافی نہیں اور بعض دفعہ وہ نزاع بھی کرتا ہے مگر خواہ مخواہ اُسکو دباتے ہیں کبھی کہتے ہیں میاں ایسی کیا بے مروتی ہے کبھی کہتے ہیں کہ میاں سواریاں ہی کیا ہیں دو تو بچے ہی ہیں کبھی کہتے ہیں کہ ارے بھائی دو پیسے زیادہ لے لینا کبھی کہتے ہیں کسی دوسرے وقت سمجھ لینا اور واہی تباہی عذروں سے کام لیتے ہیں اور اس سے بحث نہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے سیدہی بات تو یہ ہے کہ جب معاہدہ بدلے تو مالک سے صاف اطلاع کرے اور اُسکے متعلق مستقل گفتگو کر کے جس طرح باہم طے ہو جاوے اُسکے موافق عمل کرے محض اپنے جی کو سمجھا لینا کافی نہیں بعضے آدمی مزدور کی مزدوری نہیں ٹھہراتے پھر بعضے تو بلا کسی ضابطے کے جو جی میں آیا دیدیا خواہ دوسرا راضی ہو یا نہو اسکا ظلم ہونا تو ظاہر ہی ہے۔ اور بعضے اپنے زعم میں بیراہی سے بچتے ہیں اور ضابطہ کی پابندی کرتے ہیں یعنی اُس محکمے کے قواعد کے موافق کہ فی عدد اسقدر دیا جاوے دیدیتے ہیں اسی طرح گاڑی وغیرہ کا کرایہ گھنٹوں کے حساب سے دیدینے کو کافی سمجھتے ہیں ہمنے خود دیکھا ہے کہ بعض اوقات دوسرا آدمی یعنی مزدور اور گاڑی والا اپنی نارضامندی تصریحاً ظاہر کرتا ہے کہ صاحب ایک پیسہ تو فلانا ہی لے لیگا۔ دیکھئے کیسا وزنی اسباب ہے اسکا تو زیادہ دینا چاہیئے فی عدد کا حساب تو مختلف مقدار کی گٹھریوں میں ہے دیکھئے چاروں گٹھریاں بڑی ہی بڑی ہیں مشکل سے اُٹھائی ہیں ایک ایک عدد دو آدمیوں کے اُٹھانے کا ہے آپ اسکا بھی اُسی حساب سے دیتے ہیں۔ غرض اس طرح سے وہ اپنی نارضامندی کا اظہار

کرتا ہے مگر یہ حضرات ان سب معروضات کو یہ کہکر ٹالدیتے ہیں کہ صاحب ان لوگوں کی یہ عادت ہی ہوتی ہے۔ غرض التفات ہی نہیں کرتے اگر وہ زیادہ بولا دھمکاتے ہیں حملہ بھی کرتے ہیں وہ غریب خاموش ہوکر رہ جاتا ہے۔ سو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ عقد اجارہ میں خود مزدور یا مالک کی رضامندی شرط ہے کوئی ضابطہ مقرر ہوجانا شرعاً کافی نہیں یہ مسئلہ تسعیر کا ہے جسکو فقہار نے ناکافی لکھا ہے البتہ اُس سے منتفع ہونیکی ایک صورت ہے جو شرع کے موافق ہی وہ یہ کہ پہلے سے یہی کہدیا جاوے کہ دیکھو ہم اس ضابطہ کے موافق دینگے اسکے بعد جب اُسنے کام شروع کردیا یا سواری میں بٹھلالیا اب وہ اُسکے حق میں حجۃ اور لازم ہوگیا خوب سمجھ لینا چاہئے۔ بعضے آدمی اسباب شرط سے زیادہ لادلیتے ہیں بلکہ بعضے کچھ شرط ہی نہیں کرتے اور سواری والا یہ سمجھکر خاموش ہوجاتا ہے کہ معمول کے موافق ہوگا مگر عین وقت پر اُسکے زعم میں ثابت ہوتا ہے زیادہ تو وہ تکرار کرتا ہے اور باہم اختلاف اور نزاع ہوتا ہے پھر جو بھی غالب آگیا سو اسمیں شرعی حکم یہ ہے کہ جہاں سواری کا مالک خود کہدے کہ اس سے زیادہ اسباب نہ رکھا جاوے اور پھر اُس سواری کو یہ کرایہ کرے تو اس شرط کو اس نے منظور کرلیا پھر اُس سے زیادہ لیجانا کسی طرح جائز نہیں جب تک وہی راضی نہو۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مالک کا راضی ہونا شرط ہے جس نے شرط ٹھہرائی ہے کسی دوسرے ملازم وغیرہ کا راضی ہونا کافی نہیں البتہ اگر ملازم کو اختیارات شرط ٹھہرانے کے بھی دئے گئے ہوں تو پھر اُسکی رضا بھی کافی ہے۔ یہاں سے ریل میں قانون سے زائد اسباب لیجانیکا حکم اور یہ بھی کہ اگر ریلوے کے ملازم چھوٹے بڑے زیادہ کی اجازت دیدیں تو اسکا ناجائز ہونا بھی معلوم ہوجاویگا خواہ وہ کچھ لیکر اجازت دیں یا ویسے ہی رعایت کریں کیونکہ وہ ریل کے مالک نہیں اور اگر مالک کی طرف سے کوئی شرط و قانون وغیرہ نہیں ہے تو پھر اُس سے کرایہ کرتے وقت یا تو دکھلادے کہ یہ اسباب ہے یا وزن تبلادے کہ اتنا ہوگا اُس سے زیادتی ناجائز ہوگی میں نے اپنے بعض اساتذۂ کتب ابتدائیہ سے رئیس الاتقیا حضرت مولانا مظفر حسین صاحب قدس سرہ کی حکایت سنی ہے کہ اسباب دکھلانے کے بعد اگر کوئی شخص ایک خط بھی دیتا تھا کہ فلاں شخص کو دیدیجئے تو فرمادیتے تھے کہ گھوڑے والے سے اجازت لیلو کیونکہ یہ مشروط سے زائد ہے میرا اس حکایت کے نقل کرنے سے یہ مقصود نہیں کہ یہانتک رعایت واجب ہے بلکہ مقصود

یہ ہے کہ دیکھئے احتیاط والے امر غیر واجب تک کی رعایت واہتمام کرتے ہیں جس سے غرض یہی ہوتی ہے کہ دوسرے دیکھنے والے واجب کا تو خیال کرینگے تو مطمح نظر اُن کا تعلیم ہی ہے اب اُسکے بعد شبہ غلو یا تقشف کا بھی زائل ہو گیا سو اس حالت میں ہمکو امور واجبہ کی تو رعایت واہتمام کرنا چاہیئے ۔ یہ غلطیاں تو معاملات کے متعلق تھیں جو سفر میں ہوتی ہیں بعض غلطیاں دیانات کے متعلق ہوتی ہیں مثلاً بعضے آدمی سفر میں نماز چھوڑ دیتے ہیں اور جی کو سمجھا لیتے ہیں کہ وضو اور نماز میں بڑی مشکلیں پڑتی ہیں اسلئے قضا کر لینگے ۔ مگر کوئی ان سے پوچھے کہ وہ مشکلیں قابل برداشت ہیں یا ناقابل برداشت ۔ اگر قابل برداشت ہیں تو فرض کیلئے برداشت کرو اور اگر ناقابل برداشت ہیں تو جو لوگ سفر میں بھی نماز کے پابند ہیں وہ کیسے برداشت کرتے ہیں ۔ واللہ اگر کسی خفیف سی دنیوی غرض کی تکمیل میں اس سے بدرجہا زائد اہتمام کرنا پڑے تو خوشی خوشی سب گوارا کریں مگر وہ تو دین ہی کے نام سے روح قبض ہوتی ہے ۔ بعضے نماز تو پڑھتے ہیں لیکن اُسکے شرائط وارکان کی کچھ پروا نہیں کرتے کوئی تیمم ہی کر رہا ہے اور پانی اسٹیشن پر پائپ کے اندر موجود مگر طبیعت قبول نہیں کرتی کہ وہ پانی پاخانہ کا ہے گو اُسمیں پاخانہ ملا ہوا نہیں مگر منسوب تو پاخانہ کی طرف ہے ۔ غضب کی بات ہے کہ شریعت کے ہوتے ہوئے دینیات میں طبیعت کو ترجیح دیجاوے پھر تیمم بھی کپڑے پر جسپر غبار بھی ندارد جو اجازت تیمم کی صورت میں بھی جائز نہیں اور تختہ پر گرد موجود ہے مگر اُسکو یہ کہکر اُڑا دیا کہ اسکا کیا اعتبار ۔ کاش اگر مسائل شرعیہ کی تحقیق کرتے تو یہ مسئلہ بھی اُن کو معلوم ہوتا کہ ایسی صورت میں ان کے اس وہم ہی کا کچھ اعتبار نہیں اصل اشیا میں طہارت ہے جب تک تختہ کا نجس ہونا یقینی نہو اُسوقت تک طاہر ہی ہے ۔ بعضے استقبال قبلہ ہی کی ضرورت نہیں سمجھتے محض اسلئے کہ رخ سیدھا کرنیمیں قدرے تکلف کرنا پڑتا ہے سو اگر دیکھا جاتا کہ یہ لوگ دنیا کے کسی کام کیلئے خفیف مشقت بھی گوارا نہیں کرتے تو ان کے اس عذر کو سنا جاتا گو سننے کے بعد اُسکا غلط ہونا سمجھا دیا جاتا کہ دینی احکام کو دنیوی مصالح پر قیاس نہیں کر سکتے کہ یہ تمھارے اختیاری امور ہیں اور وہ بوجہ ایجاب الٰہی کے غیر اختیاری تو ایک کا قیاس دوسرے پر چہ معنی ۔ لیکن جب دنیوی مقاصد کیلئے بڑی بڑی مصیبتیں جھیلی جاتی ہیں اس حالت میں تو نماز کے باب میں انکا یہ عذر قابل سماعت بھی نہیں تا بقبول چہ رسد ۔ بعضے آدمی تھرے

ہو کر نہیں پڑھتے باوجودیکہ کھڑے ہو سکتے ہیں سو ان کی نماز بھی نہیں ہوتی البتہ اگر قیام پر قدرت نہ ہو یعنی کسی سہارے سے بھی کھڑے نہ ہو سکیں تب البتہ بیٹھکر پڑھنا درست ہے اس مسئلہ میں لوگ بحالت مرض بھی سخت غلطی کرتے ہیں یعنی ذرا مشقت ہو گئی اور بیٹھکر نماز پڑھنے لگے درمختار ردالمحتار میں تصریح ہے کہ اگر کسی سہارے سے کھڑا ہو سکے تب بھی کھڑا ہونا فرض ہے اسی طرح اگر آدھی قرأت میں کھڑا ہو سکتا ہے یا بقدر تکبیر تحریمہ کھڑا ہو سکتا ہے تو اُتنا ہی کھڑا ہونا فرض ہے۔ بعضے آدمی باوجودیکہ جماعت کر سکتے ہیں مگر پھر تنہا تنہا پڑھ لیتے ہیں۔ بعضے آدمی سمجھتے ہیں کہ جماعت کیلئے اتحاد مکان شرط ہے اور ہر درجہ جدا مکان ہے اور ایک درجہ میں اتنی جگہ نہیں اسلئے جماعت نہیں کرتے سو ہمارے نزدیک تو دوسری گاڑی تو بیشک دوسرا مکان ہے لیکن ایک گاڑی کے متعدد درجے سب ایک ہی مکان ہیں اُن میں جماعت ہو سکتی ہے اور اگر کسی صاحب علم کی یہی تحقیق ہو یا کسی عالم کی اس تحقیق میں کوئی تقلید کرتا ہو کہ ہر درجہ جدا مکان ہے۔ خیر یوں کریں کہ ایک ایک درجہ میں دو دو آدمی جماعت کرلیں اگر اصوات کا تزاحم نہ ہو تو ایک ہی وقت میں ورنہ آگے پیچھے اور چونکہ یہ مسجد محلہ نہیں اسلئے اسمیں تکرار جماعت کا اختلاف بھی نہ ہوگا بعضے آدمی ان بے احتیاطوں کے مقابلہ میں اسقدر محتاط بنتے ہیں کہ اُن کی احتیاط درجۂ تشدد تک پہونچ جاتی ہے مثلاً ریل کے اندر ہر گز نماز نہ پڑھیں گے اسٹیشن ہی پر اُترنا فرض سمجھینگے جسمیں بعض اوقات طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے مثلاً اسباب ریل ہی میں رکھا ہے اور کچھ جاتا رہا یا کم از کم طبیعت اُدھر مشغول رہی یا دوسرے مسافروں نے اُن کی جگہ پر قبضہ کر لیا یا نہیں کیا لیکن اُن کو اس احتمال پر پریشانی رہی اور مثلاً گاڑی نے سیٹی دیدی اور اُن کو نیت توڑنا پڑی یا ایسا نہیں کیا لیکن مضطرب ہو گئے اور بعض اوقات گاڑی چھوٹ گئی اور اُن کے اسباب کا نقصان یا سفر کا حرج ہوا اُسوقت خود نماز سے قلب میں خدانخواستہ تنگی پیدا ہوئی یا خود اُن کو تنگی نہیں ہوئی لیکن جو لوگ ہمیشہ دین کو مخل دنیا کہا کرتے ہیں اور اسوجہ سے اُن کو دین سے توحش ہے اُن کا تنفر اور توحش اور بڑھ گیا اور اُن کی فہرست میں ایک عدد اور بڑھ گیا کہ دیکھئے دین پر عمل کرنے سے یہ پریشانی اور مضرت ہوتی ہے اب اُس جاہل کو کون سمجھائے کہ اُسکی پریشانی کا سبب خود اُسکا تشدد ہے نہ کہ دین سو حدیث یسّروا ولا تعسّروا و بشّروا

ولا تنفرا ظاہراً قول اور فعل دونوں کو عام ہے اور اسپر بعض اوقات ایک طرہ اور ہوتا ہے کہ
اسٹیشن پر اُتر کر جماعت کرانیکے لئے امام صاحب ایسے تجویز ہوتے ہیں کہ وہ فرصت کا وقت پاکر
قرأت میں تطویل اور رکوع وسجود میں اطمینان سے تعدیل شروع کردیتے ہیں اگر گاڑی نہ بھی
نکلے تب بھی مقتدیوں کو خصوص اسلئے کہ مجمع میں مختلف طبائع کے لوگ ہوتے ہیں کیسی بیتابی
ہوتی ہے گویا ان بزرگ کو عمر بھر میں آج ہی موقع امامت کا ملا ہے نہ تو اس سے پہلے کبھی میسر ہوا
اور نہ آئندہ کو امید ہے اسلئے اس وقت کو غنیمت سمجھا اور عمر بھر کا ارمان آج ہی نکالنا ضروری
ہوگیا اسی طرح دو بزرگواروں کی حکایت ہے کہ بہلی میں اپنے رفقہ کے ساتھ سوار تھے ایک صاحب
نے تو یہ کیا کہ نماز ظہر کیلئے اُترے اور پڑھکر مصلے ہی پر وظیفہ شروع کردیا کہ میں تو عصر پڑھکر اُٹھونگا
بیچارے رفیق مصیبت میں آگئے کہ منزل دور اور عصر تک کا حبس اور ایک صاحب مغرب کے
وقت اُترے اور نماز کے بعد صلوۃ الاوبین شروع کردی اور تاریکی بڑھنا شروع ہوئی اور منزل
کسی قدر فاصلہ پر اور مقام خطرناک سو شریعت ایسے تشددات کو پسند نہیں کرتی جس سے خود کو
یا اس سے بڑھکر دوسروں کو کلفت وضیق ہو۔ یہاں راز معلوم ہوا ہوگا اس ارشاد کا ان اللہ
یحب ان یوتی رخصہ کما یحب ان یوتی عزائمہ یعنی رخصت پر عمل کرنیمیں بھی بہت
سی دینی مصلحتیں ہیں کہ وہ سبب ہوجاتا ہے دین کے ساتھ اُنس اور بشاشت اور انشراح اور
انبساط اور دلچسپی کا اور یہ مقصد عظیم ہے مقاصد نوامیس الٰہیہ سے۔ یہ کوتاہیاں قطع مسافت
کے متعلق تھیں بعض کوتاہیاں عارضی قیام کے متعلق ہیں یعنی کسی مقام پر ایک دو شب مثلاً
قیام کیا خواہ سرائے میں یا کسی خاص میزبان کے پاس اگر سرائے میں قیام کیا ہے تو وہاں بھی
ان امور کا لحاظ ضرور ہے کہ دوسرے مسافروں کو اس سے کلفت نہو اور سرائے کے ٹھیکہ دار کو
بھی تکلیف نہ پہنچاوے مثلاً بعضے لوگ بلا ضرورت شور وغل مچاتے ہیں بلا ضرورت جاگتے ہیں اور
رفقہ کے ساتھ قصے کہانیاں ہانکتے ہیں۔ بعضے آدمی گاتے بجاتے ہیں جس سے دوسرے مسافروں کے
آرام و نوم میں خلل پڑتا ہے بعضے ایسا کرتے ہیں کہ دوسرے مسافر کے کمرہ میں سے جبکہ وہ کہیں
چلا گیا ہو چارپائی اُٹھا لاتے ہیں وہ غریب آکر پریشان ہوتا ہے اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ بھٹیارے
سے مانگ لیں اور اگر نہ ملے مجبوری ہے انکو کیا حق ہے کہ دوسرے کی سابق قبضہ کی ہوئی لے لیں

کہ شریعت کے بھی خلاف ہے اور مروت سے بھی بعید ہے۔ اگر یہی معاملہ ان کے ساتھ ہو تو کیسی دل پر گذرے۔ تو انصاف کا مقتضا یہ ہے کہ انچہ برخود نہ پسندی بر دیگران مپسند۔ اور مثلاً بعضے لوگ باوجودیکہ پیشاب پاخانہ کیلئے خاص ہواقع ہیں مگر کوٹھری ہی میں موت لیتے ہیں یا کہیں گذرگاہ مسافران پر ایسا کرتے ہیں جس سے بعض اوقات ٹھیکہ دار کو صاف کرانا پڑتا ہے اور بعض اوقات دوسرے مسافر کو تکلیف ہوتی ہے اور مثلاً بعض لوگ چلتے وقت ٹھیکہ دار کا حساب صاف کرکے نہیں جاتے یا تو چپکے نکل گئے یا نزاع و اختلاف کر کے گئے اسمیں علاوہ گناہ کے جسمیں حق اللہ و حق العبد دونوں ضائع کئے ایک خرابی یہ ہوتی ہے کہ دوسرے مسافروں کا بھی اعتبار جاتا ہے اور اُن کیلئے ضوابط سخت تجویز کئے جاتے ہیں اور اسکا سبب یہ شخص بنتا ہے ایسے ہی لوگوں کی نسبت حدیث میں مفتاح الشر و مغلاق الخیر آیا ہے اور اگر کسی میزبان کے پاس ٹھیرے ہیں تو اسمیں بعضے یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ بدون اسکے کہ اُسکو اپنی آمد کی اطلاع دیں اُسکے پاس بدون کھانا کھائے بے وقت جا پہونچتے ہیں کہ اُسوقت اُسکو کھانا تیار کرانیمیں کلفت ہوتی ہے اگر حساب سے پہونچنے کا وقت ناوقت ہو تو چاہیئے کہ کھانیکا انتظام پہونچنے کے وقت بطور خود کرلیں اور فارغ ہو کر وہاں جاویں اور جاتے ہی اطلاع بھی کر دیں بعضے یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ اوّل اُسکو اپنی آمد کے وقت سے اطلاع تو دیدی مگر اُسوقت پہونچے نہیں وہ بیچارہ اسٹیشن پر آیا سواری کا کرایہ دیا وقت صرف کیا کھانا پکوایا اور یہ نواب صاحب ذرا رائے بدلنے سے یا کسی دوسرے میزبان کے اصرار کرنے سے پھسک گئے بعض اوقات وہ کئی کئی وقت اسی طرح تکلیف اُٹھاتا ہے اور اُن کو یہ توفیق بھی نہیں ہوتی کہ وقت موعود آنے کے قبل اُسکو مکرر اُس ارادہ کے فسخ یا تبدیل کی اطلاع کر دیں۔ خوب یاد رکھو کہ یہ سب اسلام کے خلاف ہے گو لوگ اسکو سرسری سمجھتے ہیں حدیث میں نص ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔ پھر جب اسکے ید اور لسان سے دوسرا سالم نرہا تو یہ مسلم بدرجہ مقصودہ فی الحدیث کہاں رہگیا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ آجکل بزرگی تسبیح پڑھنے کا نام رہگیا۔ کسی کی راحت و کلفت کی پرواہی نہیں یہی وجہ ہے کہ اس خاص کوتاہی میں بہت سے ثقات و منسوبین الی العلم والدین بھی مبتلا ہیں اور اسکا قبح ذرا اُن کے قلب میں نہیں بعضے ایسا کرتے ہیں کہ کھانا کھا کر پہونچے گر جاتے ہی

اُسکو یہ اطلاع نہیں کی کہ میں کھانا کھاچکا ہوں اسوقت اہتمام نہ کیا جاوے وہ بیچارہ نہ تو علم غیب پڑھا ہوا ہے اور نہ لحاظ سے یہ پوچھ سکتا ہے کہ آپ کھانا تو نہیں کھا چکے غرض اُسنے احتمال پر کھانا تیار کیا جب ان کے سامنے کھانا آیا آپ نے نہایت بیرحمی سے ایک جملہ میں اُسکے تمام انتظام کا خون کردیا کہ میں تو کھاچکا تھا۔ بندۂ خدا پہلے کس نے مونہہ بند کرلیا تھا کہدینا تھا۔ بعضے ایسا کرتے ہیں کہ کھانا کھانے بیٹھے اُسوقت فرماتے ہیں کہ میں تو گوشت نہیں کھاتا میں تو مرچیں نہیں کھاتا۔ ظالم اگر پہلے ہی اُسکو اطلاع دیدیجاتی تو کیا مشکل تھا اب وہ مظلوم فکر میں پڑگیا کہیں پڑوس سے بھیک مانگتا پھرتا ہے کہیں گھرمیں گھی شکر تلاش کرتا ہے غرض زر دادن و دردسر خریدن کا مصداق بنگیا۔ بعضے ایسا کرتے ہیں کہ بے اطلاع میزبان کے کہیں چلدئے اب وہ تلاش کرتا پھرتا ہے اور گھر بھر بھوکا بیٹھا ہے یا تو وقت گذار کر آئے تب سب کا روزہ کھلا یا آکر کہدیا کہ مجکو فلاں شخص نے اصرار کرکے کھلا دیا تھا میں نے انکار بھی کیا مگر اُسنے مانا ہی نہیں اس بے ڈھنگے کو یہ خبر نہیں کہ کسی کی ایسی دلجوئی کب جائز ہے کہ دوسرے کی دلشکنی ہو اور وہ بھی ایسے شخص کی جسکا حق مقدم اور سابق ہو بعض آدمی ایسا کرتے ہیں کہ دوسرے کی دعوت خود قبول کرلی اور میزبان سے اجازت لینا تو کجا اُسکو اطلاع بھی نہیں کی۔ بعضے ایسا کرتے ہیں کہ رخصت ہونیکا قصد دل میں کرلیا مگر میزبان کو نہیں بتلایا اب عین وقت پر آڈر سنا دیا کہ میں اس گاڑی میں جاونگا سواری کا انتظام کردو اُسکا سامان ضیافت بھی ضائع گیا اور بعض اوقات خصوص قصبات میں عین وقت پر سواری کے انتظام میں بھی دشواری ہوتی ہے۔ غرض یہ سب پریشان کرنیکی باتیں ہیں جنسے احتیاط واحتراز واجب ہے اب بعض کوتاہیاں اپنے گھر والوں سے متعلق رہگئیں اُن کے ذکر پر مضمون کو ختم کرتا ہوں مثلاً سفر میں جاکر گھر والوں کو ایسے بھولے کہ اُن کو اپنی خیریت تک کی اطلاع نہیں دی اُن سے اپنا تو اطمینان کرلیا کہ سب کو بعافیت چھوڑ کر آیا تھا اب بھی بعافیت ہونگے مگر وہ تو پریشان ہیں کہ سفر میں ہزاروں حوادث محتمل ہوتے ہیں اُن کو بھی تو مطمئن کرنا چاہیئے تھا اور مثلاً اُن کو اپنے واپسی کے وقت کی اطلاع دی مگر اُسوقت نہیں پہونچے وہ بیچارے اُس اجنبی میزبان سے بھی زیادہ پریشان ہوتے ہیں اُسکو تو صرف اپنی تکلیف سے پریشانی ہوئی اور گھر والوں کو تو تعلق محبت کے سبب یہ بھی پریشانی ہوتی ہے

کہ خدا جانے خیریت بھی ہوگی اور مثلاً باوجود اطلاع کر سکنے کے بلا کسی مصلحت کے دفعۃً گھر آجانا احادیث میں اسکی بھی ممانعت ہے جسکی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ شریف عورتیں شوہر کے گھر پر نہونیکی صورت میں زیب و زینت چھوڑ دیتی ہیں سو ایسا نہو کہ اُس متبذل حالت میں دیکھکر اُسکو نفرت ہو جاوے جو بنیاد ہو جاوے مصالح خانہ داری کے انہدام کی اگر پہلے سے اطلاع ہو تو وہ آراستہ و پیراستہ تو ہو جاوے ممکن ہے کہ سفر کی کوتاہیوں کی فہرست اور بھی طویل ہو سکے مگر فی البدیہہ جو خیال میں آئیں وہ لکھدیں فہیم آدمی انہیں کے اصول سے دوسری کوتاہیوں کی بھی اصلاح کر سکتا ہے فقط ۔ واللہ الموفق لسبیل الاوکس فیہ ولا شطط۔

اطلاع } میرے خیال میں یہ مضمون محتاج تسہیل نہ تھا اسلئے اُسکا اضافہ نہیں کیا گیا۔

بندہ اشرفعلی عفی عنہ ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ

تعبیر آیات اللہ (فی) السجدۃ لغیر اللہ } اس کتاب میں قرآن و حدیث سے نہایت واضح طور سے ثابت کیا ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ حرام ہے اور مجوزین کے بعض شبہات اور دلائل فاسدہ کا اچھا جواب دیا ہے ۳۲ صفحہ بہت معمولی کاغذ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲/

کرشمات قدرتی | اس کتاب میں حکیم مولوی نور محمد صاحب احسانپوری نے اپنے نہایت نادر و عجیب نسخجات کو ظاہر فرماکر خیر خواہیٔ خلائق کا ثواب حاصل فرمایا ہے اور نسخجات و معجونات و دیگر قسم کے نسخوں کو بہ تدابیر و بدرقہائے مختلفہ نہایت کثیر و متعدد امراض کیلئے مفید تحریر فرمایا ہے۔ عام امراض کے علاوہ مخصوص و کثیر الوجود امراض کے مفید علاج لکھکر لوگونکو اشتہاری طبیبوں کی غارتگری سے بچانیکی کوشش فرمائی ہے ضخامت معمولی کاغذ کے تین جز کی ہے لیکن فوائد کے لحاظ سے دس آنے قیمت شاید گراں نہو۔ دونوں کتابیں جناب مولوی حکیم نور محمد صاحب مشتاق ڈاکخانہ احسانپور ضلع مظفرگدہ تحصیل سناوان سے مل سکتی ہیں۔

اخبار قیصر ہند فیض آباد } جو اودھ کے قدیم دار السلطنت شہر فیض آباد سے ہفتہ وار شائع ہوتا ہے ملکی اور قومی مسائل پر نہایت آزادی سے رائی زنی کرنیوالا حریت اور مساوات کا زبردست حامی صوبہ اودھ کا ایک باثر قومی سیاسی تمدنی اُردو اخبار جو ملکی اور قومی حقوق کا سرگرم محافظ ہے جسکا لٹریچر اعلی ہے۔ اور جو خلوص صداقت در قابل تعریف بے غرضی کیساتھ قوم و ملک کی خدمت کرنے میں اپنی آپ نظیر ہے آپ اسکی اشاعت بڑھا کر اسکی آواز کو اور زیادہ زبردست بنائیے قیمت سالانہ للہ طلباء و کم استطاعت اصحاب سے تین روپیہ (سے) ۴/

اسلام اور اتفاق

یہ ظاہر ہے کہ یہ وقت مسلمانوں کے لئے نازک ہے۔ باہمی تنازع نے مسلمانوں کا شیرازہ پراگندہ کر دیا ہے۔ نا اتفاقی غریب مسلمانوں کی متاع بنگئی ہے۔ حسد و کینہ اُنکے گھر کی میراث ہے دشت غربت میں اسوقت اگر کوئی ہمدم ہے تو وہ آپس کا اختلاف۔ عالم بیکسی میں کوئی یار و مددگار ہے تو باہمی عناد۔ قومی مجلسیں ہوں یا مذہبی انجمنیں اُنکا پہلا قانون یہ ہے کہ کوئی کسیکی نہ سُنے اور سب اپنی رائے پر عمل کریں عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود۔ خلوت ہو یا جلوت کبھی اسکا خیال نہیں آتا کہ ہم کسی کی مذمت کرتے ہیں یا حمد و ثنا۔ اور کہیں یہ غیبت تو نہیں جس کو قرآن شریف نے بھائی مسلمان کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔

اگر فکر ہے تو اس بات کی کہ ہماری شہرت کیونکر ہو۔ تنہائی میں کوئی مشغلہ ہے تو یہ کہ ہم کونسی تدبیر اختیار کریں جو ہمارے بھائی مسلمان کو نہ جینے دے نہ مرنے۔ اگر جیئے بھی تو ہمارا غلام ہو کر۔ غرض علمی درسگاہ ہو یا قومی پلیٹ فارم۔ منبر کے واعظ ہوں یا اسٹیج کے لکچرار۔ کسی کی غلامی میں بسر کرنے والے ہوں یا آزاد حکومت کے دعویدار۔ سب جگہ نا اتفاقی کے کرشمہ نظر آتے ہیں۔ افسوس محمدیؐ باغ اسوقت گلزار ہے تو مسلمانوں کے تعصب آمیز خاروں سے بزدل مسلمانوں کے پاس اسوقت اگر کوئی ہتھیار ہے تو حسد کی تیز چھری وہ بھی غیروں کے لئے نہیں بلکہ اپنے بھائیونکا گلا کاٹنے کے لئے۔ ظهر الفساد فی البر و البحر۔

خون کے آنسو بہانے کی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی حکومت فرتوت کے کرم خوردہ عصا میں بھی آج کل پھوٹ پڑی ہوئی ہے جس طرح کہ وہ تمام مسلمانوں کی اسلامی سلطنت تھی اسی طرح آجکل نا اتفاقی کی بھی بادشاہ ہے۔ آج اگر یہ خبر آتی ہے کہ ناظم پاشا قتل ہو گئے تو کل سُنتے ہیں کہ نیازی بے بھی اُن پر قربان کر دئے گئے۔ ابھی دل کے زخم خشک بھی نہ ہوئے تھے جو ایک نشتر اور لگتا ہے کہ شوکت پاشا بھی تعصب کی قربان گاہ پر نذر چھڑا دئے گئے۔ آج کل قسطنطنیہ کی ریوٹر ایجنسی بھی ایک ترکش ہی جس سے جو خبر آتی ہے تیر کی طرح لگتی ہے۔

اس عنوان پر ہمارے ملک کے مشاق اہل قلم بہت کچھ تحریر کر چکے ہیں اور عرصہ تک شہسواران قلم کا یہ مضمون جولاں گاہ رہچکا ہے۔ یہاں تک کہ اگر تمام تحریروں کو اسکے متعلق جمع کیا جائے تو عجب نہیں کہ اُسکا انبار قطب صاحب کی لاٹ سے بھی زیادہ اونچا ہو۔

پس ایسے مضمون پر قلم اُٹھانا اسکے سوائے کچھ نہیں ہو سکتا کہ چبائے ہوئے نوالوں کو منہ میں پھرانا ہے۔ لیکن پھر بھی اس مضمون پر قلم اُٹھانے کیلئے جس چیز نے مجبور کیا وہ وقت کا اقتضاء اور فتنہ و فساد کی عالم آشوبی ہے۔ اسلئے ہمنے مناسب سمجھا کہ القاسم کے ورق بھی اس ضروری مضمون سے خالی نہ رہیں اور تبلیغ کا فرض بھی ادا ہو جائے۔

علاوہ ازیں واجب الرحم نو تعلیم یافتہ جو اس مضمون کی مرثیہ خوانی میں بہت مشاق ہیں اور اپنے پرزور الفاظ سے اتفاق پر تقریر کرتے ہوئے زمین و آسمان ایک کر دیتے ہیں ہم انہیں سمجھائیں کہ اس طرح اتفاق نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُن اصول پر عمل نہ کیا جائے جو اسلام نے اتفاق کیلئے مقرر کئے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ جو جماعت اتفاق کیلئے سب سے زیادہ چاک گریباں ہیں وہی اُن اصول سے بالکل غافل ہے جو اتفاق کی روح و رواں تھی۔ انشاء اللہ ہم اسکو لکھیں گے اور بہت بسط سے لکھینگے تاکہ وہ بھی سمجھیں کہ جس چوکھٹ کو ہم حقارت کے بازو سمجھتے ہیں وہی عزت کی دھلیز ہے اور جو دربار کہ روشن خیال نگاہ میں ذلت کا سراپا ہے وہی اقبال کی جلوہ گاہ ہے۔ نیز اس مضمون میں ہم ثابت کرینگے کہ اتفاق جیسے ضروری مسئلہ کی اسلام نے کیا تعلیم دی ہے اور دوسرے مذاہب کا اس بارہ میں کیا خیال ہے۔

اس تمہید کے بعد اب ہم اپنے اصل مضمون کی طرف توجہ کرتے ہیں تو اُس پر بحث کرنے کیلئے چار صورتیں خیال میں آتی ہیں۔

(۱) اتفاق عقلاً ضروری ہے یا نہیں۔

(۲) تاریخ میں اُسپر کیا کیا ثمرات مرتب ہوے۔

(۳) اسلام نے اُسکو کہانتک ملحوظ رکھا۔

(۴) دیگر مذاہب اسکے متعلق کیا تعلیم دیتے ہیں۔

پہلی صورت کے متعلق زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہر زمانہ میں اتفاق کو ضروری خیال کیا گیا ہے

کوئی قوم اور کوئی طبقہ خواہ جاہلوں کا ہو یا عاقلوں کا کسی نے بھی اتفاق کے خلاف صدا بلند نہیں کی۔ جب سے روح اور جسم کا اجتماع ہوا اُس دن سے لیکر آج تک دیکھ جاؤ تو سب یہی کہتے نظر آئینگے کہ اتفاق کی بیحد ضرورت ہے۔ اور کوئی جماعت بغیر اتفاق کے جماعت نہیں ہو سکتی اگر روح کے بغیر کوئی جسم زندہ نہیں رہسکتا تو اتفاق کے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہسکتی اگر جسم انسانی کے لئے روح ضروری ہے تو حیات قومی کے لئے اتفاق ضروری ہے۔

نظام عالم پر غور کرو اور دنیا کے کاروباروں کو دیکھو تو معلوم ہو جائیگا کہ اُسکی کل اتفاق سے چل رہی ہے۔ اگر آپس میں پھوٹ پڑجائے اور ہر ایک دوسرے کی مخالفت پر آمادہ ہو جائے تو نظام عالم اِس حالت پر قائم نہیں رہسکتا۔ فرض کرو کہ مثلاً معمار معماری کرنا چھوڑدیں اور آہنگر اپنے پیشہ سے تائب ہو جائیں۔ کپڑا سینے والے کپڑا نہ سیئیں اور تاجر تجارت نکریں تو کیا دُنیا کا کوئی کام چل سکتا ہے۔ اور حضرت انسان مسند انسانیت پر جلوہ افروز رہینگے۔

صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنی طبیعت کے ساتھ تمدن لیکر پیدا ہوا ہے اور اُسکی فطرت اتفاق کے پروں پر اوڑتی ہوئی اِس عالم میں پہونچی ہے۔ غور کرنیوالو غور کرو کہ جس قوم میں اتفاق نہیں ہے وہ اُس بیکس طائر کی مثل ہے کہ جسکے بازو کٹے ہوئے ہیں۔ وہ نہ چُگ سکتا ہے نہ اوڑسکتا ہے سوائے اسکے کہ گھناؤنی زندگی بسر کرے اور رحم دل انسانوں کا دست نگر رہے اور کچھ نہیں کرسکتا

تاریخ میں اتفاق پر کیا کیا ثمرات مرتب ہوئے

جو حضرات کہ تاریخ کو غور سے پڑھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ تاریخ عالم میں اتفاق نے کیا کچھ کر دکھایا اور نا اتفاقی کی زہر آلودہ نحوست کیا تباہی لائی۔ تم تاریخ عالم کو سامنے رکھو اور اُسکی ورق گردانی شروع کرو تو تمکو نظر آئیگا کہ وہ ملک جو دنیا میں سب سے پہلے علوم وحکم کا سرچشمہ بنا۔ تہذیب و تمدن کی نہریں وہاں سے پھوٹیں۔ جسکے آتشکدہ کو آتشی نور کے پتلہ زرتشت نے روشن کیا۔ اسفندیار نے اُسکی درگاہ میں گرز و تلوار نذر گذرانی۔ اور گشتاسپ نے اپنا تاج اوتار کر رکھا۔ لیکن نا اتفاقی نے اُس تہذیب و تمدن کو اپنے صدقہ میں لیا اور یونان کے فاتح عظیم سکندر رومی کے قدموں پر قربان کر دیا۔ جسکی آب شمشیر نے ایران کی تاجداری کے ساتھ آتشکدہ کو بھی ٹھنڈا کیا اور

آتش خانوں کو خاک بنا کر اُڑا دیا۔

اب اپنی زاد و بوم کی زمین پر نظر ڈالو اور اُسکی قدیم حالت پر غور کرو تو یہاں بھی تم دیکھو گے کہ جس ملک کی بھینٹ ارجن نے اپنے تیر سے دی اور جسکی سبزی و شادابی کو مہاراجہ دسرت نے اپنے خون سے سینچا وہاں کوروں اور پانڈوں کی جنگ نے ویرانہ کر دیا۔ اور خاک اوڑنے لگی۔

آخر کار پھر ایک خدا کی برگزیدہ قوم آئی جس نے اِس ملک کے مردہ جسم میں پھر جان ڈالی۔ لیکن زمانہ کی آنکھ اُسکو بھی نہ دیکھ سکی ابھی پورے ایک ہزار برس بھی نہ گذرے تھے جو کہدیا کہ بس اب تیری بدقسمتی کا وقت آپہونچا۔ اے میری تحریر کے پڑھنے والو کہیں اُس بدقسمتی کے ستم زدہ محبوب تمھیں نہ ہو۔

ہاں میں نے کیا غلطی کی مجھے کیا لکھنا چاہئے تھا اور کیا لکھ گیا۔ تاریخ کا ذکر کرتے وقت مجھے اغیار سے کیا کام اُنکے تاریخی واقعات اُنکی ہی زبان سے موثر معلوم ہونگے۔ علاوہ ازیں یہ بہت قدیم زمانہ کے افسانے ہیں ممکن ہو کہ زمانہ کی رنگ آمیزیوں نے اُن میں بھی رنگینی پیدا کر دی ہو۔ اسلئے آپ اسلامی تاریخ کا آئینہ خانہ اپنے سامنے رکھئے۔ اور پھر اتفاق و نا اتفاقی کے تماشے ملاحظہ فرمائیے۔ وہ تماشے نہیں جو دل بہلانے یا تفریح طبع کیلئے کئے جاتے ہیں بلکہ وہ تماشے جو غور کرنے اور خون کے آنسو بہانے کے لئے ہوتے ہیں۔

اب تاخیر نہ فرمائیے اور اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے اُس ورق پر نظر ڈالئے کہ جب دُنیا کے پردہ پر کفر و شرک کی تاریکی میں خدائی مشعل روشن ہوتی ہو اور ظلم و قزاقی کے مطلع پر رحمۃ للعالمین کا آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ یہ وقت بھی تاریخی دنیا میں ہر حیثیت سے بے نظیر ہے۔ جسقدر خونریز سمند اور جنگ و جدل کا طوفان عرب کی زمین پر اسوقت چھایا ہوا ہے۔ دنیا کی کوئی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ لیکن وہ برگزیدہ ذات جو ختم نبوت کی حامل تھی خونریزی کے بجائے ہمدردی کے دریا بہاتی ہے اور جنگ و جدل کے عوض شفقت و محبت کے پھریرے اوڑاتی ہے۔

بیشمار مصیبتوں اور ۲۳ برس کی جانکاہ تکلیفوں کے بعد حقانیت کے مقدس ہاتھ اسلامی خلافت کا سنگ بنیاد رکھتے ہیں۔ خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اُسکی بنیادوں کو اوپر اُٹھاتے ہیں۔ جسکی بلندی روم و فارس۔ شام و عراق سے نظر آتی ہے۔ اُس کے مینارے کے کلس اپنی روشنی

سے قیصر روم کسریٰ فارس کے چراغ کو گل کر کے اسلامی روشنی سے منور کرتے ہیں۔

آخر کار وہ مستحکم قلعہ صفین وجمل کے حوادث (جو بعض منافقین کی چالاکیوں سے پیش آئے تھے) سے بچتا ہوا بنو امیہ کی حفاظت میں آیا۔ انکی باہمی نا اتفاقی اور آپس کی خانہ جنگیوں نے اس مقدس امانت کو چھین کر عباسیوں کے سپرد کر دیا۔ واقعات عالم سے نتیجہ نکالنے والوں کیلئے یہ وقت بھی عبرت کی رصد گاہ ہے۔ جہاں سے نظر آتا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے جس تخت کے سامنے تاج اوتار کر رکھا۔ موسیٰ بن نفیر جیسا سپہ سالار اسکے سامنے پابزنجیر آکر کھڑا ہوا۔ طارق بن زیاد سے فاتح عظیم نے اسکی درگاہ میں پاسبانی کی۔ وہ تخت مروان بن محمد بن مروان کے زمانہ میں عباسیوں کا پا انداز بنا۔ کیوں اسلئے کہ بنو امیہ میں نا اتفاقی تھی۔

اب عباسیوں کا دور شروع ہوا اور اسلامی وسیع قلمرو کے مالک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق عباسی شہزادے ہوئے۔ لیکن جس طوفان نے بنو امیہ کا چراغ گل کیا تھا وہ طوفان عباسیوں کی سلطنت میں بھی آیا اور بالآخر یہ سلطنت مستعصم باللہ کے زمانہ میں ابن علقمی کے تعصب پر قربان ہوگئی۔ جو تخت ہاروں رشید کی شان وشکوہ اور ماموں کی تہذیب وشائستگی کا گواہ تھا وہ خونریز ہلاکو خاں کی شکارگاہ بنا جس نے بغداد میں پہونچکر جانوروں کا نہیں بلکہ انسانوں کا شکار کھیلا۔

اب یمن وحجاز شام وعراق کو چھوڑ کر اس ملک کی طرف آئے جسکو طارق کی تلوار نے فتح کیا اور سات سو برس تک بنو امیہ کی یادگار رہا۔ اس ہی ملک کے علم پروروں نے وحشی یوروپ کی جہالت کا پردہ چاک کیا۔ اور اس ہی کی خاک سے وہ شخص پیدا ہوا جسکی شاگردی پر فلاسفہ یوروپ اب تک فخر کرتے ہیں۔ یہ نامور فلسفی جو حکماء یوروپ کا مایہ ناز ہے ابن رشد تھا۔ یہ اندلس میں پیدا ہوا اور ابوبکر بن طفیل کی زیر تربیت رہکر تمام یوروپ کا اُستاد مانا گیا۔

مسلمانوں کی سات سو برس کی حکومت کے بعد اندلس بھی اُن سے متنفر ہوگیا۔ اور جو ملک کہ اپنی بے نظیر صنعت وحرفت اور اسلامی تہذیب وشائستگی کیوجہ سے عروس البلاد کہلاتا تھا۔ صدیاں گذرنیکے بعد مسلمانوں سے خالی ہوگیا۔ اسلامی آفتاب غروب ہوا اور تثلیث کی روشنی چمکی۔ جو مسجدیں کہ اللہ اکبر کی آواز سے گونجتی تھیں وہ خاموش ہوگئیں اور جو خانقاہیں کہ خدا پر قربان

ہونیوالوں سے آباد تھیں اُنکو صلیب پرستوں نے برباد کردیا۔ ستم تو یہ ہوا کہ اسلامی حکومت کیساتھ خدا کی کتاب بھی وہاں سے رخصت ہوگئی۔ اگر آفتاب کی مشعل ہاتھ میں لیکر تلاش کرو کہ اندلس میں کوئی خدائی کتاب کا پڑھنے والا ہے تو اُسکے ہر گوشہ کو زمین سے خالی پاؤگے۔

اب اسباب کی عینک لگا کر دیکھو اور غور کرو کہ جس مُلک کی سرپرستی خلیفہ منصور نے کی اور پھر خانہ ویرانی کے بعد بنو امیہ کے چشم و چراغ عبدالرحمٰن اول نے بغداد سے آکر اُسمیں جان ڈالی مگر نااتفاقی کے صدمات وہ مُلک نہ سہہ سکا۔ بارہا مرا اور مرنیکے بعد زندہ ہوا لیکن نااتفاقی کے مریض کبھی سنبھلے بھی ہیں جو یہ سنبھلتا بالآخر عبدالرحمٰن ثالث کے مرتے ہی اسلامی سلطنت کی بھی جان کنی شروع ہوئی جو قلیل عرصہ کے بعد مقام آہ مور میں ہمیشہ کیلئے دفن کردی گئی۔ یہ ایسی آہ تھی کہ جسکے بعد پھر وہ مسلمانوں کے نصیبوں میں نہ آئی۔

اِسی ہی زمانہ میں خداوند تعالی کی رحمت نے اُسکی تلافی یہ کی کہ مسلمانوں کے قدم ہندوستان میں جمے اور ایسے جمے کہ صدیوں تک نہ اُکھڑے۔ یہ اُن عمامہ پوش خداترس لوگوں کی اسلام پرستی کا عوض تھا جنھوں نے شعائر اسلام کی قدر کی اور احکام خداوندی کی راہ میں آنکھوں کو بچھایا تو احکم الحاکمین نے بھی اُنکی قدر کی اور اُن کے سروں پہ سلطنت کا تاج رکھا۔

وہ ایران کے سبزہ زاروں اور افغانستان کی پہاڑیوں سے بادل کی طرح اُٹھے اور مینہ کی طرح ہندوستان پر برسے۔ اِس ملک کی ہر جائے زمین پہلے سے اُن کے قدم چومنے کیلئے طیار تھی چنانچہ اُن بااقبال تاجداروں کے پہونچتے ہی ہندوستان اسلامی شان و شوکت کا نشان بنا۔ جسکے مٹے ہوئے آثار اب بھی نظر آتے ہیں۔ آگرہ کے فتح گڈھ اور دھلی کے لال قلعہ کو دیکھو۔ اگر ایک طرف وہ سلاطین مغلیہ کے جاہ و جلال کا آفتاب ہیں تو دوسری طرف اُن پر حسرت برستی ہے اور یاس سر دُھنتی ہے کہ آہ تمھارے رہنے والے مٹ گئے مگر تم ابھی قائم ہو۔ خدا جانے وہ بااقبال خاک نشین کیا بے زبان ملکوتی فوج مقرر کرگئے تھے جو دل ہی دل میں کہدیتی ہے کہ دیکھو یہ عالمگیری شوکت کی تصویر ہے ؟ یہ شاہجہانی شان و شکوہ کا مرقع ہے ؟ یہ سراپا حسرت اکبری دربار ہے۔ اور یہ تیموری عزت و ناموس کا آبگینہ ہے جسمیں نااتفاقی کا خون جھلکتا ہے۔

تاریخ کے عاشقو اس مختصر تحریر کو غور سے پڑھو اور خیال کرو کہ حسد و کینہ رعونت و تکبر کے ہاتھوں

ہماری کس کس چیز کا خون ہوا ہے۔ نا اتفاقی کی قربان گاہ نے کیسی گراں مایہ قربانیاں ہم سے لی ہیں اور اس پر بھی وہ ہمارے خون کی پیاسی ہے۔ اب وہ پیاس بجھانے کیلئے اُس کی تاک میں ہے کہ جسکی خاک ہمارے آنکھوں کا سرمہ اور جسکی محبّت ہماری رگوں کا خون ہے۔ خدا کیلئے اُسکو بچاؤ اور اسلامی اخلاق پر عمل کرو۔ ورنہ قیامت میں کیا جواب دوگے۔

اسلام نے اتفاق کو کہانتک ملحوظ رکھا

مسلمانوں کی الہامی کتاب اور اسکے مفسر حقیقی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کثرت سے آیتیں اور حدیثیں بیان فرمائی ہیں وہ بکثرت ہیں جنکا احصار اِس تحریر میں نہایت دشوار ہے انشاء اللہ جہاں موقع آئیگا نمونۃً ہم اُن کو نقل کریں گے۔ لیکن اسلام کی نمایاں خصوصیت ہے کہ اُس نے اپنے ارکان و اصول ایسے مقرر کیے ہیں جنمیں علاوہ دیگر حکمتوں کے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں اتفاق رہے۔ اسلامی عبادات اگر قلب کی صفائی روحانیت کی ترقی سے لبریز ہیں تو اظہار عبودیت سے بھی خالی نہیں۔ اگر اُنپر عمل کرنے سے خالقیۃ و عبدیۃ۔ حاکم و محکوم کا تعلق مضبوط ہوتا ہے تو اپس کا اتفاق بھی قائم رہتا ہے۔ برہمو سماج اور بودھ مذہب کو دیکھو۔ تو خیر آریہ سماج اور قدیم ہندو مذہب پر غور کرو یہودیوں کی عید فسح اور عیسائیوں کی عشاء ربانی کی حکمتیں سوچو تو یہ خوبیاں کہیں نظر نہ ائیں گی جو اسلامی صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ میں پاؤگے۔

اس تحریر میں ہمارا نصیب العین اتفاق ہے اسلئے ہم ناظرین سے معافی چاہتے ہیں کہ نماز روزہ وغیرہ کے اسرار مفصل تحریر نہیں کر سکتے۔ انشاء اللہ کسی دوسرے مضمون میں جب اسلامی اور غیر اسلامی عبادات کا موازنہ کریں گے تو اس پر مفصّل بحث کیجائیگی۔ اسوقت صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اسلامی ارکان میں اتفاق کی تعلیم کہانتک مضمر ہے اسلام میں توحید و رسالت کے اقرار کے بعد جو دوسرا رکن ہے وہ نماز ہے۔ نماز کی فرضیت اسقدر عام ہے کہ کوئی مقیم ہو یا مسافر مریض ہو یا تندرست امیر ہو یا غریب سب پر نماز فرض ہے۔ وہ نابالغ لڑکے جن پر شریعت کا کوئی حکم عائد نہیں ہوتا مگر نماز کا عادی بنانے اور اُسکا اہتمام ظاہر کرنیکے لئے اُن کو بھی نماز کی تاکید کی گئی چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب لڑکے سات برس کے ہوں تو نماز کا حکم کرو۔ اگر پھر بھی نماز نہ پڑھیں یہانتک کہ دس کے

ہو جائیں تو مار کر نماز پڑہاؤ۔ یہی نماز دین اسلام کا ستون ٹھہرایا گیا اور حدیث میں تارک صلوٰۃ کو اسلام کا برباد کرنیوالا قرار دیا گیا۔ یہی وہ نماز ہے جو کبھی مسلمانوں کا شعار تھی اور اسلئے نماز کے ترک کرنیوالے کو کافر فرمایا گیا ہے۔ غرض اسلام کے رکن اعظم نماز میں جسکی تاکید بکثرت نصوص میں آئی ہے اتفاق کی حکمت موجود ہے۔ اسلئے کہ نماز کے ادا کرنیکے لئے جماعت کی سخت تاکید ہے اور نماز کی طرح جماعت کے متعلق بھی شریعت نے بہت اہتمام کیا ہے۔

سب سے پہلے فقہار کی طرف نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ وہ جماعت کو کسقدر ضروری فرماتے ہیں چنانچہ اہل ظاہر امام احمدؒ وغیرہ قائل ہیں کہ جماعت فرض عین ہے۔ امام شافعیؒ سے دو قول مروی ہیں ایک جماعت فرض عین ہے دوسرا یہ کہ جماعت فرض کفایہ ہے۔ احناف کے مشہور امام امام طحاوی جماعت کو فرض کفایہ فرماتے ہیں محققین احناف صاحب بحر الرائق و حلبی وغیرہ جماعت کو اگرچہ سنت موکدہ قرار دیتے ہیں لیکن عملاً وہ بھی وجوب کے قائل ہیں قرآن شریف کا حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین۔ نماز اور زکوٰۃ ادا کرو (اور نماز کیسے ادا کرو) کہ رکوع کرو رکوع کرنیوالوں کے ساتھ یعنی جماعت سے نماز پڑھو۔ اگرچہ مفسرین نے ایۃ میں رکوع کے معنی خشوع وخضوع کے بھی بیان کئے ہیں اکثر مفسرین کا رجحان اس جانب معلوم ہوتا ہے کہ وارکعوا بمعنی صلوا ہے چنانچہ علامہ الوسی ابن جریر طبری حضرت ابن عباس اور قاضی بیضاوی نے اپنی اپنی تفسیر میں یہی معنی بیان فرمائے ہیں کہ صلوا مع المصلین بالجماعۃ نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ جماعت سے۔ اگر دوسرے معنی کو بیان بھی کیا ہے تو قیل سے جو ضعف پر دال ہے۔

یہود سے تخاطب (جیسا کہ سباق آیۃ سے معلوم ہوتا ہے) اور وارکعوا سے پہلے صلوٰۃ کا ذکر بھی یہی چاہتا ہے کہ اسکے معنی جماعۃ سے نماز پڑھنے کے ہوں۔ کیونکہ یہود تنہا نماز پڑھتے تھے اُن کے یہاں جماعۃ نہ تھی۔ بہرحال اگر رکوع کا لفظ دوسرے معنی کو محتمل نہ ہوتا تو جماعت سب کے نزدیک فرض ہوتی مگر عملاً واجب ہونمیں تو اب بھی شک نہیں۔

اب اُن کی طرف توجہ فرمائی جنکی امتہ مرحومہ کیلئے ہی خصوصیتہ سے جماعت کا حکم ہوا ہے چنانچہ جوہر صدق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کبھی قضا نہیں ہوئی یہانتک کہ مرض الموت میں بھی دو صحابی کے کاندھوں پہ ہاتھ رکھکر اس حالت میں کہ آپ کے مبارک پاؤں زمین پر گھسٹتے آتے تھے مسجد میں تشریف

لائے اور جماعت سے نماز پڑھی۔ دوسری حدیث میں جماعت سے نماز پڑھنے والے کو ستائیس ۲۷ گنا ثواب کی بشارت دی گئی۔ ایک اور حدیث میں تارکان جماعت کیلئے یہ قصد ظاہر فرمایا کہ احرق علیھم بیوتھم میں اُن کے گھروں کو جلادیتا اِس ہی طرح جماعت کے متعلق بکثرت احادیث ہیں جن کو بخوف تطویل ترک کرتے ہیں۔

اِس موقعہ پر بعض اہل فہم حضرات کے دلوں میں خدشات پیدا ہوں گے لہٰذا ہم پہلے اُن کی طرف توجہ کرتے ہیں اُسکے بعد اصل مضمون تحریر کرینگے۔ جو اعتراضات اس موقع پر ہماری سمجھ میں آئے ہیں وہ یہ ہیں

(۱) ابتدائے اسلام میں جب آنحضور کلمہ حق کی دعوت کیلئے اہل طائف کے پاس تشریف لیگئے تو اِسکا جواب اُنھوں نے اینٹ پتھروں سے دیا۔ آپ کے جسم مبارک کو لہولہان کردیا۔ آپکی شان میں گستاخیاں کیں۔ وحشیانہ حملہ کیساتھ بدزبانی کے بھی جوہر دکھائے۔ تو اُن کیلئے آپنے ارشاد فرمایا اللھم اھد قومی انھم لا یعلمون اے خدا میری قوم کو ہدایت کر وہ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں پھر کیا وجہ کہ جو آپ پر ایمان لائے اور اپنے عزیز و اقارب وطن مالوف کو خیرو باد کہہ کر آپکے ہوگئے اُن پر نماز پڑھنے مگر جماعت کے ترک کرنے پر یہ خفگی کہ اُن کے گھروں کو جلادوں۔؟

(۲) حقیر چیونٹے جنکی مسلمان تو مسلمان کافرانسان کے مقابلہ میں بھی کوئی حقیقت نہیں اُنکے بارہ میں حدیث میں آیا ہے کہ تم اُن کو آگ سے نہ جلاؤ کیونکہ یہ عذاب مخصوص ہے خداوند تعالیٰ کیساتھ جو وہ دن قیامت کے گنہگاروں کو دیگا اور اُن خدام کیلئے جو آپ کے دامن سے وابستہ ہیں ترک جماعت پر گھر جلائے جانیکا ارشاد ہو۔ آخر اسکی کیا وجہ۔؟

(۳) اُس حدیث کی رو سے کہ قرآن شریف پڑھنے والے کو ہر حرف کی عوض میں دس نیکیاں ملتی ہیں منفرد کو ثواب زیادہ ملنا چاہیئے مقتدی سے۔ کیونکہ تنہا نماز پڑھنے والا الحمد شریف بھی پڑھیگا اور سورۃ بھی ملائیگا۔ بخلاف مقتدی کے کہ وہ امام کے پیچھے خاموش کھڑا رہتا ہے۔ پھر یہ اُلٹی گنگا کیوں بہتی ہے۔ ثواب تو کجا جماعت چھوڑ کر تنہا نماز پڑھنے والا اور معذب ٹھہرتا ہے۔ پھر اسکی حکمت کیا ہے۔؟

(باقی آئندہ)

تقریظ

مفصلہ ذیل کتابیں دفتر القاسم میں بغرض اظہار رائے موصول ہوئی ہیں
ان کتابوں کے مصنف جناب مولانا ابو احمد رحمانی صاحب ہیں۔

ان میں احمدی فرقہ کے اُن دلائل کا ابطال کیا گیا ہے جو اُنکے لئے مایہ فخر اور موجب افتخار تھے اگرچہ اس فرقہ کے رد میں بکثرت کتابیں شائع ہوئی ہیں مگر یہ کتابیں اُن اعلیٰ کتابوں میں ہیں جنمیں نہایت تہذیب و شائستگی کے ساتھ اس فرقہ کی بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔ اور منصف مزاج قادیانی ان کو دیکھکر اپنے عقائد سے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے۔ حق یہ ہے کہ مصنف علام نے ایسا عجیب و غریب طرز اختیار فرمایا ہے جسکو اعجاز محمدیؐ کہا جائے تو بالکل مناسب ہے۔ شہادت و براہین کے زور سے کوئی کتنا ہی قوی فیصلہ کیا جائے مگر پھر بھی غلطی کا احتمال ممکن ہے لیکن جو فیصلہ خود مدعا علیہ کے اقرار سے کیا جائے۔ اُس میں چون و چرا کی کیا گنجایش ہے حضرت مولانا موصوف دامت برکاتہم نے مرزا صاحب ہی کے اقوال سے ثابت فرمایا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود اور نبی تو کیا ہونگے۔ ادنیٰ مسلمان بھی نہیں۔ بلکہ اُنکو سچا انسان کہنا بھی انسانیت سے خارج ہے۔ ایسی مفید کتابیں اس پُرفتن زمانے میں ہر مسلمان کو دیکھنا ضرور ہیں۔ بلکہ اگر حامیان اسلام انکو خرید کر مفت تقسیم کرنیکا سلسلہ جاری کر دیں تو یہ بھی صدقات جاریہ میں سے ہو۔

فیصلہ آسمانی حصہ اول ۳ر	فیصلہ آسمانی حصہ دوم ۰۳	تتمہ فیصلہ آسمانی ۱ر	شہادت آسمانی ۲ر
تنزیہ ربانی ۲ر	تنبیہ قادیانی ۱ر	معیار المسیح ۲ر	معیار صداقت ۱ر
حقیقۃ المسیح ۴ر			

مسلمان ذیل کے پتہ سے ضرور طلب فرما کر پڑھیں اور دوسرونکو سنائیں:۔

مولوی محمد ابو الحسن صاحب مونگیر محلہ مخصوص پور

القول الصحیح فی مکائد المسیح

یہ رسالہ بھی اس فرقہ کے رد میں جناب مولانا مولوی محمد سہول صاحب مدرس دار العلوم دیوبند نے شائع کیا ہے جسمیں نہایت اختصار کے ساتھ مرزا غلام احمد کے وہ اقوال جمع کئے ہیں جنکو پڑھکر کسی سمجھدار کو بشرطیکہ منصف ہو اُسکی تکفیر سے انکار نہیں ہو سکتا۔ انکے ساتھ مذہبی برتاؤ کرنیکے طریقے بھی بتائے گئے ہیں اور ہندوستان کے اکثر علماء کے اسپر دستخط ہیں۔ یہ مجموعہ ما قل و دل کا مصداق ہے مناسب تھا کہ اس قسم کے رسالے مفت تقسیم کئے جائے مگر چونکہ بغرض اشاعت عامہ ہزارونکی تعداد میں طبع کرانیکی وجہ سے اسپر رقم کثیر صرف ہوئی ہے اسلئے تین پیسہ اسکی

(رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

علمی - مذہبی - اخلاقی - ادبی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۳ بابت ماہ شوال سنہ ۱۳۳۱ھ جلد ۴

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

(نے)

مطبع قاسمی واقع دیوبند میں اپنے اہتمام سے چھاپا

(اور)

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ شوال ۱۳۳۱ھ

مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء

جو حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحب و حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب

(اور)

دیگر مقدس و مقتدر علما کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعض جزئیات انقلاب امت مع اصلاح

(اصلاح معاملہ بہ تعلیم نسواں)

ہر چند کہ بعد ورود حدیث طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ وغیر ذلک من النصوص الموجبۃ لتحصیل العلم علی الرجال والنساء اس مبحث پر مستقل کلام کرنیکی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی خصوص جبکہ اسکے بہت قبل اسی رسالہ القاسم کی جلد اول کے نمبر ۱ صفحہ ۱۹ و ۲۰ و نمبر ۲ صفحہ ۲۰ میں مجملاً اس سے تعرض بھی ہوچکا ہی لیکن بعض واقعات و خصوصیات کے (کہ زیادہ اُن میں ہندوستانی مستورات کے حالات ہیں جنکا مشاہدہ اکثر ہوتا رہتا ہے) اس باب میں مستقل اور کسی قدر مفصل گفتگو کئے جانے کو مقتضی ہونے کے سبب اسکا بقدر ضرورت مکرر ذکر کیا جاتا ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ اس مقدمہ میں جہانتک تتبع کیا گیا تین خیال کے لوگ ہیں۔ ایک[۱] وہ کہ تعلیم نسواں کے نہ مخالف ہیں نہ حامی مگر تعلیم کا اہتمام نہیں۔ دوسرے[۲] وہ کہ اسکے مخالف ہیں تیسرے[۳] وہ کہ اسکے حامی ہیں۔ اور ان سب سے مختلف کوتاہیاں واقع ہوتی ہیں۔ چنانچہ اول طبقہ کی کوتاہی جو سب کوتاہیوں سے اشد و اعظم ہے یہ ہے کہ سرے سے مستورات کو تعلیم دینے ہی کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی نہ مردوں کے نزدیک اور نہ خود ان مستورات کے نزدیک۔ اور دلیل اِن لوگوں کی جو ان کے اشتباہ کا منشاء ہوگیا ہے یہ ہی کہ کیا عورتوں کو کوئی نوکری کرنا رہ گیا ہے جو ان کے پڑھانیکا اہتمام کیا جاوے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے نہ تعلیم کی غرض سمجھی اور نہ اُن نصوص و روایات میں غور کیا جو مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے ایک درجہ میں تحصیل علم کو فرض و واجب قرار دے رہے ہیں اور نہ اُس تعلیم کو سمجھا جو کہ فرض ہے۔ سو سمجھ لینا چاہیئے کہ علوم سے غرض نوکری نہیں ہے کیونکہ جو علم علی العین واجب التحصیل ہے وہ علم معاش نہیں ہی بلکہ وہ علم دین ہے جس سے انسان کے عقاید و اعمال و معاملات و معاشرت و اخلاق درست ہوں جسکا ثمرہ دنیا میں اُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ کی دولت

اور آخرت میں اُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کی بشارت ہے سو اُس کا وجوب ظاہر ہے سمعاً بھی عقلاً بھی۔ دلائل سمعیہ یہ ہیں طلب العلم واجب علی کل مسلم (ہب عن انس) طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (الدیلمی عن علی) طلب الفقہ حتم واجب علی کل مسلم (ک فی تاریخہ عن انس) تعلّموا العلم وعلّموہ للناس (قط عن ابی سعید وہب عن ابی بکر) تعلموا العلم قبل ان یرفع (الدیلمی عن ابن مسعود وعن ابی ہریرۃ) یاایہا الناس علیکم بالعلم قبل ان یقبض (طب والخطیب عن ابی امامۃ) یاایہا الناس خذوا من العلم قبل ان یقبض العلم (حم والدارمی طب وابو الشیخ فی تفسیرہ وابن مردویہ عن ابی امامۃ) ویل لمن لا یعلم (حل عن حذیفۃ) کذا فی کنز العمال وغیر ذلک من النصوص العامۃ للرجل والمرأۃ۔

اور دلیل عقلی یہ ہے کہ اصلاح عقاید و اعمال کی فرض ہے اور وہ موقوف ہے ان کی تحصیل علم پر چنانچہ ظاہر ہے اور فرض کا موقوف علیہ فرض ہے۔ پس تحصیل علم فرض ہوا اور ہر چند کہ موقوف ہونا عمل کا علم پر بالکل بدیہی ہے مگر اس سے ترقی کر کے کہا جاتا ہے کہ حسی بھی ہے۔ چنانچہ بے علم عورتیں جس حالت میں ہیں سب دیکھتے ہیں کہ نہ اُنکو شرک و کفر کی کچھ تمیز ہے نہ ایمان و اسلام کی کچھ محبت ہے جو چاہیں خدا تعالیٰ کی شان میں بک دیتی ہیں جو چاہیں احکام شرعیہ کے مقابلہ میں زبان درازی کر بیٹھتی ہیں اولاد کیلئے یا شوہر کو مسخر کرنے کیلئے ٹونے ٹوٹکے جادو منتر جو کچھ کوئی بتلا دیتا ہے بلا امتیاز مشروع نامشروع کے سب ہی کچھ کر گذرتی ہیں جب عقاید ہی میں یہ حالت ہے، تو نماز روزہ کا تو کیا ذکر ہے حتی کہ بعض کی نوبت ترک سے گذر کر استخفاف بلکہ تشاؤم و تطیر تک پہونچ جاتی ہے یعنی بعض تو باوجود فرض سمجھنے کے اُسکو ترک ہی کر دیتی ہیں اور بعض اُسکی وقعت بھی نہیں کرتیں کوئی ضروری امر نہیں سمجھتیں اور بعض اُسکو منحوس و موجب مضرت اعتقاد کرتی ہیں اور یہ دو درجے کفر صریح ہیں اور اوّل فسق و کبیرہ ہے اور جب نماز روزہ میں یہ کیفیت ہے جسمیں ایک پیسہ خرچ بھی نہیں ہوتا تو زکوٰۃ اور حج جس میں پیسے کا بھی خرچ ہے اُسکو تو پوچھو ہی مت اور جب عقاید و اعمال دیانت کا یہ حال ہے تو معاملات کی درستی کا تو احتمال ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ نماز روزہ کی صورت تو دین کی ہے اور معاملات تو عوام کی نظر میں بالکل دنیا ہی کی شکل رکھتے ہیں اسلئے ان کی درستی کا اہتمام تو خاص ہی خاص لوگ کرتے ہیں۔

جاہل مستورات کیا درستی کرینگی پھر جب معاملات کے ساتھ یہ طرز عمل ہے تو معاشرت کی اصلاح تک تو کہاں ذہن جاویگا کیونکہ معاملات کو حقوق العباد تو سمجھا جاتا ہی بخلاف معاشرت کے کہ اُس میں یہ پہلو بھی ظاہر نہیں ہے اسلئے اُسکا بالکل ہی اہتمام کم ہے پھر جب معاملات و معاشرت سے اتنی بے پروائی ہے تو اخلاق باطنی مثل تواضع و اخلاص و خوف و محبت و صبر و شکر و نحو ذلک کی طرف تو کیا توجہ ہوگی کیونکہ معاملات کا زیادہ اور معاشرت کا اُس سے کم دوسروں تک تو اثر پہونچنا معلوم ہی نیز اُن پر بعض اوقات نیکنامی و بدنامی کا ترتب بھی ہو جاتا ہے بخلاف اخلاق باطنی کے کہ اُسکا غالب اثر بھی اپنی ہی ذات تک محدود ہے اور بوجہ خفا کے دوسروں کو اُن کا علم بھی کم ہوتا ہے جس سے نیکنام یا بدنام کر سکیں اسلئے اُسکا اہتمام تو بالکل ہی ندارد ہے حتی کہ بہت سے خواص میں بھی تا بعوام چہ رسد۔ بہرحال ان سب امور دینیہ میں قلت مبالاۃ کا اصل منشاء و سبب قلت علم دین ہے پھر جہاں بالکل ہی علم نہ ہو (اور اس سے بڑھکر یہ کہ فطرۃً عقل بھی کم ہو کیونکہ طبقہ اناث قدرتی طور پر ناقص العقل ہوتی ہیں غرض جہاں نہ عقل ہو نہ علم ہو) تو وہاں تو امور مذکورہ میں کوتاہی کی کیا حد ہوگی غرض عقل اور مشاہدہ دونوں شاہد ہیں کہ بدوں علم کے عمل کی تصحیح ممکن نہیں اور عمل کی تصحیح واجب اور فرض پس تحصیل علم دین کا فرض ہونا جیسا اوپر دعوی کیا گیا ہے عقلاً بھی ثابت ہوگیا اور سمعاً فرض ہونا اُس سے اوپر بیان کیا گیا ہے تو دونوں طرح تحصیل علم دین فرض ہوا پس ان لوگوں کا یہ خیال کہ جب عورتوں کو نوکری کرنا نہیں ہے۔ تو اُنکی تعلیم کیا ضرور ہی محض غلط ٹھیرا۔ یہ جواب ہوا اُنکی مذکورہ کوتاہی کا۔ البتہ اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ علم دین کی فرضیت سے تعلیم بطریق متعارف کا واجب ہونا لازم نہیں آتا کہ مستورات کو کتابیں بھی پڑھائی جاویں بلکہ یہ فرض اہل علم سے پوچھ پاچھ رکھنے سے ادا ہو سکتا ہے سو اسکی تحقیق یہ ہی کہ واقعی یہ بات صحیح ہے اور ہم تعلیم متعارف کو فی نفسہ واجب بھی نہیں کہتے لیکن یہاں تین مقدمے قابل غور ہیں۔ اوّل یہ کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے گو بالغیر سہی جیسے جو شخص پیادہ سفر حج قطع کرنے پر قادر نہ ہو اور اُس شخص کے زمانہ میں ریل اور آگبوٹ ہی ذریعہ قطع سفر کا متعین ہو اور اُسکے پاس اسقدر وسعت و استطاعت بھی ہو تو اس شخص پر واجب ہوگا کہ سفر کا عزم کرے اور ریل اور

آگبوٹ کا ٹکٹ خرید کر اُس میں سوار ہو۔ سو ریل اور آگبوٹ کا ٹکٹ خریدنا اور اُس پر سوار ہونا فی نفسہ شرعاً فرض نہیں لیکن چونکہ ایک فرض کا ذریعہ ہے اسلئے یہ بھی فرض ہوگا مگر بالغیر۔ پس یہ مقدمہ تو ثابت ہو چکا۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ تجربہ سے معلوم ہوگیا ہے کہ علم کا اذہان میں قابل اطمینان درجہ میں محفوظ رہنا موقوف ہے کتب کے پڑھنے پر جو کہ تعلیم کا متعارف طریق ہے اور محفوظ رکھنا علم دین کا واجب ہے پس بنا بر مقدمہ اولی بطریق متعارف تعلیم کا جاری رکھنا بھی واجب ہے البتہ یہ واجب علی الکفایہ ہے یعنی ہر مقام پر اتنے آدمی دینیات پڑھے ہوئے ہونے چاہئیں کہ اہل حاجت کے سوالوں کا جواب دیسکیں۔ تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ یہ بھی تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ مردوں میں علماء کا پایا جانا مستورات کی ضروریات دینیہ کیلئے کافی وافی نہیں دو وجہ سے اولاً پردہ کے سبب (کہ وہ بھی اہم الواجبات ہے) سب عورتوں کا علماء کے پاس جانا قریباً ناممکن ہے اور گھر کے مردوں کو اگر واسطہ بنایا جاوے تو بعض مستورات کو تو گھر کے ایسے مرد بھی میسر نہیں ہوتے اور بعض جگہ خود مردوں ہی کو اپنے دین کا بھی اہتمام نہیں ہوتا تو وہ دوسروں کیلئے سوال کرنیکا کیا اہتمام کرینگے پس ایسی عورتوں کو دین کی تحقیق ازبس دشوار ہے اور اگر اتفاق سے کسی کی رسائی بھی ہوگئی یا کسی کے گھر ہی میں باپ بیٹا بھائی وغیرہ عالم ہیں تب بھی بعض مسائل عورتیں ان مردوں سے نہیں پوچھ سکتیں ایسی بے تکلفی شوہر سے ہوتی ہے تو سب شوہروں کا ایسا ہونا خود عادۃً ناممکن ہے تو انکی عام احتیاج رفع ہونے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ کچھ عورتیں پڑھی ہوئی ہوں اور عام مستورات اُن سے اپنے دین کی ہر قسم کی تحقیقات کیا کریں پس کچھ عورتوں کو بطریق متعارف تعلیم دین دینا واجب ہوا پس اس شبہ کا بھی جواب ہوگیا اور ثابت ہوگیا کہ لکھے پڑھے مردوں کی طرح عورتوں میں ایسی تعلیم ہونا ضرور ہے اور اس غلط خیال عدم ضرورۃ تعلیم النسوان کا بالکلیہ استیصال ہوگیا۔

اب دوسرے طبقہ کے متعلق کچھ لکھا جاتا ہے جو تعلیم نسواں کے مخالف ہیں اور اُسکو سخت ضرر رساں سمجھتے ہیں دعویٰ اُن کا یہ ہے کہ ہمنے لکھی پڑھی عورتوں کو اکثر آزاد اور بیباک اور قلیل الحیاء اور مکار اور عفت سوز دیکھا ہے خاصکر اگر لکھنا بھی جانتی ہوں تو اور بھی شوخ چشم ہوجاتی ہیں جسکو چاہا خط لکھ بھیجا جسکو چاہا پیام و سلام پہونچا دیا اسی طرح دوسروں کو بھی

طمع ہوتی ہے کہ اپنے نفسانی جذبات کو اُن تک بذریعہ تحریر پہونچا دیتے ہیں اور اُن کے پاس جب ایسی تحریرات پہنچتی ہیں کبھی تو وہ بھی متاثر ہو کر نرم جواب دیتی ہیں اور سلسلہ بڑھتا ہے یہانتک کہ جو کچھ واقع ہونا ہے واقع ہوتا ہے اور کبھی جواب نہیں دیتیں اور سکوت کرتی ہیں تو مریض القلب لوگ اس سے بھی استدلال کرتے ہیں ان کے نیم راضی ہونے پر پھر وہ لوگ آیندہ کے پیام وسلام وتحریر سے اس کمی کو پورا کرنا چاہتے ہیں چونکہ گوش زدہ اثر سے دار و قاعدہ اکثر یہ ہے پھر بعض کا طرز بیان حیاد و نشان ہوتا ہے پھر نسوانی طبائع معمولی طور پر نرم بھی ہوتی ہیں تو شیطان کا جال پھیل جانا زیادہ عجیب نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی مکتوب الیہانے ناراضی بھی ظاہر کی اور اسی ناراضی کا جواب کاتب تک بھی پہونچا دیا مگر اپنے شوہر یا خاندان کے خوف سے کہ خدا جانے کیا گمان کرینگے اور کیا معاملہ کرینگے اپنے گھر والوں سے اُس کا اخفا کرتی ہیں اور اس طور پر وہ کاتبین ہر طرح کی مضرت سے محفوظ رہتے ہیں اسلئے اُنکی جسارت بڑھتی ہے اور پھر دوسرے موقع پر اسکی سلسلہ جنبانی کرتے ہیں اور ان سب واقعات کا مبنی اُن مستورات کا تعلیم یافتہ ہونا ہے اگر وہ ناخواندہ ہوں تو اُن کے پاس کوئی مضمون بھیجنے سے اندیشہ ہوگا دوسرے کے مطلع ہونیکا اور یہ سبب ہو جاویگا اس باب کے مسدود ہو جانیکا۔ اور یہ مفسدہ اُس صورت میں زیادہ محتمل ہے جب کہ کبھی عورت کے مضامین اخباروں میں بھی چھپنے لگیں تو اُن مضامین کو دیکھکر سخن شناس شیاطین انداز کرتے ہیں کاتبہ کے رنگ طبیعت اور جذبات اور خیالات کا تو اس شرارت کے شرارے وہاں زیادہ پھیلتے ہیں بالخصوص اگر وہ کلام نظم بھی ہو تو اور بھی آفت ہے اور اس زمانہ میں تو ایک اور غضب ہے کہ افتخار کیلئے صاحب مضامین کا نام اور پتہ تک صاف لکھدیا جاتا ہے کہ فلانے کی بیوی فلانے کی بیٹی فلاں جگہہ کی رہنے والی اور یہ تمام ترخرابیاں ان کے لکھے پڑھے ہونے سے پیدا ہوتی ہیں اور اگر ان خفیہ ریشہ دوانیوں کی کسی طور پر شوہر یا اہل خاندان کو اطلاع ہی ہوگئی تو چونکہ لکھا پڑھا آدمی ہوشیار اور سخن سازی پر زیادہ قادر ہوتا ہے وہ ایسی تاویلیں کریں گی کہ کبھی اُن پر حرف ہی نہ آویگا اور اُلٹا مُنہ ناک بناوینگی مکاری سے روویں گی کہ ہمکو یوں کہا۔ کہیں خودکشی اور کنوئیں میں ڈوبنے کی دھمکی دینگی حتی کہ اُس غریب باز پرس کرنیوالے کو خوشامد کرنا پڑیگی اور ڈر کے مارے پھر کبھی زبان تک نہ ہلاویگا۔

ایک خرابی اس تعلیم یافتہ طبقہ اناث میں یہ ہوتی ہے کہ ہر طرح کی کتابیں منگا کر پڑھتی ہیں عشقبازی کے قصے سازش اور لگاوٹ کے ناول شوق انگیز غزلیں پھر اُن سے طبیعت بگڑتی ہے کبھی ایسی غزلیں ذرا کھل کر پڑھتی ہیں کہ دروازہ میں یا پڑوس او رمحلہ میں یا سڑک پر آواز جاتی ہے اور آواز پر کوئی فریفتہ ہو کر درپے ہو جاتا ہے اور اگر وہ ناکام بھی رہا تاہم رُسوائی اور پریشانی کا سبب تو بن ہی جاتا ہے یہ ہے خلاصہ ان صاحبوں کے خیالات کا اور میں ان واقعات کی تکذیب نہیں کرتا لیکن یہ ضرور کہونگا کہ ان صاحبوں نے کوتہ نظری سے کام لیا واقعات کے حقائق میں غور نہیں کیا۔ اصل یہ ہے کہ ان سب خرابیوں کی ذمہ دار تعلیم نہیں ہے بلکہ طرز تعلیم ہے یا نصاب تعلیم ہے یا طرز عمل ہے یا سوء تدبیر ہے یعنی یا تو یہ ہوا ہے کہ ایسی کتابیں نہیں پڑھائی گئیں جن سے احکام حلال وحرام اور تفصیل ثواب وعقاب اور طریقہ تہذیب اخلاق معلوم ہو اور جس سے خوف وخشیت ومعرفت وعظمت حق حاصل ہو اُن کو صرف حرف شناس بنا کر چھوڑ دیا ہے اور انھوں نے اپنی رائے سے اُردو کے مختلف رسالوں کا مطالعہ کر کے لکھنے پڑھنے کی مہارت بڑھائی ہے اور تعلیم یافتہ کا لقب پا کر اس طرح تعلیم کو بدنام کیا ہے تو ظاہر ہے کہ محض حرف شناسی کو نہ تعلیم کہہ سکتے ہیں اور نہ حرف شناسی اصلاح اعمال واحوال کی کفالت کر سکتی ہے اور یا یہ ہوا ہے کہ باوجود نصاب تعلیم کے مفید وکافی ہونیکے اُس نصاب کے مضامین کو قلب میں جمانے کی کوشش نہیں کیگئی اور عمل کی نگرانی نہیں کیگئی۔ مثلاً اس کی ضرورت ہے کہ جس روز کسی لڑکی نے یہ مسئلہ پڑھا کہ غیبت گناہ ہے اُس کے بعد اگر وہ غیبت کرے تو فوراً اوسکو یاد دلادے کہ دیکھو تمنے کیا پڑھا تھا اُس کے خلاف کرتی ہو اور مثلاً اُن کو پردہ کی ضرورت یا پست آواز سے بولنے کی تاکید پڑھائی گئی اور پھر اسمیں کوتاہی یا غفلت کا مشاہدہ ہو افوراً اُسکو روکنا چاہئے یا اُن کو حرص مال وزیور کی مذمت پڑھائی تھی پھر انھوں نے کسی تکلف کے کپڑے یا غیر ضروری زیور کی ہوس کی تو فوراً ان کو متنبہ کیا جاوے اسی طرح امید ہے کہ اخلاق فاضلہ واعمال صالحہ کا ملکہ اُنمیں پیدا ہو جاویگا۔ اور یا یہ ہوا ہے کہ اُن کی خود طبیعت اور طینت ہی میں صلاحیت اور قابلیت نہیں ہے تو اس صورت میں مصرعہ "تربیت نااہل راچوں گردگاں برگنبد است" کا اور شعر

شمشیر نیک زآہن بدچوں کند کسے ✤ ناکس بہ تربیت نہ شود ای حکیم کس

کا مضمون ہے یہ گفتگو تو خود اُن کے احوال و اعمال کے متعلق تھی اور جو افعال دوسرے شریر لوگوں کے شمار کرائے ہیں اُن کا امتداد سوء تدبیر سے ہوتا ہے اسکی انسداد کی اچھی تدبیر یہ ہے کہ واسطے کے ساتھ نہایت سختی کیجاوے اور اپنے مردوں کو بالکل صاف صاف اطلاع دیدی جاوے غرض مفاسد کے اسباب یہ ہیں جب یہ ہے تو اسمیں عورتوں کی کیا تخصیص ہے یہی اسباب فساد اگر مردوں کو پیش آویں وہ بھی ایسے ہی ہوں گے پھر کیا وجہ کہ عورتوں کو تعلیم سے روکا جاوے اور مردوں کو تعلیم میں ہر طرح کی آزادی دی جاوے بلکہ اہتمام کیا جاوے اس فرق کی وجہ بعد تامل بجز اس کے کچھ نہیں معلوم ہوئی کہ عورت سے صدور قبائح یا اُسکی طرف نسبت قبائح عرفاً موجب ذلت و رسوائی ہے اور وہی امور اگر مرد سے صادر ہوں یا اُسکی طرف منسوب ہوں تو وہ عرفاً موجب ذلت اور رسوائی نہیں ہے اس لئے عورت کیلئے اُن مفاسد کے احتمال کو موانع تعلیم سے قرار دیا ہے اور مردوں کیلئے نہیں۔ باقی شرعاً ظاہر ہے کہ اس باب میں مرد و عورت یکساں ہیں اگر عورت کیلئے معصیت مذموم و قابل لوم ہے تو اُسی درجہ میں مرد کیلئے بھی اور اگر مرد کیلئے توبہ موجب طہارت و نزاہت ہے تو اُسی درجہ میں عورت کیلئے بھی پس حسب شرعاً دونوں برابر ہیں اور عرفاً متفاوت پس اس تفاوت سے عملاً متاثر ہونا یعنی ایک کیلئے ان احتمالات کا اعتبار کرنا دوسرے کیلئے نہ کرنا صاف عرف کو شرع پر ترجیح دینا ہے جو بہت بڑا شعبہ ہے جاہلیت کا جس کا منشا کبر اور ترفع ہے و بس اور یہ صرف میرا ہی دعوے نہیں بلکہ مدعا علیہم کا اقرار بھی ہے چنانچہ بکثرت ان لوگونکی زبان سے سُنا گیا ہے کہ میاں مرد کا کیا ہے اُسکی مثال تو برتن کی سی ہے کہ دس دفعہ سن گیا اور جب دھو دیا صاف ہو گیا اور عورت کی مثال موتی کی آب کی سی ہے کہ اگر ایک دفعہ اُتر گئی پھر چڑھ ہی نہیں سکتی اس کے معنی دوسرے لفظوں میں صاف یہ بھی ہیں کہ مردوں کیلئے معصیت کو خفیف سمجھتے ہیں اور عورتوں کیلئے شدید۔ تو علاوہ کبر کے اسمیں تو فتوی استخفاف کے جاری ہونیکا بھی اندیشہ اور سخت اندیشہ ہے اب صرف تیسرے طبقہ کے متعلق کلام باقی رہگیا جو تعلیم کے حامی تو ہیں لیکن اُس تعلیم کی تعیین ہیں یا اُس کے طریقہ کی تجویز میں اُن سے غلطی ہوئی چنانچہ اُن میں سے بعض کا بیان بضمن اصلاح خیال طبقہ ثانیہ کے اوپر ہو چکا ہے مثلاً اُن کو صرف حرف شناس بنا کر چھوڑ دینا پھر اُن کا اپنی رائے سے مختلف رسالوں کا مطالعہ کرنا اور مثلاً بعد تعلیم کے عمل کی نگرانی نہ کرنا جس کی متعدد مثالیں بھی

ساتھ ساتھ مذکور ہوئی ہیں اور بعض کا بیان اب کیا جاتا ہے مثلاً بعضے مستورات کو بجائے علوم دینیہ پڑھانیکے اُن کو تاریخ وجغرافیہ یا اس سے بڑھکر انگریزی پڑھاتے ہیں اور سب سے بڑھکر یہ کہ انجیل پڑھاتے ہیں جسکی وجہ صرف تقلید اہل یورپ کی ہے یعنی اُن کے نصاب تعلیم میں شائستگی کو منحصر سمجھنا اس کی بنا ہے مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم میں اور اُن میں اگر رسوم و عادات وطبائع وغرض کا بھی فرق نہوتا تاہم سب سے بڑا فرق مذہب ہی کا ہے کہ ہم مذہب اسلام کا التزام کئے ہوئے ہیں اور وہ یا تو کوئی مذہب نہیں رکھتے اور زیادہ اُن میں ایسے ہی ہیں اور یا ہمارے مذہب کے مغائر دوسرا مذہب رکھتے ہیں اسلیے اُن کے یہاں یا تعلیم مذہبی بالکل نہوگی صرف زبان کی تعلیم ہوگی یا دنیوی معلومات کی تعلیم ہوگی اور یا دوسرے مذہب کی تعلیم ہوگی بہرحال اُن لوگوں کے اس تعلیم کا تو ایک خاص مبنی ہے لیکن ہم لوگ اگر اُن کی تعلیم کو اختیار کریں تو اس کا کیا مبنی ہے جب غرض تعلیم سے اُنکی اور ہے جس کا ابھی ذکر ہوا اور ہماری غرض اور ہے جس کا مختصر بیان طبقہ اولیٰ کے اصلاح خیال کے ذکر میں ہوا ہے یعنی اصلاح عقاید و اعمال و معاملات و معاشرت و اخلاق اور یہ غرض منحصر ہے علم دین میں تو ظاہر ہے کہ ہمکو اُن کی تعلیم کا اختیار کرنا ہر طرح بے ربط ہے البتہ اگر کسی کو تحصیل معاش کی بھی حاجت واقع ہونیوالی ہو تو بعد علوم دینیہ کے اُس کو اُن علوم کا حاصل کرلینا بھی مضائقہ نہیں جو اُس زمانہ میں معاش کا موقوف علیہ ہو جیسے اس وقت انگریزی و تاریخ وجغرافیہ وغیرہ باقی انجیل کی اُس شخص کو بھی ضرورت نہوگی اور ظاہر ہے کہ کسب معاش کی حاجت صرف مردوں کو ہوتی ہے اور عورتیں اول اسوجہ سے کہ اُن کا نان ونفقہ مردوں کے ذمہ ہے دوسرے اس وجہ سے کہ اسلام میں پردہ کی تاکید ہے اور وہ ابواب خاصہ معاش کے جو خاص علوم پر موقوف ہیں پردہ کے ساتھ حاصل نہیں کئے جاسکتے اس لئے عورتوں کیلئے یہ تعلیم بالکل فضول اور اُن کے وقت کی اضاعت ہوگی بلکہ فضول سے متجاوز ہوکر ہر طرح مضر ہوگی جیسا کہ عنقریب اُن مضار کا بیان بھی آویگا۔ بہرحال یہ علوم جن کا لقب تعلیم جدید ہے عورتوں کیلئے ہرگز زیبا نہیں۔ البتہ فنون دنیا میں سے بقدر ضرورت لکھنا اور حساب اور کسی قسم کی دستکاری کہ اگر کسی وقت کوئی سرپرست نرہے تو عفت کے ساتھ چار پیسے کما سکے یہ مناسب ہے۔ رہا قصہ شائستگی کا تو جس کا دل چاہے تجربہ کرکے دیکھ لے کہ علم دین کی برابر دنیا بھر میں کوئی دستور العمل

اور کوئی تعلیم شائستگی اور تہذیب نہیں سکھلاتا چنانچہ ایک وہ شخص لیجئے جس پر علم دین نے پورا اثر کیا ہے اور ایک وہ شخص لیجیے جس پر تہذیب جدید نے پورا اثر کیا ہے پھر دونوں کے اخلاق اور معاشرت و معاملہ کا موازنہ کیجئے تو آسمان و زمین کا تفاوت پایئے گا البتہ اگر تصنع و تکلف کا نام کسی نے تہذیب رکھ لیا ہو تو اُس کی یہی غلطی ہو گی کہ ایک مفہوم کا مصداق اُس نے غلط ٹہرالیا اور اگر کسی کے ذہن میں اس وقت کوئی دیندار ایسا آیا ہو جس میں تہذیب حقیقی کی کمی ہو سو اُس کی وجہ یہ ہو گی کہ اُس نے علوم دینیہ کا پورا اثر نہیں لیا یعنی دین کے اجزاء متعدد ہیں عقائد و اعمال و معاملات و معاشرت و اخلاق باطنہ۔ بعضے لوگ صرف نماز و روزہ کے احکام کے جاننے کو علم دین اور ان احکام کی پابندی کرنے والے کو دیندار لقب دیدیتے ہیں سو خود یہی غلط ہے سب اجزاء مذکورہ کے احکام ضروریہ کا اچھی طرح جاننا علم دین اور سب کی پابندی دینداری ہے سو جسکو دیندار لقب دیکر قلیل التہذیب قرار دیا گیا ہے وہ واقع میں سب اجزاء دین کا مستوعب نہیں اور کلام اس میں ہے جس نے سب اجزاء کا اثر لیا ہو بس وہ شبہ رفع ہو گیا بندہ نے اس قسم کے شبہات کے جواب کیلئے رسالہ حقوق العلم لکھا ہے (جو قابل ملاحظہ ہے) غرض تہذیب علم دین کی برابر کسی علم سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہی علم دین تو تھا جس نے سلف میں اپنے اثر سے وہ اخلاق و شائستگی پیدا کی کہ خود یورپ کو بھی اُس کا اعتراف بلکہ اُس سے اعتراف بھی ہے مگر ہم اپنے گھر کی دولت سے بے خبر ہو کر دوسروں سے اُس کی دریوزہ گری کر رہے ہیں وللہ در العارف الرومی حیث قال ع۵

یک سبد پُر نان ترا بر فرق سر　　تو ھمی جوئی لب نان دربدر
تا بزانوئے میان قعر آب　　وز عطش و ز جوع گشتستی خراب

بعضے آدمی اپنی لڑکیوں کو آزاد و بے باک عورتوں سے تعلیم دلاتے ہیں یہ تجربہ ہے کہ ہم صحبت کے اخلاق و جذبات کا آدمی میں ضرور اثر آتا ہے۔ خاص کر جب وہ شخص

ع۵ یہ ٹکڑے ہو ہو کر رسالہ ضیاء الاسلام مراداباد میں چھپا ہے ۱۲ منہ

ہم صحبت ایسا ہو کہ متبوع اور معظم بھی ہو اور ظاہر ہے کہ استاد سے زیادہ ان خصوصیات کا کون جامع ہو گا تو اس صورت میں وہ آزادی دبے باکی ان لڑکیوں میں بھی آویگی اور میری رائے میں سب سے بڑھکر جو عورت کا حیا اور انقباض طبعی ہے اور یہی مفتاح ہے تمام خیر کی جب یہ نہ رہا تو اس سے پھر نہ کوئی خیر متوقع ہے نہ کوئی شر مستبعد ہے ہر چند کہ اذا فاتك الحياء فافعل ماشئت حکم عام ہے لیکن میرے نزدیک ماشئت کا عموم نساء کیلئے بہ نسبت رجال کے زیادہ ہے اس لئے کہ مردوں میں پھر بھی عقل کسی قدر مانع ہے اور عورتوں میں اس کی بھی کمی ہوتی ہے اس لئے کوئی مانع ہی نہ رہیگا اسیطرح اگر اُستانی ایسی نہ ہو لیکن ہم سبق اور ہم مکتب لڑکیاں ایسی ہوں تب بھی اسی کے قریب مضرتیں واقع ہونگی۔ اس تقریر سے دو جزئیوں کا حال بھی معلوم ہو گیا ہو گا جنکا اس وقت بے تکلف شیوع ہے ایک لڑکیوں کا عام زنانہ اسکول بنانا اور مدارس عامہ کی طرح اُس میں مختلف اقوام اور مختلف طبقات اور مختلف خیالات لڑکیوں کا روزانہ جمع ہوتا گو معلمہ مسلمان ہی ہو اور یہ آنا ڈولیوں ہی میں ہو اور گو یہاں آکر بھی پردہ ہی کے مکانیں رہنا ہو لیکن تاہم واقعات نے دکھلا دیا ہے اور تجربہ کرا دیا ہے کہ یہاں ایسے اسباب جمع ہو جاتے میں جن کا اُن کے اخلاق پر بُرا اثر پڑتا ہے اور یہ صحبت اکثر عفت سوز ثابت ہوئی ہے اور اگر استانی بھی کوئی آزاد یا مکار ملگئی تو کریلہ اور نیم چڑھا کی مثال صادق آجاتی ہے اور دوسری جزئی یہ کہ اگر کہیں مشن کی میم سے بھی روزانہ یا ہفتہ وار نگرانی تعلیم یا صنعت سکھلانیکے بہانہ سے اختلاط ہونے لگے تب تو نہ آبرو کی خیر ہے اور نہ ایمان کی مگر افسوس صد افسوس ہے کہ بعضے لوگ ان آفات کو مایۂ افتخار سمجھکر خود اپنے گھروں میں بُلاتے ہیں میرے نزدیک تو ان آفات مجسمہ سے بچّی تو بچی اور تابع ہو کر تو کیا ذکر کسی بڑی بڈھی مسلمان عورت کا متبوع ہو کر بھی عمر بھر میں ایک بار ہم کلام ہونا بھی خطرناک ہے جن مفاسد کے ذکر کا اوپر وعدہ تھا اُن میں سے بعض یہی ہیں اور بعض کا ذکر اوپر دوسرے طبقہ کے منشائے خیال کے ضمن میں ہو چکا ہے۔ اسلم طریق لڑکیوں کے لئے یہی ہے جو زمانہ دراز سے چلا آتا ہے کہ دو دو چار چار لڑکیاں اپنے اپنے تعلقات کے مواقع میں آویں اور پڑھیں اور حتی الامکان

اگر ایسی اُستانی ملجاوے جو تنخواہ نہ لے تو تجربہ سے یہ تعلیم زیادہ بابرکت اور بااثر ثابت ہوئی ہے اور بدرجہ مجبوری اس کا بھی مضائقہ نہیں اور جہاں کوئی ایسی اُستانی نہ ملے اپنے گھر کے مرد پڑھا دیا کریں۔ پڑھانے کا تو یہ طرز ہو اور نصاب تعلیم یہ ہو کہ اول قرآن مجید حتی الامکان صحیح پڑھایا جاوے پھر کتب دینیہ سہل زبان کی جن میں تمام اجزاء دین کی مکمل تعلیم ہو (میرے نزدیک اس وقت بہشتی زیور کے دسوں حصے ضرورت کیلئے کافی ہیں) اور اگر گھر کا مرد تعلیم دے تو جو مسائل شرمناک ہوں اُن کو چھوڑ دے اور اپنی بی بی کے ذریعہ سے سمجھوادے اور اگر یہ انتظام بھی نہو سکے تو اُن پر نشان کر دے تاکہ اُن کو یہ مقامات محفوظ رہیں پھر وہ سیانی ہو کر خود سمجھ لینگی یا اگر عالم شوہر میسر ہوا اُس سے پوچھ لینگی یا شوہر کے ذریعہ سے کسی عالم سے تحقیق کرا لینگی (چنانچہ بندہ نے بہشتی زیور کے دستور العمل میں جو ٹائٹل پر مطبوع ہوا ہے اس کا خلاصہ لکھدیا ہے مگر بعضے لوگ اُس کو دیکھتے نہیں اور اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ اگر کوئی مرد پڑھانے لگے تو ایسے مسائل کس طرح پڑھادے اسلئے ان کا لکھنا ہی کتاب میں مناسب نہ تھا کیسی کچی سمجھ ہے) بہشتی زیور کے اخیر میں مفید رسالوں کا نام بھی لکھدیا گیا ہے جن کا پڑھنا اور مطالعہ عورتوں کو مفید ہے اگر سب نہ پڑھیں ضروری مقدار پڑھکر باقیوں کو مطالعہ میں ہمیشہ رکھیں اور تعلیم کے ساتھ اُن کے عمل کی بھی نگرانی رکھیں اور اس کا بھی انتظام کریں کہ اُن کو تدریس کا شوق ہو تاکہ عمر بھر علمی شغل رہے تو اس سے علم و عمل کی تجدید و تحریض ہوتی رہتی ہے اور اسکی بھی ترغیب دین کہ مطالعہ کتب مفیدہ سے کبھی غافل نہ رہیں اور ضروری نصاب کے بعد اگر طبیعت میں قابلیت دیکھیں عربی کی طرف متوجہ کریں تاکہ قرآن و حدیث وفقہ اصلی زبان میں سمجھنے کے قابل ہو جاویں اور قرآن کا خالی ترجمہ جو بعض لڑکیاں پڑھتی ہیں میرے خیال میں سمجھنے میں زیادہ غلطی کرتی ہیں اس لئے اکثر کیلئے مناسب نہیں یہ تو سب پڑھنے کے متعلق بحث تھی رہا لکھنا تو اگر قرائن سے طبیعت میں بیباکی معلوم نہو تو کچھ مضائقہ نہیں ضروریات خانگی کے لئے اس کی بھی حاجت ہو جاتی ہے اور اگر اندیشہ خرابی کا ہو تو مفاسد سے بچنا جلب مصالح غیر واجبہ سے اہم ہے ایسی حالت میں لکھنا نہ سکھلاویں اور نہ خود لکھنے دیں

اور یہی فیصلہ ہے عقلاء کے اس اختلاف کا کہ لکھنا عورت کیلئے کیسا ہے۔ اب مضمون کو ختم کرتا ہوں اور غالباً اس مضمون کو بعنوان تسہیل اعادہ کی حاجت نہوگی۔

کتبہ اشرف علی تھانوی

سلخ شوال ۱۳۳۱ ہجری

تقریظ

یہ کتابیں دفتر القاسم میں بغرض تقریظ موصول ہوئی ہیں۔ بر عایت وقت اختصار سے ان کتابوں کے متعلق صرف اسقدر لکھا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کے دلائل کا واضح طور پر ابطال کیا گیا ہے اُنکے داؤگھات کی حقیقت کو اچھی طرح کھولدیا ہے اُنکے زعم میں جو دلائل قاطعہ ہیں اُنکو مکڑی کا جالا کر دکھایا ہے۔ بیشک مسلمانوں کو ایسی کتابوں کی ضرورت ہے کتب کے اسماء بشرح قیمت ذیل میں درج ہیں:-

مسیح کاذب ۲ ۔ حق طلب کی سچی فریاد ۱ ۔ حق نما ۱ ۔ تائید ربانی بجواب ہزیمت قادیانی ۳

ملنے کا پتہ :-

حاجی لیاقت حسین صاحب مونگیر محلہ مخصوص پور

تصحیح غلطی

القاسم ماہ گذشتہ میں بجائے مولوی ابوالحسن صاحب حاجی لیاقت حسین صاحب پڑھا جائے۔

وانصاف کی اصلی تصویر ہے، لیکن قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں اسقدر اپنی رائے بھی شامل کردی کہ حضرت ابو عبیدہ نے تالیف قلوب کیلئے ایسا کیا تھا۔"

حضرت امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں حضرت ابو عبیدہ کی صلح کے اُس قصہ کو نقل کرکے جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوا تھا، شرائط صلح وغیرہ نقل کرنیکے بعد، جنمیں مسلمانوں کی محلے میں صلیب نہ نکالنا عید میں جھنڈے نہ نکالنا، اور پھر صلح مکمل ہو جانیکے بعد اُن کا عید کے دن صلیب نکالنے کی اجازت طلب کرنا، حضرت ابو عبیدہ کا اجازت دیدینا وغیرہ وغیرہ امور مذکور ہیں، لکھتے ہیں :-

وتتابعت الاخبار علی ابی عبیدۃ فاشتد ذلک علیہ وعلی المسلمین فکتب ابو عبیدۃ الی کل وال ممن خلفہ فی المدن التی صالح اھلھا یامرھم ان یردوا علیھم ما جبی منھم من الجزیۃ والخراج وکتب الیھم ان یقولوا انما رددنا علیکم اموالکم لانہ قد بلغنا ما جمع لنا من الجموع وانکم قد اشترطتم علینا ان نمنعکم وانا لا نقدر علی ذلک وقد رددنا علیکم ما اخذنا منکم ونحن لکم علی الشرط وما کتبنا بیننا وبینکم ان نصرنا اللہ علیھم

پے درپے یہ خبریں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہونچیں اُن کو اور دیگر مسلمانوں کو یہ بات نہایت گراں گذری، حضرت ابو عبیدہ نے اپنے حکام کے نام جو اُن شہروں میں حاکم تھے جنمیں رعایا سے صلح کر لیگئی تھی یہ فرمان لکھ بھیجا کہ جو جزیہ اور خراج اُن سے وصول کیا گیا ہے لیکر واپس کردیا جائے کہ چونکہ ہمپر اس وقت شکروں کی چڑھائی ہے اور تمنے ہم سے شرط کرلی ہے کہ ہم تمھاری حفاظت کریں اس وقت ہم چونکہ حفاظت پر قادر نہیں ہیں لہذا وصول کیا ہوا جزیہ اور جسطرح واپس کرتے ہیں اگر ہمکو خدا نے فتح دی تو ہمارا اور تمہارا معاملہ پہلی شرط کیموافق قایم ہے۔

حضرت ابو عبیدہ کے فرمان سے ظاہر ہے کہ وہ جزیہ اور خراج کو واپس اسلئے کر رہے ہیں کہ صلح کی شرائط میں اُن کی حفاظت کو بھی داخل کر لیا گیا چنانچہ انکم قد اشترطتم اس مضمون کو کھلے لفظوں میں ادا کر رہا ہے۔ اگر جزیہ صرف حفاظت کے بدلے کا نام ہوتا، تو حضرت ابو عبیدہ شرط صلح یاد دلا کر نہ واپس کرتے، علاوہ ازیں شرط صلح کو اگر ملحوظ نہ رکھو، تو پھر خراج کے واپس کرنیکی کوئی وجہ نہیں، وہ تو حفاظت کا بدلہ نہیں ہے۔ اور سب سے بڑھکر قابل غور یہ بات ہے کہ جزیہ اور خراج لینے کے بعد جتنے دنوں تک اُنکی حفاظت کیجا چکی اُس کا حصہ حضرت ابو عبیدہ نے کیوں نہ رکھ لیا سب کا سب کیوں واپس کردیا گیا۔

حضرت امام ابو یوسف نے اِنہی باتوں کو اور نیز اسکو کہ جب شرائط صلح ہو جانیکے بعد ذمیوں نے عید میں صلیب نکالنے کی اجازت مانگی تو حضرت ابو عبیدہ نے باوجودیکہ شرائط صلح میں اُسکا نہ نکالنا داخل تھا، اجازت دیدی، دیکھکر ان سب کی حقیقی علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وانّما کان ابو عبیدۃ یجیبھم الی الصلح علی ھذہ الشرائط ویعطیھم ما سألوا یرید بذلک تالفھم ولیسمع من غیرھم من اھل المدن التی لم یطلب اھلھا الصلح لیتسارعوا الی الصلح۔ کتاب الخراج صفحہ

(حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شرائط پر صلح کی اور جو اُنھوں نے مانگا دیا اسکی وجہ تالیف قلب ہے اور یہ کہ دوسرے کفار اسکو سُنکر جلد صلح پر آمادہ ہو جاویں۔)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابو یوسف نے تالیف قلوب کو صرف جزیہ واپس کرنیکی وجہ نہیں بتایا۔ بلکہ وہ عدم حفاظت کی صورت میں جزیہ و خراج کی واپسی کو شرائط صلح میں داخل کرلینا؟ ذمی جس بات کا سوال کریں، قبول کرلینا، وغیرہ کو تالیف قلوب قرار دیتے ہیں چنانچہ اُن کے قول یجیبھم علی ھٰذہ الشرائط ویعطیھم ما سألوا یرید بذلک تالفھم سے صاف یہ ظاہر ہے، مگر ہمارے علامہ خواہ مخواہ قاضی ابو یوسف کے سر تھوپ رہے ہیں کہ وہ جزیہ واپس کرنیکی علت کے ساتھ اپنی رائے کا اضافہ کر رہے ہیں۔

کہ جزیہ واپس کرنیکی امام ابو یوسف کے نزدیک بھی یہی وجہ ہے کہ ذمیوں نے حفاظت کو شرائط صلح میں داخل کرالیا تھا جب حفظ کے ذمہ دار نہیں رہے تو صلح توڑ دی گئی لہذا جزیہ جو اس صلح ہی کا ثمرہ یا بالفاظ دیگر ان شرائط کے عوض میں تھا واپس دینا ضروری ہوا، نہ صرف اسوجہ سے کہ حفاظت کے ذمہ دار نہ رہے، جیسا کہ میں پہلے وانکم قد اشترطتم علینا (تم لوگوں نے حفاظت کی شرط لگادی ہے) نقل کرچکا ہوں۔

علامہ کی سب سے بڑی اصولی غلطی یہ ہوئی ہے کہ جزیہ کی علت صرف حفاظت قرار دے رکھا ہے، اور اسی بنا پر وہ روایت کے الفاظ کو بدلنے پر مجبور ہوئے۔ بالخصوص حضرت ابو عبیدہ کے ان الفاظ انکم قد اشترطتم علینا ان نمنعکم کو یا تو علامہ بالکل پس انداز کرتے ہوئے یا بالفاظ دیگر

معنوی تحریف کرتے ہوئے یہ لکھ گئے کہ "جزیہ اس غرض سے لیا جاتا ہے کہ کوئی دشمن چڑھ آئے تو تمھاری حفاظت کریں" علامہ مجھے مہربانی فرما کر بتلائیں کہ یہ ابو عبیدہ کے کس لفظ کا ترجمہ یا مطلب ہے اسکے بعد اب میں اس بات کا فیصلہ ناظرین کے انصاف پر چھوڑتا ہوں کہ امام ابو یوسف نے مذہبی تعصب میں آکر اپنی رائے کو روایت میں داخل کر دیا ہے یا علامہ کے کسی اور تعصب نے اُن کے قلم کو بے اختیار بنا کر ایسے غیر واقعی الزامات، اور ایسے ناقابل ذکر اعتراضات لکھوا دیئے ہیں۔

جزیہ کی ایک نہایت مستقل بحث ہے جو اس مختصر اور نہایت مختصر تحریر میں نہیں آسکتی، ہم علامہ سے آخر میں صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ اپنی اس تحریر اور سیرت النعمان کے صفحہ ۱۴۲ کے الفاظ کو دوبارہ دیکھکر، ذرا دیر کے لئے شاہ ولی اللہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ (جنکے متعلق خود علامہ سیرۃ النعمان کے صفحہ ۳۰ میں یوں فرماتے ہیں "علمانے اسلام میں جو لوگ عقل و نقل کے جامع تھے مثلاً امام غزالی، عزالدین بن سلام، شاہ ولی اللہ وغیرہ" کے صفحہ ۱۳۶ و صفحہ ۱۶۰ جلد ثانی مطبوعہ مصر پر ایک نظر ڈال کر خود اپنے انصاف سے فیصلہ پوچھ لیں،

علامہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سیرۃ النعمان صفحہ ۲۴۵ میں علامہ بڑے زور و نیں آکر لکھتے ہیں۔

"بلاشبہ یہ حضرت عمر کے احکام ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ احکام ذمیوں کی تحقیر کی وجہ سے صادر ہوتے تھے سخت غلطی ہے اگرچہ افسوس ہے کہ اس غلطی کا ارتکاب اکثر متاخرین نے کیا" اسلئے ان احکام کو مذہبی پہلوؤں سے علیحدہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"بے شبہ حضرت عمر کا ایک طبعی مذاق تھا کہ وہ قومی امتیاز کو پسند کرتے تھے انھوں نے اہل فوج کو اپنے فرمانوں میں لکھا ہے" کہ "جاڑوں میں دھوپ کھانا نہ چھوڑیں گھوڑوں پر رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہوں۔ موٹے کپڑے استعمال کریں" جس سے مقصد یہ تھا کہ اپنے ملک اور وطن کی خصوصیتوں کو محفوظ رکھیں اسی بنا پر انھوں نے اہل عجم کو جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تاکید کی کہ وہ اپنی قومی خصوصیتوں کو ضائع نہونے دیں اہل عجم زمانہ اسلام سے پہلے زنار باندھتے تھے لمبی ٹوپیاں اوڑھتے تھے اُنکی زین آجکل کی انگریزی زین کے مشابہ ہوتی تھی اُنکی عورتیں اونٹوں پر سوار نہیں ہوتی تھیں چنانچہ اس رسوم و عادات کی نسبت حضرت عمر نے حکم دیا کہ اہل ذمہ اس کی

پابندی کریں"

گو یا علامہ کے نزدیک یہ تمام احکام صرف حضرت فاروق اعظم کے طبعی مذاق کا نتیجہ تھے جسمیں مذہب کو کوئی دخل نہ تھا اور سب کے سب قوم اور وطن کی خصوصیت کو ملحوظ رکھنے کی بنا پر کیئے گئے تھے۔

کیا تمام اہل عجم زنار باندھتے تھے یا سب کے سب لمبی ٹوپیاں پہنتے تھے۔ یا تمام عجمی عورتیں اونٹوں پر نہ سوار ہوتی تھیں۔ علامہ فرمائیں کہ اگر یہی قومیں مسلمان ہوجاتیں تو انہی قومی اور وطنی خصوصیت کا لحاظ فاروق اعظم کے طبعی مذاق کو باقی رہنے دیتا یا نہیں؟ علامہ کتاب الخراج کی اُس روایت کو بھول گئے جسمیں حضرت عمر رضی اللہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ انہ کتب الی عما لہ ان یختمو رقاب اہل الذمۃ۔ دوسری صحیح روایت ختم علی علوج السواد فختم خسمانۃ الف علج اور تیسری صحیح روایت میں امران یختم فی اعناقھم علامہ فرمائیں کہ یہ کس قوم کی خصوصیت فاروق اعظم بیان فرمارہے ہیں سخت تعجب ہے کہ صریح اور صحیح امور میں علامہ اپنی رائے لگاکر کچھ کا کچھ بنادیتے ہیں کسی روایت میں کہیں عجمیت کی تخصیص نہیں کہیں قومی یا وطنی خصوصیت کا پتہ اور نہ کوئی عقل اسکی مساعدت کرتی ہے مگر علامہ خواہ مخواہ اپنی رائے کو داخل کر رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ اپنی رائے کے مقابلہ میں روایات تو روایات صریح قرآنی آیت کا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔ اور مخالفین کے اعتراضات سے مرعوب ہوکر خود اپنا گھر بگاڑنے کیلئے مستعد ہو بیٹھتے ہیں۔

جو مسئلہ جس فن کا ہو اُسکی تحقیق اس فن سے کرنی چاہیئے جو اُسکے لئے موضوع ہے۔ جزیہ جو ایک شرعی حکم ہے، اُسکی تحقیق علامہ فن سیرت سے کرنی چاہتے ہیں۔

جزیہ کی تحقیق اُس فن میں کیجے جس کا موضوع صرف احکام شرعیہ ہوں اس کیلئے اسکی ضرورت ہے کہ فقہ و احکام کی کتابیں دیکھیں اور وہ بھی نہ اس طرح کہ دو ایک متن و جزو دیکھکر حکم لگا دیا جائے بلکہ اُسکی پوری تحقیق مفصل کتابوں سے کرنی چاہیئے۔

اگر علامہ جزیہ کی حقیقت کی طرف توجہ فرماتے تو اس طرح ترجمہ میں صاف عبارت کی تحریف جائز نہ رکھتے۔ علامہ اپنی سیرت النعمان صفحہ ۱۷۳ کو دیکھکر ذرا حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۲۶

کو دیکھ لیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

وثانيهما ما يرجع الى الملة وذلك ان تنويه الاسلام على سائر الاديان لا يتصور الا بان يكون في المسلمين خليفة ينكر على من خرج من الملة وارتكب ما نصت على تحريمه وترك ما نصت على افتراضه اشد الانكار ويذل اهل سائر الاديان ويأخذ منهم الجزية عن يد وهم صاغرون والا كانوا متساوين في المرتبة لا يظهر فيهم رجحان احدى الفريقين على الاخرى ولم يكن كابح لهم يكبحهم عن عدوانهم

دوسری حکمت جزیہ کی وہ ہے جسکا تعلق ملت اور مذہب سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام کی عظمت دوسرے ادیان پر جب ہی متصور ہے کہ مسلمانوں میں کوئی خلیفہ ہو کہ مذہب سے نکلنے والوں اور کبائر محرمات کے ارتکاب کرنے والوں اور فرائض کے ترک کرنیوالوں کی خوب جزیے اور تشدد کرے اور دوسرے دین والوں کو ذلیل سمجھے اور اُن سے جزیہ لے کہ اُن کی ذلت کا پورا اظہار ہوجائے ورنہ سب مرتبہ میں برابر ہوجائیں گے اور ایک فریق کو دوسرے پر ترجیح نہو گی اور کوئی اُن کی عداوت اور سرکشی سے اُن کو روکنے والا نہو گا۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ جزیہ کی غرض یہ ہے، کہ اہل اسلام کو ذمیوں پر ایک اعزازی امتیاز حاصل رہے۔ اس لئے صاغرون فرمایا گیا۔ گو اس کے ضمن میں حفاظت بھی ضروری ہوجائے مگر وہ مقصود نہیں۔ شاہ صاحب حجۃ اللہ میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

الثالثة ان يكونوا من اهل الذمة ويؤدوا الجزية عن يد وهم صاغرون۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ وہ اہل ذمہ سے ہوں ذلیل ہوکر جزیہ ادا کریں

پھر آگے چلکر اس تیسرے امر کی غایت یوں لکھتے ہیں۔

وبالثالثة زوال شوكة الكفار وظهور شوكة المسلمين ولقد بعث

تیسری حکمت سے کفار کی شوکت کا ازالہ اور مسلمانوں کی شوکت کا ظہور مقصود ہے اور بیشک نبی صلی اللہ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم لهذه المصالح۔ | علیہ وسلم ان ہی مصالح کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

اب علامہ تھوڑی دیر کے لئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی، جو اُنکے نزدیک جامع عقل ونقل ہیں اور بڑا پایہ رکھتے ہیں، تحریر کو تعصب سے علیحدہ ہو کر ملاحظ فرمادیں۔ میں انصاف اِنہیں کے ہاتھوں سپرد کرتا ہوں؟۔

(باقی آئندہ) شائق احمد عثمانی۔ بھاگلپوری

جونپور سے منشی عبد المجید صاحب دماغ نے

قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا مولوی سید احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ امروہی القاسم میں طبع ہونیکے لئے بھیجا ہے۔ جو بپاس خاطر مشتاقان موصوف درج ذیل کیا جاتا ہے اور بھی قطعات ہیں جو کبھی کبھی شائع ہوتے رہیں گے۔

آج امروہے میں ہے کیوں اندھیر — اُٹھ گیا کون رشکِ ماہِ مبیں
مجلسِ علم کیوں ہوئی سونی — کیا ہُوا اِس کا آج صدر نشیں
چل بسا ہائے کون جانِ جہاں — کِس کے غم میں زمانہ ہے غمگیں
سید احمد حسن نبیرۂ فقیہ — یادگار اکابر پیشیں
حسنِ باطن میں حسن ظاہر میں — نہیں دیکھا ہے کوئی ایسا حسیں
پیر نے اِن کے خواب میں آکر — سبقِ آخرت کی۔ کی تلقیں
کہہ گئے ہوشیار ہو جاؤ — وقت رحلت کا آگیا ہے قریں
ہیچ دُنیا ہوئی نگاہوں میں — آپ رکھتے تھے چشم باطن بیں
خواب بی بی سے جب بیاں کیا — یہ خبر سُن کے ہوگئیں وہ حزیں
جاکے پھر مدرسہ میں حضرت نے — درس آخر دیا بصد تمکیں
کر چکے جب ادا نماز عشا — بہ خضوع وخشوع وصدق ویقیں
کلمہ پڑھتے ہوئے بشوق تمام — پڑکے بستر پر آنکھیں بند جو کیں
کُھل گیا پھر تو باب رحمت کا — رُوح اقدس تھی۔ اور خلد بریں
رحمت حق نے آکے گھیر لیا — جیسے خاتم کے بیچ میں ہو نگیں
فکر تاریخ کی اگر ہے دماغ — لکھدے تو گل ہوا چراغ دیں

۱۳۳۰ھ

اسلام اور اتفاق

(سلسلہ کے لئے القاسم نمبر ۲ جلد ۴ ملاحظہ ہو)

میرے نزدیک اِن سوالوں اور اِس ہی قسم کے اور سوالوں کا جواب وہی ہے جو میرے مضمون کا موضوع لہ ہے یعنی جماعت ذریعہ ہے اتفاق کا اور اتفاق عقلاً و شرعاً نہایت مہتم بالشان ہے لہذا جماعت کا اہتمام اور تاکید اُس ہی قدر ضروری ہے جیسے کہ اتفاق کی۔ پس جماعت کا ترک کرنیوالا اتفاق کی اور اُسکے ساتھ اخلاق کی (جو جماعت سے مقصود تھے) جڑوں کو کھودتا ہے اور اندیشہ ہے کہ یہ اثر متعدی ہوکر دوسروں تک نہ پہونچے اور اسلامی قومی قلعہ کو متزلزل کردے۔ اگر ایک ڈاکٹر اور ایک مالی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ گلے ہوئے عضو اور سڑی ہوئی شاخوں کو کاٹکر پھینکدے تاکہ باقی حصہ جسم اور درخت کا محفوظ رہے تو حکیم امت بھی مستحق ہے کہ تارک جماعت کو گھر جلائے جانیکا مستحق ٹھہرائے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہمارا جواب دو مقدموں پر مبنی ہے ایک یہ کہ اتفاق شرعاً وعقلاً نہایت مہتم بالشان ہے اس ہی لئے اتفاق کے ذرائع پر شریعت نے بہت زور دیا ہے اور اُسکے خلاف امور پر سخت وعیدین بیان فرمائی ہیں۔ دوسرا یہ کہ جماعت بھی اتفاق کا ذریعہ ہے

اتفاق کا عقلی طور پر مہتم بالشان ہونا تمہید مضمون میں بیان کرچکے ہیں یہاں صرف شرعاً اتفاق کی تاکید مختصراً تحریر کرتے ہیں۔ خداوند تعالی نے اتفاق کو بہت بڑی نعمت قرآن پاک میں قرار دی ہے ارشاد ہوتا ہے اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا دوسری جگہ ارشاد ہے فاعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تدخلوا الجنة حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا اہل علم جانتے ہیں کہ اتفاق کے متعلق بکثرت نصوص شرع میں موجود ہیں۔ زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں البتہ اسکی تفصیل کی ضرورت ہے کہ جن امور سے اتفاق کی جڑ کٹتی تھی اُن کو شرع

نے نہایت سختی سے روکا ہے حسد و کینہ کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ دل جنت میں ہرگز نہ جائیگا
جسمیں رائی کی دانہ کی برابر بھی کینہ ہوگا۔ غیبۃ جو اکثر نا اتفاقی کا ذریعہ ہو جاتی ہے اُسکو
قرآن شریف نے بھائی مسلمان کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے اور ارشاد فرمایا ہے
ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ
کامل وحی کے شارح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا ہے الغیبۃ اشد من الزنا
(غیبت زنا سے زیادہ بری ہے)
نکتہ رس دلوں میں یہ خدشہ گذریگا کہ زنا جیسی قبیح اور فحش گناہ سے غیبت کیوں زیادہ قبیح
ہے اسکی دو وجہ میرے خیال میں آتی ہیں۔ اول یہ کہ زنا حقوق اللہ میں سے ہے اور غیبت
حقوق عباد میں سے۔ زانی خدا کا گناہ کرتاہے اور اسلئے توبہ کرنے سے معاف ہوسکتا ہے
لیکن غیبت کرنیوالا خدا کی نافرمانی کے ساتھ اُس شخص پر بھی ظلم کرتا ہے کہ جسکی غیبت کی ہے
لہذا صرف توبہ سے یہ گناہ معاف نہیں ہوسکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ زنا کا اثر فاعل و مفعول
تک رہتا ہے اور غیبت کا اثر متعدی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ غیبت کرنیوالے اور جسکی غیبت
کی گئی ہے دونوں میں جب جنگ ہوئی ہے تو پھر ان دونوں کے احباب عزیز و اقارب اور
تمام تعلق رکھنے والے بھی اس بلا میں پھنس گئے ہیں۔ فریقین میں سلام و کلام تک ترک ہوگیا ہے
اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے ہیں جس پر احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں
اب اسکو میں کہانتک طول دوں صرف اتنا لکھکر اس صورت کو ختم کردینا چاہتا ہوں
کہ جن حضرات نے تعلیم اسلامی پر غور فرمایا ہوگا وہ یہ جانتے ہونگے کہ صلہ رحمی حسن اخلاق
الفت و محبت حسن اخلاق وغیرہ تمام وہ امور جو اتفاق کے مبادی ہیں شارع نے اُن پر
بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ فرمایا ہے حسد کینہ غیبت قطع رحمی۔ نفاق بد خلقی وغیرہ تمام وہ
امور جو نا اتفاقی کا زینہ ہیں اُن کو شرع نے بیحد سختی سے منع کیا اور سخت سخت وعیدیں فرمائی ہیں۔
بس جب اتفاق کے تمام ذرائع کی یہ حالت تھی تو جماعت جو اتفاق کا بے نظیر ذریعہ اور باہمی
محبت کی روح و رواں ہے اُس کیلئے بھی یہی اہتمام و تشدد ضروری تھا جو شرع نے کیا۔ اور اب
بالکل درست ہیں تمام وہ ثوابات جو جماعت کیلئے بیان ہوئے اور عقل و نقل کے موافق ہیں

وانصاف کی اصلی تصویر ہے، لیکن قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں اسقدر اپنی رائے بھی شامل کردی کہ حضرت ابو عبیدہ نے تالیف قلوب کیلئے ایسا کیا تھا۔"

حضرت امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں حضرت ابو عبیدہ کی صلح کے اُس قصہ کو نقل کر کے جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوا تھا، شرائط صلح وغیرہ نقل کرنیکے بعد، جنمیں مسلمانوں کی محلے میں صلیب نہ نکالنا عید میں جھنڈے نہ نکالنا، اور پھر صلح مکمل ہو جانیکے بعد اُن کا عید کے دن صلیب نکالنے کی اجازت طلب کرنا، حضرت ابو عبیدہ کا اجازت دیدینا وغیرہ وغیرہ امور مذکور ہیں، لکھتے ہیں :-

وتتابعت الاخبار علی ابی عبیدة فاشتد ذلک علیه وعلی المسلمین فكتب ابو عبيدة الى كل والٍ ممن خلفه في المدن التي صالح اهلها يأمرهم ان يردّوا عليهم ما جبى منهم من الجزية والخراج وكتب اليهم ان يقولوا انما رددنا عليكم لانه قد بلغنا ما جمع لنا من الجموع وانكم قد اشترطتم علينا ان نمنعكم وانا لا نقدر على ذلك وقد رددنا عليكم ما اخذنا منكم ونحن لكم على الشرط وما كتبنا بيننا وبينكم ان نصرنا الله عليهم

پے در پے یہ خبریں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں پہونچیں اُن کو اور دیگر مسلمانوں کو یہ بات نہایت گراں گذری، حضرت ابو عبیدہ نے اپنے حکام کے نام جو اُن شہروں میں حاکم تھے جنمیں رعایا سے صلح کر لیگئی تھی یہ فرمان لکھ بھیجا کہ جو جزیہ اور خراج اُن سے وصول کیا گیا ہے اُنکو واپس کر دیا جائے کہ چونکہ ہمپر اس وقت لشکروں کی چڑھائی ہے اور تمنے ہم سے شرط کرلی ہے کہ ہم تمھاری حفاظت کریں اس وقت ہم چونکہ حفاظت پر قادر نہیں ہیں لہذا وصول کیا ہوا جزیہ اور جسطرح واپس کرتے ہیں اگر ہمکو خدا نے فتح دی تو ہمارا اور تمہارا معاملہ پہلی شرط کیموافق قایم ہے۔

حضرت ابو عبیدہ کے فرمان سے ظاہر ہے کہ وہ جزیہ اور خراج کو واپس اسلئے کرا رہے ہیں کہ صلح کی شرائط میں اُن کی حفاظت کو بھی داخل کرلیا گیا چنانچہ انکم قد اشترطتم اس مضمون کو کھلے لفظوں میں ادا کر رہا ہے۔ اگر جزیہ صرف حفاظت کے بدلے کا نام ہوتا، تو حضرت ابو عبیدہ شرط صلح یاد دلا کر نہ واپس کرتے، علاوہ ازیں شرط صلح کو اگر ملحوظ نہ رکھو، تو پھر خراج کے واپس کرنیکی کوئی وجہ نہیں، وہ تو حفاظت کا بدلہ نہیں ہے۔ اور سب سے بڑھکر قابل غور یہ بات ہے کہ جزیہ اور خراج لینے کے بعد جتنے دنوں تک اُنکی حفاظت کیجا چکی اُس کا حصہ حضرت ابو عبیدہ نے کیوں نہ رکھ لیا سب کا سب کیوں واپس کر دیا گیا۔

حضرت امام ابو یوسف نے اِنہی باتوں کو اور نیز اسکو کہ جب شرائط صلح ہو جانیکے بعد ذمیوں نے عید میں صلیب نکالنے کی اجازت مانگی تو حضرت ابو عبیدہ نے باوجودیکہ شرائط صلح میں اُسکا نہ نکالنا داخل تھا، اجازت دیدی، دیکھکر ان سب کی حقیقی علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وانما کان ابو عبیدہ یجیبھم الی الصلح علی ھذہ الشرائط ویعطیھم ما سألوا یرید بذلک تالفھم ولیسمع من غیرھم من اھل المدن التی لم یطلب اھلھا الصلح لیتسادعوا الی الصلح۔
کتاب الخراج صہ ۸۱

(حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شرائط پر صلح کی اور جو اُنھوں نے مانگا دیا اسکی وجہ تالیف قلب ہے اور یہ کہ دوسرے کفار اسکو سُنکر جلد صلح پر امادہ ہو جاویں۔)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابو یوسف نے تالیف قلوب کو صرف جزیہ واپس کرنیکی وجہ نہیں بتایا۔ بلکہ وہ عدم حفاظت کی صورت میں جزیہ وخراج کی واپسی کو شرائط صلح میں داخل کرلینا؟ ذمی جس بات کا سوال کریں، قبول کرلینا، وغیرہ کو تالیف قلوب قرار دیتے ہیں چنانچہ اُن کے قول یجیبھم علی ھذہ الشرائط ویعطیھم ما سالوا یرید بذلک تالفھم سے صاف یہ ظاہر ہے، مگر ہمارے علامہ خواہ مخواہ قاضی ابو یوسف کے سر تھوپ رہے ہیں کہ وہ جزیہ واپس کرنیکی علت کے ساتھ اپنی رائے کا اضافہ کر رہے ہیں۔

کہ جزیہ واپس کرنیکی امام ابو یوسف کے نزدیک بھی یہی وجہ ہے کہ ذمیوں نے حفاظت کو شرائط صلح میں داخل کرالیا تھا جب حفظ کے ذمہ دار نہیں رہے تو صلح توڑ دی گئی لہذا جزیہ جو اس صلح ہی کا ثمرہ یا بالفاظ دیگر اُن شرائط کے عوض میں تھا واپس دینا ضروری ہوا۔ نہ صرف اسوجہ سے کہ حفاظت کے ذمہ دار نہ رہے، جیسا کہ میں پہلے وانکم قد اشترطتم علینا (تم لوگوں نے حفاظت کی شرط لگادی ہے) نقل کرچکا ہوں۔

علامہ کی سب سے بڑی اصولی غلطی یہ ہوئی ہے کہ جزیہ کی علت صرف حفاظت قرار دے رکھا ہے، اور اسی بنا پر وہ روایت کے الفاظ کو بدلنے پر مجبور ہوئے۔ بالخصوص حضرت ابو عبیدہ کے ان الفاظ انکم قد اشترطتم علینا ان نمنعکم کو یا تو علامہ بالکل پس انداز کرتے ہوئے یا بالفاظ دیگر

معنوی تحریف کرتے ہوئے یہ لکھ گئے کہ "جزیہ اس غرض سے لیا جاتا ہے کہ کوئی دشمن چڑھ آئے تو تمہاری حفاظت کریں" علامہ مجھے مہربانی فرما کر بتلائیں کہ یہ ابو عبیدہ کے کس لفظ کا ترجمہ یا مطلب ہے اسکے بعد اب میں اس بات کا فیصلہ ناظرین کے انصاف پر چھوڑتا ہوں کہ امام ابو یوسف نے مذہبی تعصب میں آکر اپنی رائے کو روایت میں داخل کر دیا ہے یا علامہ کے کسی اور تعصب نے اُن کے قلم کو بے اختیار بنا کر ایسے غیر واقعی الزامات، اور ایسے ناقابل ذکر اعتراضات لکھوا دیئے ہیں۔

جزیہ کی ایک نہایت مستقل بحث ہے جو اس مختصر اور نہایت مختصر تحریر میں نہیں آسکتی، ہم علامہ سے آخر میں صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ اپنی اس تحریر اور سیرت النعمان کے صفحہ ۲۴۱ کے الفاظ کو دوبارہ دیکھکر، ذرا دیر کے لئے شاہ ولی اللہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ جنکے متعلق خود علامہ سیرۃ النعمان کے صفحہ ۱۷۳ میں یوں فرماتے ہیں "علمائے اسلام میں جو لوگ عقل و نقل کے جامع تھے مثلاً امام غزالی، عزالدین بن سلام، شاہ ولی اللہ وغیرہ" کے صفحہ ۱۳۶ و صفحہ ۱۶۱ جلد ثانی مطبوعہ مصر پر ایک نظر ڈال کر خود اپنے انصاف سے فیصلہ پوچھ لیں،

علامہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سیرۃ النعمان صفحہ ۲۴۵ میں علامہ بڑے زور دمیں آکر لکھتے ہیں۔

"بلاشبہ یہ حضرت عمر کے احکام ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ احکام ذمیوں کی تحقیر کی وجہ سے صادر ہوتے تھے سخت غلطی ہے اگرچہ افسوس ہے کہ اس غلطی کا ارتکاب اکثر متاخرین نے کیا"، اسلئے ان احکام کو مذہبی پہلوؤں سے علیحدہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"بے شبہ حضرت عمر کا ایک طبعی مذاق تھا کہ وہ قومی امتیاز کو پسند کرتے تھے انھوں نے اہل فوج کو اپنے فرمانوں میں لکھا ہے، کہ "جاڑوں میں دھوپ کھانا چھوڑیں گھوڑوں پر رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہوں۔ موٹے کپڑے استعمال کریں" جس سے مقصد یہ تھا کہ اپنے ملک اور وطن کی خصوصیتوں کو محفوظ رکھیں اسی بنا پر انھوں نے اہل عجم کو جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تاکید کی کہ وہ اپنی قومی خصوصیتوں کو ضائع نہونے دیں اہل عجم زمانہ اسلام سے پہلے زنار باندھتے تھے لمبی ٹوپیاں اوڑھتے تھے انکی زین آجکل کی انگریزی زین کے مشابہ ہوتی تھی انکی عورتیں اونٹوں پر سوار نہیں ہوتی تھیں چنانچہ اس رسوم وعادات کی نسبت حضرت عمر نے حکم دیا کہ اہل ذمہ اس کی

پابندی کریں"

گویا علامہ کے نزدیک یہ تمام احکام صرف حضرت فاروق اعظم کے طبعی مذاق کا نتیجہ تھے جسمیں مذہب کو کوئی دخل نہ تھا اور سب کے سب قوم اور وطن کی خصوصیت کو ملحوظ رکھنے کی بنا پر کئے گئے تھے۔

کیا تمام اہل عجم زنار باندھتے تھے یا سب کے سب لمبی ٹوپیاں پہنتے تھے۔ یا تمام عجمی عورتیں اونٹوں پر نہ سوار ہوتی تھیں۔ علامہ فرمائیں کہ اگر یہی قومیں مسلمان ہو جائیں تو انہی قومی اور وطنی خصوصیّت کا لحاظ فاروق اعظم کے طبعی مذاق کو باقی رہنے دیتا یا نہیں؟ علامہ کتاب الخراج کی اُس روایت کو بھول گئے جسمیں حضرت عمر رضی اللہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ انہ کتب الی عماله ان یختموا رقاب اهل الذمة۔ دوسری صحیح روایت ختم علی علوج السواد فختم خمسمائة الف علج اور تیسری صحیح روایت و امران یختم فی اعناقهم علامہ فرمائیں کہ یہ کس قوم کی خصوصیت فاروق اعظم بیان فرما رہے ہیں سخت تعجب ہے کہ صریح اور صحیح امور میں علامہ اپنی رائے لگا کر کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں کسی روایت میں کہیں عجمیّت کی تخصیص نہیں کہیں قومی یا وطنی خصوصیت کا پتہ اور نہ کوئی عقل اسکی مساعدت کرتی ہے مگر علامہ خواہ مخواہ اپنی رائے کو داخل کر رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ اپنی رائے کے مقابلہ میں روایات تو روایات صریح قرآنی آیت کا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔ اور مخالفین کے اعتراضات سے مرعوب ہو کر خود اپنا گھر بگاڑنے کیلئے مستعد ہو بیٹھتے ہیں۔

جو مسئلہ جس فن کا ہو اُسکی تحقیق اس فن سے کرنی چاہیئے جو اُسکے لئے موضوع ہے۔ جزیہ جو ایک شرعی حکم ہے، اُسکی تحقیق علامہ فن سیرت سے کرنی چاہتے ہیں۔

جزیہ کی تحقیق اُس فن میں کیجے جس کا موضوع صرف احکام شرعیہ ہوں اس کیلئے اسکی ضرورت ہے کہ فقہ و احکام کی کتابیں دیکھیں اور وہ بھی نہ اس طرح کہ دو ایک متن موجز کو دیکھکر حکم لگا دیا جائے بلکہ اُسکی پوری تحقیق مفصّل کتابوں سے کرنی چاہیئے۔

اگر علامہ جزیہ کی حقیقت کی طرف توجہ فرماتے تو اس طرح ترجمہ میں صاف عبارت کی تحریف جائز نہ رکھتے۔ علامہ اپنی سیرت النعمان صفحہ ۱۷۳ کو دیکھکر ذرا حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۳۶

کو دیکھ لیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

وثانیہما ما یرجع الی الملة وذلک ان تنویه الاسلام علی سائر الادیان لا یتصور الا بان یکون فی المسلمین خلیفة ینکر علی من خرج من الملة وارتکب ما نصت علی تحریمه وترک ما نصت علی افتراضه اشد الانکار ویذل اهل سائر الادیان ویاخذ منهم الجزیة عن ید وهم صاغرون والا کانوا متساو فی المرتبه لا یظهر فیهم رجحان احدی الفریقین علی الاخری ولم یکن کابح لهم یکبحهم عن عدوانهم	دوسری حکمت جزیہ کی وہ ہے جسکا تعلق ملت اور مذہب سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام کی عظمت دوسرے ادیان پر جب ہی متصور ہے کہ مسلمانوں میں کوئی خلیفہ ہو کہ مذہب سے نکلنے والوں اور کبائر محرمات کے ارتکاب کرنے والوں اور فرائض کے ترک کرنیوالوں کی خوب جزیے اور تنبیہ کرے اور دوسرے دین والوں کو ذلیل سمجھے اور اُن سے جزیہ لے کہ اُن کی ذلت کا پورا اظہار ہو جائے ورنہ سب مرتبہ میں برابر ہو جائیں گے اور ایک فریق کو دوسرے پر ترجیح نہ ہو گی اور کوئی اُن کی عداوت اور سرکشی سے اُن کو روکنے والا نہ ہو گا۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ جزیہ کی غرض یہ ہے، کہ اہل اسلام کو ذمیوں پر ایک اعزازی امتیاز حاصل رہے۔ اس لئے صاغرون فرمایا گیا۔ گو اس کے ضمن میں حفاظت بھی ضروری ہو جائے مگر وہ مقصود نہیں۔ شاہ صاحب حجۃ اللہ میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

الثالثة ان یکونوا من اهل الذمة ویودوا الجزیة عن ید وهم صاغرون۔	تیسری خصلت یہ ہے کہ وہ اہل ذمہ سے ہوں ذلیل ہو کر جزیہ ادا کریں

پھر آگے چلکر اس تیسرے امر کی غایت یوں لکھتے ہیں۔

وبالثالثة زوال شوکة الکفار و ظهور شوکة المسلمین ولقد بعث	تیسری حکمت سے کفار کی شوکت کا ازالہ اور مسلمانوں کی شوکت کا ظہور مقصود ہے اور بیشک نبی صلی اللہ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم لھذہ المصالح۔ | علیہ وسلم ان ہی مصالح کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

اب علامہ تھوڑی دیر کے لئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی، جو اُنکے نزدیک جامع عقل ونقل ہیں اور بڑا پایہ رکھتے ہیں، تحریر کو تعصب سے علٰحدہ ہوکر ملاحظ فرماویں۔ میں انصاف انہیں کے ہاتھوں سپرد کرتا ہوں؟۔

(باقی آئندہ) شائق احمد عثمانی۔ بھاگلپوری

جونپور سے منشی عبدالمجید صاحب دماغ نے

قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا مولوی سید احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ امروہی

القاسم میں طبع ہونیکے لئے بھیجا ہے۔ جو بپاس خاطر مشتاقان موصوف درج ذیل کیا جاتا ہے اور بھی قطعات ہیں جو کبھی کبھی شائع ہوتے رہیں گے۔

آج امروہے میں ہے کیوں اندھیر — اٹھ گیا کون رشک ماہ مبیں
مجلس علم کیوں ہوئی سونی — کیا ہوا اس کا آج صدر نشیں
چل بسا ہائے کون جان جہاں — کس کے غم میں زمانہ ہے غمگیں
سید احمد حسن نبیہ فقیہ — یادگار اکابر پیشیں
حسن باطن میں حسن ظاہر میں — نہیں دیکھا ہے کوئی ایسا حسیں
پیر نے ان کے خواب میں آکر — سبق آخرت کی۔ کی تلقیں
کہہ گئے ہوشیار ہو جاؤ — وقت رحلت کا آگیا ہے قریں
ہیچ دُنیا ہوئی نگاہوں میں — آپ رکھتے تھے چشم باطن بیں
خواب بی بی سے جب بیاں کیا — یہ خبر سن کے ہوگئیں وہ حزیں
جاکے پھر مدرسہ میں حضرت نے — درس آخر دیا بصد تمکیں
کرچکے جب ادا نماز عشا — بہ خضوع وخشوع وصدق ویقیں
کلمہ پڑھتے ہوئے بشوق تمام — پڑکے بستر پہ آنکھیں بند جو کیں
کھلگیا پھر تو باب رحمت کا — روح اقدس تھی۔ اور خلد بریں
رحمت حق نے آکے گھیر لیا — جیسے خاتم کے بیچ میں ہو نگیں
فکر تاریخ کی اگر ہے دماغ — لکھدے تو گل ہوا چراغ دیں

۳۰ ۱۳ ھ

اسلام اور اتفاق

(سلسلہ کے لئے القاسم نمبر ۲ جلد ۴ ملاحظہ ہو)

میرے نزدیک اِن سوالوں اور اس ہی قسم کے اور سوالوں کا جواب وہی ہے جو میرے مضمون کا موضوع لہ ہے۔ یعنی جماعت ذریعہ ہے اتفاق کا اور اتفاق عقلاً و شرعاً نہایت مہتم بالشان ہے لہذا جماعت کا اہتمام اور تاکید اُس ہی قدر ضروری ہے جیسے کہ اتفاق کی۔ پس جماعت کا ترک کرنیوالا اتفاق کی اور اُسکے ساتھ اخلاق کی (جو جماعت سے مقصود تھے) جڑوں کو کھودتا ہے اور اندیشہ ہے کہ یہ اثر متعدی ہو کر دوسروں تک نہ پہونچے اور اسلامی قومی قلعہ کو متزلزل کردے۔ اگر ایک ڈاکٹر اور ایک مالی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ گلے ہوئے عضو اور سڑی ہوئی شاخوں کو کاٹکر پھینکدے تاکہ باقی حصہ جسم اور درخت کا محفوظ رہے تو حکیم امت بھی مستحق ہے کہ تارک جماعت کو گھر جلائے جانیکا مستحق ٹھہرائے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہمارا جواب دو مقدموں پر مبنی ہے ایک یہ کہ اتفاق شرعاً و عقلاً نہایت مہتم بالشان ہے اس ہی لئے اتفاق کے ذرائع پر شریعت نے بہت زور دیا ہے اور اُسکے خلاف امور پر سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ دوسرا یہ کہ جماعت بھی اتفاق کا ذریعہ ہے اتفاق کا عقلی طور پر مہتم بالشان ہونا تمہید مضمون میں بیان کر چکے ہیں یہاں صرف شرعاً اتفاق کی تاکید مختصراً تحریر کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اتفاق کو بہت بڑی نعمت قرآن پاک میں قرار دی ہے ارشاد ہوتا ہے اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا دوسری جگہ ارشاد ہے فاعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تدخلوا الجنۃ حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا اہل علم جانتے ہیں کہ اتفاق کے متعلق بکثرت نصوص شرع میں موجود ہیں۔ زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں البتہ اسکی تفصیل کی ضرورت ہے کہ جن امور سے اتفاق کی جڑ کٹتی تھی اُن کو شرع

نے نہایت سختی سے روکا ہے حسد وکینہ کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ دل جنت میں ہرگز نہ جائیگا جسمیں رائی کی دانہ کی برابر بھی کینہ ہوگا۔ غیبت جو اکثر نا اتفاقی کا ذریعہ ہو جاتی ہے اُس کو قرآن شریف نے بھائی مسلمان کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے اور ارشاد فرمایا ہے
ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ
کامل وحی کے شارح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے الغیبۃ اشد من الزنا
(غیبت زنا سے زیادہ بری ہے)

نکتہ رس دلوں میں یہ خدشہ گذریگا کہ زنا جیسی قبیح اور فحش گناہ سے غیبت کیوں زیادہ قبیح ہے اسکی دو وجہ میرے خیال میں آتی ہیں۔ اول یہ کہ زنا حقوق اللہ میں سے ہے اور غیبت حقوق عباد میں سے۔ زانی خدا کا گناہ کرتا ہے اور اسلیئے توبہ کرنے سے معاف ہو سکتا ہے لیکن غیبت کرنیوالا خدا کی نافرمانی کے ساتھ اُس شخص پر بھی ظلم کرتا ہے کہ جسکی غیبت کی ہے لہذا صرف توبہ سے یہ گناہ معاف نہیں ہو سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ زنا کا اثر فاعل و مفعول تک رہتا ہے اور غیبت کا اثر متعدی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ غیبت کرنیوالے اور جسکی غیبت کی گئی ہے دونوں میں جب جنگ ہوئی ہے تو پھر ان دونوں کے احباب عزیز و اقارب اور تمام تعلق رکھنے والے بھی اس بلا میں پھنس گئے ہیں۔ فریقین میں سلام وکلام تک ترک ہو گیا ہے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے ہیں جس پر احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں

اب اسکو میں کہانتک طول دوں صرف اتنا لکھکر اس صورت کو ختم کر دینا چاہتا ہوں کہ جن حضرات نے تعلیم اسلامی پر غور فرمایا ہوگا وہ یہ جانتے ہونگے کہ صلہ رحمی حسن اخلاق الفت و محبت حسن اخلاق وغیرہ تمام وہ امور جو اتفاق کے مبادی ہیں شارع نے اُن پر بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ حسد کینہ غیبت قطع رحمی۔ نفاق بد خلقی وغیرہ تمام وہ امور جو نا اتفاقی کا زینہ ہیں اُن کو شرع نے بیحد سختی سے منع کیا اور سخت سخت وعیدیں فرمائی ہیں۔

پس جب اتفاق کے تمام ذرائع کی یہ حالت تھی تو جماعت جو اتفاق کا بے نظیر ذریعہ اور باہمی محبت کی روح درواں ہے اُس کیلیئے بھی یہی اہتمام و تشدد ضروری تھا جو شرع نے کیا۔ اور اب بالکل درست ہیں تمام وہ ثوابات جو جماعت کیلیئے بیان ہوئے اور عقل و نقل کے موافق ہیں

تمام وہ وعیدیں جو تارک جماعت کے لئے ارشاد فرمائی گئیں۔

ہمارا جواب دو مقدموں پر موقوف تھا بحمد اللہ کہ ہم پہلے مقدمہ کو اپنی بے بضاعتی کے موافق ثابت کر چکے لیکن یہ ابھی معرض خفا میں ہے کہ جماعت اتفاق کا ذریعہ ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اُسکو بھی بے نقاب کیا جائے۔

جماعت کی حالت پر ایک ظاہری نظر ڈالو تو یہ عقدہ حل ہو جائیگا۔ کیونکہ جماعت نام ہے اِسکا کہ ایک امام کے پیچھے تمام مقتدی نماز پڑہیں۔ اگر امام رکوع کرے تو مقتدی بھی رکوع کریں اگر وہ سجدہ میں جائے تو نمازی بھی سجدہ میں جائیں غرض یہ کہ نماز میں تمام حرکات و سکنات کا مقتدیٰ امام ہے اور باقی تمام نمازی اُسکے تابع ہیں اگر ہفت اقلیم کا فرمانروا بھی ہو اور وہ امام سے کہے کہ تو میری فرمانبرداری کر تو شریعت جواب دیگی کہ یہ وقت تیری اطاعت کا ہے نہ امام کی۔ تیری حیثیت اُس کملی پوش فقیر سے زیادہ اس دربار میں نہیں جو تیری برابر کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے۔

یہ بات کوئی معمولی بات نہیں غور کرنیوالوں کو بہت بڑے نتیجہ پر پہونچا سکتی ہے جس قوم کی اطاعت و فرمانبرداری کی یہ حالت ہو کہ اپنے قیام وقعود حرکات و سکنات تک از روے شرع امام کے سپرد کردے تو بھلا اُس قوم کے اتفاق کا کیا ٹھکانا ہے۔ پھر تماشہ یہ کہ خواہ ہزار ہوں یا دس ہزار۔ لاکھ ہوں یا دس لاکھ۔ کروڑ ہوں یا دس کروڑ کسی کو امام کے خلاف کرنیکی مجال نہیں گویا اطاعت کی ایک رسی ہے جو سب کے گلے میں پڑی ہوئی ہے۔

اب غور کرو کہ باتفاق کا ایک بہت بڑا راز یہی تو ہے کہ اپنے سب کام ایک معتمد علیہ کے سپرد کردئے جائیں اگر وہ چاہے تو آسمان پر بٹھادے اور چاہے تو غار میں پھینکدے۔ یہ قیامت خیز نااتفاقی مسلمانوں میں کیوں ہے اِس ہی لئے تو کہ اُنکا رہنما کوئی ایک شخص نہیں۔

چاہے ہم جماعت کی اس حالت سے کوئی سبق نہ حاصل کریں لیکن غیر مذہب کے اُن لوگوں سے پوچھو جنہوں نے عیدگاہ یا کسی میدان میں مسلمانوں کو خدائے عزوجل کے سامنے سربسجود ہوتے دیکھا ہے۔ اُسوقت اُن کے دل سے سوال کرو اور اُن کی صورت کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ وہ حیرت و [illegible] کا بت ہیں جن کو اسلامی اتفاق کے مہیب منظر نے بے حس و حرکت کر دیا ہے۔

دوسرا [illegible] اتفاق کا برابری و مساوات ہے اور یہ بھی جماعت میں بخوبی موجود ہے عربستان کا

بدوی ہو یا امریکہ کا فلاسفر۔ افریقہ کا وحشی ہو یا یوروپ کا متمدن۔ مسند نشین ہو یا خاک نشین۔ حکومت وسلطنت کا تاجدار ہو یا فقر وفاقہ کا علم بردار جب خدائی دربار میں پہونچگئے تو سب ایک ہیں کوئی کسی میں امتیاز نہیں کیا خوب کسی نے کہا ہے۔

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز ۔۔۔ قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز ۔۔۔ نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ وصاحب و محتاج وغنی ایک ہوئے ۔۔۔ تیری سرکار میں پہونچے تو سب ہی ایک ہوئے

قربان جائیے ختم نبوّت کے تاجدار کے جس نے اس مساوات کا یہانتک اہتمام فرمایا کہ جب ایک صحابی کا سینہ صف سے ذرا نکلا ہوا دیکھا تو ارشاد فرمایا عباد اللہ لتسوون صفوفکم اولیخالفن اللہ وجوهکم (رواہ مسلم) خدا کے بندو صفوں کو برابر کر لیا کرو یا خدا وندتعالےٰ تم میں مخالفت پیدا کر دیگا۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ تم صفوں کو برابر کر لیا کرو یہانتک کہ درمیاں میں کشادگی باقی نہ رہجائے کیونکہ فو اللذی نفسی بیدہ انی لاری الشیطان یدخل من خلل الصف کانہا الحذف (قسم ہے اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں شیطان کو بکری کے بچہ کی طرح صفوں میں گھُستا ہوا دیکھتا ہوں) اگر شیطان کے داخل ہونیکے معنی مجازی ہوں اور استعارہ نا اتفاقی سے ہو (جیسا کہ بعض شراح حدیث نے تصریح کی ہے) تو مطلب صاف ہے لیکن اگر معنی حقیقی بھی مراد لئے جائیں جسکی تائید لفظ کانہا الحذف سے بھی ہوتی ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ صفوں میں خالی جگہ نہ چھوڑو ورنہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح صفوں میں داخل ہو کر تمھارے دل میں وسوسہ ڈالیگا یا آپس میں لڑائی کرادیگا۔ بہرحال ہمارا مطلب دونوں صورتوں میں ثابت ہے ایک اور حدیث میں بالکل صاف ہے کہ استووا ولا تختلفوا فیختلف قلوبکم (رواہ مسلم)

صرف قیاس سے ہی نہیں بلکہ ان احادیث پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کا یہ خاصہ ہے کہ آپس میں ہمدردی ومساواۃ اور اتفاق رہے۔

تیسرا اتفاق کا ذریعہ یہ ہے کہ اختلاط زیادہ ہو اور آپس میں ایک دوسرے کی معاونت کیجائے اگر کسی پر کوئی مصیبت پڑے تو اُسکے دور کرنیکی فکر کیجائے چنانچہ یہ مقصود بھی جماعت سے حاصل

ہوسکتا ہے۔ ایک دن میں نماز پانچ مرتبہ ادا کی جاتی ہے اگر تمام مسلمان نماز پڑہیں اور بالالتزام جماعت کی پابندی کرنے لگیں تو کم از کم ہر محلہ کے آدمی اپنی مسجد میں پانچ مرتبہ آپس میں مل سکتے ہیں۔ اگر کوئی مسجد میں نہ آئے تو اُسکے گھر جائیں اور دریافت کریں کہ آج تمہارے مسجد میں نہ آنیکی کیا وجہ اگر کسی حادثہ یا مصیبت کی وجہ سے وہ نہیں آسکا تو اُسمیں اُسکی مدد کریں اور ساتھ دیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اتفاق نہو اور آپس میں اُلفت کے جذبات نہ پیدا ہوں۔ چنانچہ وہ پاک نفوس جو شریعت اسمان کے ستارے اور ہدایت کے چراغ ہیں اُنکا عمل یہ تھا کہ اگر کسی سے جماعت ترک ہوجاتی تو ساتھ روز تک اسکی تعزیت کیا کرتے تھے (احیاء العلوم) اسکا جہاں یہ فائدہ تھا کہ تارک جماعت کو شرم آتی تھی اور آیندہ وہ ترک جماعت کا مرتکب نہیں ہوتا تھا ایک دوسرا فائدہ یہ بھی تھا کہ تعزیت کرنیوالوں کی طرف سے اُسکے دلمیں جگہ ہوتی تھی اور آپس میں شفقت و محبت بڑہتی تھی جو اتفاق کا سنگ بنیاد ہے۔

شریعت نے صرف اس پر ہی اکتفا نہیں کیا کہ ہر محلہ کے آدمی روزانہ پانچ وقت جمع ہوا کریں بلکہ ہفتہ میں ایک دن جمعہ کا بھی مقرر کیا جہاں تمام شہر کے مسلمان ایک جگہ نماز پڑہیں اور آپس میں ملیں۔ ایک دوسرے کی حالت کو دیکھیں۔ تبادلہ خیالات کریں۔ اگر اپنے بھائیونکی حالت مسرت نما ہو تو خوش ہوں ورنہ خود بھی اُنکے غم میں شریک ہوجائیں۔ اگر شرعی یا قومی ضرورتیں ہوں تو امام خطبہ میں اُنکا ذکر کردے اور سب مسلمان اُسپر عمل کریں۔ کیا عجب ہے کہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے پانچسو رکعت کا ثواب اِس ہی لئے ملتا ہو۔

اسلام نے صرف اس ہی پر کفایت نہیں کی بلکہ سال بھر میں دو نمازیں عیدین کی بھی مقرر کیں جنمیں علاوہ شہر کے اطراف واکناف اور دیہات کے مسلمان بھی اپنے شہری بھائیوں سے مل سکتے ہیں۔ اور اس ہی پر بس نہیں بلکہ ہر سال ایک وہ دن بھی آتا ہے جس میں ہندی و رومی حجازی و عراقی مصری و شامی چینی و جاپانی۔ غرض دنیا کے ہر گوشہ کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں جو عربستان کے تاجدار کا دربار اور نبوت کا مظہر ہے۔ اسکی تفصیل انشاء اللہ ہم حج میں بیان کریں گے۔

اس تفصیل سے یہ ثابت ہوگیا کہ اسلام کے رکن اعظم نماز میں کیسے بے نظیر اتفاق کی تعلیم

مضمر ہے۔ اگر تمام دنیا کے اہل عقل جمع ہوں اور اتفاق کے اصول پر غور کریں تو قیامت تک ایسے قوانین نہ ایجاد کر سکیں گے۔ پھر اے عقل کے پرستار و اور نیوٹن کے نقش پا پر مٹنے والے مسلمانو تم کیوں نماز سے غافل ہو۔ اتفاق پر زوردار تقریریں کیں اور اپنے پُرشکوہ الفاظ سے زمین و آسمان کو ہلا دیا لیکن نا اتفاقی کا بھوت سروں سے نہ اُترا۔ انجمن اتحاد و ترقی قائم کی۔ اُسکے قوانین وضع کئے عرق ریزی سے کمائے ہوئے مال کو پانی کی طرح بہایا مگر حسد و تعصب کا بازار ٹھنڈا نہ ہوا۔ یہ سب کچھ کیا مگر وہ نہ کیا جسکو نبی اُمی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔ اب بھی ہوشیار ہو اور اُس دہلیز پر سر رکھو جس کو تمنے آج تک مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ اُس دربار میں آ کے گرو جو تمھارے لئے نہیں بلکہ تم اُسکے لئے باعث ننگ و عار تھے۔ پھر دیکھو کہ خدائی ہاتھ کس شفقت سے تمھیں اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اُسکی آغوش رحمت اپنے اندر چھپاتی ہے۔

باقی آیندہ

منظہر الدین شیرکوٹی عفی عنہ

القول الصحیح فی مکائد المسیح

ایک نیک اور مفید مشورہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین - اما بعد مسلمان اپنی بقا کے مسئلہ پر غور کرینگے تو بقای مذہب اسلام کی ضرورت کا احساس پورے طور پر ہو جائیگا - ہمین بھی کسی عاقل کو چون وچرا کی گنجایش نہین کہ بقای مذہب تعلیم علوم مذہب پر موقوف ہی - آج تعلیم علوم دینیہ کے کفیل مدارس اسلامیہ ہین اگر یہ نہوتے تو آج ہندوستان مین مذہب اسلام کی جو حالت ہوتی ہوتی دار العلوم دیوبند بھی ایک پنجاہ سالہ درسگاہ ہی جو ایک مقدس جماعت کی قایم کی ہوئی ہی - اسکی تعلیمی خدمات محتاج بیان نہین - اس چشمہ سے علوم اسلامیہ کی آبپاشی کچھ ہندوستان ہی مین نہین ہوئی دوسرے ملکون مین بھی اسکی نہرین اور جدولین بہتی ہین جن سے علم کے تشنہ لب سیراب ہوتے ہین +

مدینہ طیبہ سے مبارک شہر اور مسجد نبوی (علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتسلیم) سے مبارک مسجد مین آپکی دار العلوم کے ایک ہونہار مقبول عالم ربانی کا درس جاری ہونا مسلمانان ہندوستان کیلئے جسقدر مایۂ ناز ہو بجا ہے +

اللہ اکبر جن با اخلاص حضرات کی عطایا سی ایسے طلبہ متمتع ہو کر دینی خدمات کے مسند نشین ہون ہندوستان اور دیگر اقالیم مین تعلیم واشاعت اسلام کی گران قدر خدمات مین مصروف ہون اُن کی قبولیت مین کیا شک ہو سکتا ہے +

مسلمانان ہندوستان کو اپنے ایسے دینی چشمہ کی بقا کا خیال چاہیئے - ہم خدام دار العلوم کا فرض ہے کہ مسلمانون کو اُسکی ضرورتونکا احساس کرائین پھر مسلمان خود اپنے دینی کفیل کی کفالت فرمائینگے - امسال عساکر قسطنطنیہ کے شہدا ویتامی کی امداد کی وجہ سی جو مالی نقصان ہندوستان کے مدارس وانجمنون کو ہوا ہے اُمین سب سے بڑا حصہ دار العلوم دیوبند کا ہے - اسوقت اُسکی متعدد ضرورتون مین سے صرف دو ضرورتون کا ذکر عید الاضحیٰ کی تقریب پر مسلمانون سی کرنا قرین مصلحت ہی - طلبہ کی خوراک و پوشاک اور کتب درسیہ کی قلت - کئی سال سی دار العلوم مین مطبخ قائم کر دیا گیا ہے پکا ہوا کھانا طلبہ کو دیا جاتا ہے - طلبہ کے مصارف سے طمانیت حاصل کرنیکا سہل طریقہ یہ تجویز ہوا ہے کہ ایک طالب علم کا کل خرچ خوراک و پوشاک پانچ روپیہ (ہ) ماہوار ہی اگر پانچسو وظائف مقرر ہو جائین اور ایک شخص یا چند اشخاص یا اہل محلہ یا اہل قریہ ملکر ایک ایک دو دو وظائف کی کفالت فرمائین تو یہ بڑا کام نہایت آسانی سی انجام پذیر ہو سکتا ہی - کتب درسیہ کی باوجودیکہ کافی تعداد دار العلوم مین موجود ہی مگر اب جماعتین اسقدر بڑی ہونے لگی ہین کہ ہر سال ضرورت پیش آتی ہے +

ہزارون مسلمان عید الاضحیٰ کو قربانیان کرتے ہین اور اونکی کھالین صدقہ کر دیتے ہین کیا یہ امر قرین مصلحت اور ازدیاد ثواب کا باعث نہین ہی کہ خیر خواہان دار العلوم دیوبند اس موقع پر دار العلوم کی مذکورہ بالا شدید ضرورتونکا لحاظ کرتے ہوے قربانی کی کھالون کو اس ضروری مصرف مین خرچ کرین - قربانی کا گوشت آپ اور آپکے اعزا کھائین اور قربانی کی کھالون کی قیمت سے (مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم) طلبہ دار العلوم کی دعوت ہو - ع چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار - اور یہ وقتی صدقہ صدقہ جاریہ ہو جائے اور ابد الآباد تک آپکو اسکا ثواب ملتا رہے - قربانی کی کھالون کی قیمت خود تملیک کرکے روانہ فرمائین یا خدام دار العلوم کو اجازت دین کہ بعد تملیک ان دونون ضرورتون مین سے جسمین خرچ کرانا ہو خرچ کر دین اس درخواست کا یہ مطلب ہرگز نہین ہے کہ آپ اپنی مقامی درسگاہون اور مستحقون کی حق تلفی کرین بلکہ اُنکے ساتھ دار العلوم دیوبند کا بھی حصہ اُسکے جثہ کے موافق ضرور مقرر کر دین اور جو حضرات تمام قیمت یہان بھیجنا ضروری سمجھین وہ تمام بھیجدین - اُمید ہے کہ اہل اسلام اس موقع کو غنیمت سمجھکر خود بھی اسطرف توجہ فرمائینگے اور اپنے اپنے حلقہ اثر مین بھی کوشش بلیغ فرماکر اجر عظیم کے مستحق ہونگے یقین ہے کہ یہ درخواست بے اثر نرہیگی اور مفت مین دار العلوم کی امداد ہو جائیگی +

یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ قربانی کی کھالون کی فروخت مین خریدار دن سے دھوکہ نہ کھایئے بلکہ تحقیق کرکے مناسب قیمت پر فروخت کرین والسلام الخ

الداعی الی الخیر

محمد احمد مہتمم دار العلوم دیوبند

قواعد وضوابط رسالہ القاسم

۱- یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے اور کسی ماہ کا رسالہ بتیس ۳۲ صفحے سے کم نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض مرتبہ بضرورت کثرت مضامین اس سے بڑھجاتا ہے۔

۲- یہ رسالہ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر طبع ہوتا ہے اور عام قیمت سالانہ مع محصولڈاک دو روپیہ (عہ) آٹھ آنہ پیشگی لیجاتی ہے۔ ممالک غیر سے صرف اسی قدر زیادہ لیا جائیگا جسقدر وہاں کا محصول بہ نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے۔

۳- جو حضرات بطور اعانت وامداد اس رسالہ کی قیمت سالانہ پانچروپیہ (صہ) یا اس سے زیادہ مرحمت فرمائینگے وہ رسالہ کے معاونین خاص میں شمار ہونگے۔ اور ایسے حضرات کی فہرست القاسم میں شائع ہوتی رہیگی۔

۴- سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے جملہ حضرات کی خدمت میں پہلا پرچہ وی۔ پی بھیجا جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو اضافہ کرکے عہ کا ویلو روانہ ہوگا۔

۵- یہ رسالہ ہرگز کبھی کسی صاحب کی خدمت میں بلاطلب وتحریک ویلو نہیں روانہ کیا جاتا بعض حضرات خود طلب فرماتے ہیں اور بعض حضرات اپنے اعتماد پر دوسروں کی خدمت میں ویلو بھیجنے کی فرمایش کرتے ہیں۔

۶- شعبان ۱۳۳۱ھ مطابق جولائی ۱۹۱۳ء سے اس رسالہ کا چوتھا سال شروع ہوا ہے۔ پہلے تین سالوں کی مکمل جلدیں موجود ہیں۔ قیمت ہر جلد کی عہ مع محصولڈاک ہے۔

۷- نمونہ اور اشتہار میں جن حضرات کے نام نامی شائع کئے گئے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر حضرات اہل علم کے مضامین بھی درج رسالہ کئے جائینگے جو اصول اسلام اور مقاصد رسالہ کے خلاف نہوں

اطلاع احقر اپنے ضعف وغیرہ اور دیگر علمی مشاغل کی وجہ سے رسالہ کے مالی اور انتظامی معاملات سے علیحدہ ہوگیا ہے۔ لہذا جملہ خط کتابت وترسیل زر مولانا **سراج احمد** صاحب یا جناب مولانا **حبیب الرحمن** مدیر رسالہ کے نام ہونی چاہیئے۔

الراقم

بندہ سید **اصغر حسین** عفی عنہ معتمد المدیر رسالہ القاسم دفتر القاسم مدرسہ اسلامیہ **دیوبند** ضلع سہارنپور

(رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ معطی

قیمت سالانہ

معہ محصول ۹

علمی - مذہبی - اخلاقی - ادبی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۴ بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ جلد ۴

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مطبع قاسمی واقع دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کرایا

اور

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

جو

(مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

حضرت مولانا محمود حسن صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

اور

مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند

کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے

خریداران القاسم کی خدمت میں گذارش

اکثر حضرات مراسلت میں اپنا نمبر خریداری تحریر نہیں فرماتے جواب میں اُنکا نمبر دریافت کرنے میں سخت پریشانی ہوتی ہے اُمید کہ جو حضرات دفتر القاسم سے خط وکتابت کریں براہ مہربانی اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں جو القاسم کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور واضح ہو کہ ۵۲۳ نمبر رسالہ منجانب ڈاکخانہ ہے۔

معتمد المدیر القاسم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رطب العرب

جناب مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب سیوہاری مہتمم مدرسہ احمدیہ دینیہ بھوپال کی فصیح و بلیغ نعتیہ مدحیہ وغیرہ قصائد سے اہل علم بذریعہ القاسم شناسا ہو چکے ہیں۔ جو لوگ زبان عرب کے لطائف و نکات۔ حلاوۃ الفاظ بلاغت معانی متانت ترکیب اور وضاحت بیان سے واقف اور اُنکے اصول و قواعد سے مطلع ہیں، جنکو فصیح و غیر فصیح میں تمیز کرنیکا معیار معلوم ہے۔ جو جانتے ہیں کہ متقدمین کے کلام کو متاخرین پر کس وجہ سے فوقیت دیگئی ہے۔ حالانکہ معانی کی دقت اور خیالی بلند پروازیاں متاخرین کے کلام میں زیادہ ہیں۔ وہ سمجھ سکتے ہیں کہ مولوی صاحب موصوف کی زبان میں اصل عربیت کی چاشنی موجود ہے۔

حال میں مولوی صاحب نے ایک قصیدہ نعتیہ القاسم کیلئے ارسال فرمایا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ قصیدہ خواہ بلحاظ عربیت و بلاغت اور خواہ بلحاظ لطافت معانی آپکے جملہ قصائد سابقہ میں ممتاز ہے۔ یہ قصیدہ اس قابل ہے کہ اہل علم و ادب اُسکو یاد کریں اُسکی بندش ترکیب فصاحۃ الفاظ سے زبان عربی مبین حاصل کریں اور پاکیزہ معانی سے روحانی فائدہ اُٹھائیں۔ جو لوگ عربی زبان سمجھنے پر قادر ہیں۔ یا سمجھ سکتے ہیں مگر فصاحت و بلاغت کی داد نہیں دیسکتے ہیں وہ بھی اُسکے الفاظ یا بذریعہ ترجمہ معانی سے حظ صوری اور سرور قلبی حاصل کرینگے۔"

مدیر القاسم

رَمَتْ اِلَیَّ بِسَهْمِ اللَّحْظِ عَيْنَاكِ | اَصَابَ قَلْبِي فَهٰذَا الصَّيْدُ مُضْمَاكِ

اے محبوبہ تمہاری آنکھوں نے اک تیر نگاہ پھینک مارا میرے دل پر آلگا بس یہ شکار تمہارا ہی کشتہ ہے۔

دَمُ الْمُحِبِّيْنَ فِي شَرْعِ الْهَوٰى هَدَرٌ | بُشْرَاكِ قَاتِلَةً بُشْرٰى لِقَتْلَاكِ

شریعت محبت میں اہل محبت کا خون معاف ٹھہرا ہوا ہے اے قاتلہ تمکو بھی خوشخبری ہو اور تمہاری جانبازوں کو بھی خوشخبری ہو

اَلْمَوْتُ اَهْوَنُ مِنْ هَجْرٍ نُكَابِدُهُ | وَالْحَشْرُ اَقْرَبُ مِنْ وَعْدٍ بِلُقْيَاكِ

شدائد ہجر جسکو ہم جھیل رہے ہیں اُس سے تو موت ہی آسان ہے اور تمہارے وعدۂ ملاقات سے یوم حشر بہت قریب ہے

هَلْ تُدْرِكِيْنَ عَلِيلاً شَفَّهُ وَصَبٌ ۔ وَلَا طَبِيبَ لِهٰذَا الدَّاءِ اِلَّاكِ

کیا تم اُس بیمار محبت کے جسکو بیماری نے ناتواں کر دیا ہے خبر لے سکتے ہو اور تمہارے سوا اس بیماری کا کوئی طبیب نہیں ہے

مَشَيْتِ نَحْوِيْ وَكَانَ الطَّرْفُ مُنْتَظِرًا ۔ اَهْلًا وَسَهْلًا عَلَى الْعَيْنَيْنِ مَمْشَاكِ

تم نے میرے پاس قدم رنجہ فرمایا اور آنکھیں تو منتظر ہی تھیں ۔ اچھے اور خوب آئے ہو میرے سر آنکھوں پر آپ کا تشریف لانا

هَلَّا سَأَلْتِ عَنِ الْمُضْنٰى بِهٖ رَمَقٌ ۔ شِفَاهُ فِيْ شَفَتَيْكِ اسْتَنْطِقِيْ فَاكِ

حال بیمار کچھ دریافت کر لیجے ۔ ابھی کچھ جان باقی ہے ۔ اُسکی شفا تمہارے لبوں میں ہی کچھ موہنہ سے بول اُٹھیے

قَدْ فَارَ تَنُّوْرُ قَلْبِيْ وَالدُّمُوْعُ طَغَتْ ۔ جَرَيْتِ يَا عَيْنُ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَاكِ

دل کا تنور جوش میں آگیا اور آنسو بے طور بہنے لگے ۔ اے آنکھ اب تو تو جاری ہوگئی اللہ کے نام پر ہے تیرا جاری ہو جانا

اِنِّيْ اَشِيْمُ وَمِيْضَ الْبَرْقِ فِيْ مَطَرٍ ۔ اَبْكِيْ وَتُبْدِيْنَ بَسْمًا مِنْ ثَنَايَاكِ

میں بارش میں بجلی کی چمک دمک دیکھ رہا ہوں یعنی میں تو آنسو بہا رہا ہوں اور تم تبسم فرما رہے ہو

نَزَلْتِ دَارًا بِقَلْبِيْ وَهْيَ فَارِغَةٌ ۔ عَمَّا سِوَاكِ فَقَدْ طَابَتْ لِسُكْنَاكِ

خانہ دل میں فروکش ہوئے ہو اور وہ غیر سے بالکل خالی ہے اور تمہارے قیام کے لئے بہت اچھا خاصا گھر ہے

قَلْبِيْ كَبَيْتِ مَلِيْكِ الْعَرْشِ مُحْتَرَمٌ ۔ حَاشَاكِ اَنْ تَقْطَعِيْ قَلْبِيْ فَحَاشَاكِ

میرا دل خانہ خدا کی طرح قابل احترام ہے ۔ اُس سے قطع تعلق ہرگز ہرگز نہ فرمانا

مَلَكْتِ اِقْلِيْمَ حُسْنٍ فَارْحَمِيْ وَصِلِيْ ۔ قُلُوْبُ اَهْلِ الْهَوٰى طُرًّا رَعَايَاكِ

ملک حسن و جمال کے تم بادشاہ ہو صلہ رحمی چاہیے ۔ اہل محبت کے قلوب سب تمہاری رعایا ہیں

بِحَاجِبَيْكِ مَحَارِيْبُ لِسُجَّدِهَا ۔ كَمَا بِعَيْنَيْكِ حَانَاتٌ لِسَكْرَاكِ

سر تسلیم خم کرنیوالوں کے لئے تمہاری ابرو محراب ہیں جیسے کہ تمہاری مستان سرشار کے لئے تمہاری آنکھیں قہوہ خانہ میں

لَمْ اَنْسَ ذِكْرَكِ فِيْ ضِيْقٍ وَفِيْ سَعَةٍ ۔ لٰكِنْ بِمَدْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَنْسَاكِ

تمہاری یاد تنگی و فراخی کسی حال میں نہیں بھولا ۔ ہاں مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کیوقت تمکو بھی بھول جاؤنگا

مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ مِنْ بَشَرٍ ۔ سَمَا عُلُوًّا عَلٰى جِنٍّ وَاَمْلَاكِ

جنکا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے سردار ہر دو جہاں بشر میں سے تمام جن اور ملائکہ پر فوقیت لے گئے

حَبِیْبُ رَبِّ الوَرٰی وَالعَرْشُ مَوطِئُہٗ | اَسْرٰی بِہٖ اللّٰہُ لَیْلًا فَوقَ اَفْلَاکٖ

خداوند عالم کے پیارے اور عرش آپ کے زیر قدم اللہ تعالیٰ نے آپکو رات میں بالائے آسمان کی سیر کرائی

دَنَا مِنَ اللّٰہِ فِی مِعْرَاجِہٖ وَرَأٰی | بِالعَیْنِ مَا جَلَّ عَنْ فَہْمٍ وَّاِدْرَاکٖ

معراج میں جناب کو قرب خداوندی حاصل ہوا اور آنکھوں سے جو دیکھا وہ فہم وادراک میں نہیں آسکتا ہے

وَحَازَ غَایَۃَ قُرْبٍ لَا وَرَاءَ لَہَا | قَدْ حَارَ فِی دَرْکِہَا اِدْرَاکُ دَرَّاکٖ

جناب کو غایۃ قرب حاصل ہوا کہ اُس کے بعد کوئی درجہ نہیں ہے اور اس کے ادراک میں عقل حیران ہے

دَعَا اِلٰی مِلَّۃِ التَّوحِیْدِ خَالِصَۃً | وَالنَّاسُ کَانُوْا عَلٰی جَہْلٍ وَّاِشْرَاکٖ

جناب نے سب کو خالص دین توحید کے دعوت دی جس وقت سب آدمی جہل و شرکت میں مبتلا تھے

اَتٰی بِدِیْنٍ بِہٖ الاَدْیَانُ قَدْ نُسِخَتْ | دَانَتْ بِہٖ کُلُّ عُبَّادٍ وَّنُسَّاکٖ

ایسا پاکیزہ دین لائے کہ سب ادیان اُس سے منسوخ ہوگئے اور سب عبادت کرنیوالوں اور خداپرستوں نے یہی دین پسند کیا

شَفَاہُمْ مِنْ سَقَامِ الشِّرْکِ مُجْتَہِدًا | حِزْبُ الشَّیَاطِیْنِ قَدْ ہَمُّوْا بِاِہْلَاکٖ

جناب نے اُن مشرکین کو مرض شرک سے شفا بخشی گروہ شیاطین نے تو ہلاک کرنیکا قصد کرہی لیا تھا۔

وَعَالَجَ الجَاحِدِیْنَ اللُّدَّ اَجْمَعَہُمْ | بِحَدِّ سَیْفٍ لِاَہْلِ الشِّرْکِ بَتَّاکٖ

اور جناب نے منکرین جھگڑالووں کا علاج تلوار آبدار کشندہ کفار سے فرمایا

وَمُشْکِلُ الاَمْرِ بِالتِّبْیَانِ اَوْضَحَہٗ | لَمْ یَبْقَ مَوْضِعُ تَشْکِیْکٍ لِشَکَّاکٖ

مبہم بات کو جناب نے خوش بیانی سے خوب واضح فرمادیا ذرا بھی گنجائش و موقع شک اہل شک کیلئے نہیں رہا

مَحَا حَنَادِسَ کُفْرٍ نُوْرُ جَبْہَتِہٖ | کَطَلْعَۃِ الشَّمْسِ تَمْحُوْ کُلَّ اَحْلَاکٖ

آپکی نور پیشانی نے سیاہی کفر کے بالکل زائل کردے جیسے کہ طلوع آفتاب اندھیری زائل کردیتا ہے

اَکْرِمْ بِذِیْ کَرَمٍ لِلذَّنْبِ مُغْتَفِرٍ | بِالفَقْرِ مُفْتَخِرٍ تَاجٍ لِاَمْلَاکٖ

کیسے کچھ صاحب کرم ہیں گناہ کو معاف فرمادینے والے درویشی پر فخر و ناز کرنیوالے بادشاہوں کے سرتاج

غَلَّابِ مَعْرَکَۃٍ رَغَّابِ آخِرَۃٍ | لِحُسْنِ زَہْرَۃِ ہٰذِیْ الدَّارِ تَرَّاکٖ

معرکوں میں غالب آخرت کی طرف راغب دنیائے ناپائدار کی خوشنمائی سے بالکل بیزار

رَجَاءِ مُسْتَشْفِعٍ عَاصٍ اَخِیْ اَمَلٍ | نَجَاۃِ مُسْتَقْطِعٍ حَیْرَانَ ہَوَّاکٖ

گنہگار امیدوار طالب شفاعت کی امید حیران و رسوا و قریب ہلاک کے لئے نجات

يَرْجُوهُ عَبْدٌ كَثِيرُ الْهَمِّ مُغْتَرِبٌ | إِذَا أُصِيبَ فَلَا رَاثٍ لَا بَاكِ

بندہ غریب الوطن مبتلائے افکار جناب کا امیدوار ہے اُس کا مصیبت میں کوئی غمخوار یا اشکبار نہیں ہے۔

يَشْكُو إِلَى اللهِ مِنْ دَهْرٍ يُثَبِّطُهُ | عَنِ الرَّحِيلِ وَمَاذَا يَصْنَعُ الشَّاكِي

سفر مدینہ سے زمانہ ناساگار نے روک رکھا ہے اسکی شکایت اللہ تعالیٰ سے ہے اور اسکے سوا اہل شکوہ کیا کرسکتا ہے

فِيمَ الْمَقَامُ بِهَذِي الْأَرْضِ وَا أَسَفَا | هَلْ لِي بَلَاغٌ إِلَى الْمَنْزِلِ الزَّاكِي

اس سرزمین کیوں قیام ہے افسوس | کیا میں اُس منزل پاک تک پہونچ سکتا ہوں

أَلَسْتِ يَا نَفْسُ بِالْآجَالِ مُوقِنَةً | كَيْفَ اتَّخَذْتِ دِيَارَ الْهِنْدِ مَأْوَاكِ

اے نفس کیا تجکو اجل مقررہ پر یقین نہیں ہے | تونے ہندوستان میں کیوں اپنا ٹھکانا کیا

مَا كَانَ لِلْعُذْرِ وُسْعٌ لَوْ خَطِيتِ بِهَا | وَكَيْفَ إِذْ خَابَ فِيهَا جُلُّ رَجْوَاكِ

اگر تو ہندوستان میں بہرہ مند بھی ہوتا تب بھی گنجائش عذر نہ تھی چہ جائیکہ تیری ساری امیدیں ناکام رہیں

أَتُمْهَلِينَ إِذَا أَمْ أَنْتِ آمِنَةٌ | مِنْ أَخْذِ مَوْتٍ شَدِيدِ الْبَطْشِ فَتَّاكِ

کیا تجکو مہلت ملجاویگی کیا اس موت سخت گیر بے خبر مار ڈالنے والی سے بیخوف ہے

فَعَجِّلِي السَّيْرَ مِنْ بُوفَالَ وَاتَّخِذِي | جِوَارَ شَافِعِ يَوْمِ الْحَشْرِ مَغْنَاكِ

بھوپال سے چلنے کی تیاری جلدی کردے اور حضور شافع یوم حشر کے پڑوس میں اپنا گھر بنالے

فَيَا لَهُ مِنْ جِوَارٍ آنِسٍ لِشَجٍ | وَمِنْ غَرِيبٍ قُيُودَ الْهَمِّ فَكَّاكِ

کیا اچھا پڑوس ہے غمگین کیلئے باعث تسلی مسافر کی افکار کے بیڑیاں توڑ دینے والا

فَلَا تَمُوتِنَّ إِلَّا فِي مَدِينَتِهِ | وَهَا هُوَ الْفَوْزُ يَا بُشْرَى لِعُقْبَاكِ

جہانتک ہوسکے اے نفس مدینہ منورہ ہی میں مرنا اور یہ تیرے حسن خاتمہ کے لئے خوشخبری ہے۔

ثُمَّ ارْجِعَنَّ إِلَى الْخَلَّاقِ رَاضِيَةً | مَرْضِيَّةً وَجِنَانُ الْخُلْدِ مَثْوَاكِ

پھر اپنے پروردگار کی جناب میں خوش و خرم حاضر ہو جا اور بہشت بریں تیرا مقام ہو

أَهْدِي الصَّلَاةَ دَوَامًا وَالسَّلَامَ إِلَى | مَوْلَى الْأَنَامِ وَمَوْلَانَا وَمَوْلَاكِ

ہدیہ درود و سلام ہمیشہ اپنے مولیٰ اور ہم سب کے مولیٰ اور سارے عالم کے مولیٰ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجتا ہوں

تَمَّتِ الْقَصِيدَةُ النَّبَوِيَّةُ | فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ

۱۳۳۱ھ

عَلَى صَاحِبِهَا أَلْفُ أَلْفِ صَلَوٰةٍ وَالتَّحِيَّةِ

بعض جزئیات انقلاب مع اصلاح

(اصلاح معاملہ باداے حقوق معلم و متعلم و شریک تعلم)

علوم دینیہ کا جس طرح تعلیم و تعلم ضروری ہے اسی طرح اس تعلیم و تعلم کے سبب جن لوگوں کے ساتھ تعلقات ہوتے ہیں اُن تعلقات کے حقوق کا ادا کرنا بھی ضروری ہے اور یہ حقوق جس طرح فی انفسہا دلائل سے ضروری ہیں اسی طرح تجربہ سے ثابت ہوا کہ برکات علمیہ کے موقوف علیہ ہونے کے اعتبار سے بھی ضروری ہیں اور جن سے یہ تعلقات ہوتے ہیں وہ تین جماعتیں ہیں۔

اول معلمین یعنی اساتذہ۔ دوسرے متعلمین یعنی تلامذہ۔ تیسرے شرکا فی التعلم یعنی ہمدرس ہم سبق پس تینوں جماعتوں کے کچھ حقوق و آداب ہیں اور مثل دیگر اعمال کے اُن میں بھی کم و بیش کوتاہیاں کیجاتی ہیں چنانچہ مشاہدہ ہی کہ بعضے تو اُستاد کے حقوق و آداب بھی ادا نہیں کرتے پھر ان میں بھی دو قسم کے ہیں بعض تو زمانہ تحصیل علوم میں بھی کوتاہیاں کرتے ہیں اور بعض اُس زمانہ میں تو کسی قدر رعایت کرتے ہیں مگر بعد مفارقت پھر مطلق اُسکا اہتمام نہیں کرتے اور جو زمانہ تحصیل علوم میں بھی کوتاہیاں کرتے ہیں یہ بھی دو قسم کے ہیں بعضے تو ظاہر ظاہر حقوق میں بھی کوتاہی کرتے ہیں اور بعضے ایسا تو نہیں کرتے مگر جن حقوق و آداب کے سمجھنے میں کسی قدر سلیقہ کی حاجت ہے اُن میں کوتاہی کرتے ہیں اور ان سب میں اکثر عدداً وہ ہیں جو بعد مفارقت پھر اُستاد کو یاد نہیں رکھتے اور سب میں بدتر وہ بدنصیب ہیں جو کسی نفسانی مقتضی سے اُستاد کے مخالف ہو جاتے ہیں۔

یہ سب اقسام اُن لوگوں کے ہیں جو اُستادوں کا حق ادا نہیں کرتے اور ان مضیعین حقوق اساتذہ سے زیادہ عدد میں وہ حضرات ہیں کہ اپنی اُستادی کے ناز میں شاگردوں کا کوئی حق اپنے اوپر نہیں سمجھتے اور اپنے حقوق واجبہ سے گذر کر غیر واجب بلکہ غیر جائز کے ادا کے بھی متوقع و منتظر رہتے ہیں اور قالاً یا حالاً اُن کا مطالبہ اُن سے کرتے ہیں اور ان سے بھی زیادہ وہ لوگ ہیں بلکہ غالباً قریب قریب کل کے ایسے ہی ہیں کہ ہمسبقوں کے حقوق کا تو اُنکے دل میں خطرہ بھی نگذرتا ہوگا

گو کہیں دوسرے اسباب سے باہم دوستی بھی ہو جاتی ہو لیکن یہ بات کہ محض اس علاقہ سے باہم ایک دوسرے کے کچھ حقوق اپنے ذمہ سمجھتے ہوں یہ بات بہت نادر بلکہ قریب قریب معدوم ہے اور جب سمجھتے ہی نہیں تو سمجھکر ادا کرنے کے اہتمام کا تو کیا ذکر ہے بلکہ بعض جگہ تو نہایت افسوس کی بات ہے کہ بجائے باہمی اخوۃ وفاق ورعایت حقوق کے ایک طرف سے یا کہیں دونوں طرف سے بغض وحسد وخلاف وعقوق دیکھا جاتا ہے اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ان سب حقوق کی کچھ کچھ جزئیات بطور نمونہ کے لکھدی جاویں خود اُن جزئیات کے بیان میں انشاء اللہ تعالیٰ ایسے اصول ہاتھ آجاوینگے کہ اُن اصول سے دوسری غیر مذکور جزئیات کا سمجھنا اور رعایت کرنا سہل ہو جاویگا اور ہر چند کہ یہ تینوں قسم کے حقوق اور آداب میری نزدیک فطری ہیں اگر ذرا بھی فطرت میں سلامتی ہو تو اُن کے معلوم کرنے اور نیز عمل پر تقاضا کرنے کیلئے صرف وجدان کافی ہے لیکن اس خیال سے کہ شاید کسی احتمال پرست کو گمان ہو کہ مثل دیگر حقوق کے یہ حقوق شریعت میں منقول نہیں قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اولاً نصوص کو نقل کر کے ساتھ ساتھ اُن حقوق کی تقریر کرتا جاؤں اور حتی الامکان ترتیب کا بھی لحاظ رکھوں۔ اس طرح کہ اوّل حقوق استاد کے پھر شاگرد کے پھر ہمدرس کے بیان کروں اور حتی الامکان اسلئے کہا کہ ممکن ہے کسی نص سے دو یا تین جماعتوں کے حقوق مفہوم ہوتے ہوں تو خاص اُس میں وہ ترتیب ملحوظ نہ رہیگی گو ایسا قلیل ہوگا۔

اور جاننا چاہیئے کہ اُستاد عام ہے سبق پڑھانے والے اور پوچھنے پر مسئلہ بتلانے والے اور ابتداءً امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنیوالے اور اصلاح نفس کے طریقے بتلانے والے یعنی پیر کو اسی طرح شاگرد عام ہے تلمیذ متعارف اور سائل عن الدین اور مرید کو اسی طرح ہمدرس عام ہے متعارف ہم سبق اور کسی عالم کی مجلس میں شرکت کرنیوالوں اور پیر بھائیوں کو اور ثانیاً بعد سوق نصوص کے بطور تفریع یا توضیح یا تفصیل یا تتمیم کے کچھ جزئیات کی بھی تقریر کردوں کہ وہ بھی گویا اصل ہی کے ساتھ ملحق ہوگا۔

"حقوق وآداب معلم"

آیۃ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔	(البتہ احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر۔)
الی قولہ تعالیٰ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ الآیہ	(الی قولہ سکھلاتا ہے اُن کو کتاب اور حکمۃ۔)

اس آیۃ کریمہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت بعثت پر منت ہونیکی علت میں

تعلیم کتاب وحکمت کو ذکر فرمانا صاف دلیل ہے کہ جو شخص کسی کو دین کی تعلیم کرے وہ اُس شخص کے حق میں نعمت آلہی ہے اور اُس کی قدر وتعظیم اُس پر لازم ہے اور اس تعلیم میں سبق پڑھانا اور مسئلہ بتلانا وغیرہ سب داخل ہیں کہ یہ سب تعلیم کے طریقے ہیں حتّٰی کہ کسی کی تصنیف سے منتفع ہوجانا اس قاعدہ سے اُسکے شاگردوں میں داخل ہوجاتا ہے اُسکے حقوق بھی مثل اُستادوں کے ثابت ہوجاوینگے۔

آیۃ ۲ قَالَ لَہٗ مُوسٰی ھَلْ اَتَّبِعُکَ اِلٰی اٰخر القصۃ۔	(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ کیا میں تمہاری پیروی کروں۔)

ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت خضر علیہ السّلام کا قصّہ ہے ان سے چند حقوق و آداب ثابت ہوتے ہیں۔ اوّل اُستاد کی خدمت میں خود شاگرد جایا کرے اُنکو تکلیف نہ دے کہ آکر پڑھادیا کریں۔ دوم اگر اُستاد کسی اعتبار سے شاگرد سے رتبہ میں کم بھی ہو تب بھی اُسکا اتباع کرے۔ سوم جس بات کے پوچھنے کو وہ منع کرے نہ پوچھا کرے اُسکی مخالفت یا اُسکو تنگ نہ کرے۔ چہارم اگر کبھی غلطی سے اُسکے مزاج کے خلاف کوئی بات ہوجاوے تو معذرت کرلے۔ پنجم اُس کے تنگ ہونے یا مرض وغیرہ سے کسل مند ہونے کے وقت سبق بند کردے۔

آیۃ ۳ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا الاٰیۃ۔	(اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت کہو راعنا اور کہو انتظار کرو ہمارا اور سنو۔)

اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اُستاد کے ساتھ گفتگو میں بھی ادب ملحوظ رکھے تا بہ معاملات چہ رسد۔

آیۃ ۴ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ الاٰیۃ۔	(اجز این نیست کہ مومن وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے اور جب ہوتے ہیں ساتھ رسول کے کسی اجتماعی بات پر تو نہیں جاتے جبتک اجازت نہ لیلیں۔)

اِس آیت سے اُستاد کا یہ حق ثابت ہوا کہ اُسکی خدمت سے بلا اذن نہ جاوے خواہ اذن صراحۃً ہو یا دلالۃً۔

حدیث ۱ عن من صنع الیکم معروفا فکافئوہ فان لم تکافئوہ فادعوا لہ رواہ۔	(جو شخص تمپر احسان کرے اگر تم اُسکی مکافات کرسکتے ہو تو کرو ورنہ اُسکے لئے دعا کرو۔)

کیا کوئی شخص تعلیم دین کے معروف یعنی احسان ہونے سے انکار کر سکتا ہے جب اُسکا احسان ہونا مسلم ہوگیا تو اُسکی مکافات میں اُسکی ہر قسم کی خدمت مال سے جان سے داخل ہوگئے جو حدیث ہذا میں مامور بہ ہے اور جب کسی قسم کی استطاعت نہ ہو یا مفارقت کے بعد بعض استطاعت نہ رہے تو اُسوقت اقل درجہ دُعا ہی سے یاد رکھنا ضرور ہے۔

حدیث [۲] عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ رواہ احمد والترمذی۔

(جس شخص نے آدمیوں کا شکر ادا نکیا اُس نے اللہ تعالیٰ کا شکر نہ ادا کیا۔)

اس حدیث کے عموم میں اُستاد بدرجۂ اولی داخل ہے کہ بہت بڑی نعمت یعنی علم دین کا واسطہ ہے اُسکی حق شناسی میں کوتاہی کرنا بنص حدیث حق تعالیٰ کی ناشکری ہی جسکا محل وعید ہونا نص قطعی سے ثابت ہے قال تعالیٰ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ (مقابل شکرتم) إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔ الایۃ۔

یہ حدیثیں تو بعموما مدعا پر دال ہیں آگے خصوص کے ساتھ دلالت کرنیوالی احادیث منقول ہیں۔

حدیث [۳] عن معاویۃ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الاغلوطات رواہ ابو داؤد۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (علوم میں) مغالطہ دینے سے منع فرمایا۔)

اس سے ایک ادب اُستاد کا ثابت ہوا وہ یہ کہ بعض طلبہ کی عادت ہے کہ خواہ مخواہ کتاب میں احتمالات نکالکر اُستاد کے سامنے بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں اور خود بھی سمجھتے ہیں کہ یہ مہمل اعتراض ہیں مگر اپنی ذہانت جتلانے اور اُستاد کا امتحان کرنے کیلئے ایسی نامعقول حرکت کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ مغالطہ ہوا کہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ مقام مشتبہ ہے حالانکہ خود اپنے نزدیک بھی مشتبہ نہیں اور اسی سے شاگرد کا بھی ایک حق ثابت ہوگیا وہ یہ کہ بعض مدرسین کی عادت ہو کہ کسی مقام پر خود بھی شبہ ہے مگر شاگرد پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے کچھ گڑھ گڑھ کر تقریر کر دیتے ہیں گویا اُسکو دھوکہ دیتے ہیں کہ اس مقام کی یہی تقریر ہے حالانکہ خود اپنے کو بھی یہ اطمینان نہیں۔

(باقی آیندہ)

عقل و نقل

"ذیل کا مضمون ہمارے محترم کرمفرما مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی ثم غازیپوری کی زور قلم کا نتیجہ ہے جو جلسہ موتمر الانصار مراد آباد ۱۳۲۹ھ میں سنایا گیا تھا۔ گو اسی عنوان کے متعلق ایک مسلسل مضمون القاسم کی گذشتہ اشاعتوں میں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کا بھی ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ لیکن آجکل ضرورت ہے کہ اس نوعیت کے مضامین مختلف حیثیتوں اور مختلف تفاصیل کے ساتھ بکرات و مرات مسلمانوں کے کانوں میں ڈالے جائیں۔ اسلئے آج یہ مضمون القاسم کے ذریعہ سے جماعت اسلام کے اہل علم و فہم طبقہ کے روبرو پیش کیا جاتا ہے۔"

عقل و نقل کی مزاحمت کوئی جدید امر نہیں قدیم سے یہ کشاکس چلی آتی ہے مگر اس زمانہ میں اس نے ایک عجیب و غریب صورت پیدا کی ہے جسکو دیکھکر سخت حیرت لاحق ہوتی ہے کہیں تو یہ بلند پروازی نظر آتی ہے کہ اپنے خیالات کے مقابلہ میں نقول معتبرہ کو بالکل پس پشت ڈالدیا ہے اور اسکی کچھ پروا نہیں کیجاتی کہ انکا انکار کہانتک منجر ہوگا اور کہیں انمیں ایسی رکیک اور دور از کار تاویلیں کیجاتی ہیں جو اگرچہ صراحۃً انکا انکار تو نہیں ہے مگر ہے اسی کے لگ بھگ اور کہیں یہ جمود و دون ہمتی دیکھی جاتی ہے کہ جب کسی فرد یا کسی گروہ کی عقل معاش کو امور دنیاوی میں تیز تر دیکھا عام اس سے کہ اسکو عقل معاد حاصل ہو یا نہو جھٹ اسکی تقلید کا ریقہ گلے میں ڈالکر اس کے اقوال و افعال کو تمامی امور کے حسن و قبح کا معیار بنا لیا جاتا ہے غرض جس درجہ کا اجتہاد ہے اسی درجہ کی تقلید یعنی لاتقف عند حدٍ سنا کرتے تھے کہ اجتماع ضدین محال ہے مگر ابنائے زمان کی کیفیت مذکورہ بالا کو دیکھکر بڑے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں تو موجود و مشہود ہے بظاہر بنیاد اس غلط فہمی کی یہ ہے کہ یہ قضیہ جو مشہور ہے بلکہ مسلم چلا آتا ہے کہ شریعت کا کوئی حکم عقل کے خلاف نہیں ہوتا یا بالفاظ دیگر نقل کو ضرور مطابق عقل ہونا چاہئے اسکے سمجھنے میں اور عقل کا مصداق صحیح متعین کرنے میں غلطی ہوئی ہے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ نقل یعنی احکام شریعت کو کیفما اتفق ہر عقل کے مطابق ہونا چاہئے اور یہ ایک سخت غلطی ہے جسمیں ابنائے زماں مبتلا ہیں قوانین ملکی جو انسان ہی کے بنائے ہوئے ہیں جب بھی

شخص کی عقل اُسکی مصلحتوں سے بھی آگاہ نہیں ہوسکتی تو خداوند عالم دانای نہاں و آشکار اکے احکام کے مصالح و اسرار کو سمجھ لینا کسکا رتبہ ہو اسمیں شک نہیں کہ ہر انسان کو عقل دیگئی ہو اور عقل ایسی خاص قوت ہے جس سے انسان باقی سب جانوروں سے ممتاز ہو کر علوم نظریہ حاصل کرنے اور صناعات فکریہ میں غور کرنیکے قابل ہو جاتا ہو مگر جس طرح باقی قوی انسانی محدود و متناہی اور باہم متفاوت ہیں جن سے ہر شخص بقدر اُنکے تحمل کے کام لے سکتا ہے اور اس سے زیادہ کی وہ متحمل نہیں ہوسکتیں اسی طرح عقل کی قوت کا بھی ایک منتہا اور پیمانہ ہو جس سے آگے قدم نہیں رکھ سکتی اور جس سے زیادہ وہ کام نہیں دیسکتی پھر انسان انسان سب برابر مگر عقول میں وہ تفاوت کہ افق بہیمیت سے لیکر افق کمال انسانیت تک اتنے غیر محصور مدارج پیدا ہوتے ہیں کہ آفاق مشارق و مغارب کے درمیان میں بھی بایں طول مسافت شاید اتنے مدارج بمشکل پیدا ہوسکتے ہیں اصل یہ ہو کہ سلسلہ عقول کی دو طرفین ہیں ایک اعلیٰ جو خطیرۃ القدس اور حقائق امور کے سرمنشأ سے متصل ہو اور یہ اُن نفوس قدسیہ کا نصیب ہے جنکو انبیا علیہم السلام کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنکے علوم و ادراکات کبھی حقیقت اور نفس الامر کے خلاف نہیں ہوسکتے ہمیشہ مطابق ہی ہوتے ہیں پھر جس شخص کو ان عقول عالیہ سے جتنا اتصال ہوگا اسیقدر اسکو ان کے واسطہ سے علوم حقہ اور حقائق امور سے حصہ ملیگا اور جسکو ان سے جتنا بُعد ہوتا جاویگا اسیقدر وہ علوم اس سے محجوب ہوتے جاوینگے یہانتک کہ اس سلسلہ عقول کی دوسری طرف یعنی طرف اسفل افق بہیمیت سے بالکل ہی متصل ہو جاتی ہے جنمیں تلقی علوم مذکورہ کی استعداد بھی برائے نام ہوتی ہے۔

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔

مدارج متوسطہ کو چونکہ طرف اعلیٰ سے علی الاکثر بعد ہے اور اُنکی ہی تعداد بھی زیادہ ہے اسلئے انبیاء علیہم السلام کبھی حقایق و اسرار سے بحث نہیں فرمایا کرتے انکا وظیفہ تبلیغ احکام ایسے سہل المأخذ طریق ہدایت سے ہوتا ہے جسکے قبول کرنے سے عقول سافلہ بھی ابا نہیں کرسکتیں اسی کا نام شریعت اور دوسرے لفظوں میں نقل ہو کیونکہ ان احکام کا انبیاء علیہم السلام کی زبان مبارک سے حاضرین تک اور حاضرین سے غائبین تک منقول ہونا ضروری ہو تاکہ خدا تعالیٰ کی حجت سب پر پوری ہو جاوے جب یہ بات متحقق ہو گئی کہ عقول عالیہ یعنی انبیاء علیہم السلام کو مبادی عالیہ سے پورا اتصال ہوتا ہے تو لامحالہ ماننا پڑیگا کہ اُن کے علوم و معارف وہیں سے مترشح ہیں جنمیں حقیقت و واقع کے خلاف کا

وہم بھی نہیں ہوسکتا پس اگر عقول سافلہ اُنکے کلمات وہدایت کی حقیقت کو نہ سمجھیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے یا اُن کے نزدیک وہ خلاف حقیقت نظر آویں جیسا آجکل کے مدعیوں کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے تو یہ قصور اُن عقول سافلہ کا ہے جنکی مبلغ پرواز سے وہ حقیقت بالاتر ہے یہاں سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی ہوگی کہ اگر عقول سافلہ کسی امر کی حقیقت وعلّت کو من عند نفسہا استخراج کریں اور وہ عقول عالیہ کے کلمات وہدایات کے خلاف ہو تو یقیناً سمجھ لو کہ وہ حقیقت وعلت ہرگز نہیں بلکہ خلاف واقع اور اختراع وہم ہے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ایسے امور کی ہرگز تصدیق نکرے جبتک شارع علیہ السلام سے انکی تائید نہو جاوے بلکہ فلاح ونجاح اسی میں منحصر ہے کہ عقول عالیہ کی ہدایات کی جذر قلب سے تصدیق کیجاوے اگرچہ کوئی بڑے سے بڑا مدعی تحقیق اسکی خلاف کہے اور ہرگز استدلال عقلی اور اسرار ومصالح کی اطلاع پر تصدیق کو موقوف نہ رکھا جاوے کیونکہ یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ اُمتیوں میں سے ہر زمانہ میں اور خاصکر اس زمانہ میں کوئی شخص انبیا علیہم السلام کے علوم ومعارف کے گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا مگر وہی شخص جس نے انکی ہدایتونکو مضبوط پکڑ لیا ہے اور ریاضات ومجاہدات سے اپنے آئینہ عقل کو ان علوم کے انعکاس کے قابل بنالیا ہے اسی کا نام ہے عقل سلیم اور یہ جو مشہور ہے کہ اسلام بالکل عقل کے مطابق ہے اس سے وہی عقل سلیم مراد ہے ہر شخص کی عقل خواہ وہ کسی درجہ کا ہو ہرگز مراد نہیں ہوسکتی ورنہ یہ ماننا پڑیگا کہ کہ دنیاوی ہنکا سب وفنون کے آلات یا مُلکی قوانین جو سب کے سب ایجاد بندہ ہیں اور جو کالجوں کے بڑے بڑے تعلیم یافتوں کی عقل سے بھی بالاتر ہیں اسرار دین الٰہی سے بہت بلند پایہ ہیں کہ انکو تو ہر شخص اپنی عقل کا جولانگاہ بنانے کو تیار اور اس بات میں اپنے آپکو حق بجانب جانتا ہو اور اُنکے سمجھنے سے ہر شخص قاصر الاماشاءاللہ والعیاذ باللہ اسلام جس عقل کے مطابق ہے اسکی شرح مولانا شاہ ولی اللہ قدس سرہ حجۃ اللہ البالغہ میں یوں فرماتے ہیں ۔

ولا یتبین اسرارہ الالمن تمکن فی العلوم الشرعیۃ واستبد فی الفنون الالٰھیۃ عزاخرھا ولا یصفو مشربہ الالمن شرح اللہ صدرہ

(اسرار دین اُسی پر ظاہر ہوسکتے ہیں جو تمامی علوم شرعیہ میں پوری قدرت رکھتا ہو اور علوم الٰہیہ میں منفرد ہو اور اُسی کا مشرب صاف اور ستھرا ہوسکتا ہے جسکا حق تعالیٰ نے علم لدنی سے شرح صدر

لعلم لدنی وملاء قلبه بسرٍّ وهبی وکان مع ذلك وقاد الطبیعة سیال القریحة حاذقاً فی التقریر والتحریر بارعاً فی التوجیه والتحبیر قد عرف کیف یوصل الاصول ویبنی علیها الفروع وکیف یمهد القواعد ویؤتی لها بشواهد المعقول والمسموع۔

فرمادیا ہے اور سر وہبی ہے اسکے قلب کو بھر دیا ہی معہذا وہ نہایت تیز طبع سریع الانتقال تحریر وتقریر میں کامل اور توجیہ وترتیب میں ماہر ہو یہ جانتا ہو کہ کیونکر اصول قائم کئے جاتے ہیں اور کس طرح اُن پر فروع کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور کس طریق سے قواعد ممہد کرکے ان کے عقلی ونقلی شواہد پیش کئے جاتے ہیں۔)

عوام کا تو ذکر ہی فضول ہے خواص میں سے بھی کسکا حوصلہ ہے کہ اس زمانہ میں اس معیار کے مطابق اپنے آپکو پیش کرسکے اور متقدمین اکابر میں کتنے اہل علم وفضل ایسے گذرے ہیں جو اس معیار کے مطابق پورے اُترے ہیں مراتب عقول کے اس تفاوت کو اور عقول سافلہ کی کثرت کو ملحوظ رکھکر حق تعالیٰ کا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ فرمانا کسقدر سرتاپا حکمت اور مصلحت ہے اسی مضمون کو قرآن مجید میں دوسری جگہ یوں فرمایا گیا ہے:۔

عَسٰىٓ اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـــًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰىٓ اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـــًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(کچھ بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو بُرا سمجھو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور کچھ بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو اچھا سمجھو حالانکہ وہ تمہارے لئے بُری ہو اور اللہ جانتا ہی اور تم نہیں جانتے۔)

مذہب کی ابتدا از روے قرآن مجید حضرت آدم علیہ السلام سے ثابت ہوتی ہی اور یہی ہونا بھی چاہئے کیونکہ کلام مجید خود ناطق ہے کہ تکلیف مذہب کا متحمل بجز انسان کے کوئی دوسرا ہو ہی نہ سکا تو سب سے پہلی تکلیف مذہب جو حضرت ابوالبشر علیہ السلام کو دیگئی یا تکلیف مذہب کے لئے بطور توطیہ وتمہید کے سب سے پہلا ارشاد جو اُن کو ہوا وہ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ تھا۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام نے یہ حکم خداوندی سُنکر نہ استدلال عقلی سے اس نہی کی وجہ دریافت کی نہ خدائے تعالیٰ نے کوئی وجہ از قسم ضرر طبعی وعقلی بیان فرمائی صرف اتنا فرمادیا فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

وہم چنین سوال از وجہ حکمت درحرام ساختن

(اسی طرح تحریم شجرہ ممنوعہ کی وجہ اور حکمت کا سوال

آن درخت بیفائدہ بلکہ مضر مقصود ست زیراکہ منظور ازیں تحریم ورزش آدم وزوجہ او بود تا در وقت تکلیف وحرام ساختن مشتہیات و مرغوبات کہ بہیچ وجہ عقلاً وطبعاً ضرر آنہا معلوم نشود تعلل وتوقف نکنند ودرحصول ایں غرض اگر وجہ حرمت او عقلاً وطبعاً برایشاں یا اولاد ایشاں ظاہر شود مضر مے افتد زیراکہ انقیاد ایشان حسن و قبح شرعی را بے آنکہ حسن و قبح عقلی با او مقرون شود کہ دریں صورت ظاہر میگردد ولہذا در بیان جزائے خوردن میوہ آن درخت وجہ ضرر عقلی یا طبعی بیان نفرمودہ اند بلکہ ہمیں ارشاد شد فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

کرنا بیفائدہ بلکہ مضر مقصود ہے کیونکہ اس تحریم سے حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کا امتحان منظور تھا تاکہ وہ تکلیف مذہب کے وقت ان مرغوبات کی تحریم میں جن کا ضرر عقلاً وطبعاً کسی طرح بھی معلوم نہو ذرا تامل وتوقف نکریں اور یہ غرض فوت ہوجاتی اگر ان پر یا ان کی اولاد پر حرمت شجرہ کی وجہ عقلی یا طبعی ظاہر کردی جاتی اسلئے کہ شرعی حسن وقبح کا منقاد ہونا بے اسکے متصور نہ تھا کہ شجرہ ممنوعہ کا ضرر عقلی یا طبعی ان پر ظاہر نہوا اسی وجہ سے جہاں اس درخت کا میوہ کھالینے کی جزا فرمائی گئی ہے وہاں بجز اسکے کچھ نہیں فرمایا۔ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

جبتک حضرت آدم وحوا علیہما السلام میں بیچون وچرا انقیاد کی یہ کیفیت رہی جنت کی نعمتوں سے رَغَدًا محظوظ ہوتے رہے اور کسی قسم کی زحمت انکو پیش نہ آئی۔ شیطان دشمن ایمان جو ابتدا ہی سے بمقابلہ نص کے استدلال عقلی کا خوگر تھا چنانچہ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ کہکر ظاہر کرچکا تھا جب اس نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام پر استدلال عقلی کا افسوں پڑھکر فریفتہ کرلیا۔

مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۔

(نہیں منع کیا تمکو تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اسلئے کہ کہیں تم فرشتے ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہو جاؤ۔)

تو دونوں حضرات علیہما السلام ان برکات وثمرات سے جو بیچون وچرا انقیاد واطاعت سے انکو حاصل تھے برائے چندے محروم ہوگئے جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ از روئے قرآن مجید مذہب کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے اور مذہب میں استدلال عقلی کی ابتدا ملائکہ سے ثابت ہوتی ہے اور دلیل میں ان کا درباب خلافت آدم علیہ السلام یہ کہنا پیش کرتے ہیں۔

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ۔

(کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بناتا ہے جو زمین میں فساد اور خونریزی کرے۔)

اُن سے یہ بات بالیقین مخفی رہگئی ہے کہ قرآن مجید ہی سے یہ بات صراحۃً ثابت ہوتی ہے کہ
کہ ملائکہ علیہما السلام تکلیف مذہب کے متحمل ہو ہی نہیں سکتے چنانچہ آیۂ شریفہ :-

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ۔	(ہمنے پیش کیا اپنی امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر سبنے اُسکے تحمل سے انکار کیا اور انسان نے اُسکو برداشت کرلیا بیشک انسان بے باک نادان ہے۔)

اسپر شاہد عدل ہے مولانا شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

المراد بالامانة تقلد عهدة التكليف بان تتعرض لخطر الثواب والعقاب بالطاعة والمعصية ويعرضها عليهن اعتبارها بالاضافة الى استعدادهن۔ وباباءهن الاباء الطبعي الذى هو عدم اللياقة والاستعداد ويحمل الانسان قابليته واستعداده لها۔ اقول فعلى هذا قوله تعالى انه كان ظلوما جهولا خرج مخرج التعليل فان الظلوم من لا يكون عادلا ومن شانه ان يعدل والجهول من لا يكون عالما ومن شانه ان يعلم وغير الآدمى اما عالم عادل لا يتطرق اليه الظلم والجهل كالملائكة واما ليس بعالم ولا عادل ولا من شانه ان يكسبها	(امانت سے مراد تکلیف مذہب کو اپنے سر لینا ہے اس طرح کہ وہ یعنی سماوات وارض وجبال طاعت اور معصیت کے ذریعہ سے ثواب وعقاب کے خطرہ میں پڑیں۔ اور ان پر اس بار امانت کے پیش کرنے سے یہ غرض ہے کہ ان کی استعداد و قابلیت کا اندازہ کرلیا جاوے اور ان کے انکار سے یہ مراد ہے کہ وہ طبعًا اور فطرۃً بار امانت اُٹھانیکی استعداد ہی نہیں رکھتے اور انسان کے بار امانت اُٹھا لینے کے یہ معنی ہیں کہ اہمیں اس توجہ کے اُٹھا لینے کی فطرۃً استعداد ہے بنابرین حق تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ انسان ظلوم وجہول ہے گویا انسان کے مستعد اور قابل ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ظالم وہی ہے جو عادل نہو مگر عادل ہونیکی قابلیت رکھتا ہو اور جاہل وہی ہے جو عالم نہو مگر عالم ہوسکتا ہو اور ماسوائے انسان کے یا تو عالم وعادل بالفعل ہیں جن میں ظلم وجہل نام کو بھی نہیں جیسے فرشتے۔ اور یا وہ نہ عالم وعادل بالفعل ہیں نہ ان میں علم وعدل

کالبهائم وانّما یلیق بالتکلیف و یستعد له من کان له کمال بالقوة لا بالفعل (الی ان قال) فتبیّن ان التکلیف من مقتضیات نوع الانسان

حاصل کرنیکی قابلیت ہے جیسے بہائم۔ تولامحالہ تکلیف مذہب کے لائق وہی ہوگا جسمیں عدل وعلم حاصل کرنے کی استعداد وقابلیت ہوگی۔ تو تکلیف مذہب نوع انسان ہی کا طبعی مقتضا ٹھیرا۔

قرآن مجید اور اُسکی تفسیر سے یہ بات خوب ثابت ہوگئی کہ تکلیف مذہب کا متحمل صرف انسان ہی ہے ملائکہ ہرگز نہیں ہیں اور جب وہ مکلف ہی نہیں تو مذہب میں استدلال عقلی کی ابتداء ان سے کیسے ثابت ہوسکتی ہے اور اگر بالفرض تسلیم بھی کرلیا جاوے کہ فرشتوں ہی سے استدلال عقلی کی ابتدا ہوئی ہے تو حق تعالیٰ کا ان کے جواب میں ان کو ناقص العلم قرار دیکر الزام دینا اور معترف بقصور کرکے ان کو ساکت کرنا روشن دلیل ہے اس امر کی کہ نص کے مقابلہ میں استدلال عقلی تو درکنار استعجاب عقلی بھی ناپسند ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین باوجودیکہ افضل ہذہ الامة ابرها قلوبًا واعمقها علمًا تھے مگر کسی سے بالخصوص عقائد میں عقل کو دخل دینا منقول نہیں فروع میں اگر ان سے استدلال عقلی ثابت ہوتا ہے تو بہت کم ان کی یہ کیفیت تھی کہ جب کبھی کسی حکم کے متعلق کوئی آیت یا حدیث سُنتے تھے بلاانتظار اسکے کہ یہ حکم معقول ہے سمعنا و اطعنا کہتے ہوئے سرتسلیم خم کردیتے تھے جسدن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے واقعہ کی خبردی تو کفار نے نہایت استعجاب بلکہ تکذیب کے پیرایہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا کہ دیکھئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ میں شب میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ہو آیا تو حضرت صدیق اکبر رضؓ نے سُنتے ہی فرمایا :-

انی لاصدقه فیما هو ابعد من ذلك اصدقه بخبر السماء غدوة اوروحة فلذلك سمی ابوبکر الصدیق۔

(میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ان سے بھی بعید تر امور میں کرتا ہوں صبح وشام آسمان کی خبروں میں انکی تصدیق کرتا ہوں اسوجہ سے آپکا نام صدیق ہوا)

یہ تھے اسلام کے سچّے نمونے اور ان الدین عند اللہ الاسلام صحیح سمجھکر صحیح کردکھانے والے رضی اللہ عنہم اجمعین وحشرنا وجمیع المسلمین معهم یوم الدین۔

اِسی عہد سعادت مہد میں فتوحات مُلکی کا دائرہ جسقدر وسیع ہوا اور جسقدر نفوس انسانی اسلام

کے حلقہ بگوش ہوے اور کسی باخبر سے مخفی نہیں مگر غالباً کوئی مدعی اتنی ہمت نہیں کر سکتا کہ تعلیم دین کے وقت عموماً استدلال عقلی سے کام لینا ان بزرگواروں سے ثابت کر دکھائے اسی کے مطابق حذواً بحذوٍ تابعین کی بھی روش تھی البتہ انقراض خیر القرون کے بعد جب اعجاب رائے کا ظہور ہونے لگا تو اسوقت مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہونے لگے جنہوں نے فلسفہ میں توغل کر کے مذہب میں عقل کو یہانتک دخل دیا کہ جو بات ان کی عقل میں نہ آئی اس سے کبھی صاف انکار کر بیٹھے کبھی احادیث کو ضعیف ناقابل احتجاج یا موضوع کہدیتے تھے کبھی احادیث وقرآن میں ایسی رکیک وضعیف تاویلیں کرتے تھے جس سے مذہب اسلام کے خط وخال بھی بدل گئے۔ اسوقت البتہ اہل حق نے محض الزام خصم کیلئے دلائل عقلیہ کو نصوص نقلیہ کے مطابق قائم کر کے ان کی کافی تردید کی اور فلسفہ یونان کی صدہا برس کی مضبوط بنیادیں ہلا کر خَرَّتۡ لَهٗ سُجَّدًا کا منظر دکھلا دیا شکر اللہ مساعیھم۔

ایک یہ زمانہ ہے جسمیں ہمارے عقلا فلسفہ یورپ کے سامنے سپر ڈالکر خَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا کا جلوہ دکھلا رہے ہیں ہر چیز کی جبتک فلاسفی نہیں سمجھ لیتے ان کا دل اسکے تسلیم کرنے سے اباء وتنفر کرتا ہے مذہب کے تینوں شعبوں عقائد۔ اعمال۔ اخلاق۔ ان میں سے ہر ایک کو جبتک وہ فلسفہ جدید کی کسوٹی پر نہیں کس لیتے ان کے زعم میں کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہی نہیں ہوتی اس طرز کا استحسان ان کے قلوب میں اس درجہ راسخ اور متشرب ہوگیا ہے کہ قوی سے قوی دلائل عقلی ونقلی سے اعراض کر کے ضعیف سے ضعیف خیالات بلکہ بے اصل اوہام کی پناہ لیتے ہیں۔ دونوں زمانوں میں فرق اتنا ہے کہ اگلے زمانہ کے معقولی وفلسفی اپنے فن کے علاوہ اکثر علوم ضروریہ سے باخبر اور بہت سے فنون میں ماہر ہوتے تھے اور اعمال میں استدلال عقلی سے کبھی کام نہ لیتے تھے اور اس زمانہ میں بلا تفریق عقائد واعمال اور بلا امتیاز عالم وجاہل مذہب میں عقل کو دخل دینا راس الطاعات اعظم القربات سمجھا جاتا ہے ہر شخص خواہ وہ شاعر ہو یا مورخ وکیل ہو یا طبیب اخبار نویس ہو یا اظہار نویس محرر ہو یا متصدی بلکہ خواندہ ہو یا ناخواندہ امور مذہبی میں رائے زنی کرنے کو موجود ہو جاتا ہے یہانتک کہ اطفال مکتب بھی جنکو طہارت تک کا سلیقہ نہیں حکیم امت بننے کو تیار نظر آتے ہیں اور ایقان واذعان اور بیچون وچرا انقیاد واطاعت جو ایک سچے مسلمان کی

شان ہے وہ اس سے اسقدر دور ہیں کہ محض حکم خدا و رسول سُنکر انکو اطمینان و تسلّی حاصل ہی نہیں ہوتی جبتک کہ اس پر کوئی عقلی دلیل خواہ وہ کتنی ہی ضعیف ہو متکلم سے نہ سن لیں اس اعجاب رائے و دعوائے کمال عقل پر یہ طرفہ تماشا ہے کہ یہ لوگ تقلید عمیاں کا بھی پورا حق ادا کرتے ہیں یورپ سے جب کسی انکشاف جدید کی وحی پہنچتی ہے خواہ وہ وحی آسمانی کے موافق ہو یا مخالف سُنتے ہی سب کے سب سربسجود ہو کر بیچون وچرا آمنّا وصدقنا کہنے لگتے ہیں پھر وہ انکشاف جدید اگر وحی آسمانی کے مخالف ہوا تو بجائے اسکے کہ یورپ کی تحقیقات کو غلط سمجھیں کیونکہ معقولات بشر میں غلطی کا احتمال قوی بلکہ یقینی ہے یا بنا بر حسن ظن اسکی کوئی تاویل کریں اُلٹے اسکو حقیقۃ الامر سمجھکر وحی آسمانی میں نہایت بعید اور ضعیف تاویلیں کرنے لگتے ہیں جو درحقیقت انکار وحی کی ہم پلہ ہیں۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اسپر اور مستزاد کہ بلا استدلال اور بیچون وچرا مذہبی امور کے تسلیم کر لینے کو تقلید مذموم کہکر تقلید کفار بآبائہم سے تشبیہ دیتے ہیں فالرَّزِیَّۃُ کُلَّ الرَّزِیَّۃِ ابنائی زمان ہماری معروض کو سُنکر شاید یہ خیال کرینگے کہ مذہب میں استدلال عقلی سے کام لینا قاطبۃً مذموم ہے کسی جگہ اور کسی کو بھی اسکی اجازت نہیں ایسا ہرگز نہ سمجھنا چاہئے بلکہ بعض مواقع میں اور بعض لوگوں کو اسکی ضرورت پڑتی ہے وہ کون کون مقام ہیں اس باب میں بھی ہمیں کلام الٰہی جل وعلا شانہٗ کو ہی رہنما بنانا چاہئے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں اکثر وبیشتر منکرین توحید و نبوت و حشر اجساد کے مقابلہ میں استدلال عقلی سے کام لیا گیا ہے فی الواقع ان اصول ثلثہ کا نقل سے ثبوت دینا منکرین کیلئے کافی ہو بھی نہیں سکتا انبیاء علیہم السلام کے مناظرے کفار کے ساتھ قرآن مجید میں جہاں جہاں منقول ہیں اور اسی طرح امم ماضیہ اور ایام اللہ کا ذکر مناظرہ قدرت میں تدبر و تفکر کا حکم یہ سب انہیں ابواب ثلثہ سے متعلق ہیں مذہب کے باقی شعبوں سے انکو بہت کم تعلق ہے یہاں پر ہم اُن آیات کا ذکر کرنا بخوف تطویل ترک کرتے ہیں تھوڑی سی سمجھ والا اگر غور سے قرآن مجید کو دیکھے گا تو اُسکو معلوم ہو جاویگا کہ استدلال عقلی سے انہیں مقامات ثلثہ مذکورہ میں کام لیا گیا ہے الا ماشاء اللہ وقلیل ماہو۔

یہ تو وہ مقامات تھے جہاں استدلال عقلی سے کام لیا جاتا ہے باقی رہے وہ بعض افراد جن کو استدلال عقلی کی اجازت ہے انکا تعین بھی انہیں مقامات ثلثہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔

اوّل الزام خصم کیلئے اور یہی اکثر و بیشتر ہے۔ دوسرا اطمینان قلب زائد علی الایمان کیلئے۔ قسم اوّل کی تشریح کی تو حاجت نہیں قرآن مجید اس سے مالامال ہے۔ دوسری قسم کا ثبوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قصہ سے ہوتا ہے جبکہ انہوں نے معاد کے متعلق اطمینان زائد علی الایمان حاصل کرنے کیلئے رَبِّ اَرِنِی کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی فرمایا تھا اسلئے کہ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کے جواب میں فرماتے ہیں وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معاد کی حقیقت ان کے نزدیک ثابت اور متحقق تھی اور راسخ انکو ایمان کامل حاصل تھا اگر انہوں نے اثبات معاد کیلئے حق تعالیٰ سے دلیل طلب کی ہوتی تو معاذ اللہ منہا ان کو دین کے ایک نہایت اہم اور ضروری عقیدہ میں بحالت نبوت شاک اور غیر موقن ماننا پڑیگا ولایخفیٰ شناعتہ اسی طرح انکا وہ مناظرہ بھی اطمینان قلب ہی کیلئے تھا جو انہوں نے بحالت طفلی کواکب اور کواکب پرستی کو دیکھکر اپنے نفس سے کیا تھا جسکی تفصیل قرآن مجید میں موجود ہے۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ مسائل مختلف فیہا کی تقسیم کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

لکن المسائل التی اختلف فیہا اہل القبلۃ وصاروا لاجلہا فرقاً متفرقۃ واحزاباً متحزبۃ بعد انقیادہم لضروریات الدین علی قسمین قسم نطقت بہ الآیات وصحت بہ السنۃ وجری علیہا السلف من الصحابۃ والتابعین فلما ظہر اعجاب کل ذی رأی برأیہ وتشعبت بہم السبل اختار قوم ظاہر الکتاب والسنۃ وعضوا بنواجذہم علی عقائد السلف ولم یبالوا بموافقتہا للاصول العقلیۃ ولا بمخالفتہا فان تکلموا بمعقول فلالزام الخصوم والرد علیہم اولزیادۃ

(ضروریات دین مان لینے کے بعد جن جن مسائل کیوجہ سے اہل قبلہ متعدد فرقے اور مختلف گروہ بن گئے انکی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو ظاہر کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے اور صحابہ اور تابعین نے اسکو تسلیم کر لیا ہے مگر جب خود رائی پھیلنے لگی اور انمیں سے ہر ایک کا جداگانہ طریقہ ہو گیا تو بعض لوگوں نے ظاہر کتاب اور سنت کو اختیار کرکے عقاید سلف کو مضبوط پکڑ لیا اور اسکی کچھ پروا نہ کی کہ یہ مسائل اصول عقلیہ کے موافق ہیں یا مخالف اور اگر کبھی انہوں نے استدلال عقلی سے کام لیا بھی تو صرف الزام خصم کیلئے یا مزید اطمینان کیلئے نہ اس غرض سے کہ ان اصول عقلیہ سے عقائد کا استفادہ کریں اور یہی ہیں اہل سنت اور بعض لوگوں نے جہاں کہیں کتاب و سنت صحیحہ کو اپنے

الطمانية لاستفادة العقائد منها وهم اهل السنة ذهب قوم الى التاويل و الصرف عن الظاهر حيث خالفت الاصول العقلية بزعمهم فتكلموا بالمعقول لتحقق الامر وتنبيه على ما هو عليه فمن هذا القسم سوال القبر ووزن الاعمال والمرور على الصراط والروية وكرامات الاولياء فهذا كله ظهر به الكتاب و السنة وجرى عليه السلف ولكن ضاق المعقول عنها بزعم قوم فانكروها او اولوها۔

زعم میں اصول عقلیہ کے خلاف پایا تو ظاہر الفاظ کو چھوڑ کر تاویل کی طرف جھک پڑے اور حقیقۃ الامر دریافت کرنیکے لئے استدلال عقلی سے کام لینے لگے۔ اسی قسم سے ہے قبر کا سوال وزن اعمال صراط پر گذرنا دیدار خداوندی جل وعلا شانہ۔ اولیا کی کرامات یہ سب باتیں ظاہر کتاب وسنت سے ثابت ہو چکی ہیں اور صحابہ اور تابعین نے ان کو تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن ان بعض کے نزدیک چونکہ یہ امور معقول کے تنگ دائرہ سے باہر ہیں اسلئے وہ انکار سرے ہی کر بیٹھے یا تاویلیں کرنے لگے۔)

اِس تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل حق کا استدلال عقلی کے بارہ میں کیا طریقہ تھا اور وہ اس سے کہاں کام لیتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ امور مذکورہ میں تاویل کرنیوالے اور انکا انکار کرنیوالے اہل سنت ہیں یا نہیں اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ بلا تاویل اور بلا صرف عن الظاہر ظاہر کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے ماننے میں سلف صالحین کی تقلید کرنیوالے تقلید ممدوح کرتے ہیں یا تقلید مذموم میں مبتلا ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فمن كان مستنا فليستن بمن قدمات فان الحى لا يؤمن عليه الفتنة اولئك اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الامة وابرها قلوبا و اعمقها علما واقلها تكلفا اختارهم الله تعالى لصحبة نبيه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم على اثرهم بما

(جس شخص کو اتباع کرنا ہو وہ ان بزرگوارونکا اتباع کرے جو اس جہان سے رحلت فرما گئے ہیں کیونکہ زندہ فتنہ سے محفوظ نہیں ہیں۔ وہ بزرگوار اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم ہیں جو امت میں سب سے افضل سب سے زیادہ پاک نفس سب سے زیادہ عمیق علم والے سب سے زیادہ بے تکلف تھے خدا تعالےٰ نے خاص اپنے نبی کی صحبت کیلئے انکو منتخب کیا تھا۔ تو لوگو تم ان کے جوہر فضل و کمال کو پہچانو اور انکے نقش قدم پر چلو اور ان کے

استطعتم من اخلاقھم وسیرھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم۔	اخلاق وعادات کا جہانتک تمسے ہوسکے اتباع کرو کیونکہ یقیناً وہ سیدھے راستہ پر تھے۔)

جب یہ بات معلوم ہوچکی کہ صرف دو جگھ استدلال عقلی کا جواز ثابت ہوتا ہے ایک الزام خصم کیلئے دوسرے اطمینان قلب کیلئے تو اب یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ استدلال عقلی سے کام لینے کی اہلیت کون رکھتا ہے۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کی تقریر سے معلوم ہوچکا ہے کہ اسکی پوری اہلیت و قابلیت کس میں ہے اور اسباب میں مشرب صافی کہاں ہوسکتا ہے پس اس زمانہ میں تو وہ معیار بالکل ہی مفقود ہے بلکہ اس معیار صحیح کو ساقط الاعتبار کرکے بعض دشمنان دوست نمانے یہ معیار اختراع کیا ہے کہ فلسفہ یا سائنس میں جب کوئی جدید صدا یورپ سے بلند ہوتی ہے خواہ فی الواقع وہ جدید ہو یا نہو اور خواہ چند روز بعد ہی اسی محقق کی یا اور کسی کی زبان سے اسکی تردید ہوجائے مگر وہ خواہ مخواہ کھینچ تان کر قرآن مجید یا حدیث شریف سے کبھی اسکی اصل نکالتے ہیں کبھی اسکی طرف کوئی اشارہ ثابت کرکے بڑے فخر ومباہات سے اسکا اظہار کرتے ہیں بلکہ اسکو اسلام کی بڑی خدمت گذاری اور تطبیق منقول بالمعقول سمجھتے ہیں یا للعجب حالانکہ وہ اپنے اس صنیع سے درپردہ اسکا اعتراف کرتے ہیں کہ جو بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے منکشف ہوتی تھی وہ آج کل کے فلسفیوں کو بدون وحی کے منکشف ہوجاتی ہے اور اس سے وحی اور صاحب وحی کی جو وقعت وعزّت ظاہر ہوتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے ان مذکورہ بالا دوستوں کو تو ہم مخاطب نہیں کرتے کیونکہ انکا یہ فعل نہ الزام خصم کیلئے ہے نہ اطمینان قلب کیلئے بلکہ محض اس غرض سے ہے تاکہ مشہور ہوں ہزاروں میں تو اب صرف دو قسم کے لوگ رہگئے ایک تو وہ جن میں محض فلسفہ پڑھنے کے اثر بد سے یا پڑھنے والوں کی تاثیر صحبت سے یا علوم حقہ دینیہ کی طرف غیر ملتفت ہونے سے یا النَّاسُ عَلیٰ دِینِ مُلُوکِھِمْ کے جبری ضابطہ سے آزادی اور مطلق العنانی کی جراثیم جڑ پکڑتے جاتے ہیں اور اسکا نہایت بدنما نتیجہ تمامی اہل عقل کو بلکہ سلطنت کو بھی محسوس ہورہا ہے تو اسکا علاج بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ مذہبی تعلیم کو جہانتک ممکن ہو ترقی دیجاوے اور مسلمانوں کی کوئی دنیاوی درسگاہ اس سے خالی نچھوڑی جاوے اور یہی اہم مقصود ہے جمعیۃ الانصار کا

جسکے پہلے اجلاس میں آپ حضرات رونق افروز ہوئے ہیں اسکے لئے جو تجاویز بزرگان قوم اخلاص واتفاق سے سوچینگے اور نہ صرف سوچنا بلکہ جب اُنکو عملی صورت میں لانے کیلئے اجتماعی قوت سے کام لینگے تو اسوقت انشاء اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس علاج کا نفع بیّن معلوم ہوجاویگا۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنکو دینیات اور عقلیات سے مناسبت ہے اور جو کبھی اطمینان قلب کیلئے اور کبھی الزام خصم کیلئے استدلال عقلی سے کام لینا چاہتے ہیں لیکن چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اسکا جو معیار اوپر مذکور ہوچکا ہے اسکے مطابق شاید ہی کوئی بزرگ نکلے تو لامحالہ اس دوسری قسم کے لوگوں کو علاوہ مصنفات معتبرہ پر نظر رکھنے کے چند امور ضروری پیش نظر رکھنے چاہئیں جن کو ہم بسند مولانا شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں۔

(۱) انقیاد[له] واطاعت کو استدلال عقلی پر موقوف نہ رکھا جاوے

(۲) علل مستخرجہ کو مناط حکم قرار ندیا جاوے۔

(۳) ظواہر[ئه] آیات واحادیث سے بالکل صرف کرکے علل کو منظور شرع نہ سمجھ لیا جاوے۔

(۴) دلائل[ئله] عقلیہ قائم کرنے میں نصوص نقلیہ کی مطابقت اور مخالفت سے قطع نظر نہ کیا جاوے۔

(۵) دلائل[ئله] عقلیہ میں وہ مقدمات ومسلمات فلسفیہ تسلیم نکئے جاویں جو اصولاً ضروریات دین کے مخالف ہیں۔

شرائط مذکورہ بالا کی پابندی کے ساتھ استدلال عقلی سے کام لینا اسی شخص سے ہوسکتا ہے جو علاوہ دینیات میں ذی استعداد ہونے کے اُن کتابوں پر بھی پورا عبور رکھتا ہے جنکا وظیفہ علل واسرار احکام سے بحث کرتا ہے اور غالبًا ہر ذی عقل اسکا اعتراف کریگا کہ ہر ذی علم میں یہ شرائط اور استعداد کافی بمشکل پائی جاسکتی ہیں تو مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک انجمن قائم

له لا یحل ان یتوقف فی امتثال احکام الشرع اذا صحت بہ الروایۃ علی معرفۃ تلک المصالح لعدم استقلال عقول کثیر من الناس فی معرفۃ کثیر من المصالح ولکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوثق عندنا من عقولنا ۱۲ حجۃ اللہ ص ۵ ئه اوجبت السنۃ ایضاً ان نزول القضا بالایجاب والتحریم سبب عظیم فی نفسہ مع قطع النظر عن تلک المصالح لاثابۃ المطیع وعقاب العاصی ۱۲ حجۃ اللہ ص ۵ ئله ویحرم الخوض فیہ بالرائے الخاص غیر المستند الی السنن والآثار ۱۲ حجۃ اللہ۔

کر کے ایسے چند اشخاص کو منتخب کرلیں جسمیں اوصاف مذکورہ پائے جاتے ہوں اور انہیں منتخب شدگان
کو اس خصوص میں قلم اُٹھانیکی اجازت دیں انکے سوائے باقی علما اپنی اپنی تحقیقات وقتًا فوقتًا
انجمن مذکور میں پیش کرتے رہیں تاکہ انجمن کو یہ معلوم ہوتا رہے کہ نئے لوگوں میں سے کس کس میں
یہ قابلیت پیدا ہوتی جاتی ہے میرے نزدیک جمعیۃ الانصار کو انجمن مذکورہ کے انعقاد کی تحریک
کرنی چاہیئے اور علماء سے تحریرًا یا تقریرًا اس باب میں مشورہ لینا چاہیئے اور چونکہ اس تحریک سے
غالبًا کوئی عالم مخالفت نہ کریگا اسلئے اُمید قوی ہے کہ تجویز مذکورہ کے عملی لباس پہنے کے بعد وہ
سب شکایتیں مٹ جاوینگی جو غلط خیالات و معتقدات پھیلانے والوں کی طرف سے پیدا
ہوتی رہتی ہیں اور مسلمانوں میں وقتًا فوقتًا ایسے علما بھی پیدا ہونے لگیں گے جنکی اسوقت
انہیں ضرورت ہے اسکے سوا اسمیں اور فوائد مہمہ بھی مضمر ہیں جو کسی ذی شعور سے مخفی نہیں رہ سکتے۔

خیر الامم
کا
طغرای امتیاز

گشتہ ایم از نفسِ پیرِ مغان روشن دل * بفروغِ نفسش جامِ جم افروختہ ایم

مغرب کی مجالس علمیہ میں جہاں کہیں بصد شد و مد اسکا اعتراف کیا جاتا ہے کہ یورپ اپنے کل
کائنات ترقی میں سراسر منت کش اسلام ہے اسکے یہ اچھے دن اسلام اور صرف اسلام ہی کی
بدولت پھرے ہیں۔ وہی یورپ جسپر جہل و مظالم وحشیانہ اعمال و افعال کی گھٹا ٹوپ تاریکیاں
چھائی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کے طفیل اُنکی یونیورسٹیوں میں زانوے تلمذ تہ کرنے اُنکے ذخائر علمیہ
سے متمتع ہونے کی بدولت تمدن و تہذیب کے سرچشمہ بننے کا مدعی اختراعات و ایجادات۔
صنائع و تجارت فنون سپہ گری ملکی میں دنیا کا استاذ بنے کا بجا یا بیجا فخر رکھتا ہے۔
اسی سرزمین میں خدا کی شان ایسے غبی اور متعصب احسان فراموش بھی بستے ہیں۔ جنکا

محط نظر اور قصوی جہد اسقدر ہے کہ جس طرح ممکن ہو سکے دلوں سے اس پاک اور نفس الامری خیال کے خورشید ازغاں کو منطمس کر دیا جائے، اور اسکے برخلاف اسکا یقین دلایا جائے کہ اسلام ایک صخرۂ عظیمہ ہے جو ترقی کی راہ میں سد سکندری سے کم نہیں، مسلمان دنیا میں ایک بے ضرورت اور معطل ہستی ہے۔ نظام عالم کا قیام اور اسکے ارتقاء کو انکی ذات سے فائدہ تو کجا سخت نقصان ہونچ رہا ہے۔ کیونکہ عالم گویا ایک جسم یا کالبد ہے جسکے مسلمان بھی اعضا ہیں اور جس طرح کسی عضو کا اپنے فعل کو چھوڑ دینا اسکا مقتضی ہے کہ اسے کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ مسلمان بھی اسی کے سزاوار ہیں۔ یہ ایک قوم ہے جو بجز مسجدوں کے صحن آباد کرنے اور زمین پر اپنی پیشانی رگڑنے کے اور کچھ نہ جانتی تھی اور نہ اب جانتی ہے۔ سال گذشتہ میں نمسا (اسٹریا) کے پایۂ تخت وائنا کے اخبار نگفت میں اسی مضمون کو ان لفظوں میں ادا کیا تھا، کہ مسلمان صرف ایک نماز پڑھنیوالی قوم ہے۔ ہمیں اس قوم کی ضرورت نہیں"۔ اسپر کسی دوسرے مغربی اخبار نویس نے یہ اور اضافہ کیا" کہ قدرت نے انکے (یعنی مسلمانوں کے) ہاتھوں میں عالم کی حکومت صدیوں تک دی تاکہ دنیا کی ضرورتوں میں سہولت بہم پہونچانیکی کوشش کریں، ریل و تار برقی ایجاد کریں، بادبانی جہاز کو بدلکر اسٹیم اور گیس پر موقوف کردیں، جو سماء میں طیارے اڑائیں، غرضکہ مدنی، سیاسی، ترقیوں کا ایک مدید زمانہ انہیں دیا گیا، لیکن اسوقت جبکہ انکی سلطنتوں کی بساط الٹ رہی تھی، دیکھا گیا، کہ دنیا کے اسی نقطہ پر قائم تھی جبکہ یہ عرب کی صحراؤں میں اونٹ چرایا کرتے تھے۔

اس قسم کی صدائیں جبتک فضاء مغرب میں گونجتی رہیں، اسوقت تک اسکا یہ حال رہا کہ کسی نے سنا اور کسی نے غلط سمجھکر اڑا دیا۔ اور حقیقت میں یہ خیالات تھے بھی ایسے کہ یورپ جیسے مدعی عقل و فراست و تاریخ دانی کے موہنہ سے نکلنے ہی نہ چاہئیں تھیں۔ کیونکہ دنیا کی تمام ترقیات تدریجی رفتار سے ہوتی ہیں، کیونکہ وہ چیز بھی جسکو ہم تمدن و تہذیب کے لوازمات میں سمجھتے اور آج اپنی آنکھوں کے سامنے اسکو معراج ترقی پر پاتے ہیں، ایسی نہیں ملتی جو اول ہی اس موجودہ حالت پر دنیا کے سامنے آئی ہو۔ جوں جوں تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، ضروریات زندگی بڑھتی گئیں۔ اسکے سامان بھی پیدا ہوتے چلے آئے، اور پھر جس طرح تجربے وسیع ہوتے گئے معلومات میں اضافہ ہوتا گیا۔ ایجادات و اختراعات کا سلسلہ بھی بڑھتا گیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ معماری اور نجاری کچھ

آلات۔ نوشت وخواند کے سامان ایسی ہی حالت میں دنیا کے سامنے آئے تھے جیسے کہ اب ہیں' لیکن یہ بھی مان لینے کی بات ہے کہ جب کسی چیز کی ضرورت ہوئی اور جب سے بنی آدم کو اپنی غذا بہم پہونچانے کیلئے زمین کی پیداوار سے انتفاع لابد ہوا' یہ آلات اور سامان بھی موجود نہ تھے اور اسی طرح جب کوئی نئی حاجت پیش آتی گئی اُسی کیلئے بنی آدم نے اپنی عقول وادراک سے کام لیکر اسے اُسی قسم کے سامان بہم پہونچائے گئے۔ یہانتک کہ اب ہماری آنکھوں کے سامنے تمدن کے مکمل سامان موجود ہیں۔ یہ سلسلہ نشوونما، تدریجی کا فقط انہی آلات واسباب پر ختم نہیں ہوا۔ بلکہ تہذیب اخلاق تکمیل فضائل تعلیم اصول پر اور ربط خالق ومخلوق کے مدارج میں بھی یہ ارتقا محسوس ہو رہا ہے۔ عالم میں اخلاقی خرابیاں جن جن صورتوں کے ساتھ پھیلتی گئیں، اور اُنکے علاج اور مدافعت کے لئے بھی احکام نازل ہوتے رہے۔ اور اسی وجہ سے شرائع مختلف کا ظہور ہوتا رہا۔ یہانتک کہ سب سے آخر ایک دین ناسخ الادیان (اسلام) نے جسکے اندر اعصار وازمنہ کے مختلف الانواع امراض اور اسقام کا کامل ومکمل معالجہ موجود ہے۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، یورپ کے مافوق العادت عقول رکھنے والے افراد ذرا غور کر لیتے تو اُنکو معلوم ہوجاتا کہ دماغی وعملی ترقیات کا دریا کسی زمانہ میں بھی ساکن نہیں ہوا۔ ہر ایک عصر اور قرن میں ایک قدم اُسکا آگے ہی بڑھا ہوا نظر آیا ہے' مسلمانوں کے مبارک عہد میں بھی اُسنے بہت سے خاردار میدان طے کرکے سرسبز وشاداب مرغزار میں قدم رکھا، اور اُسی کا ثمرہ تھا کہ یورپ کو گھر بیٹھے یہ لازوال دولت ہاتھ آئی۔ پھر کیا یہ سخت ناانصافی اور صریح ظلم نہیں کہ یورپ کے کل یا بعض افراد روشن اور واضح شہادتوں کے ہوتے ایسے نازیبا بات مونھ سے نکالیں۔

اور اگر ہم تھوڑی دیر کیلئے اس غلط خیال کو تسلیم بھی کرلیں کہ اسلامی دولت وحکومت کو صدیاں گذر جانے پر بھی دنیا ترقی کے اُس نقطہ پر قائم تھے جبکہ یہ عرب کی صحراؤں میں اونٹ چرایا کرتے تھے تو اب ہم یورپ کو یہ یاد دلاتے ہیں۔ کہ اگر مسیحیت کے قدموں کو یہ ترقیات لگی ہوئی ہیں۔ تو اسلامی عہد سے پہلے کتنی صدیاں مسیحیت کو یورپ ایشیا، وافریقہ پر حکومت کرتے گذریں تھیں اور اُس عہد عتیق میں ریل وتار۔ ہوائی جہاز کسی نے کیوں ایجاد نہ کئے تھے اسلام

کی نورافشانی کے بعد بھی یورپ کے مسیحین بھیڑیں قرون وسطی میں کسی ترقی کی مینار پر نظر آرہی تھیں یا مذلت وگمنامی کے گڑھے میں۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ جب یورپ نے مذہب کی کتر بیونت کرکے اسکو قانونی مذہب بنالیا۔ اور اس سے بہت خفیف سا تعلق رکھکر ہمہ تن مادّی ترقیات میں مصروف ہوئے۔ تو انسانی فطرۃ کے جوہر چمکنے لگے اور وہ ظلمت وتاریکی سے نکلکر شاہراہ اختراعات وایجادات پر قدم زن ہوئے اور بہت سے مکنونات اسباب کا اُنکے ذریعہ عالم میں ظہور ہوا۔ لیکن ایک سچے اور حقیقی مذہب کے پیروکار (اہل اسلام) سے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اسلام کو بھی محض قانون مذہب یا علامت امتیاز بنالیں اور اُسکے احکام سے سروکار نرکھیں۔ مسلمانوں نے دنیا میں جو حقیقی تہذیب و تمدن کو رواج دیا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے دماغی وذہنی قابلیتوں کی بدولت خوشنما انقلاب عظیم پیدا کردیا۔ لیکن مذہب کو مضبوط ہاتھوں سے تھام کر اُنہوں نے ایک قدم بھی مذہب کو چھوڑکر آگے نہیں بڑھایا۔ جو کچھ کرتے تھے مذہب کی ہدایت سے کرتے تھے۔ جہاں جاتے تھے شریعت کی عالم افروز شمع اُنکے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ دنیا کو کھونڈ ڈالا۔ چپہ چپہ پر اپنے نشان قدم جمادئے۔ سمندروں کو جھکول ڈالا۔ مگر ہر جگہ حقیقی اسلام کے جھنڈے گاڑدئے۔ پھر کیا کوئی منصف وفہیم مسلمانوں کو ترقی کا سدراہ بتلا سکتا۔ یا مسیحیت اور اسلامی ترقیات کو ہموزن قرار دیسکتا ہے۔

حقیقت الامر تو یہ تھی جو عرض کی گئی۔ لیکن بدقسمتی سے جب یہ آوازیں پھیلتی ہوئیں اُفق مشرق سے ٹکرائیں تو تصادم اور مصاکة سے میں نے دیکھا کہ وہ آوازیں خردسوز حُمق افروز بجلیوں سے بدلگئیں تھیں، اور مدعیان حمایت ملۃ غرار کے خرمن ہوش وحواس پر کچھ اس طرح کوندکر گریں کہ وہ ابدالاباد کے لئے خاک سیاہ ہوگیا! دماغ تو بیکار ہوچکا تھا۔ بچی کھچی دل میں جو طاقت تھی اسنے ان طعنوں کا احساس کرایا! سراسیمگی میں تو پہلے سے تھی۔ بوکھلاکر مادہ پرستی کے شیدائیوں۔ اور ترقیات کی چکا چوند سے خیرہ ہونے والوں نے جو جواب دیا اسکا خلاصہ یہ تھا" کہ عملاً انہوں نے نماز کو ترک کردیا، اور یورپ سے کہا! کہ خدارا! ہمیں چھوڑدو! تاکہ ہم کالج اور یونیورسٹیاں قائم کرکے اپنی نیچی سطح کو بلند کرکے تمہاری سطح سے ملادیں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں کوشش کرونگا کہ شجر عالم کی کوئی تروتازہ ٹہنی ثابت ہوسکوں" یہ تو پہلے ایراد کا جواب تھا اور دوسرے اعتراض کے جواب دینے کیلئے

جب وہ مستعد ہوئے تو میں نے دیکھا کہ عربی تاریخوں کی پرانی کتابیں اِنکے آگے کھلی پڑی تھیں، اور وہ سلاطین اسلام کے بعض نوادرات کو نوٹ کرکے، بصد فخر وابتہاج یورپ سے یہ کہہ رہے تھے کہ غلط کہتے ہو کہ ہم طیران ہوائیہ کے موجد ہیں، دیکھو فلاں تاریخ کے فلاں صفحہ میں لکھا ہوا ہے کہ اُندلس کا حکیم ابن فراس تمسے پہلے آسمان پر اُڑنے کی کوشش کرچکا ہے یہ دوسری بات ہے کہ دم نہونیکی وجہ سے وہ اُترنے پر پوری قدرت نہ رکھتا تھا، گھڑی کی ایجاد کا سہرا ابھی ہمارے سر ہے، اور بارود گولہ توپ وغیرہ ہمارے ہاں جنگوں میں استعمال کئے جاتے تھے، الی غیر ذلک۔

یہ جوابات الزام دینے اور تغلیط خیالات فاسدہ کیلئے تو بیشک صحیح اور ایک حد تک مسکت ہیں، اور بہت سے حقیقت ناشناسوں کی تسلّی واطمینان قلب کیلئے کافی ہیں۔ ایک مسلمان کو یورپ کے مقابلہ میں یہ دعویٰ کرنیکا حق حاصل ہے کہ مسلمان جس علم وفن یا جس کام کی طرف متوجہ ہوئے اُسمیں دنیا سے گوی سبقت لیگئے،

لیکن یہ جوابات احتیاطی ہیں تحقیقی نہیں ہیں، میں نے جب کبھی اس قسم کی تحریریں پڑھی ہیں، میرے دل میں سخت انقباض پیدا ہوا ہے اور میں ہمیشہ حیرت واستعجاب سے دل میں کہتا رہا ہوں کہ کیا وہ عزیز اور دلفریب خطاب جو زنگفت کے اڈیٹر نے دیا ہے اُسکا جواب یہی تھا کہ ہم اپنے رب معبود کی عبادت چھوڑ دیں اور صرف اپنے کو وقف تبنیہ کالج وتاسیس یونیورسٹی کردیں اور کیا واقعی مسلمانوں کی سیزدہ صد سالہ زندگی میں چند ایجادات وصناعات وترقیات زرعی وتجارتی اسلام کی غرض وغایت پوری کردینے کیلئے کافی ہیں اور کیا یورپ ہمارے عملی اور قولی جواب سے کے مجموعہ پر (کہ ادھر تو ہم متاثر ہوکر اسلامی خصوصیات اور امتیازات کے داغ اپنی پیشانی سے مٹادیں، اور کوشش کریں کہ اسلامی بدنما خال ہماری صورتوں اور کالبدوں سے زائل ہوکر ہم میں اور اُن ترقی کے پتلوں میں صورۃً سیرۃً۔ لباسًا اخلاقًا کوئی فرق نہ رہے اور اسلام کی ایسی عظیم الشان وسعت دکھلادیں جسمیں یورپ کی خود ساختہ تہذیب اور قانونی مذہب بھی ایک کونہ میں پڑے نظر آنے لگیں۔

دوسری جانب اپنی مجرد۔ اور عدم قابلیت کا دھبہ لگانے کیلئے اسلامی عہد کے چند ممتاز گنوا کر فروتنی کی کوشش کریں۔) قہقہہ کے بجائے نعرہ تحسین بلند کریگا۔ اور کیا مسلمانوں کے

طرز عمل اور اور اُنکے جذبات وخیالات سے اسلام کو تہذیب و تمدن کا ساتھ نہ دینے والا سمجھکر اپنے اعتراضات کو زیادہ مضبوط پیرایہ سے ظاہر نہ کریگا۔ (باقی آئندہ)

اسلام کا رکن ثالث بھی اتفاق کا ذریعہ ہے

ہر انسان کے پاس تین چیزیں ہیں۔ روح۔ جسم۔ مال۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان تینوں پر نجاست عصیان قابض ہوتی ہے اور خباثت طغیان ان کے ساتھ ملکر انکو بھی ناپاک کر دیتی ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ اس غلیظ ناپاکی سے جو نہ سمندر کے پانی سے دُھل سکتی ہے نہ آب کوثر سے دور ہو سکتی ہے انکو پاک کیا جائے۔ پس روح کی پاکی یہ قرار پائی کہ اُسکو قلزم ایمان میں غوطہ دیا جائے تاکہ روح مردم پرستی کی بیڑیاں کاٹ دے۔ بت پرستی کا قلادہ اوتار دے۔ اور صلیب پرستی کا جامہ چاک کرکے کفر و عصیان سے آزاد ہو جائے اور ایک خدا برحق کے دلفریب خیال میں مگن رہے۔ اسکے بعد طہارت جسم کیلئے اسلام نے نماز کو مقرر کیا۔ نماز کیا ہے ایک طریقہ معین کیساتھ خدا کی عبادت کرنیکا نام نماز ہے جسمیں کلام ربانی سے زبان کو وہ ذوق حاصل ہوتا ہے جسکے لئے ازل میں فرشتہ صف آرا تھے اور حیرت و استعجاب کی نگاہیں لوح محفوظ کیطرف لگی ہوئی تھیں یا کانوں کو زمزمہ ہائے قرآنی سے وہ مزہ آئے جس نے فاروق اعظم رضؓ کی تلوار کو کند کر دیا تھا[ع] اور جسکے لئے کفار کی عورتوں نے ظالم شوہروں کی سختیاں سہیں معصوم بچوں نے بیرحم آبا کی گھڑکیاں سُنیں لیکن اُس دلکش آواز کی سماعت سے باز نہ آئے جو سیدنا ابوبکر رضؓ کی زبان سے بعد نماز صبح نکلتی تھی[ع]۔ یہانتک کہ اُن نغمہ ہائے عثمانی پر ایک بیکس مگر مقبول جماعت نے اپنے

[ع] اشارہ ہے اپنی بہن سے حضرت عمر رضؓ کا قرآن سُنکر ایمان لانے کی طرف ۱۲ [ع] کنایہ ہے اُس واقعہ سے کتب سیر و احادیث اپنے چبوترہ پہ بیٹھکر قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تو کفار کی عورتیں اُنکے ارد گرد قرآن سُننے کیلئے جمع ہو جاتیں۔ کفار روکتے مگر وہ باز نہ آتیں الخ ۱۲

مال و متاع - وطن کی اُلفت - عزیز و اقارب کی محبت سب کو قربان کر دیا[ع]۔

اگر ہماری بصیرت سلامت ہے تو اس نماز میں آنکھیں اُس نور سے منور ہوں اور اُس جلوہ سے مشرف ہوں جسکو دیکھتے ہی ازل میں قالوا بلیٰ کی صدا بلند کی تھی۔ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ پھر جب اسکی تاب نہ لاسکیں تو رکوع میں جھک جائیں اور پھر کھڑے ہوں تو شوق جبہ سائی گدگدی کرے اور پرتو ربانی کا جاہ و جلال اپنی خاکساری کا یقین دلائے تو اُسکی دہلیز پر سر رکھدیں اور سجدہ میں گر جائیں۔

جب اس طرح جسم و روح کی طہارت ہو چکی تو اب مال کی طہارت بھی ضروری ہے۔ لہذا اسلام نے طہارت مال کیلئے زکوۃ کو مقرر فرمایا طہارت مال کے سوائے اسکے اور کوئی صورت نہ تھی کہ جو مال ہم جاہ طلبی اور دنیوی اغراض میں صرف کرتے ہیں اُسکا ایک حصہ بنی نوع انسان کی ہمدردی کیلئے صرف کر دیا جائے جو مرضیات باری تعالیٰ کے مطابق ہو اس ہی لئے خدا عز اسمہ نے ارشاد فرمایا خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔ (اے رسول تم اُنکے اموال میں سے صدقہ لو تاکہ تمہارا صدقہ لینا اُنکے مالوں کو پاک کر دے۔)

اس آیۃ میں لفظ صدقہ سے مراد زکوۃ ہے کما فسر بھا المفسرون اسلئے کہ یہاں لفظ خذ سے ارشاد فرمایا ہے جو صیغہ امر ہے اور امر کا حکم وجوب ہے اور جس صدقہ کا لینا واجب ہے وہ زکوۃ ہی ہے پس یہاں صدقہ سے مراد زکوۃ ہے اور زکوۃ لینے کا سبب طہارت قابل بیان فرمایا گیا ہے۔ لہذا اب یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ زکوۃ کے لینے سے مال کی طہارت ہوتی ہے جو ہمارا مقصود ہے۔ اس ہی لئے امام اعظم رح کے نزدیک نابالغ کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی کیونکہ نابالغ غیر مکلف ہے اور اسلئے وہ اور اُسکا مال ملوث بنجاست معصیت نہیں ہو سکتا تو اب زکوۃ لینے سے تطہیر کس چیز کی ہوگی حالانکہ نص قرآنی میں زکوۃ لینے کی علۃ تطہیر مال قرار دیگئی ہے جب علۃ کا وجود نہیں تو معلول کا وجود بھی نہ ہوگا۔

اس تمہید سے گو یہ معلوم ہو گیا کہ زکوٰۃ و صلوٰۃ کا واجب ہونا عقل کے موافق ہے لیکن ہمارا موضوع بحث یہ نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ نماز اور زکوٰۃ میں تناسب ہے اور وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ طہارت مال ہے

ع مہاجرین کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے ۱۲

اور نماز طہارت بدن پس جس طرح طہارت بدن یعنی اسلام کا رکن ثانی نماز اتفاق کا ذریعہ ہے۔ اس ہی طرح طہارت مال اسلام کے رکن ثالث کو بھی اتفاق کا ذریعہ ہونا چاہئے۔ رہا یہ امر کہ طہارت روح رکن اوّل یعنی ایمان کا بھی کوئی تعلق اتفاق سے ہے یا نہیں سو یہ ظاہر ہی اسلئے کہ مذہب اسلام کا سنگ بنیاد ایمان ہے اور یہ مسلم ہے کہ مذہب سے زیادہ موثر طریقہ کوئی ہمدردی واتفاق کا نہیں متفرق قبیلوں مختلف طرز ومعاشرت کے انسانوں۔ دور و دراز ملکوں کے باشندوں کو ایک زنجیر میں جکڑنے والی قوت وہ مذہبی قوت ہے جسکی ایک کڑی کی حرکت تمام دنیا کو حرکت میں لا سکتی ہے۔ اور اُسکے ایک شرارہ کو سات سمندر کا پانی تو کیا آب شمشیر بھی ٹھنڈا نہیں کر سکتا۔ سرکش گورنر اُسکے قدم چومتے ہیں سلاطین زمانہ اُسکے علم کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور پُر غرور حکمراں اُسی کے پا انداز میں گرتے ہیں۔

اب ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ اتفاق وہمدردی زکوۃ سے کیونکر ہوتی ہے۔ اور یہ کچھ زیادہ دقیق نہیں ہر ذی فہم غور کرکے یہ معلوم کر سکتا ہے کہ جسوقت کوئی شخص کسی کے ساتھ احسان کرتا ہے تو قدرتی طور پر محسن کی محبت اُسکے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہوتا ہے جبلت القلوب الی حب من احسن الیھا۔ (جن قلوب کیساتھ کوئی بھلائی کرتا ہے تو وہ قلوب اُسکی محبت کی طرف مائل ہوتے ہیں۔)

احسان کے مختلف طریقہ ہیں لیکن سب سے زیادہ موثر طریقہ مالی امداد کا ہے خصوصًا اس زر پرستی کے زمانہ میں۔ لہذا زکوۃ جسمیں متمول غرباء کے ساتھ مالی احسان کرتے ہیں اس سے زیادہ بہتر ذریعہ ہمدردی کا کیا ہوگا۔ علاوہ ازیں متمول اور مفلس طبقہ میں جو فطرتًا عداوۃ ہونی چاہیے تھی اُسکا بھی انسداد ہو گیا۔ اسلئے کہ یہ امر ممکن ہی نہیں بلکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ عجب وتجبر دولت کا خاصہ ہے اور امراء کی نظریں عمومًا غرباء پر حقارت سے پڑتی ہیں۔ اسی ہی طرح غرباء کو امراء سے نفرت ہوتی ہے اور یہ نفرت اکثر حسد تک پہونچ جاتی ہے کہ یہی کیوں اِسقدر دولتمند بنائے گئے۔ لیکن جب اغنیاء ارباب حاجت کی امداد کرتے رہینگے اور زکوۃ شرعی اُن پر تقسیم ہوتی رہیگی تو کوئی وجہ نہیں کہ بیچارے غربت زدہ طبقہ کی آنکھیں نیچی اس احسان کیوجہ سے نہ ہوں اور یہ گروہ اعلیٰ طبقہ کیلئے مسخر نہ ہو جائے۔ کیا عجب ہے کہ نبی اُمّی روحی فداہ (جن پر مبدأ فیاض سے حکم شرعیہ برستی تھیں)

نے اپنے ارشاد - حصنوا اموالکم بالزکوۃ - (یا) واما ینفع الناس فیمکث فی الارض - (اپنے مالوں کو زکوۃ دیکر بچاؤ - کہیں غربار خود بخود نہ لوٹ لیں -) (جو شخص آدمیوں کو نفع پہونچاتا ہی وہ اطمینان سے زمین میں رہتا ہے) میں اس ہی طرف اشارہ فرمایا ہو -

زکوۃ چونکہ اغنیاء اور فقرار کی طبعی عداوت کے مٹانے اور آپس میں جذبات محبت کے لئے ایک بے نظیر آلہ ہے اسلئے اسکی ترغیب میں بکثرت بشارتیں اور زکوۃ کے ترک پر بکثرت وعیدیں کتب شرعیہ میں موجود ہیں اور اُن میں ہمارے اِس مقصود کی طرف جا بجا غور کرنیوالوں کیلئے اشارات بھی موجود ہیں اُن میں سے ہم یہاں پر صرف ایک وعید قرآنی کا ذکر کرتے ہیں اور باقی کو طوالت کی نذر چڑھاتے ہیں - چنانچہ قرآن پاک اُن اغنیاء کے حق میں جو مال جمع کرتے ہیں اور زکوۃ نہیں دیتے ارشاد فرماتا ہے

والذین یکنزون الذھب والفضۃ و لا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ، یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون -

(جو لوگ کہ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے اے رسول اُنکو دردناک عذاب کی خوشخبری سُنادو - جسدن کہ اُس مال کے (تبر بناکر) دوزخ کی آگ میں سُرخ کر کے اُنکی پیشانیوں - پہلوؤں پشتوں کو داغ دیا جائیگا (اور یہ کہا جائیگا) کہ جس مال کو تمنے اپنی جانوں کیلئے محفوظ رکھا تھا ذرا آج اُسکا مزا تو چکھ لو -)

اِس آیۃ کے سیاق وسباق پر نظر ڈالو طرز بیان پر غور کرو اُس عذاب کی نوعیۃ کو سوچو جو اسمیں بیان کی گئی ہے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ زکوۃ نہ دینے والوں کیلئے کسقدر سخت وعید ہے - خصوصًا جس نے نظم قرآنی کے انداز بیان پر غور کیا ہوگا تو اُسکو معلوم ہو گا کہ اسمیں شعلہ زیر عذاب کی نوعیت بخیلوں ہی کیلئے مخصوص ہے -

یہاں پر قابل غور امر یہ ہے کہ بخیلوں کی پیشانی - پہلو - کمر ہی داغ دینے کیلئے کیوں مخصوص کیگئی جبکہ عذاب فعل خداوندی ہی اور خدا حکیم کل ہی اسلئے فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ کی رو سے اِن تین چیزوں کے مخصوص فرمانے میں کوئی حکمت ہونی چاہئے ورنہ دامن حکمت خداوندی پر ایک بدنما داغ ہوگا -

(باقی آیندہ)

کیا اسلام ترقی کا مخالف ہے؟

اقوام عالم کی مختلف اللسان تاریخین اِس قدر مشترک پر متفق ہیں کہ اِس برق سے زیادہ سریع السیر زمانہ پر ہمیشہ ایک ایک ایسی حیرت انگیز حالت طاری رہتی چلی آئی ہے۔ جو کہ خفتگان عدم کی یادکو تازہ کرنیوالی اور بعد کو آنیوالوں کے لئے تازیانہ عبرت ہوتی رہی ہے مگر چشم بد دور ہمارے موجودہ زمانہ کی شان بھی کسی زمانہ سے کم نہیں۔ اسمیں بھی وہ وہ حیرت انگیز باتیں موجود ہیں جنکو دیکھکر کسی ایشیائی شاعر کا یہ شعر بے اختیار زبان سے نکلجاتا ہے ؎

ومن صحب الدنیا قلیلاً تقلبت | علی عینہ حتی یری صدقھا کذباً

اور غالباً اُسی کے خیالات کی عکسی تصویریں ان اشعار میں دکھلائی گئی ہیں:-

انقلاب چمن دہر کی دیکھی تکمیل
آج قاروں بھی کہدیتا ہے حاتم کو بخیل

بوحنیفہ کو کہے طفل دبستاں جاہل
مہر تاباں کو دکھلانے لگی مشعل قندیل

حُسن یوسف میں بتانے لگا ابرص سو عیب
لگ گئے چینٹی کے پر کہنے لگی ہیچ ہے فیل

شرک توحید کو کہنے لگے اہل تثلیث
لوح محفوظ کو کہتی ہے محرف انجیل

سامری موسیٰ عمران کو کہے جادوگر
شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے لڑکے تجہیل

شیر بکری کی معیت پہ ہو حیرت کیا خاک
ایک ہی کانٹے میں تُلنے لگے موزون و کیل

دور دورہ ہے وہ تعلیم عزازیلی کا
گویا ہر شخص پہ ہوتے ہیں منزل جبریل

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں
طوق زریں ہے گدھے کیلئے عزت کی دلیل

ہائے افسوس ہلاکت کے ہیں سارے اسباب
ٹس سے مس ہوتے نہیں پھر بھی ہمارے احباب

اِسکی ہر ہر ادا اگرچہ ”زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم * کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست“ کی مصداق ہے تاہم سب سے نرالی سج دھج وہ ہے جو میلان ترقی کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ وہ کونسی آنکھیں ہیں جو ترقی کیلئے نہیں ترستیں وہ کونسی زبان ہے جو ترقی کی تسبیح پڑھتے پڑھتے

خشک نہیں ہوئی جاتی۔ وہ کونسے کان ہیں جنکے لئے ترقی کے گیت لحن داؤدی سے کم ہیں۔ وہ کونسا آغوش ہے جو شاہد ترقی کیلئے ہر وقت کشادہ نہیں۔ وہ کونسے ہاتھ ہیں جو ترقی کے لئے پھیلے ہوئے نہیں۔ وہ کون سے قدم ہیں جو اگرچہ تھکے ماندے ہوں مگر میدان ترقی میں ہرن سے زیادہ چوکڑی بھرنے والے نہیں۔ وہ کونسا دماغ ہے جو حصول ترقی کی فکروں میں دن رات چکر نہیں کھاتا وہ کونسا قلب ہے جو خیالات ترقی کی گذرگاہ بلکہ قیامگاہ نہیں ہے۔ وہ کونسا شخص ہے جو زبان حال سے ترقی کو مخاطب کرکے نہیں کہتا ؎

سر ہی نہیں وہ جسمیں کہ سودا ترا نہیں   دل ہی نہیں وہ دل کہ تری جسمیں جا نہیں

ہاں! ہاں!! ہم صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ دنیا میں صبیان و مجانین سے قطع نظر کرنیکے بعد کوئی ذی عقل دکھائی نہ دیگا جو اپنا نصب العین ترقی کو نہ بنائے ہوئے ہو اور ہم ترقی کے مفہوم عام پر نظر کرتے ہوئے اس تعمیم کی نسبت یہانتک کہنے کیلئے طیار ہیں کہ عامہ بشر تو بجائے خود وہ حضرات بھی ترقی کی خواہشوں سے خالی نہیں جنکو منعم حقیقی کی طرف سے نفوس قدسیہ عطا ہوئے ہیں (اولیا و انبیا) ممکن ہے کہ ہماری اس سچی اور واقعی گذارش پر سرسری نظر کرنے والونکو نہ صرف شبہ ہو بلکہ اگر ایسے کلمات کو گستاخی پر بھی محمول کیا جاوے تو عجب نہیں لیکن ہمکو کامل یقین ہے کہ ذی علم نظریں اس پر متعجبانہ انداز سے نہ پڑینگی۔ خود حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کے احوال مقدسہ پر نظر ڈالئے تو صاف طور سے ظاہر ہو جاویگا کہ ہم اپنی اس تعمیم کلی میں بالکل حق بجانب ہیں جب کثرت عبادت کی وجہ سے حضور کی نوبت تورمِ قدم تک پہونچی اور آپ کے سچے جان نثاروں سے یہ حالت نہ دیکھی گئی تو عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے:- [illegible]

لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ | (اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کردئے۔)

کے وعدہ سے آپ کو اطمینان کامل عطا کردیا ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ آنحضرت اسقدر تکلیف برداشت کریں جو مالا یطاق کی حد تک پہونچتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ بارگاہ رسالت سے جواب دیا گیا کہ افلا اکون عبدا شکورًا۔ | (تو کیا میں شکرگذار بندہ نہ بنوں۔)

طبائع سلیمہ اور عقول مستقیمہ کی دولت رکھنے والے حضرات اس جواب سے صاف طور پر سمجھ لینگے کہ اس جواب کا مطمح نظر حصول ترقی ہی ہے۔

ادعیۂ ماثورہ :-

اللھم احشرنی فی زمرۃ المساکین - یا	(یا الٰہا مجکو (قیامت میں) مساکین کی جماعت میں اُٹھانا۔
اللھم نقنی من الذنوب کما ینقی الثوب الابیض من الدنس۔ یا	(الٰہی! مجکو گناہوں سے ایسا صاف کردے جیساکہ سپید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔)
اللھم اجعل خلفی نوراً الخ	(اے اللہ میرے ہر طرف نور کو محیط کردے۔)
اور ارشاد باری تعالیٰ وقل رب زدنی علما۔	(اور تم یوں کہا کرو کہ اے میرے پروردگار میرے علم میں ترقی فرما!)

(وغیرذلک) کیا ان سب کا مبنی ای برادر بے نہایت درگہیست۔ ہرچہ بروے میرسی بروے مایست نہ تھا؟ ہاں! ہاں!! تھا اور ضرور تھا جب ختم رسل کو بھی ترقی کی فکروں میں یہ انہماک تھا تو آپ کے بعد وہ کون ہے جسکی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ترقی کی خواہشوں سے خالی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آج جو چاروں طرف سے ترقی! ترقی!! کی آوازیں نمونۂ قیامت بنی ہوئی ہیں۔ اِن ترقی کے متوالوں کا نقطۂ خیال کیا ہے۔ ذیل کے سوالات کی اگر تنقیح ہوجاوے تو غالباً یہ مسئلہ خود بخود حل ہوجاویگا کہ کیا اسلام ترقی کا مخالف ہے؟ اور بجاے اسکے کہ ہم خود اُسکے نتیجۂ استدلال کی تکلیف اُٹھاویں انکے جوابات خود بخود پکار اُٹھینگے کہ اسلام ترقی کا مخالف ہے یا نہیں۔ (۱) ترقی کا حقیقی اور واقعی مفہوم کیا ہے۔

(۲) وہ کونسا معیار ہے جس سے ترقی یا تنزل کی شناخت کی جاسکتی ہے۔

(۳) قرون مشہود لہا بالخیر میں ترقی تھی یا نہیں۔

(۴) اگر تھی تو اُسکے اسباب کیا کیا تھے۔

(۵) ترقی کے وہی اسباب آج کل بھی پائے جاسکتے ہیں یا نہیں۔

(۶) زمانہ کے تغیرات نے ترقی کو اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے آجکل بھی قابل تحصیل باقی رکھا ہے یا اسکی ضرورت ہے کہ اُسمیں کچھ ترمیم کی جاوے۔

(۷) جن معانی کے اعتبار سے آجکل ترقی میں جد وجہد کی جاری ہے وہ ترقی کہلائی جانیکے مستحق ہیں یا نہیں۔

(۸) ہر قوم کی ترقی کا ایک ہی میدان ہونا چاہیئے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ مختلف اقوام اپنی مناسبت کے موافق مختلف میدانوں کو ترقی کے لئے اختیار کریں۔

—(باقی آیندہ)—

محمد اعزاز علی بریلوی غفرلہ

قواعد وضوابط رسالہ القاسم

۱۔ یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے اور کسی ماہ کا رسالہ بتیس صفحے سے کم نہیں ہوتا بلکہ بعض مرتبہ بضرورت کثرت مضامین اِس سے بڑھجاتا ہے۔

۲۔ یہ رسالہ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر طبع ہوتا ہے اور عام قیمت سالانہ مع محصول دو روپیئے آٹھ آنہ پیشگی لیجاتی ہے۔ ممالک غیر سے صرف اُسی قدر زیادہ لیا جائیگا جسقدر وہاں کا محصول بہ نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے۔

۳۔ جو حضرات بطور اعانت و امداد اِس رسالہ کی قیمت سالانہ پانچ روپیہ یا اِس سے زیادہ مرحمت فرمائینگے وہ رسالہ کے معاونین خاص میں شمار ہونگے۔ اور ایسے حضرات کی فہرست القاسم میں شائع ہوتی رہیگی۔

۴۔ سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے جملہ حضرات کی خدمت میں پہلا پرچہ وی۔ پی بھیجا جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو اضافہ کرکے ؏ کا ویلو روانہ ہوگا۔

۵۔ یہ رسالہ ہرگز کبھی کسی صاحب کی خدمت میں بلا طلب و تحریک ویلو نہیں روانہ کیا جاتا بعض حضرات خود طلب فرماتے ہیں اور بعض حضرات اپنے اعتماد پر دوسروں کی خدمت میں ویلو بھیجنے کی فرمایش کرتے ہیں۔

۶۔ شعبان ۱۳۳۱ھ مطابق جولائی ۱۳ء سے اِس رسالہ کا چوتھا سال شروع ہوا ہے۔ پہلے تین سالوں کی مکمل جلدیں موجود ہیں۔ قیمت ہر جلد کی ؏ مع محصولڈاک ہے۔

۷۔ نمونہ اور اشتہار میں جن حضرات کے نام نامی شائع کئے گئے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر حضرات اہل علم کے مضامین بھی درج رسالہ کئے جائینگے جو اصول اسلام اور مقاصد رسالہ کے خلاف نہوں۔

۸۔ القاسم کے متعلق جملہ تحریرات و ترسیل زر بنام حضرت مدیر یا بنام خاکسار ہونی چاہیئے۔

المشتہر

خاکسار سراج احمد عفی عنہ معتمد المدیر رسالہ القاسم ؒ دفتر القاسم مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہارنپور

الرشید

کے لئے ابھی کافی درخواستیں نہیں آئی ہیں۔ اسلئے اُسکے اجرا میں تعویق ہوئی۔ ارادہ ہے کہ اگلے مہینے سے اُسکو جاری کردیا جائے خریداران کو درخواستوں کی روانگی میں عجلت چاہیئے۔

معتمد المدیر القاسم

5 (رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

علمی - مذہبی - اخلاقی - ادبی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۵ بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ جلد ۴

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے چھپوایا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابتہ ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

مطابق ماہ نومبر ۱۹۱۳ء

جو حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحب و حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب

اور

دیگر مقدس و مقتدر علما کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری

خریداران القاسم خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور درج فرماویں ورنہ شکایت جواب سے معاف رکھیں۔

محرم ۳۲ھ میں خریداران نمبر ذیل کی خدمت میں القاسم وی پی روانہ ہوگا جن حضرات کو خریداری منظور نہو وہ بذریعہ کارڈ دفتر القاسم میں اطلاع فرماویں کہ انکی خدمت میں القاسم روانہ نکیا جاے۔ لہذا اپنے اپنے نمبر ملاحظہ فرمالیں :-

خریدار عہ ۵۹۸ و عہ ۷۰۸ و عہ ۹۴۱ و عہ ۹۶۳ و عہ ۱۲۷۷ و عہ ۱۵۱۹ و عہ ۱۵۲۲ و عہ ۱۵۲۳ و عہ ۱۵۲۴ و عہ ۱۵۲۷ و عہ ۱۵۲۸ و عہ ۱۵۲۹ و عہ ۱۵۳۰ و عہ ۱۵۳۱ و عہ ۱۵۳۲ و عہ ۳۵۳۴ و عہ ۱۵۳۵ و عہ ۱۵۳۶ و عہ ۱۵۳۸ و عہ ۱۵۳۹ و عہ ۱۵۴۰ و عہ ۱۵۴۱ و عہ ۱۵۴۲ و ۱۵۴۳ و عہ ۱۵۴۴ و عہ ۱۵۴۵ و عہ ۱۵۵۰ و عہ ۱۵۵۱ و عہ ۱۵۵۲ و عہ ۱۵۵۳ و عہ ۱۵۵۴ و عہ ۱۵۶۹ و عہ ۱۵۸۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ الاسلام فلپائن دارالعلوم دیوبند میں

کچھ عرصہ گذرا کہ فلپائن ملک امریکہ کے مسلمان باشندوں کی درخواست پر جن کی تعداد کم و بیش دس لاکھ ہے ایک وفد بسرکردگی والی فلپائن قسطنطیہ پہونچا تھا۔ اس وفد کی خواہش یہ تھی کہ فلپائن کیلئے ایسے عالم تجویز کر کے بھیجے جائیں جو مسلمانان فلپائن کے مذہبی مقتدا بنکر اُن کی ہدایت و رہنمائی کا مہتم بالشان کام انجام دیسکیں اور مسلمانان فلپائن دینی امور میں اُن کے اشارہ پر چلیں۔ وفد کی یہ درخواست بارگاہ خلافت میں منظور ہوئی۔ اور حضرت شیخ الاسلام قسطنطیہ نے اپنے میر منشی حضرت عالم تقی حسیب دنبیہ جناب شیخ سید محمد وجیہ کو اس جلیل القدر خدمت کیلئے منتخب فرماکر فلپائن کا شیخ الاسلام مقرر فرمایا۔ سید صاحب موصوف ملک شام کے مشہور تاریخی شہر نابلس کے رہنے والے ہیں۔ جو بیت المقدس سے قریب ہے۔ سید صاحب موصوف حضرت پیران پیر غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ کی نسبی و حسبی یادگار ہیں۔ آپنے علم ظاہری اور کمالات باطنی اپنے والد ماجد قدس سرہٗ سے حاصل کئے۔ اور آپ میں وہ تمام اوصاف موجود ہیں جو ایک عالم متبحر اور درویش پاک طینت میں ہونے چاہئیں۔

سید صاحب موصوف اس سے قبل منجانب بارگاہ خلافت جلیل القدر عہدوں پر مامور رہ چکے تھے۔ ولایت ازمیر اور ولایت اورنہ (اڈریانوپل) کے مسند قضا پر بھی آپ متمکن رہے تھے۔ اور

خاندان سلطانی کے معزز ارکان کو دینیات کی تعلیم بھی آپ کے سپرد رہی تھی۔ ان تمام مناصب جلیلہ پر قایم و متمکن رہنے سے آپ کے اوصاف حسنہ و اخلاق حمیدہ کا پورا تجربہ ہو چکا تھا۔ در حقیقت فلپائن جیسے ملک کیلیے آپ سے زیادہ بہتر کسی کا انتخاب نہو سکتا تھا۔

سید صاحب موصوف نے اہل و عیال ملک وطن۔ آرام و راحت پر اسلامی خدمات کو ترجیح دیکر اول درجہ کے ایثار کا ثبوت دیا۔ اور پانچ برس کیلیئے اپنی ذات کو اس عظیم الشان خدمت کیلیے وقف کر کے مفارقت عزیز و اقارب اہل و عیال گوارا کی۔

آپ اول حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حج بیت اللہ سے فراغت حاصل کر کے ہندوستان تشریف لائے۔ آپ نے از روئے کمال دانشمندی و دور اندیشی یہ مناسب سمجھا کہ ہندوستان کے مشہور شہروں کی سیاحت کر کے یہاں کے مسلمانوں کی حالت کا اندازہ کریں۔ اور مشہور علمی درس گاہوں کو دیکھکر طرز تعلیم و طریق معاشرت اہل ہند کو مشاہدہ فرماویں جس سے آپ کو فلپائن جا کر اپنی خدمات کی انجام دہی میں بصیرۃ تامہ حاصل ہو جائے آپ بمبئی وغیرہ قیام فرماتے ہوئے دہلی تشریف لائے اور دہلی سے علیگڈھ کالج اور علیگڈھ سے براہ راست دیوبند تشریف لائے۔ علیگڈہ اور دیوبند کے سفر میں آپ کے ہمراہ مولوی حکیم محمد احسن صاحب لپے سفوری تھے۔ دیوبند تشریف لانیکی اطلاع تار کے ذریعہ علیگڈھ سے دیگئی تھی لیکن یہ تار آپ کے اسٹیشن دیوبند پر پہونچنے سے تھوڑی ہی دیر پہلے ملا۔ اور اسوجہ سے آپ کا استقبال نہو سکا۔ جو صاحب استقبال کیلیۓ بھیجے گئے تھے اُن سے راستہ میں ملاقات ہوئی۔ آپ ۶ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء کے گیارہ بجے دوپہر کی گاڑی سے دیوبند پہونچے۔ اور ۷ دسمبر کو ۳ بجے دن کی گاڑی سے دہلی تشریف لیگئے۔

آپ کا قیام دیوبند بہت مختصر مگر معنوی برکات سے مملو تھا۔ آپ دیوبند تشریف لاکر بہت ہی محظوظ ہوئے دیوبند کی آبادی کو دیکھتے ہی فرمایا۔ اری نوراً (یہاں نور دیکھتا ہوں) اور یہاں کے سادہ وضع علماء اور طلبہ کو دیکھکر ارشاد فرمایا وجدت ضالتی المنشودة (اپنی گم شدہ چیز کو جسکی تلاش میں تھا پالیا) یہ آپ کی کمال فراست ایمانی تھی۔ ورنہ دیوبند بہت ہی معمولی بے رونق بستی ہے۔ دار العلوم دیوبند بھی ظاہری شان و نمود کے اعتبار سے

اس درجہ کا نہیں ہے کہ دار الخلافہ قسطنطنیہ مصر و شام کی درس گاہوں کو دیکھنے والے شخص کی نظر میں باوقعت ہو سکے ۔ یہ تھوڑا سا وقت نہایت پرلطف گذرا اور آپ سے اکثر مباحث علمی میں تذکرہ رہا جسکی وجہ سے طرفین میں موانست وارتباط ایمانی کی گہرے تعلقات قائم ہوگئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرت شیخ الاسلام موصوف کی مسرۃ زیادہ بڑہی ہوئی تھی یا اہل دیوبند کی آپ نے اپنے ضالہ منشودہ کو دیوبند میں پایا اور حالت غربت و مسافرۃ میں بیشک یہ امر موجب ازدیاد مسرۃ وطمانیت قلب ہو سکتا تھا ۔ لیکن اہل دیوبند کی مسرۃ اس وجہ سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی ۔ کہ سید صاحب موصوف کے خیالات بالکل راسخین فی العلم کے خیالات تھے اور یہی بات ہے جسکو آج کل کبریت احمر کہا جا سکتا ہے ۔ علم اور اہل علم کی اس زمانہ میں کمی نہیں لیکن ایسے عالم کہاں ملتے ہیں جو علماء راسخین کے طرز و وضع عقائد و خیالات پر قائم و مستقیم ہیں یا اُن کو پسند کرتے ہیں ۔ اہل دیوبند کو اس امر سے بہت زیادہ مسرۃ تھی کہ جس جمود کی وجہ سے آجکل وہ مورد طعن وملامت بنے ہوئے ہیں ۔ ابھی اُس جمود کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے والے بھی موجود ہیں حضرت شیخ الاسلام موصوف نے جیسے محبت کے بھرے ہوئے اور شاندار الفاظ میں اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہم اُنکے اظہار سے مقصر ہیں ۔ مگر تاہم آپنے اپنی تقریر میں جو کلمات فرمائے ہیں اُنکو ہم بجنسہ نہ سہی مگر اختصار کے ساتھ نقل کرینگے جن سے ناظرین کو اندازہ ہو جائیگا ۔

سید صاحب موصوف کا خیال تھا کہ طلبہ دار العلوم کی عام مجلس میں کچھ ارشاد فرمائیں ۔ اور جناب مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کا بھی ارادہ تھا کہ طلبہ دار العلوم کی جانب سے آپکا خیر مقدم ادا کیا جائے اور آپ بہیئت مجموعی ان طلبہ کے طرز و وضع آداب معاشرۃ اور طریق تعلیم و تعلم کو ملاحظہ فرمالیں ۔ اسلئے اوّل تو آپ کو اکثر مدرسین کا درس دکھلایا گیا ۔ آپ ہر ایک مدرس کے درس میں تھوڑی دیر تشریف رکھتے اور مدرس کی تقریر کو سنتے تھے ۔ بعض مدرسین نے اُس روز عربی میں درس دیا اور بعض نے مثل روزمرہ اُردو میں درجۂ قرأۃ و تجوید میں تشریف لیجاکر چند طلبہ سے عربی و مصری لہجہ میں کلام مجید بھی سُنا ۔ اور پھر طلبہ کے حجروں اور مکانات کا ملاحظہ فرماکر دار العلوم کے کل احاطہ موجودہ اور مجوزہ تعمیرات و مطبخ وغیرہ کا ملاحظہ فرمایا ۔ اسکے بعد درسگاہ کلاں میں بوقت ۱۰ بجے جہاں تمام طلبہ و مدرسین دار العلوم جمع تھے تشریف لیگئے ۔ اُس موقع پر آپکا آن

طلبہ سے تعارف کرایا گیا۔ جو دُور دراز ممالک قازان (یورپین روس) چین وختن۔ ترکستان وروس۔ عراق عرب۔ حجاز ویمن وغیرہ سے طلب علم کی غرض سے دیوبند میں مقیم ہیں۔

سب سے اول احقر مدیر القاسم نے کھڑے ہوکر عام طلبہ دارالعلوم سے تعارف کراتے ہوئے آپ کے حالات بیان کئے اور یہ بھی بیان کیا کہ اگرچہ دیوبند میں آپ کے تقرر شیخ الاسلامی یا ہندوستان تشریف لانے اور دیوبند تک تکلیف سفر گوارا کرنیکی کوئی اطلاع نہ تھی اور اسوجہ سے ہماری جانب سے آپکی خدمت میں کسی قسم کی درخواست تشریف آوری نہیں کی گئی۔ مگر یہاں کی کشش درخواست کی قائم مقام ہوگئی۔ لیکن یہ کشش ایسی نہ تھی جیسے مطلوب کی طرف سے طالب کیلئے۔ یا اہل کمال کی جانب سے مستفیدیں کیلئے ہوتی ہے بلکہ ایسی تھی جیسے حاجتمند اور طالب استفادہ کی طرف ارباب جود و اہل کمال کی ہوتی ہے۔ جب کوئی صاحب حاجت ہوتا ہے تو گو زبان سے سوال نکرے مگر اہل سخاء کے اندر خود بخود حرکت پیدا ہوجاتی ہے۔ کوئی سچا طالب ہوتا ہے تو ارباب کمال خود بخود اُسکے افادہ کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ بچہ بھوکا ہوتا ہے تو ماں کے دودھ میں جوش پیدا ہوجاتا اور زمین خشک ہوتی ہے تو ابر کرم اُسکی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ جود محتاج گدایاں چوں گدا۔ اس موقع پر بطور تمثیل مولانا روم کا یہ شعر پڑھا۔ ۵

تا نگرید طفل کے جوشد لبن | تا نگرید ابر کے خندد چمن

اس مختصر تقریر کے بعد مولوی اعزاز علی صاحب مدرس دارالعلوم نے جماعت مدرسین و طلبہ کی جانب سے عربی نظم میں جو اُس روز عجلت میں لکھی تھی آپ کا خیر مقدم ادا کیا اور اسکے بعد جناب مولانا سید محمد انور شاہ صاحب مدرس دارالعلوم نے نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں برجستہ تقریر کی۔ مولانا موصوف کے فضل و کمال علمی اور فصاحت و بلاغت سے اکثر حضرات واقف ہیں۔ مولانا کی تقریر ایک جانب اگر باعتبار زباندانی اور فصاحت و روانی کے بے مثل تھی تو دوسری جانب ایسے عالی مضامین اور حقائق اصول دین و نکات علم کلام و حدیث پر حاوی تھی جو کم کسی نے سنی ہونگی۔

حضرت شیخ الاسلام موصوف بھی آپ کی تقریر و مضامین پر محو حیرت تھے۔ نہایت غور کے ساتھ ہمہ تن گوش بنے ہوئے متوجہ تھے۔ اور برابر استحسان اور تسلیم کے ساتھ گردن ہلاتے تھے۔

مولانا نے جو مضامین بیان فرمائے وہ حقیقت میں ایسے تھے کہ دوسرا کوئی شخص گو کتنا ہی وسیع النظر اور قادر علی الکلام ہو متعدد مجالس میں بھی ادا نہ کر سکتا تھا۔ مگر آپ کا دوسرا کمال یہ تھا کہ انہیں مضامین دقیقہ کو نہایت جامع اور مختصر الفاظ میں بہت تھوڑے سے وقت کے اندر ایسی طرح بیان کر دیا کہ نہ فہم مضامین میں خلل واقع ہوا۔ نہ کوئی ضروری بات فروگذاشت ہوئی۔ نہ بے ضرورت زاید از حاجت ایک جملہ زبان سے نکلا۔ اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ اگر ہفتوں سوچ کر اور عبارت کو مہذب و منقح بنا کر کوئی شخص لکھتا اور یاد کر کے سناتا تو ایسی سلاست و روانی کے ساتھ نہ پڑھتا اور ایسی واضح و برجستہ تقریر نہ کر سکتا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام موصوف الصدر کھڑے ہوئے۔ اور آپنے اعلیٰ درجہ کی بامحاورہ فصیح و شستہ عربی زبان میں موقع و محل کے مناسب تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر مسلمانوں کی موجودہ حالت کیلئے عمدہ دستور العمل تھا اور طلبہ کیلئے ابتدا طلب علم سے تکمیل علوم اور تمکن مسند تعلم و ہدایت تک کیلئے نہایت بیش قیمت نصائح اور ہدایات پر مشتمل تھی۔

آپ کی تمام تر تقریر عالمانہ مضامین سے لبریز تھی۔ آپ نے اپنی تقریر میں دکھلایا کہ آپ محض عالم ہی نہیں ہیں بلکہ ایک مدبر صاحب فراست ہیں اور آپ میں تمام وہ اوصاف مجتمع ہیں جو ایک ہادی مقتدا میں ہوتے چاہئیں۔

خلاصہ تقریر حضرت شیخ الاسلام فلپائن

آپ نے اپنی تقریر کا افتتاح آیت شریفہ ذیل سے کیا:۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ اور صلوۃ وسلام کے بعد فرمایا وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ پھر فرمایا۔

اخوانی اوصیکم وایای بتقوی اللہ تعالےٰ وطاعتہ ایای وایاکم واحذرکم واحذر نفسی عن مخالفۃ الشریعۃ والسنۃ النبویۃ لانہ قال تعالیٰ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ	برادران من آپکو اور اپنے نفس کو تقویٰ اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی اور تمکو اور اپنے آپ کو اسکی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں اور میں تمکو اور اپنے نفس کو شریعت غرا اور سنۃ نبویہ کی مخالفت سے ڈراتا ہوں اسلئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص ایک ذرہ کی برابر عمل خیر

ومن مثقال ذرۃ شرا یرہ

پھر فرمایا۔ انی استحی حیث اری نفسی بین اظہر ھذہ العلماء الجہابذۃ والاتقیاء الذین حافظوا علی القران واحیوا سنۃ نبیہ حین امیتت وانما یکون کلامی ھذا تکلفا بین ایدی ھولاء الجہابذۃ

کر گیا۔ اُسکا ثواب پائیگا۔ اور جو ایک ذرہ کی برابر برائی کریگا اُسکو بھی دیکھیگا

جب میں اپنے آپکو ایسے جلیل القدر علما اور پرہیزگاروں کے درمیان دیکھتا ہوں جنھوں نے قرآن مجید کی محافظت کی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے احیاء میں ایسے وقت کوشش کی جب کہ اُسکو بالکل مٹا دیا گیا تھا۔ گفتگو کرنیسے حیا دامنگیر ہوتی ہے اور اسلئے میرا ایسے علماء کے سامنے بولنا بہ تکلف ہوگا۔

اسکے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ نے جب مجھپر اس مدرسہ کی زیارۃ کرنے اور اپنے مسلمان بھائیوں سے ملنے کا احسان فرمایا تو لازم ہوا کہ ہم باہم تعارف پیدا کریں۔ اور اگر تعارف فقط اس طرح ہو کہ سلام کرکے رخصت ہوجائیں تو چنداں سودمند نہیں ۔ بلکہ ہم ایسا تعارف پیدا کرنا چاہتے ہیں جسکی طرف حدیث شریف اثنان تحابا فی اللہ اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ (یعنی اُن سات شخصوں میں سے جنکو خدا تعالیٰ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں جگہ دیگا۔ وہ دو شخص بھی ہیں جنھوں نے خدا کیلئے باہم محبت پیدا کی۔ اُسی کی محبت پر باہم جمع ہوئے اور اُسی پر جدا ہوئے) اور جب ہمارا اجتماع خدا تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہوگا تو یقیناً یہ ہمارا تعارف مفید اور کارآمد و دیرپا ہوگا اور ہم خدا تعالےٰ کے ذکر کرنے والوں میں داخل ہوجائیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ کہ گو یہ مدرسہ زیب وزینت ظاہرہ اور شان ونمود کی بہت سی باتوں کو شامل ومحیط نہیں ہے۔ مگر میں نے اسمیں فضل وکمال اور ایسے انوار وبرکات کو دیکھا جنکو سواء مسلم تام کے دوسرا نہیں دیکھ سکتا۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اور میں کہتا ہوں کہ یہ نور جو میں نے یہاں دیکھا ہے میرے نزدیک اُس چمک دمک سے اچھا ہے جو تاج سلاطین کے دار آبدار میں ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ نور جسمانی ہے اور یہاں پر معارف اور علم وحکمت کا نور ہے۔ پھر جب مجکو اتنی بڑی مسرۃ حاصل ہوئی اور یہاں میں نے یہ انوار دیکھے تو مجکو مناسب معلوم ہوا کہ دوران سیاحۃ میں جو کچھ دیکھا ہے اُسکو آپ کے سامنے بیان کروں میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ وہ امور آپ پر مخفی ہیں کیونکہ آپ سب بحمد اللہ علماء ہیں۔ بلکہ محض مذاکرہ اور تبادلہ خیالات کی غرض سے ذکر کرتا ہوں۔

میں نے ہندوستان میں بہت سے اختلافات دیکھے۔ ایک اختلاف جو مسلمانوں میں باہم ہے دوسرا وہ جو مسلمانوں کا دوسرے فرقوں سے ہے۔ ایسے وقت علماء کا فرض منصبی یہ ہے کہ دعوۃ وارشاد میں اصول تدریج کو ملحوظ رکھیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام کی اساس کلمۂ توحید وشہادۃ پر ہے۔ جو شخص کلمہ توحید وشہادۃ کا مقر ہے ہم اسکے اسلام کا حکم دینگے اور اسکے باطن کو خدا تعالیٰ کے حوالہ کرینگے۔ اور جو لوگ باوجود اقرار کلمہ توحید امور دین کے منکر یا ادا احکام دین میں متکاسل ہیں۔ اُن کیلئے کتب فقہ میں درجات معین ہو چکے ہیں۔ اگر اُن سے دربارہ انکار امور دین کوئی ایسا قول سرزد ہو جسکی تاویل نہیں ہو سکتی تو ہم اُسکی تکفیر کرینگے۔ اور اگر وہ تارک فرائض یا مرتکب محرمات ہے اُسکی تفسیق کرینگے۔ وعلی ہذا۔ یہ ہے فرض علماء کا کہ وہ ہر درجہ کو معین کرکے اس کا حکم لگائیں اور یہ بھی آپ حضرات علماء پر لازم ہے کہ خدا کے راستہ کی طرف نرمی اور شفقت کے ساتھ بلائیں ایسا نہونا چاہیئے کہ جب دین سے سوء ظن رکھنے والے یا منافق یا دل میں تردد رکھنے والے آپ کے پاس آئیں تو آپ ترش روئی سے پیش آئیں اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہکر کھڑے ہو جاتے ہیں نہیں آپ کو کشادہ پیشانی سے پیش آنا چاہیئے اور اول اُس شخص کا حال معلوم کر لینا چاہیئے۔ اگر وہ معاند نہیں ہے بلکہ طالب حق ہے اور اُسکو اصول دین میں تردد یا شک ہے تو اول اُسکو توحید کی تعلیم دینا چاہیئے دلائل وبراہین سے توحید کو ثابت کرنا چاہیئے اول ہی سے اُسکو فروع وعبادات اسلام کی تعلیم نہ دینا چاہیئے۔ ہاں جب توحید کا قائل ہو جائے تو اول فرائض کی اور پھر سنن وآداب کی درجہ بدرجہ تعلیم دینی چاہیئے۔ اسی طرف ہے ارشاد خداوندی ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ میں۔

پھر فرمایا اور جب کہ اس مدرسہ کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے۔ اور ابھی مجکو اُستاذ جلیل (مولانا سید محمد انور شاہ صاحب) نے اس مدرسہ کی موسس اور بانی کے اصول دربارہ اشاعت علوم وتائیدین سمجھائی ہیں۔ تو مجکو معلوم ہو گیا کہ اسجگہ اہل سنت وجماعۃ کے مسلک کی تعلیم دیجاتی ہے۔ اور یہی طریقہ میرے نزدیک اہل سنۃ وجماعۃ کا ہے جو رسول کریم الہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے متبع ہیں اور طریقہ سنۃ کی تائید اور بدعات مبتدعین کا رد بھی عین سنۃ اور فرائض علماء میں داخل ہے۔

پھر طلبہ کو خطاب کرکے فرمایا کہ آپ لوگ طلب علم کے لئے یہاں آئے ہیں۔ اور طلب علم عبادۃ ہے

اور عبادۃ سوا رخدا تعالیٰ کے اور کسی کیلئے جائز نہیں ہے اور جب عبادۃ سے کوئی چیز مثل ریا یا طلب دنیا وجاہ مقصود ہوتی ہے تو وہ عبادۃ نہیں رہتی۔ اسلئے اُن لوگوں پر جو اس مدرسہ میں طلب علم کیلئے آئیں اُن پر لازم ہے کہ تحصیل علم میں سوا رضا خداوندی اور ہدایت عباد کسی اور چیز کو مقصود قرار نہ دیں۔ طلب دنیا اُن کا مقصود نہو۔ اور جس نے طلب علم سے منافع دنیاوی کا حاصل کرنا نصب العین بنایا اُس نے اپنے اوپر بھی ظلم کیا اور اُن لوگوں پر بھی جو آئندہ اُس سے تعلیم پاوینگے۔ اور یہ امر بھی آپ پر واضح ہے کہ ہمارا دین دین وسط ہے اور ہماری شریعت شریعت وسط ہے اور یہ اُمتہ اُمتہ وسط ہے جیسا کہ خود خداوند عالم کا ارشاد ہے وکذلک جعلنٰکم اُمۃ وسطا۔ پس آپ پر اور ہم پر لازم ہے کہ ہم لباس وطعام ومسکن وغیرہ میں بھی میانہ روی کو اختیار کریں۔ پھر حضرات علماء اور طلبہ علم پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے علم پر عمل بھی کریں۔ علم اگر بغیر عمل کے ہو تو اُسکی مثال شجر بلا ثمر کی سی ہے۔ اگر آپ خود عامل ہوں گے تو آپ کی تعلیم وتلقین موثر ہوگی قلوب میں آپ کی طرف شغف ومیلان پیدا ہوگا۔ آپ کی بات آب زر سے لکھی جائیگی۔ آپ کو دیکھکر دوسرے عمل کرینگے اور آپ کی فیض صحبت سے فائدہ اُٹھائیں گے۔ ورنہ آپ کے اقوال کو جو مطابق اعمال نہیں ہیں قلوب قبول نکریں گے کان اُن کے سننے سے کراہتہ کرینگے یہیں سے ہمکو ارسال رسل اور اُن کی معصوم ہونیکی حکمتہ بھی معلوم ہوگئی۔ خدا تعالیٰ نے اُن کو خطایا اور معاصی اور نیز ایسے امور سے جو موجب نفرۃ ہوں یا جنکی وجہ سے اُن کے اوپر کسی قسم کا طعن ہو سکے اور اُن کی بات باوقعت نرہ سکے معصوم ومحفوظ کر دیا ہے۔

(باقی آئندہ)

بعض جزئیات انقلاب مع اصلاح

(اصلاح معاملہ باداۓ حقوق معلّم و متعلّم و شریک تعلّم)

(سلسلہ کے لئے دیکھو القاسم نمبر ۴ و جلد چہارم)

حدیث عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل تدرون من اجود جودًا قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال اللہ اجود جودًا ثم انا اجود بنی آدم و اجودھم من بعدی رجل علم علمًا فنشرہ یاتی یوم القیامۃ امیرًا وحدہ رواہ البیہقی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے انھوں نے ازراہ ادب عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا رسول دانای حال ہے تو آپنے فرمایا کہ سب سے زیادہ سخی اللہ تعالیٰ ہے پھر تمام بنی آدم میں سب سے زیادہ میں سخی ہوں اور پھر سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے کہ جس نے علم دین سیکھا اور اوسکو پھیلایا یہ شخص قیامت میں تنہا بمنزلہ ایک امیر کے آویگا۔ (بخاری)

اس حدیث میں بعد اللہ و رسول کے سب سے زیادہ صاحب جود اُس عالم کو فرمایا ہے جو علم کو شائع کرے جس طریق سے بھی ہو خواہ تدریس سے یا وعظ و تلقین سے خواہ تصنیف سے اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی پر جود کرے اس کا کتنا حق ہوتا ہے۔ پس یہ مشیعین للعلم جن لوگوں پر یہ جود خاص کر رہے ہیں اور وہ متعلمین ہیں باقسامھم اُن پر ان کا کیسا کچھ حق ہو جاویگا۔

حدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب لامیر السریۃ کتابا وقال لا تقرأہ حتی تبلغ مکان کذا وکذا فلما بلغ ذلک المکان قرأہ علی الناس واخبرھم بامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری۔

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امیر لشکر کو ایک حکمنامہ لکھکر دیا اور (ایک مصلحت کے سبب) فرمایا یہ کہ جب تک فلان مقام پر نہ پہونچ جاؤ اس کو مت پڑھنا چنانچہ انھوں نے اسی کے موافق عمل کیا۔

اس حدیث سے ایک ادب ثابت ہوا جو طالب علموں پر لازم ہے وہ یہ کہ اُستاد اگر کسی کتاب پڑھنے سے کسی خاص وقت میں منع کرے مثلاً اُس کے نزدیک شاگرد کی استعداد سے زیادہ ہے اس مصلحت سے اسوقت پڑھنے سے منع کرتا ہے تو طالب علم کو چاہئے اس پر عمل کرے جسطرح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہر طرح مبارک ہی تھا اور اس کا پڑھنا اور جاننا ہر وقت عبادت تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مصلحت سے ایک وقت معین کے قبل تک اُس کے مطالعے سے منع فرما دیا اور اُن صحابی نے ویسا ہی کیا۔

حدیث عن زید بن خالد الجہنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سألہ رجل عن اللقطۃ فقال اعرف وکاءھا وقال وعاءھا وعفاصھا ثم عرفھا سنۃ ثم استمتع بھا (ای ان کنت فقیرا والا تصدق بھا) فان جاء ربھا فادھا الیہ قال فضالۃ الابل فغضب حتی احمرت وجنتاہ وقال احمر وجھہ فقال مالک ولھا معھا سقاءھا وحذاءھا ترد الماء وترعی الشجر فذرھا حتی یلقاھا ربھا الحدیث رواہ البخاری

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے لقطہ (گری ہوئی چیز کے پانیکا) کا مسئلہ دریافت کیا تو آپنے فرمایا کہ اُسکا سر بند اور ظرف پہچان لے اور سال بھر تک اُسکی تعریف کر اگر کوئی مالک نہ ملے اور تو محتاج ہو تو اُس سے نفع اُٹھا ورنہ صدقہ کر دے پھر اگر اُسکا مالک آوے تو اسکو دیدے اُس سائل نے کہا کہ گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے اس سوال سے آپ پر آثار غصہ کے نمودار ہوئے حتی کہ رخسارہای مبارک سرخ ہو گئے آپنے فرمایا تجھے اُس سے کیا کام ہے اُسکی ساتھ اُسکی مشک ہے اور اُسکے موزے پانی پر جا کر پانی پیتا ہے اور درختوں سے چارہ کھاتا ہے (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی بے ڈھنگے سوال پر اُستاد غصہ کرے تو شاگرد کو چاہیے کہ اُسکو گوارا کرے مکدر نہو جس طرح یہاں اُس صحابی نے بُرا نہیں مانا۔

حدیث عن ابی ہریرۃ رض فی حدیث طویل وان ابا ہریرۃ کان یلزم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشبع بطنہ ویحضر مالا یحضرون ویحفظ مالا یحفظون رواہ البخاری۔

ایک طویل حدیث میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے پیٹ بھرا غذا ملنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں ہمیشہ رہتے تھے اسقدر اور لوگ حاضر نرہ سکتے تھے اور احادیث اسقدر یاد کرتے تھے کہ اور لوگ نہ یاد کر سکتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر پیٹ بھرائی کھانا ملجاوے تو حتی الامکان استاد سے جُدا نہ ہو کہ اُسکی عنایت بھی بڑھ جاتی ہے اور فوائد علمیہ بھی حاصل ہوتے ہیں اور اُسکی خدمت کا بھی موقع ملتا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے موقع پر خدمتیں لینا بھی احادیث میں وارد ہے۔

حدیث عن جریر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ فی حجۃ الوداع استنصت الناس رواہ البخاری۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ کے وقت حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں کو چپ کردو (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اُستاد کی تقریر کے وقت بالکل خاموش اور متوجہ رہنا چاہیئے کسی سے بات نہ کرے کسی کی طرف التفات نہ کرے۔

حدیث عن جابر ان عمر بن الخطابؓ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنسخۃ من التوریۃ فقال یا رسول اللہ ھٰذہ نسخۃ من التوریۃ فسکت فجعل یقرء ووجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر فقال ابوبکرؓ ثکلتک الثواکل ماتری مابوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ ورسولہ الحدیث رواہ الدارمی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ ایک نسخہ توراۃ کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ نسخہ توراۃ کا ہے آپ سنکر خموش ہورہے حضرت عمر نے اُسکو پڑھنا شروع کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر رووین تجھکو رونے والیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے روئے انور کو تو دیکھ کہ ناخوشی کے آثار پائے جاتے ہیں حضرت عمر نے دیکھتے ہی فرمایا پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے غصہ سے اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے غصہ سے۔ (دارمی)

اس حدیث سے ایک حق استاد کا ثابت ہوا کہ اگر وہ کسی بات پر غصہ کرے تو شاگرد کو معذرت کرنا اور اسکو خوش کرنا ضرور ہے دوسرا حق شاگرد کا ثابت ہوا کہ اگر اُس سے کوئی امر نامناسب صادر ہو تو اُسکو متنبہ کرنا ضرور ہے کہ اِس سے اُسکی اصلاح ہوتی ہے تیسرا حق شریک علم کا ثابت ہوا کہ اُسکی غلطی پر جس پر وہ خود مطلع نہوا ہو خیرخواہی سے مطلع کردے کہ وہ اُس کا تدارک کرلے اور وہ بھی اُسکو قبول کرلے جیسا حضرات شیخین سے واقع ہوا۔

حدیث فی الترغیب والترھیب للمنذری عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکینۃ والوقار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم سیکھو اور علم کے لئے سکینہ اور وقار اختیار کرو۔ اور جس سے علم سیکھتے ہو اُس کے ساتھ

وتواضعوا لمن تعلمون منه رواه طبرانی | تواضع اور ادب سے پیش آؤ (ترغیب و ترہیب)
فی الاوسط۔

اس حدیث میں ترغیب علم و اختیار وضع اہل علم کے ساتھ اُستاد کے ساتھ ادب و تواضع سے پیش آنے کا صریح امر ہے۔

اب بعد سوق نصوص کے واقعات پر نظر کر کے کچھ کوتاہیاں اس باب کے متعلق عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ جو لوگ استاد کے حقوق ضائع کرتے ہیں جیسا کہ تمہید مضمون میں بیان کیا گیا مختلف اقسام ہیں بعض تو خود زمانہ تحصیل علوم میں بھی کوتاہیاں کرتے ہیں پھر ان میں بعضے تو ظاہر ظاہر حقوق میں بھی کوتاہی کرتے ہیں جیسے اُس کا ادب کرنا مثلاً آنے جانے کی وقت سلام نہ کرنا اُس کی طرف پشت کر کے بیٹھنا یا ادھر پاؤں پھیلا دینا اور جیسے اطاعت کم کرنا مثلاً کوئی بات مان لی کسی بات کو ٹال دیا اور جیسے خلوص میں کمی کرنا مثلاً اُس سے فریب کرنا جھوٹ بولنا اپنی خطا کی تاویل کرنا اور جیسے خدمت میں کمی کرنا خواہ بدنی ہو مثلاً اُسکو پنکھا جھلنا اُس کا بدن دبانا و مثل ذلک اور خواہ مالی ہو مثلاً حق تعالیٰ نے اپنے کو وسعت دی ہے اور اُستاد نادار ہے اُسوقت اُسکی خدمت میں کچھ نقد یا متاع یا طعام بطور ہدیہ کے پیش کرنا اسمیں ایسے متکبر ہیں کہ وہ بدنی خدمت کو عار اور ذلت سمجھتے ہیں اور بعضے مال سے دریغ کرتے ہیں خصوص اگر اُستاد ان کا تنخواہ دار ہو تو تنخواہ دیکر سب حقوق سے اپنے کو سبکدوش سمجھ بیٹھتے ہیں واقعی پھر کوئی حق واجب تو نہیں رہتا لیکن کیا واجب کے بعد تطوع کا کوئی درجہ نہیں خصوص جبکہ اُسمیں اپنا ہی نفع ہو۔ تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اُستاد کا دل جسقدر خوش رکھا جاویگا اُسی قدر علم میں برکت ہوگی میں نے ایک جگہ کسی بہت بڑے عالم کی حکایت لکھی دیکھی ہے کہ اُن کے استاد اُن کے وطن کی طرف اتفاق سے آئے تھے سو سب شاگرد اُنکی خدمتمیں سلام کیلئے حاضر ہوئے اور یہ عالم بوجہ اس عذر کے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت میں مشغول تھے حاضر نہو سکے چونکہ ایسی مشغولی نہ تھی کہ حاضر ہونے سے ضروری خدمت میں کوئی حرج واقع ہوتا کسی قدر سُستی سے بھی کام لیا اُستاد کو یہ کم توجہی ناگوار ہوئی اور یہ فرمایا کہ یہ برکت خدمت والدہ کے ان کی عمر تو طویل ہوگی مگر ہمارے حقوق میں کمی کرنیکے سبب ان کے علم میں برکت نہو گی چنانچہ عمر تو بہت ہوئی لیکن تمام عمر گذر گئی نشر علم کے اسباب

ان کے لئے جمع نہوئے کچھ ایسے اتفاقات وقتاً فوقتاً پیش آتے رہے کہ کبھی شہر میں رہنا ہی نصیب نہوا ہمیشہ گانوں میں رہتے رہے جہاں نہ درس وتدریس کا موقع ملا نہ دوسرے طرق اشاعت علم کا غرض اُستاد کے تکدر سے علم کی برکت جاتی رہتی ہے اور اُسکی خوشی سے برکت ہوتی ہے پس جو حقوق واجب بھی نہیں ہیں اُنکی رعایت کرنے سے اپنا یہ نفع ہے اور غور کرنے کے قابل بات ہے کہ اگر اُستاد بھی اسی قاعدہ پر عمل کرے کہ تعلیم واجب سے زیادہ ایک حرف نہ بتلا وے ایک منٹ زیادہ نہ دے تقریر ایک بار سے زیادہ ہرگز نہ کرے تو کیا اس طرح سے اسکو علم حاصل ہوسکتا ہے وہ بیچارہ اس کی تعلیم وتفہیم میں واقعی خون جگر کھاتا ہے تو اسکو کیا زیبا ہے کہ اُس کے حقوق میں ضابطہ سے ایک اونگل نہ بڑھے یہ تو نری بے حسی وقساوت ہے اور بعضے ایسے موٹے موٹے حقوق کی تو رعایت کرتے ہیں لیکن ایسے حقوق میں کوتاہی کرتے ہیں جن کے سمجھنے میں سلیقہ کی ضرورت ہے مثلاً مطالعہ کم دیکھنا جس سے یا عبارت پڑھنے میں غلطیاں ہونے سے یا مقام کے کم سمجھنے کے سبب اُستاد کو کئی بار تقریر کرنیکی ضرورت واقع ہونے سے یا اسی کم سمجھنے کے سبب فضول سوال کرنے سے اُستاد کو تنگی وانقباض وپریشانی ہو تو کیا محسن کا یہی حق ہے کہ اسکو بلاضرورت پریشان کیا جاوے اور یہاں بلاضرورت ہی ہے کیونکہ مطالعہ کے اہتمام سے یہ سب خلجانات رفع ہوسکتے تھے میں یہ نہیں کہتا کہ مطالعہ دیکھنے سے پھر عبارت میں غلطی یا فہم مطالب میں کمی نہیں ہوتی۔ ضرور پھر بھی ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اُستادوں کو ایسی بصیرت عطا فرمائی ہے کہ وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے اپنی کوشش صرف کی ہے یا نہیں پس باوجود بذل جہد کے جو کمی رہجاتی ہے وہ چونکہ اسکی وسعت سے خارج ہے اُس سے طبعاً تنگدلی نہیں ہوتی اسمیں اُس شاگرد کو معذور سمجھا جاتا ہے اور بے پروائی اور سستی معلوم ہونے سے بیحد ناگواری ہوتی ہے اور مثلاً اُستاد کی تقریر کے وقت دوسری طرف التفات کرنا کہ اُستاد تو اس کی طرف متوجہ اور یہ دوسری طرف متوجہ اس سے اُستاد کو بہت کوفت ہوتی ہے خصوص جبکہ ایسی حالت میں کوئی سوال بھی کرے ایسا کہ اگر توجہ سے تقریر سنتا تو پھر یہ سوال ہی نہ کرتا اُس وقت اُستاد کو سخت شکایت ہوتی ہے کہ ناحق ہی مجھکو پریشان کر رہا ہے اور مثلاً ایسا سوال کرنا جس کا جواب یا جسکی لغویت خود بھی معلوم ہے جس طرح بعض طلبہ کی عادت ہے کہ محض اپنی ذہانت دکھلانے یا اُستاد کا امتحان لینے یا

محض مشغلہ و تفریح کی غرض سے دور از کار مہمل سوالات کیا کرتے ہیں جیسے ایک طالب علم کی حکایت سنی ہے کہ انھوں نے حدیث میں پڑھا کہ طلوع شمس کے وقت نماز نہ پڑھو تو آپ کیا فرماتے ہیں کہ لا تصلوا بھی عام اور طلوع شمس بھی عام خواہ کسی مقام کا طلوع شمس ہو اور یہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع ہوتا ہی رہتا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کسی شخص کو کسی وقت بھی نماز پڑھنا جائز نہ ہو ہر چند اُسکو سمجھایا گیا کہ بھائی جہاں کا طلوع شمس ہو وہاں ہی کے لوگوں کو اسوقت کے اعتبار سے لا تصلوا کا حکم ہے مگر اُن بزرگوار نے مانا ہی نہیں یہی فرماتے رہے کہ نہیں صاحب دونوں ہی میں عموم ہے اُن سے کہا گیا کہ بھائی اس سے تو نماز کی فرضیت ہی لغو ہوئی جاتی ہے کہتے ہیں کہ خواہ کچھ ہو جائے انصاف ہے کہ کیا یہ سوال قابل پیش کرنیکے ہے اور کیا سچ مچ اُس پاگل کو یہ شبہ تھا محض فضول دق کرنے کیلئے اُس نے یہ حرکت کی اور بجائے اسکے کہ اُس کے زعم کے موافق اُسکی ذہانت ظاہر ہوتی اور اُلٹا اُس کا کوڑ مغز ہونا ثابت ہو گیا۔ ایسے طالبعلموں کو کبھی علم نصیب نہیں ہوتا۔ غرض اُستاد کو کبھی پریشان نہ کرے بلکہ ادب کی بات تو یہ ہے کہ اگر اور کسی سبب سے یا اور کسی کے سبب سے وہ پریشان ہو تو اُسوقت یا تو سبق ملتوی کرے یا بجز بہت ہی ضروری بات کے زائد باتیں نہ پوچھے اور مثلاً تعیین سبق یا مقدار سبق میں اُستاد کی رائے نہ ماننا جیسے بعض طلبہ کی عادت ہے کہ باوجود اُستاد کی رائے معلوم ہو جانے کے پھر اپنی رائے پر اصرار کرتے ہیں کہ ہم تو فلاں ہی کتاب شروع کریں گے یا اتنا ہی سبق پڑھیں گے یا فلاں ہی شخص سے پڑھیں گے ان امور میں تو طالب علم کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی کہاں تجربہ کار اور کہاں ناتجربہ کار اسکو تو اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ ؎ بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید * کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

کنایہ است از خلاف نفس کردن نہ کہ خلاف حق کردن۔ یہ وہ حقوق ہیں کہ جنکے سمجھنے کے لئے سلیقہ کی ضرورت ہے یہاں تک یہ سب جزئیات ہوئیں اُن اضاعات حقوق کی جو زمانہ تحصیل علوم میں سرزد ہوتی ہیں۔ ایک قسم وہ ہیں جو بعد مفارقت کے اُستاد کا کوئی حق اپنے اوپر نہیں سمجھتے یا سمجھتے ہوں مگر عمل کا اہتمام نہیں کرتے اور اس بلا میں بہت زیادہ ابتلا رہے۔ اور تو کیا کرتے کبھی خط بھیجنے کی اور اُستاد کی خیریت پوچھنے کی توفیق نہیں رہتی سمجھتے ہیں کہ اب کیا علاقہ رہا یا یہ کہ کیا مطلب ہے

کیا صاحب محسن کا حق صدور احسان ہی کے زمانہ تک ہوتا ہے پھر نہیں رہتا اگر یہ بات ہے پس بعد بالغ ہو جانے کے والدین کے حقوق بھی رخصت ہو جاوینگے ولا قائل بہٖ پھر یہ ہے کہ گو صدور احسان کا اس وقت اُستاد سے نہیں ہو رہا لیکن اُس احسان کے آثار کا ظہور و ترتب تو اسوقت بھی ہو رہا ہے بلکہ زیادہ اسی وقت ہو رہا ہے کیونکہ جتنا کمال علمی اسوقت تمہارا ظاہر ہو رہا ہی اس کا منشاء و مبداء وہی انعام تعلیمی اُستاد ہی کا تو ہے ونعم ما قیل فی نحو ھذا المعنی ؎

فعادوا فاثنوا بالذی کان اھلہ ولو سکتوا اثنت علیہ الحقائب

غرض یہ ناسپاسی ہے کہ اپنا کام نکالا اور الگ ہوئے یہ تو پوری خود غرضی ہے سپاس گزاری یہی ہے کہ ہمیشہ جب تک جان میں جان رہے وہ وقت یاد رکھے کہ جب یہ اُس کے سامنے کتاب رکھکر بیٹھتا تھا اور یہی سمجھے کہ گویا ابھی اُس کے پاس سی پڑھکر اُٹھکر آیا ہوں اور پھر پڑھنے کے لئے جانا ہے تو اُسوقت جتنے حقوق کو یہ ضروری سمجھتا تھا جنکی بقدر ضرورت تفصیل بھی ہو چکی ہے وہی حقوق اب بھی باقی ہیں ایسا کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ یوماً فیوماً علوم و برکات میں ترقی ہوگی قال تعالیٰ لئن شکرتم لازیدنکم الآیۃ - بلکہ ان حقوق کو ایسا مستمر سمجھے کہ اُستاد کی وفات کے بعد بھی وہ حقوق ملحوظ رکھے جو اسوقت ادا کئے جا سکتے ہیں اور اُن کا خلاصہ دو امر میں ایک اس کیلئے ہمیشہ دعاء مغفرت کرنا دوسرے اُس کے اہل و اقارب کی تعظیم اور خدمت کرنا اسی طرح اُستاد کے دوستوں اور معاصرین کا احترام اور اگر اُن کو حاجت ہو تو اُن کی خدمت بھی کرنا احادیث میں اس قسم کے حقوق والدین کے آئے ہیں اور جناب رسول اللہ علیہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے جو بعد وفات نبویہ آپ کے اہل کی خدمت کرینگے اور آپ کی عترت سے محبت رکھیں گے - اب صرف ان مضیعین حقوق اُستاد میں سے وہ لوگ رہ گئے جنکو میں نے تمہید میں بدنصیب کہا ہی یعنی جو نفسانی اغراض سے اُستاد کے مخالف ہو جاتے ہیں اور اُن کی شان میں تقریراً یا تحریراً گستاخی کرکے ان اشعار کا مصداق بنتے ہیں ؎

از خدا جوئیم توفیق ادب	بے ادب محروم گشت از فضل رب
ہر کہ گستاخی کند اندر طریق	باشد او در لجۂ حیرت غریق
بد ز گستاخی کسوف آفتاب	شد عزازیلے ز جرأت رد باب

اُستاد تو وہ چیز ہے کہ اگر بضرورت دینیہ بھی اُسکے خلاف کرنا پڑے تب بھی کافر باپ کی طرح دین کے باب میں تو اسکی موافقت نہ کرے لیکن ادب اور احترام اُس کا ترک نہ کرے کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا یعنی روحانی باپ ہے گو تعارض حقوق کے وقت باپ سے یہ مرجح ہو مگر حقوق متعارضہ میں تو اس کا بھی وہی حکم ہے آخر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اسی تربیۃ روحانیۃ وتعلیم دینی ہی کے سبب تو یہ ارشاد ہوا ہے النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم وفی بعض القرات وھو اب لھم پس اُستاد بھی آپ کا وارث ونائب ہے گو اس درجہ میں نہ سہی چنانچہ آپکے حقوق علی الاطلاق آبائِ نسبیہ پر مقدم ہیں اسوجہ سے کہ آپکے حقوق حقوق الٰہیہ ہیں جو سب پر مقدم ہیں۔ یہ مختصر بیان ہوا اقسام مضیعین حقوق وآداب اساتذہ کا اور ان سب اقسام میں ایک مشترک شکایت ہے، وہ یہ کہ جو اساتذہ کسی مدرسے سے تنخواہ پاتے ہیں اُن کے حقوق اور بھی ضعیف سمجھتے ہیں۔ افسوس یہ نہیں سمجھتے کہ جو بنا ہے ان حقوق کی وہ تنخواہ پانے سے منعدم نہیں ہو گئی تو مبنی کیسے مفقود ہو جاویگا۔ اول تو تنخواہ کیا اس احسان کا بدل ہو سکتی ہے دوسرے وہ تنخواہ انھوں نے تو نہیں دی پھر اگر انھوں نے بھی دی ہو اُس سے زیادہ اُس نے اِن کو دیا یعنی علم۔ اور اگر کہا جاوے کہ جب نیت اُسکی دنیا کی تھی تو احسان کم ہو گیا یہ بھی محض غلط ہے ثواب خواہ کم ہو جاوے مگر احسان تو ویسا ہی ہے۔ اور شاید اس مقام پر بعض کو یہ خیال ہو کہ ہم فلاں اُستاد کے بہت حقوق ادا کرتے ہیں تو تتبع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ نرا اُستاد سمجھکر حقوق ادا کم کرتے ہیں جس اُستاد کے حقوق کچھ ادا ہوا ہوتے ہیں اُن میں کوئی دوسرا کمال بزرگی وغیرہ کا سمجھکر ایسا کرتے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ جہاں نری اُستادی ہو وہاں کیا ہوتا ہے اگر وہاں بھی رعایت حقوق کی ہو تو قابل مدح وتحسین ہے۔ اسی طرح بعض اساتذہ کو جاہ دنیوی حاصل ہونے سے اُسکی تعظیم وتکریم کیجاتی ہے وہ بھی کوئی دلیل شاگرد کی خوبی کی نہیں وہ اِس سے خود اپنی بڑائی کا سامان کرتا ہے چنانچہ اگر اُستاد جاہ شہرت میں شاگرد سے کم ہوتا ہے بعض ناخلف اپنے کو اُس کی طرف منسوب کرتے ہوئے عار کرتے ہیں اگر ایسے اُستاد کا بھی حق ادا کرے تو مبارک حالت اور قابل قدر ہے فقط

﴿باقی آئندہ﴾

---

۵ کما سیأتی فی التذنیب ۱۲ منہ

خیر الامم کا طغرائی امتیاز

(سلسلہ کیلئے القاسم نمبر ۷ جلد چہارم ملاحظہ ہو)

میں کہتا ہوں، کہ جس نے ایسا سمجھا غلط سمجھا، خیال باطل، اور دماغ بیہودہ پکایا، وہ جو اسلام کی مدد ان اجو بہ عملی و قولی سے کرنا چاہتا ہے دراصل بنار اسلام کو متزلزل کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ نہیں جانتا، اسنے کبھی یہی نہیں سمجھا کہ دین متین، اور ملۃ حنیفہ کی غائیۃ کیا ہے اور اس کے متبعین کا فرض منصبی کیا ہے اور کیا تھا؟

میں چاہتا ہوں کہ اس اجلی البدیہیات سے جسپر زمانہ کی بے معنی شور و شغب نے پردہ ڈال رکھا ہے نقاب اٹھاؤں، اور بتاؤں کہ خیر الامم کے حقیقی فرائض کیا ہیں اور مبدع قدیر نے اسے کس لئے بنایا ہے لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین میرا ایک تجربی مقولہ ہے" کہ کائنات میں سب کچھ ہے لیکن سب کچھ کسی میں نہیں، آپ اگر غور کرینگے تو اس جملے کی صداقت میں کبھی بھی شبہ نہیں کر سکتے۔ اجرام سماویہ کا سب سے مکرم جرم آفتاب جہاں چادر نور میں پاؤں پھیلائے بستر گردوں پر کروٹیں بدل رہا ہے، وہیں یہ کیسی افسوسناک بات ہے۔ کہ امکا ساعد یمین، حیوۃ اور زندگی کے کنگن سے خالی ہے، عناصر اربعہ کی سب سے لطیف نوع آگ جہاں اپنے اندر تغیر و تبدیل انقلاب اشیار کی مافوق الادراک طاقت رکھتی ہے، وہیں کیسی عجیب بات ہی کہ پانی کی سرور افریں خنکی اور برودت سے محروم، نباتات کی شاداب تر و تازگی سے جہاں کہیں میری آنکھوں کو مزا آتا ہے، ان کے نورس میووں کی ذائقے سے ہم اپنے کام و دہن کو لذت گیر بناتے ہیں، اسمیں کتنا عظیم الشان نقص ہے کہ ہمارے اسباب و بار لاد کر دوسری جگہ لیجانے سے مجبور، حیوانات جو حیات اور زندگی کے پہلے منبع ہیں، باوجود اس بات کے، کہ ہمارے بیشتر ضروریات میں وہ سہیم اور شریک ہیں، لیکن پھر بھی جب کبھی مجھپر کوئی مصیبت ٹوٹتی ہے، اور اپنے کسی انہیں سے مشورے کی ضرورت ہوتی ہی، تو اور حیوانات تو کیا اخفش کا بز، اور ڈاروں کا، بوزنہ بھی بجز سر ہلانیکے اور کسی طرح جواب نہیں دے سکتا۔

موجودات کا سب سے اشرف ترین نوع انسان تسلیم کیا جاتا ہے، آپ دیکھینگے کہ یہاں بھی اجتماع نقص وکمال کا غیر متبدل قانون حاکم ہے، انمیں سے کوئی اگر فلاسفر ہے تو پھر وہ آہنگر نہیں، اگر کوئی زرگر ہے، تو کاشتکاری سے ناواقف ہی، اگر کمہار ہے، تو پھر باغبانی کے اعمال سے اسے اطلاع نہیں، یہ ممکن ہے کہ بعض قوی اور ذہین ہستیاں اپنے اندر بہت سے کمالات جمع کرلیں، لیکن پھر بھی یہ کلیہ غیر منقوض رہیگا کہ "سب کچھ کسی میں نہیں"، اور کوئی بیوقوف اگر کسی خاص حصہ وجود میں سب کچھ دیکھنا چاہتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ وہ قدرت کے شیرازۂ قانون کو بکھیرنا چاہتا ہے، اور حقائق کے محدود دائرہ کو مٹانا چاہتا ہے جسکا لازمی نتیجہ ہے کہ پرزے پرزے علیحدہ ہوجائیں، اور دنیا معدوم ہوجائے، حالانکہ ابھی اسکے عدم کا وقت نہیں آیا،

قدرت نے جب ایک درخت اگانا چاہا تو یہ نہیں کیا کہ صرف ایک شے کو اسکے علیحدہ بناکر اسے پیدا کردیا، بلکہ بیج میں مادہ شجریہ ودیعت فرمایا پھر زمین کو حکم ہوا کہ اس ننھے جسم کو اپنے کنار شفقت میں لے ابر کو حکم ہوا کہ اسے اپنا دودھ پلائے اشعہ شمسیہ کو تیار کیا گیا کہ اپنی حرارت سے اسے اونچا کرے ہواؤں کو فرمان سنایا گیا کہ اسپر چل کر اسکے پتوں میں شادابی اور سبزی پیدا کریں، جب یہ تمام چیزیں اپنے قوی علیحدہ صرف کرچکیں، پھر پھنائے ارض پر ایک تنا ہوا تناور جھومنے لگا۔

غرضکہ کائنات کا ہر ذرہ، دنیا کی ہر ایک شے بجذا تہا اس اصل کلی کی ماتحت نظر آتی ہے اوروں کو جانے دو خود حضرت انسان جس پر ہمہ دانی کا خبط سوار ہے بتایئے تو سہی کہ انکی حیوۃ اور عیش کا مدار بلا اس تقسیم عمل کے کیا سالم اور غیر منکسر رہ سکتا ہے، آپ غور تو کیجیے! کہ ایک دن تو ممتد زمانہ ہے وہ تو نصف دن بھی زندہ نہیں رہ سکتا، فرض کرو کہ ایک بادشاہ جو اسوقت دنیا میں عیش وکامرانی کا منتہی خیال کیا جاتا ہی، اگر اس سے کہا جائے کہ تم کامل انسان اسی وقت بن سکتے ہو جبکہ اپنے ملابس ومطاعم ومساکن کو خود اپنے ہاتھوں سے حاصل کرو، تمہارے حلق میں روٹی کا لقمہ اترنا نہیں چاہیے جب تک کہ اس کے گیہوں کا بونا، اسکا پیسنا، اسکا پکانا، وغیرہ وغیرہ جتنے کام ہیں سب تمہارے ہاتھ انجام نہ دیں، تو کیا اس حکم ومشورہ کے دوسرے معنی یہ نہیں ہیں، کہ وہ بادشاہ اپنا جنازہ خود تیار کرے اسلئے کہ قبل ان تمام باتوں کے وہ عالم فانی سے رخصت ہوچکا ہوگا، قبل اسکے کہ اس طیب رزق کا ایک لقمہ اسے نصیب ہو، اسکے چمنستان حیوۃ کے گلبن خزان دیدہ ہوچکے ہوں گے،

پس جسطرح زید جو ایک شخصی وجود ہے زندہ نہیں رہ سکتا جب تک کہ عالم کا ہر ایک ذرہ متحرک نہو، ابر و باد ماہ و خورشید اپنے تمام قویٰ صرف نہ کرلیں، بجنسہٖ یہی حال اجتماعی اور ملی ہستیوں کا ہے، عالم میں ہزاروں ہی اقوام و قبائل ہیں، لیکن پھر بھی کوئی قوم، کوئی گروہ مدعی نہیں ہو سکتا، کہ ہم تمام عالم سے فارغ البال ہیں، تمام عالم کو ہماری ضرورت ہے، اور ہمیں کسی کی ضرورت نہیں، ہندوستان اگر یورپ کا اپنے لباس و آرائش میں محتاج ہے، تو مغرب اسکے آگے اپنے شکم پروری کیلئے ہاتھ دراز کر رہا ہے، غرضکہ اگر ضروریات انسانیہ کا احصا کرلیا جائے، تو پھر اس دعوی کے یقین کرنے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا، کہ ہر قوم دوسری قوم کی محتاج ہے، اور میں کہتا ہوں کہ نہ صرف اسیقدر بلکہ خدا نے ہر نوع کو دوسری نوع کا، ہر جنس کو دوسری جنس کا محتاج بنا دیا ہے، انسان اپنی سواری میں گھوڑوں کا محتاج ہے تو گھوڑا اپنی غذا کیلئے نباتات کی طرف مفتقر، نباتات اپنی نشو و نما میں پانی اور مٹی کی طرف محتاج "الی غیر ذلک من الامور" عالم کا یہ ایک سلسلہ ہے جسکا راز ہر ایک متیقظ پر با دنیٰ تامل واضح ہو سکتا ہے،

پس جبکہ ان شواہدات باہرہ نے بتا دیا کہ یہ اصل کلی ہے تو پھر آپکو کیا ہو گیا ہے کہ مغربی متعصبین کے چند معمولی طنزوں سے آپ پریشان ہو رہے ہیں۔ جواب دیتے ہیں تو ایسے کہ بیوقوفی اس پر گھنٹوں ہنستی ہے۔ اور حماقت آپکی دعاوی سنکر متبسم ہے۔

آپکو سوچ لینا چاہیئے تھا، کہ آپ میں جس چیز کو عیب بتایا جا رہا ہے آیا واقعی وہ عیب ہے بھی۔ یا نہیں نہ کہ شروع ہی میں مان لیا کہ ہاں جو کچھ تم کہتے ہو۔ میں اسے عیب کہتا ہوں، انشاء اللہ اسکے ترک کی کوشش کیجائیگی، یہ تو ایسی مثال ہوئی کہ کسی نے کسی بیوقوف سے کہا کہ "او ہوا اسکی آنکھوں کے نیچے ایک ناک اوگ آئی ہے صورت عجیب بھونڈی ہو گئی ہے" اس بیوقوف نے قبل اسکے کہ کچھ سوچتا چاقو لیکر ناک اڑا دی۔

آپ کو مان لینا چاہیئے تھا کہ اگر "ہم نماز پڑھنیوالی قوم ہیں" تو پھر یہ عیب کیا ہے۔ اور عیب کیا یہی تو ایک ہمارا مایۂ افتخار ہے۔ اور یہی صرف ایک ہیرا ہے جس نے ہمارے تاج قومیت کو جگمگا رکھا ہے، اور یہی ایک پھول ہے جو ہمارے باغ ملت کا اکیلا گل سرسبد ہے اور پھر یہی وہ دُر فرید ہے جو ہمارے صدف اجتماعی کا انمول موتی ہے۔

یورپ نے جسوقت آپ پر یہ تہمت جوڑی تھی کہ "مسلمانوں نے کچھ نہیں کیا"، تو آپ تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے کہ ہاں! دنیاوی حیثیت سے ہمنے کچھ نہیں کیا، دنیا کی مدنی، معاشرتی ترقیوں میں ہم سے کچھ بھی نہو سکا، قطع منازل و مراحل کے طریقے جو پہلے سے مروج تھے ہمنے اس پر انچ بھر کا اضافہ نہیں کیا خبر رسانی کی جو صورتیں ہمسے پہلے موجود تھیں، ہمنے اسپر کسی قسم کی زیادتی نہیں کی غرضکہ نہ ہمنے گیس کی حقیقت دریافت کی، نہ اسٹیم کی محیر العقول طاقتوں سے ہمنے کام لیا، نہ بجلی کی سریع السیری سے اقوام عالم کو روشناس بنایا۔

مگر کیا اگر ہمنے یہ نہیں کیا، تو پھر وہ کون بیوقوف ہے جو ہمیں کہتا ہے کہ تم نے کچھ نہیں کیا، کیا اعمال و افعال، جد و جہد کا دائرہ باایں ہمہ سعۃ وکشادگی ان چند مادی اشیاء تک محدود ہے حتی کہ دعوی کرلیا جائے کہ جس نے ان میں سے کسی چیز کو ایجاد نہیں کیا اس نے کچھ نہیں کیا، کیا یہ انصاف کے حلقوم پر تیز چھری پھیرتی نہیں ہے کہ اگر کسی چیز میں کوئی خاص صفت نہیں پائی جاتی ہے تو پھر اسکے تمام محاسن اور خوبیوں سے قطع نظر کرلینا چاہیئے۔ خون ہے۔ اور بلاشبہ یہ عدل و انصاف کا خون ہے، پانی اگر روٹی کی غذائیۃ اپنے اندر نہیں رکھتا تو کیا پانی ایک معطل وجود ہے اگر الماس خزف کی دوکانوں میں پوچھا نہیں جاتا تو پھر تمہیں کس نے بتا دیا کہ تاج شاہی میں نصب ہونیکی بھی صلاحیت اسمیں نہیں ہے؟ نادانو! لوہار اگر کپڑا بننا نہیں جانتا تو تمھاری عقل کیا اجازت دیتی ہے کہ لوہاروں کی نسل کو برباد کردو! مجھے جواب دو! وانی لھم ھذا کہوگے کہ نہیں سکی ضرورت ہے۔

تو پھر میں اور کیا کہتا ہوں، میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں نے اسوقت تک دنیا کی چند معمولی چیزوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ تو پھر یہ کیا ہے کہ تم انہیں، گردن زدنی، اور کشتنی سمجھ رہے ہو تمھیں اسپر بھی تو غور کرلینا چاہیئے کہ جس "قول ثقیل" کے یہ حامل ہیں، اور جس دفینۃ الٰہیہ اور امانت سماویہ کی حفاظت ان کے ذمہ سپرد کیگئی ہے تو کیا وہ انھیں فرصت دیتی ہے کہ اسے چھوڑ کر تمھاری ریل و تلغراف کی طرف متوجہ ہوں تم نے کبھی انکی صدائے روحانی کی طرف کان جھکائے بھی کہ آخر اب وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اور تمسے کس بات کے خواستگار ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ جسقدر ہمیں یورپ کا شکوہ ہے اس سے زیادہ اپنے آشناؤں کا رونا ہے

ہمسے کنارہ ہو کر وہ آپ کے جوابات دینے کیلئے آگے بڑھے تھے لیکن خود منزلِ مقصود سے چونکہ دور تھے، ایسے بھونڈے جواب دئے جسکا نتیجہ وہی ہونا چاہیئے تھا۔ جسے دیکھ کر آج مجھے تعجب ہو رہا ہے۔ لیکن خیر! اب حیرت و استعجاب کا دور گذر گیا، غلط فہمیوں کے بادل پھٹ رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ اسی وقت اس حقیقت کو بھی بے نقاب کیا جائے جسکی مستوری نے اسلام کے آفتاب کو ایک مضمحل تارے سے مشابہ کر دیا ہے۔ میں آج اسی لئے اٹھا ہوں۔ اور بسم اللہ کر کے اس فاسد خون کی رگ میں نشتر لگاتا ہوں تاکہ صاف اور سادہ خون جھپٹ کر عالم کے رگوں میں دوڑے۔ اور "مسلم" تمام کثافتوں سے پاک ہو کر دنیا کے آگے نمودار ہو، اس لئے کہ ؎

وقت اں ست کہ افیوں بشراب اندازیم دو جہاں را بہ یکے جرعہ خراب اندازیم

میرا خدا میری مدد کریگا، اور جو کچھ دل میں رکھتا ہوں، اسی زبان قلم سے ادا کرادیگا، وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتھم فینقلبوا خائبین ؕ (وللھا بقیۃ)

سید تقی الدین محمد مناظر احسن بہاری غفرلہ

اسلام کا رکن ثالث بھی اتفاق کا ذریعہ ہے

(سلسلہ کیلئے القاسم نمبر ۳ جلد چہارم ملاحظہ ہو)

میرے خیال میں اس کی حکمت یہ ہے کہ بخیل جو دولت کے نشہ میں چور ہوتے ہیں اُن کے پاس جب کوئی فلاکت زدہ صاحب احتیاج آتا ہے تو وہ اُسکی سائلانہ حالت دیکھکر پیشانی چڑھا لیتے ہیں (بلکہ آج کل تو مہذب قومی گداگروں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا ہے) تاکہ وہ اس مورت بد مورت کو دیکھکر واپس چلا جائے لیکن جب وہ سامنے ہی اکڑا ہوتا ہو تو اُسکی طرف سے پہلو بدل کر دوسری طرف مخاطب ہو جاتے ہیں۔ اس پر بھی وہ نہیں ٹلتا تو اُس کی طرف پشت کرکے بیٹھ جاتے ہیں لہذا حکیم مطلق نے عذاب میں بھی ان ہی تین اعضاء کو مخصوص فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جن اعضاء سے مال کی محبت میں ارباب حاجت کو ٹالتے ہو یہی اعضاء قیامت میں اس عزیز مال کا شکار ہونگے اور ان پر داغ دیا جائیگا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

غربت زدہ بیکس لوگوں کی امداد اور ہمدردی جو اتفاق کا ذریعہ ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ اسکی تعلیم ہر مذہب نے دی ہے بلکہ حکومت کے قوانین میں بھی اسکا لحاظ کیا جاتا ہے۔ لیکن میری نظر میں جو خصوصیت اس بارہ میں اسلام کو حاصل ہے وہ کسی مذہب کو نہیں۔ بودھ مذہب کو دیکھو (جسکی تعلیم کا سنگ بنیاد یہی ہے کہ انسان دولت پہ لات مار کر بھکشا پاتر[۱] ہاتھ میں لے تو نجات حاصل کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ اس ہی لئے اُس کے بانی گوتم بدھ نے کپل وستو[۲] کی راج دھانی کو عمر گھٹ کی زمین سمجھکر جنگلستان میں رہنا اختیار کیا لیکن باپ کی گدی پر نہ بیٹھا) باوجود اس تشدد کے جو خلاف فطرت ہے پھر بھی اُس خوبی سے خالی پاؤگے جو مذہب اسلام نے ہمدردی کے

---

[۱] بھیک مانگنے کا پیالہ [۲] صوبہ بہار میں گیا کے قریب ایک مقام کا نام تھا اب نام بدلگیا ہے۔ عیسٰی سے بانسو برس پہلے گوتم بدھ پیدا ہوا اور اسکا باپ اُسوقت وہاں کا حکمران تھا۔ ۱۲

اظہار کیلئے اختیار کی ہے۔ اس ہی طرح خواہ کسی مذہب نے رہبانیت کے پردہ میں اسکی تعلیم دی ہو یا سنیاس اشرم کے حجاب میں اسکو ظاہر کیا ہو یا دان دینے کو مکتی پراپت کا سادھن بتلایا ہو لیکن اے مقدس اسلام وہ تیرا مقابلہ نہیں کرسکتے تو ایک آفتاب ہے اور وہ سب چراغ ہیں چنانچہ ہمنے جہانتک ان مذاہب کی الہامی وغیر الہامی کتابوں کو صداقت کی زبان سے پڑھا۔ انصاف کی نظروں سے دیکھا تحقیق کے ہاتھوں سے ورق گردانی کی لیکن وہ روشنی نظر نہ آئی جو اسلام میں ہے

میں زباں سے اُن کو سچا کہو لاکھ بار کہدوں + اسے کیا کروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا

یہ ہم ظاہر کرچکے ہیں کہ اس قدر مشترک میں قریب قریب سب مذاہب عالم شریک ہیں کہ حاجت مندوں کی مدد کرو لیکن ایک مقدار کا ہر قسم کے مال میں سے واجب قرار دینا اسلام ہی کا خاصہ ہے باقی تمام مذہب اس سے خالی ہیں چنانچہ بظاہر مال تین طریقوں سے حاصل ہوتا ہے تجارت صنعت وحرفت زراعت۔ اسلام نے ان تینوں صورتوں میں زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہے جسطرح تجارت صنعت وحرفت سے جو مال حاصل ہو اگر اسکی مقدار نصاب پوری ہوجائے تو حولان حول کے بعد شرعاً اسمیں زکوٰۃ ضروری ہے۔ اس ہی طرح زراعت سے جو غلہ پیدا ہو اسمیں عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ واجب ہے۔ پس حصول مال کا کوئی ذریعہ ایسا نہیں جسمیں غربار کا حق اسلام نے مقرر نہ کیا ہو علاوہ ان تین صورتوں کے بعض صورتیں اور بھی مالدار ہونیکی تھیں لیکن کیسا مبارک ہے اسلام اور کیا محمود ہے یہ ملت کہ مفلسوں کے حق کو وہاں بھی نظر انداز نہیں کیا۔ چنانچہ مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ ایک صورت یہ ہوسکتی تھی کہ کسی کے ہاں بکریاں۔ گائیں اونٹ وغیرہ جانور زیادہ مقدار میں ہوں اور وہ کسی چراگاہ میں چرتے ہوں تو ان میں سے ہر ایک قسم کی تعداد شرعی پوری ہونے پر حولان حول کے بعد صدقہ واجب ہوتا ہے (تفصیل بیان کتب فقہیہ میں موجود ہے)

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کو زمین سے دفینہ مال ملگیا تو اسلام نے اسمیں بھی غربار کا حق واجب قرار دیا کہ وہ پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کرے جو عندالضرورت مفلسوں کا مصرف ہے اگر اس موقع پر تم اپنی گورنمنٹ کے قانون تعزیرات ہند متعلقہ دفینہ مال کا مقابلہ اس قانون شرعی سے کروگے تو اسوقت اسکی قدر معلوم ہوگی کہ اسلام نے کہانتک حق مساکین کا خیال رکھا ہے۔

غرض جہانتک غور کروگے کوئی صورت ایسی نہوگی جو مال کوئی حاصل کرے اور اسمیں اسلام نے غربا، کا حصہ مقرر نہ کیا ہو یعنی زکوٰۃ بشرط شرائط شرعیہ اُسمیں واجب نہوتی ہو۔ بس کیا ہی مسعود ہے وہ مذہب جس نے اخلاق کے اعلیٰ اصول فااحب شیئاً لنفسہ احب لغیرہ کو یہاں بھی ملحوظ رکھا اور اسطرح امرا، وغربا، کے دو طبقوں کو عملی ہمدردی کے رنگ میں ڈبو کر ایک دوسرے کا جان نثار بنا دیا۔

اگر طوالت کا خوف اور موضوع بحث سے علیحدہ ہونیکا خطرہ قلم کو نہ روکتا تو ہم بالتفصیل دیگر مذاہب کی تعلیم کا بھی اس موقع پر ذکر کرتے لیکن ہمکو انصاف بین نگاہوں اور عدل پسند دلوں سے امید ہے کہ جو مرقع ہمنے کھینچا ہے اس سے وہ خود ہی اگر تحقیق کا شوق ہو تو دیگر مذاہب کی تعلیم کا مقابلہ کریں کہ وہ مالی ہمدردی کی صورت کیا تجویز کرتے ہیں۔ فیصلہ خود ہو جائیگا۔ لہذا ہم اس ہی پر اکتفا کر کے یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری خیال کرتے ہیں کہ جو زکوٰۃ کی مقدار اسلام نے معین کی ہے وہ بھی نہایت مناسب ہے جس پر ہر شخص عمل کر سکتا ہے۔ نہ تو اتنی کثیر ہے جس سے لاکھ کا گھر واخاک میں ملجائے اور نہ اتنی قلیل ہے جو ارباب حاجت کی حاجت روائی کیلئے کافی نہو۔ چنانچہ مال تجارت میں بشرط نصاب جب ایک سال گذر جائے تو چالیسواں حصہ صدقہ کرنا واجب ہے، اور زراعت میں پیداوار کا دسواں حصہ۔ اس مقدار کا کثیر حصہ نہونا تو ظاہر ہے کہ کوئی اس پر عمل کرنے سے مفلس نہیں ہو جاتا بلکہ تجربہ سے یہ ثابت ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ نکالی جاتی ہے تو اسمیں برکت ہوتی ہے۔ اور قلیل نہونا اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تمام مسلمان صاحب نصاب اس حالت میں بھی جبکہ وہ ہمسایہ قوموں کے مقابلہ میں مفلس ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ آج کل افلاس مسلمانوں کی متاع اور غربت اُنکا مُلک، تنگدستی اُنکا تخت، دست نگری اُنکا تاج، اور احتیاج اُنکا نیزہ ہی اگر اس قانون شرعی پر عمل کریں تو پھر کسی جدید تحریک چندہ کی ضرورت نہیں تمام مذہبی و قومی ضرورتوں کو مال زکوٰۃ ہی کافی ہو سکتا ہی بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ پھر کوئی مسلمان غریب باقی رہ ہی نہیں سکتا۔ اگر تجربہ کی ضرورت ہو تو ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کی دولت کا چالیسواں حصہ لیکر حساب لگا لو نتیجہ خود معلوم ہو جائیگا۔

یوروپ میں جب ہمدردی کے کڑہاؤ میں زیادہ جوش آیا اور اتفاق کی چاشنی تیز ہوئی تو

چند سال گذرے کہ وہاں ایک بڑی سرگرم جماعت جو تعداد میں بھی کثیر تھی یہ کہنے لگی کہ تمام دولت مندوں کو یہ چاہئے کہ وہ اپنی کل دولت غربا پر تقسیم کردیں۔ مال میں بالکل مساوات ہونی چاہئے کوئی امیر وغریب نہ رہے کسی کو یہ کیا حق حاصل ہے کہ ایک جماعت پر فاقہ گذریں اور دوسرے گھر میں دولت جمع کرکے رکھیں۔ غربا جفاکشی میں اپنی ہڈیاں تک گھلادیں اور متمول راحت نشینی کے مزے اڑائیں مال خدا کا عطیہ یا زمین کی پیداوار ہے جسمیں تمام ابنا ارض برابر کے شریک ہیں۔ کوئی کسی سے زیادہ مال رکھنے کا حقدار نہیں۔ جب تک تہذیب و تمدن جہالت کی تاریکی میں چھپے ہوئے تھے اور حقوق طلبی برقع پوش تھی ستم رسیدہ مفلسوں کے حقوق جبر پرست دولت مندوں نے پائمال کردئے لیکن اب جبکہ آفتاب علوم طلوع ہوچکا اور تہذیب کی صبح صادق ہوگئی۔ ادہر حقوق طلبی کی مینو نشین شہزادی تخت حکومت پر جلوہ افروز ہے لہذا اب یہ نہیں ہوسکتا کہ غریب اپنا حصہ دولت مندوں کے پاس رہنے دیں اسلئے تمام دنیا کے دولت مندوں کو یہ چاہئے کہ وہ اپنا مال ہر ایک حصہ کے موافق تقسیم کرڈالیں۔

اِن خیالات نے ایک عرصہ تک یوروپ کے مطلع کو گرد آلود رکھا یہانتک کہ حکومتوں کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا اور آخر کار فیصلہ اس بات پر ہوا کہ ایسا کرنے سے نظام عالم قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ پھر کسی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ کسی کی مزدوری کرے یا کوئی کسی کا ملازم بننا پسند کرے پس تمام دنیا کے کاروبار کیونکر چلیں گے۔ اور یہ ہر قسم کے کارخانہ جنمیں لاکھوں مزدور اپنی ضرورت کی وجہ سے کام کرتے ہیں کسطرح باقی رہیں گے۔ اور پھر ایک وہ شخص جس نے پسینہ کی راہ خون بہاکر نہایت عرق ریزی سے دولت کمائی ہے وہ اور ایک غیر شخص جسکا بال بیکا نہیں ہوا کیونکر اسکی دولت میں برابر کا حصہ دار ہوسکتا ہے۔ کسکا انصاف اور کسکی عقل ہے جو ان دونوں کو ایک درجہ میں رکھ سکے۔ بہرحال اس قسم کی ردوقدح کے بعد یہ فیصلہ ٹھیرا کہ غربا کا کچھ لحاظ ہونا چاہئے۔ لیکن اسقدر نہیں کہ اُن کو برابر کا حصہ دار ٹھہرایا جائے۔

ہمارے جدت پرست احباب کو جو گوش بصدائے فرنگ داشتن کے عادی ہیں جن کیلئے سفید رنگ کا شانۂ یوروپ کے طیور الہامی فرشتہ۔ اور اقوال یوروپ خطیرۃ القدس کی آوازیں۔ غور کرنا چاہئے کہ اس ہنوز زمانہ میں یوروپ بھی اُس ہی مرکز پر ٹھیرا جسکو اسلام آج سے تیرہ صدی

قبل ظاہر کرچکا تھا۔ یعنی نہ غربا کو اسقدر پس پشت ڈالدو کہ انکی خبر تک نہ لو اور نہ اسقدر ان کا حصہ سمجھا جائے کہ اپنے مال میں برابر کا شریک خیال کرو۔ بلکہ تجارت کے مال میں انکا حق چالیسواں حصہ ہے اور زراعت میں عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ۔ اسلئے کہ زراعت میں خداوند تعالیٰ ایک دانہ سے سیکڑوں دانہ پیدا کرتا ہے بخلاف تجارت کے کہ اسمیں نفع کا اوسط غایت سے غایت پانچ فیصدی ہے۔ لہذا جس خدانے ایک دانہ سے ہزاروں دانہ پیدا کر دئے اگر اسکے راستہ میں اُسکا دسواں حصہ بھی دیدیا جائے تو کچھ زیادہ نہیں۔

الرشید

ناظرین القاسم کو خصوصًا اور عامہ مسلمین کو عمومًا یہ نوید مژدہ جانفزا ہو گی کہ حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کی یادگار (القاسم جیسا مفید اور مضامین حقہ کا مجموعہ (الرشید) کی اشاعت کا وقت آگیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ماہ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ میں آپ حضرات کے طویل انتظار کا خاتمہ کرنیکے بعد آنکھوں میں نور اور دلوں میں سرور پیدا کریگا۔ بعض خاص اسباب کی بنا پر القاسم کی بروقت اشاعت نہونیسے اکثر شائقین تنگدل نظر آتے ہیں اور انکی القاسم کی معمولی سی کچھ بھی زیادہ غیبت ناگوار گذرتی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرکے یہ ارادہ کرلیا گیا ہے کہ الرشید کی اشاعت سے قبل القاسم کو بروقت شائع کردیا جائے۔ اور آیندہ سے القاسم والرشید پندرہ روزہ ہوکر پہونچتے رہیں۔

القاسم والرشید نوعیت مضامین میں مشترک ہونگے لیکن یہ فرق رکھا جائیگا کہ الرشید کے مضامین عام فہم اور نسبتًا زیادہ سلیس ہوں گے۔

علاوہ بریں مفید فتاویٰ اور بزرگان دین کے صحیح اور مفید حالات۔ تصوف و اخلاقی مضامین بھی ہوں گے۔ اور تمام اُن فرقوں کو جو اسلام پر اندرونی یا بیرونی حملہ کرتے ہیں تہذیب و متانت کے ساتھ مخاطب بناکر مسائل مختلفہ کی تحقیق منصفانہ کیجائیگی اور ایک مفید سلسلہ تعلیمات اسلامی کا اُس میں شائع کیا جائیگا۔

کاغذ تقطیع اور قیمت سالانہ مثل القاسم ہوں گے۔

نمونہ کا پرچہ اکثر حضرات کی خدمت میں بلا طلب بھیجا جائیگا جن صاحبوں کو منگانا منظور نہو اطلاع فرمادیں ؛

قرآن مجید ہی مسلمانوں کا حقیقی امام ہے

گذشتہ سے آگے سلسلہ کیلیے القاسم نمبر دیکھو

یہ ہیں نکاح کے متعلق اسلامی تعلیم کے کامیاب نتائج جنکو اعداء اسلام نے محض حق پوشی کے راہ سے بالکل نظر انداز کر چھوڑا ہے اور جنکو آج کل قومی اخبارون اور رسالوں کے ذریعہ سے منظر عام پر لانیکی ضرورت ہے۔

ہاں بیشک جس طرح سلیم الطبع اور انصاف پسند لوگوں کو ہماری متذکرہ بالا تحریر نے تعدد ازدواج کے دقیق مصالح اور اُسکی حکیمانہ مصلحتوں سے آگاہ و مطمئن کر دیا ہوگا اسی طرح عجب نہیں کہ اُن نکتہ چینیوں کو بھی جن کے دل و دماغ ابھی تک اسلام کی روشنی سے منور نہیں ہیں۔ جو مذہبی یا ملکی تعصبات کی وجہ سے سلامت و استقامت پر کجروی کو ترجیح دیا کرتے ہیں اس خیال نے بیچین بنا رکھا ہو کہ قرآن کریم نے تعداد ازواج کو چار ہی میں کیوں منحصر کر دیا ہے درانحالیکہ جن دلائل کی بنا پر آپنے تعدد ازدواج کا مسلک اختیار کیا ہے اُن سے چار یا پانچ کی کوئی تحدید ہرگز ثابت نہیں ہوتی اس وجہ سے اس انحصار کی حکمت غامضہ اور آزاد فطرت انسان کو چار کی قید میں مقید کرنے کا مخفی راز معلوم ہونا ضروری ہے اور اسکے بغیر مضمون پیش آمدہ کی تکمیل بالکل ناممکن معلوم ہوتی ہے۔

ہر چند کہ اس اعتراض کے جوابات بھی نہ صرف ایک مرتبہ بلکہ متعدد دفعہ اُن اخباروں اور رسالوں میں آپنے ملاحظہ فرمائے ہونگے جو ملک میں حشرات الارض کی طرح پھیل پڑے ہیں مگر میں ناظرین القاسم کو اسوقت صرف وہ جواب سُنا کر محظوظ کرنا چاہتا ہوں جسکو میرے محترم دوست اور آسمان علم کے روشن ستارے مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کی نوجوان طبیعت اور خداداد ذکاوت نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اس قول سے استنباط فرمایا ہے تنکح المرأۃ لاربع۔ لمالہا۔ ولحسبہا ولجمالہا ولدینہا۔ اور جو ماخوذ من النص اور سہل الحصول ہونے کے لحاظ سے بہت ہی زیادہ مفید اور کارآمد ہے اُن دلائل فلسفیانہ کو

جو حکیم الامتہ حضرت محمد قاسم صاحب قدس سرہ کے قلم اعجاز رقم کا نتیجہ ہیں اور جو ایسے علمی نکات و عقلی دقائق سے مملو ہیں جس کے لئے اعلیٰ علمی لیاقت کی ضرورت ہے اس کو کسی دوسرے وقت پر محمول کرتا ہوں۔ البتہ اس جواب کا پوری طرح ذہن نشین ہونا بھی چونکہ حضرت حکیم الامتہ کے ہی دو اصول پر مبنی ہے اسلئے اول اُن کو تفصیل کے ساتھ تمہیداً عرض کیا جاتا ہے

(اصل اول) ہر چیز فطرتاً اپنے ہمجنس سے محبت و الفت کا مضبوط رشتہ قائم کرنے کی خوگر ہے جس کے کل چار ذریعہ ہو سکتے ہیں مال۔ جمال حسب۔ دین۔

مال خرچ کر کے آدمی اپنے کو بہت سے لوگوں کے سامنے عزیز اور محبوب بنا لیتا ہے۔ اور جو مخلوق کی حاجت روائی مالی احسانات سے ہو سکتی ہے وہ بہت زیادہ خلق اللہ کے دلوں کو زردار کی طرف مائل کر دیتی ہے۔ رہا جمال اُسکی نسبت تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اُسکے دلفریبانہ مقناطیسی کشش ایسی نہیں ہے جو کسی زندہ دل کی نظروں سے پوشیدہ ہو۔ علیٰ ہذا القیاس حسب یعنی ذاتی یا خاندانی شرافت اور کسی شخص کی دینداری یا اخلاقی پاکیزگی بھی قدرتی طور پر اسکے محبوب بنانے میں بے انتہا موثر ہے چنانچہ جسقدر جزئیات محبت کی دنیا میں آپ دیکھیں گے وہ ناچار ان ہی چار اسباب کے دائرہ میں محدود رہیں گے۔ اور اگر بظاہر کوئی صورت ان سے باہر معلوم ہو گی وہ بھی مآل کار رجوع ان ہی چار کی طرف کریگی۔

(اصل دوئم) جب ہم دنیا کی کسی چھوٹے یا بڑے کارخانے پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آنکھ۔ ناک اور کان کی اصلی غرض دیکھنا۔ سونگھنا اور سننا یا کپڑے کی کلوں کا مقصود پارچہ بافی۔ اور باورچی خانوں کی غرض پختگی و پزطعام یا شکم پروری ہے اور جو کچھ سازو سامان اُن کارخانوں میں نظر آتا ہے وہ سب اُسی غرض کے پورا کرنے کے آلات اور اسباب ہیں۔ اُسی طرح اس کارخانہ عالم کا جسکو ہم دنیا۔ یا جہان فانی کہتے ہیں یقیناً کوئی نکوئی اصلی مقصود ہے۔ اور باقی سب چیزوں کو اُسی کے ذرایع اور وسائل سمجھنا چاہیئے۔

اُن دونوں اصولوں کو لحاظ رکھتے ہوئے ناظرین جواب کی طرف متوجہ ہوں کہ اس عالم کے مخلوق فرمانے سے خلاق عالم کا اصلی مقصود یہ ہے کہ بنی آدم اُس معبود حقیقی کی بندگی کریں۔ اور اُسکے وفاشعار بندے بنکر اپنی روحانی تکمیل میں مصروف ہوں۔ اور اپنے زنگ آلودہ دلوں کو مجاہدات

سے صیقل کرنیکے بعد عبدیت کی روشنی ڈالکر اپنے آپ کو کمال کے اُس درجہ پر پہنچائیں جس کی وجہ سے وہ اُس خدمت کو انجام دیسکیں جسکو اُس کے خلص اور پاک بندوں (انبیاء) نے اسوقت تک انجام دیا ہے اور اُن کے عجز و نیاز کی بدولت خدا کی بے نیازی و عظمت اور اُسکی کبریائی و قدرت کا اظہار ہو جو ایک ایسے بڑے باجبروت و جلال شہنشاہ کے سزاوار ہے۔

اسی کو اصطلاح شریعت میں عبادت کہتے ہیں۔ اور اصلی عبادت اور مقصود بالذات اور مصداق وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون فقط یہی عجز و نیاز ہے۔ اور باقی زمین سے آسمان تک جسقدر چیزیں محسوس اور مشاہد ہوتی ہیں (خواہ چاند سورج ہوں یا ستارے حیوانات نباتات ہوں یا جمادات) یہ سب اُس انسان کے منفعت پذیر اور بوقت ضرورت متمتع ہونے کی غرض سے پیدا کئے گئے ہیں۔ جو غرض آفرینش یعنی فریضہ بندگی کے بجا آوری کے لئے صفحہ ہستی پر لایا گیا ہے۔ ایک چیز اگر انسان (عابد) کے غذا میں استعمال کیجاتی ہے تو دوسری دوا میں۔ کوئی منجملہ ہونہ اثاث جسمانی ہے تو کوئی ذریعہ زندگانی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی چیزوں میں سے اگر کوئی چیز بھی بالکل معدوم فرض کرلیجائے تو انسان کا جینا محال یا کم از کم زندگی دوبھر اور بے مزہ ہو جائے۔ درانحالیکہ انسان کے فنا ہو جانے سے دنیا کی کسی چیز کا (خواہ زمین ہو یا آسمان یا سورج یا ہوا۔ یا سمندر یا جنگل یا اور کچھ) کچھ بھی نقصان نہیں۔ تو جیسا گھاس۔ دانہ نہ ملنے کی صورت میں گھوڑا سواری نہیں دیسکتا ہے اسی طرح اگر یہ ساز و سامان نہوتا تو بیشک بنی آدم فرائض بندگی اور حقوق عباد کے ادا کرنے سے کچھ نہ کچھ ضرور قاصر رہتا۔

علی ہذا منجملہ سامان زندگی ایک عورت بھی ہے۔ جیسے عورت سے بذریعہ مناکحت توالد و تناسل مقصود ہے اسی طرح مرد کی وحشت اور منافرت دور کرنیکا باعث بھی وہی ہے پڑھو ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ و رحمۃ اگر عورت منصۂ ظہور پر جلوہ گر نہوتی تو ممکن تھا کہ مرد وحشت کے پنجوں میں گرفتار ہو کر اپنی اصلی غرض کو بھول جاتا۔ بس قرآن نے چار عورتوں سے نکاح کرنیکی اسوجہ سے اجازت دیدی کہ مرد اگر رفع وحشت کے کسی ایک سبب پر قناعت نہ کرسکے تو اُسکو حتی الوسع ہر قسم کے اسباب موانست و یگانگت پیدا کرنے پر قدرت ہو۔

فرض کرو کہ اگر وہ ایک عورت سے اُسکے مالدار ہونیکی بنا پر نکاح کرتا ہے تو یہ کیا ضرور ہے کہ وہ ہی عورت دیندار، شریف النسب اور حسن و جمال میں شہرۂ آفاق بھی ہو۔

علیٰ ہذا القیاس اگر کسی عورت کے حسن و جمال کو ایک عالم نے تسلیم کرلیا ہے اور اسوجہ سے یہ شخص اُسکی طرف مائل ہے تو یہ کیوں لازم ہے کہ دوسرے اسباب محبت بھی اُسکے اندر پوری طرح پائے جائیں۔

الغرض محبت کے جو چار سبب ہمنے بیان کئے ہیں جبکہ اُن کا اجتماع کسی ایک فرد میں ضروری نہیں ہے تو مرد کو زیادہ از زائد چار عورتوں سے نکاح کی اجازت عقلاً ہونی چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنی وحشت و تنہائی کے ازالہ کی (جو فطرۃً نکاح سے مقصود ہوتا ہے) کما حقہٗ تکمیل کر سکے۔ اور پھر اُس کو اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں خدا کے یہاں کوئی حجۃ باقی نہ رہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ایک عورت سے تجاوز کرنا بھی صرف اسی حد تک جائز سمجھا گیا ہے جہانتک وہ متعدد ازواج میں عدل و مساوات قایم رکھ سکنے پر قادر ہو۔ اور فی زماننا چونکہ اسی کا قایم رکھنا سب سے زیادہ دشوار ہو رہا ہے اسلئے آجکل ایک ہی نکاح پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ اور شرعاً ان چار قسم کی عورتوں میں سے جنکا ذکر اوپر ہوا انتخاب کے وقت دیندار عورت کو ترجیح دینا چاہیئے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

تنکح المرءۃ لاربع لمالھا ولجمالھا ولحسبھا ولدینھا فاظفر بذات الدین او کما قال

یعنی نکاح کے چار سبب ہوتے ہیں۔ مال۔ جمال۔ حسب۔ دین۔ تم اُن میں سے دیندار عورت کو اختیار کرو۔

دینداری کو آپنے چونکہ اس بنا پر ترجیح دی ہے کہ زوجین کی معاشرت کا نظام درست رہتا ہے اور دونوں کی زندگی نفاق و شقاق کی بدولت تلخ نہیں ہوتی۔ تو اس سے ہمکو یہ نتیجہ نکالنا بھی آسان ہو گیا کہ شارع علیہ السلام نے (علی رغم انوف المعترضین) نکاح کو خالص شہوت رانی کا آلہ قرار نہیں دیا ہے کیونکہ شہوت پرست آدمی کے نزدیک تو تمام اسباب سے قطع نظر کرکے عورت میں حسن و جمال اور دلربائی کی ادائیں پائی جانی ضروری ہیں۔ اُسکو اس سے کیا بحث کہ اُسکے نسبی شرافت کس حیثیت کی ہے یا تقوی اور پرہیزگاری میں اُسکا کیا درجہ ہے۔ (باقی آیندہ)

جمعیۃ الانصار زندہ ہے

مدت سے القاسم کے صفحات جمعیۃ الانصار کے تذکروں سے خالی ہیں عرصہ سی اُسکا کوئی کارنامہ مسلمانوں کے روبرو پیش نہیں ہوا۔ سال گذشتہ میں موتمر الانصار کا اجلاس کہیں منعقد نہونیسے بہت سے دردمندوںکو اس کے وجود میں وساوس پیدا ہونے لگے اسپر جناب مولوی عبید اللہ صاحب کی جمعیۃ سی علیحدگی اُن وساوس کی پیدایش کا کہا جاتا ہی کہ اچھا خاصا ذریعہ بنگئی۔ یہاں سی علیحدگی کے بعد مولوی عبید اللہ صاحب کے دہلی میں اپنی نئی انجمن قائم کرلینے اور دو غلط فہمیوں کا فتح باب ہوا کسی کو کہیں سے یہ خبر ملی کہ جمعیۃ الانصار کا خاتمہ ہولیا اس کے بجائے دہلی میں نظارۃ قایم ہوئی کسی کو یہ اطلاع پھونچی کہ نظارۃ جمعیۃ کا ایک شعبہ ہے جو بعض مصالح کی بنا پر دہلی میں قایم کیا گیا ہی۔

بعض احباب نے بزرگان دار العلوم دیوبند سے ملکر زبانی گفتگو کرکے طمانینت حاصل کرلی اور بعض دوستونے مراسلت کے ذریعہ سے واقعہ کی اصلیت معلوم کی مگر عام مسلمانوں کو رفع غلط فہمی کا کوئی موقع نہیں ملا ادہر استفسارات بھی زائد ہیں مصلحت ہے کہ مختصراً اسکی متعلق کچھ عرض کردیا جائے۔

جمعیۃ الانصار خدا تعالی کے فضل سی زندہ ہے سال گذشتہ میں چونکہ جنگ بلقان کی وجہ سے ترک مظلوموں کی امداد کی طرف عامہ مسلمین متوجہ تھی ہر شہر اور قصبہ اور اکثر دیہات میں ہلال احمر کی انجمنیں قائم تھیں وفود جابجا پھرتے تھے اور خود دار العلوم دیوبند اور اُسکی جمعیۃ کے اجزا اس کار خیر کیلیے وقف تھے اس لئے قرین مصلحت نہ تھا کہ عامہ مسلمین کو دوسرے کسی خیال کیطرف متوجہ کردیا جائے اور درحقیقت جو حضرات موتمر الانصار کے کارکن ہوتے اُن کو اتنی فرصت کہاں تھی اور مظلوم ترکوں کی مرثیہ خوانی کے سوا کوئی دوسرا خیال کب اُن کے دلومیں خطور کرسکتا تھا چنانچہ چند اخباروں میں موتمر الانصار کے جلسہ نہونیکا موجب اعلان کردیا گیا تھا کیا انکو یہ معلوم نہیں کہ دار العلوم دیوبند کی آمدنی ایک مدت تک بند رہی اور جمعیۃ کے سفرا روزنامچوں اور بہیوں میں بجائے رقوم اور ہندسوں کے صفر رہ گیا۔

بدقسمتی سے اسی پر آشوب زمانہ میں جناب مولوی عبید اللہ صاحب جمعیۃ کی نظامت سے علیحدہ ہوئے اور نہ صرف نظامت سے علیحدہ بلکہ اپنی جماعت سے مفارقت گوارا فرماکر اور ایسے نازک وقت میں جمعیۃ کو زیر بار چھوڑکر دہلی میں نظارۃ المعارف قایم کرلی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؏

ہمکو جن سے وفا کی ہے امید | وہ نہیں جانتے وفا کیا ہے

جمعیۃ کے ارکین مجلس انتظامیہ نے اپنا جلسہ منعقد کیا اور بہت گفت و شنید کے بعد یہ طے ہوا کہ جمعیۃ دارالعلوم کی فرع ہے اور اصل کی بقا سے فرع باقی رہ سکتی ہی نیز دارالعلوم کی مالی امداد کرنا جمعیۃ کا اولین فرض ہی اسلیے مناسب ہی کہ طمطراق اور جناب ناظم صاحب کی الوالعزمیوں سے قطع نظر کرکے اُن تجاویز پر عمل پیرا ہونا چاہیئے جن سی دارالعلوم اپنی امتیازی شان کے ساتھ اپنے مالی نقصانات کی جبر و مکافات کرلے اور جمعیۃ کا وجود باقی رہے چنانچہ ارکین انتظامیہ اور قایم مقام ناظم نے حضرات سرپرستان جمعیۃ کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی کہ ہم خدام دارالعلوم چاہتے ہیں کہ ہمکو برائے چندی تعلیمی خدمات سے سبکدوش فرمایا جائی کہ ہم اپنا وفد لیکر چند مقامات کا سفر کریں اور دارالعلوم کے نقصانات کی کچھ مکافات کرسکیں چونکہ زمانہ امتحان سالانہ قریب تھا اسلیئے سب کو تو اجازت نہ مل سکی مگر جناب مولانا مولوی شبیر احمد صاحب مولانا مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب مولانا مولوی عبدالسمیع صاحب مولانا مولوی مظہر الدین صاحب اور قائم مقام ناظم اس خدمت پر مامور ہوئے۔

اس خدمت کو جمعیۃ کا اولین فرض اور حملتا ہوا مقصد تصور کرکے طلبائی دارالعلوم کیلئے وظائف کی تحریک اور سعی میں اللہ کا نام لیکر قدم اُٹھایا اور بحمدہ تعالےٰ مختصر سے سفر اور تھوڑی ہی مدت میں اچھی کامیابی کے ساتھ اپنے مرکز کی طرف مراجعت کی۔

ہمنے اس زمانہ میں موتمر کا جلسہ منعقد نہیں کیا۔ کسی گریجویٹ کو وظیفہ نہیں دیا کوئی دھوم دھام کا کام ہمسے نہو سکا مگر ہمسے جو کچھ ہوسکا اُسکو ہم جمعیۃ کی تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل سمجھتے ہیں اور اگر ہم خدام کی یہ سعی کسی درجہ میں بارگاہ حضرت رب العزت میں قبول ہوگئی تو ہمنے سب کچھ پالیا۔

علمی مجالس کا انعقاد جمعیۃ کی مفید اور نمایاں مقاصد سے ہے ہمنے تا بمقدار اُسکو ترک نہیں کیا سیوہارہ اور شملہ خورجہ وغیرہ میں متعدد جلسے نہایت مفید ثابت ہوئے۔

کسی اہلکار کی علیحدگی یا عزل سے کیا کوئی محکمہ کوئی سر رشتہ کوئی مدرسہ کوئی انجمن معدوم ہوجاتی ہی بڑے بڑے کالجوں میں بڑے بڑے پروفیسر پرنسپل ناظم سکرٹری علیحدہ ہوجاتے ہیں اور معزول کردئے جاتے ہیں اور معاً ایک دوسرا اُن کا جانشین ہوجاتا ہی ہم نہیں سمجھتے کہ جمعیۃ الانصار سے جناب مولوی عبیداللہ صاحب کی علیحدگی پر یہ خطور دلوں میں کیوں ہوا ہے۔

برائے کار خدا رہبری ہمی آید | یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید

بلا شک جناب مولوی عبید اللہ صاحب کی مفارقت کا صدمہ ہے اور بہت بڑا صدمہ ہے مگر اُن کی علیحدگی سے جمعیۃ کی موت آجائے خدا نہ کرے۔

کل کی بات ہے کہ حضرت شبلی نظامت ندوہ سے علیحدہ ہوئے کیا خدانخواستہ ندوہ کا خاتمہ ہوگیا علیگڈھ کالج سے بھی کبھی کبھی بعض جلیل القدر عہدہ دار جدا ہوئے ہیں کیا کالج بند ہوگیا نہیں ہم نہیں سمجھتے کہ جمعیۃ کے متعلق ان بے معنی وساوس کی پیدایش کا مادہ کیوں ہیجان میں ہے۔

یہ بالکل غلط ہے کہ جمعیۃ الانصار بند ہوگئی اور یہ بھی بالکل غلط ہے کہ جناب مولوی عبید اللہ صاحب کی دہلی کی انجمن جمعیۃ الانصار کا شعبہ ہے یا دارالعلوم کی ساختہ اور ماتحت ہے اور یہ بھی بالکل غلط ہے کہ دارالعلوم یا جمعیۃ الانصار نے انگریزی داں طلبہ کی دینی تعلیم و تربیت سے انکار کر دیا مولوی عبید اللہ صاحب دارالعلوم میں تعلیمی اور تدریسی جماعت کے جزو اور رکن نہیں تھے کہ انکی چلے جانے سے یہ دقت پیش آئی ہو بعض انگریزی داں طلبہ اسوقت بھی دارالعلوم میں تعلیم پا رہے ہیں اور دارالعلوم ہر وقت نہایت مسرت اور خندہ پیشانی کے ساتھ گریجویٹ حضرات کی دینی تربیت کی کفالت کیلئے مستعد ہے مگر جیسے کہ عربی خواں طلبہ اپنے خورونوش کی خود کفالت کرتے ہیں یا دارالعلوم کی معمولی کفالت پر قناعت کرتے ہیں ایسے ہی اگر گریجویٹوں کا طریق عمل ہو تو پھر کوئی دقت نہیں سچ یہ ہے کہ جمعیۃ الانصار میں اب مالی روح باقی ہے اور نہ وظائف میں ایسا امتیاز مناسب ہے اور مشاہدہ کے بعد اب کسی میں یہ جرأت بھی باقی نہیں ہے جناب مولوی عبید اللہ صاحب کی علیحدگی کا مسئلہ گو پیچیدہ نہیں ہے مگر تفصیل طلب ضرور ہے اور القاسم کے بقیہ صفحات اُسکے لئے یقیناً کافی نہیں ہیں اور ہمارے موضوع سخن کی اتمام میں سہیم و شریک بھی نہیں اسلئے اگر ضرورت ہوئی تو پھر کبھی اُسکی بحث معرض بیان میں آجائیگی۔

جمعیۃ الانصار کا شعبہ جمعیۃ الارشاد بحمدہ تعالیٰ اعتدال کیساتھ مناظرہ اور تقریر و تحریر میں تدریجی ترقی کر رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ القاسم اور الرشید کے صفحات میں آپکو جمعیۃ الارشاد کی ترقیاں برابر نظر آیا کرینگی جمعیۃ کا قانون نظر ثانی ہونیکے بعد انشاء اللہ تعالیٰ شائع کیا جائیگا اور اُسکے مفید شعبوں کی ترقی میں سعی کوتاہی نہ ہوگی اراکین جمعیۃ الانصار القاسم اور الرشید کے ذریعہ سے تالیف و اشاعت کا موقت الشیوع سلسلہ جاری رکھینگے اور مسلمانوں کی آگاہی کے لئے مفید مضامین کے ذخائر جمع کرتے رہیں گے۔

اراکین جمعیۃ الانصار کی خدمت میں بطور یاددہانی عرض کیا جاتا ہے کہ جن حضرات کے ذمہ چندہ دوامی جمعیۃ کا باقی ہے وہ مہربانی سے جلد مرحمت فرمائیں اور جمعیۃ کے لئے مالی ذرائع پیدا کرنے میں نمایاں حصہ لیں اور نیک مشوروں سے دریغ نہ فرمائیں والسلام + خاکسار سراج احمد رشیدی قائم مقام ناظم جمعیۃ الانصار دارالعلوم دیوبند۔

قواعد وضوابط رسالہ القاسم

۱- یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے اور کسی ماہ کا رسالہ بتیس ۳۲ صفحے سے کم نہیں ہوتا بلکہ بعض مرتبہ بضرورت کثرت مضامین اس سے بڑھجاتا ہے۔

۲- یہ رسالہ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر طبع ہوتا ہے اور عام قیمت سالانہ مع محصول دو روپیہ آٹھ آنہ پیشگی لیجاتی ہے۔ ممالک غیر سے صرف اسی قدر زیادہ لیا جائیگا جسقدر وہاں کا محصول بہ نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے۔

۳- جو حضرات بطور اعانت وامداد اس رسالہ کی قیمت سالانہ پانچروپیہ یا اس سے زیادہ مرحمت فرمائینگے وہ رسالہ کے معاونین خاص میں شمار ہوں گے۔ اور ایسے حضرات کی فہرست القاسم میں شائع ہوتی رہیگی۔

۴- سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرماچکے جملہ حضرات کی خدمت میں پہلا پرچہ وی۔ پی بھیجا جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو اضافہ کرکے عہ/۹ کا ویلو روانہ ہوگا۔

۵- یہ رسالہ ہرگز کبھی کسی صاحب کی خدمت میں بلا طلب وتحریک ویلو نہیں روانہ کیا جاتا بعض حضرات خود طلب فرماتے ہیں اور بعض حضرات اپنے اعتماد پر دوسروں کی خدمت میں ویلو بھیجنے کی فرمایش کرتے ہیں۔

۶- شعبان ۱۳۳۱ھ مطابق جولائی ۱۹۱۳ء سے اِس رسالہ کا چوتھا سال شروع ہوا ہے۔ پہلے تین سالوں کی مکمل جلدیں موجود ہیں۔ قیمت ہر جلد کی عہ/۹ مع محصولڈاک ہے۔

۷- نمونہ اور اشتہار میں جن حضرات کے نام نامی شائع کئے گئے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر حضرات اہل علم کے مضامین بھی درج رسالہ کئے جائینگے جو اصول اسلام اور مقاصد رسالہ کے خلاف نہوں۔

۸- القاسم کے متعلق جملہ تحریرات وترسیل زر بنام حضرت مدیر یا بنام خاکسار ہونی چاہیئے۔

المشتہر

خاکسار سراج احمد عفی عنہ معتمد المدیر رسالہ القاسم دفتر القاسم مدرسہ اسلامیہ دیوبند (ضلع سہارنپور)

(رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ

معہ محصول ڈاک ۱۲

علمی - مذہبی - اخلاقی - ادبی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۶ | بابت محرم الحرام ۱۳۳۲ھ | جلد ۴

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

مطابق ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء

جو حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

اور

دیگر مقدس و مقتدر علما کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے۔

ضروری اطلاع خریداران ذیل کی خدمت میں صفر ۳۲ھ کا القاسم بذریعہ وی پی روانہ ہوگا اطلاعاً عرض ہے۔

خریدار ۶۶۹ و ۷۴۴ و ۷۴۸ و ۷۶۱ و ۷۶۹ و ۷۸۷ و ۱۲۳۱ و ۱۲۳۷ و ۱۲۵۴ و ۱۲۶۰ و ۱۲۶۲ و ۱۲۷۶ و ۱۵۴۸ و ۱۵۵۵ و ۱۵۶۰ و ۱۵۶۱ و ۱۵۶۲ و ۱۵۶۳ و ۱۵۶۶ و ۱۵۶۹

خریداران مراسلت میں خریداری کا نمبر ضرور تحریر فرمائیں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الاسلام فلپائن دار العلوم دیوبند میں

(سلسلہ کیلئے القاسم نمبر ۵ جلد چہارم دیکھو)

پھر فرمایا کہ جب عصمۃ انبیا کا ذکر آیا تو ہمکو بطور استطراد یہ بھی بتلا دینا چاہیئے کہ بعض کتب تفاسیر میں ایسے قصص بھی مذکور ہیں جنسے عصمت انبیا پر دھبہ لگتا اور اُنکی علو شان قدر و منزلۃ عنداللہ میں ایک قسم کا شائبہ نقص مفہوم ہوتا ہے۔ یہ قصص کتب سابقہ سے منقول ہوئے ہیں۔ بعض مفسرین نے نقل کرکے اُنکو رد کردیا اور بعض نے سکوت کیا ہے۔ لیکن درحقیقت ہمکو ایسے قصص کے نقل سے احتراز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مخالف کو اس میں طعن و زبان درازی کا موقع ملتا ہے اور عصمۃ انبیاء کی حکمۃ باطل ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں آیت ولقد همت به وهم بها۔ کی تفسیر میں یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے۔ ان یوسف علیہ السلام جلس منها مجلس الرجل من المرءة۔ حالانکہ یہ بالکل بے بنیاد ہے۔ اس سے حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں نقص پیدا ہوتا ہے۔ اسکی بہترین تفسیر وہ ہے جسکو شیخ محی الدین عربی نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے امراۃ عزیز کی زجر و توبیخ زدکوب کا ارادہ کرلیا تھا لیکن برہان رب یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے متمثل ہوکر اس سختی اور بشدۃ و عنف زجر سے باز رکھا اور اُنکو ادفع بالتی هی احسن کی تعلیم دی۔ ارشاد خداوندی کذلک لنصرف

عنہ السوء والفحشاء بھی اِس تفسیر پر با حسن وجوہ چسپاں ہوتا ہے۔ یعنی ہمنے یوسف علیہ السلام کے اوپر سے اُس ہوا کو جسکا ارادہ امراۃ عزیز نے کیا تھا۔ اور اُس سختی کو جسکا ارادہ اُنہوں نے کیا تھا ہٹا دیا۔ اور اسی طرح بعض دوسری آیتوں کی تفسیر میں اس قسم کے قصص نقل کیئے گئے ہیں۔ جسکا ثبوت روایات اسلام میں نہیں ہے۔ اس قسم کی تفاسیر ضعیف الایمان لوگوں کیلئے موجب گمراہی ہوجاتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ آپ لوگوں پر فرض ہو کہ مخلوق کو خالص عبادۃ خداوند عالم کی تعلیم دیں اُنکے قلوب میں سے شرک خفی کے عروق کو جڑ سے اُکھاڑ دیں۔ اس زمانہ میں بہت سے ایسے ہیں جو انبیاء و اولیاء کی محبت میں غلو کرکے حد شریعت سے تجاوز کرجاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اولیاء جو چاہیں کرتے ہیں۔ رزق و اولاد اُنکے ہاتھ میں ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں کی اصلاح کرکے صحیح اسلام کی طرف اُنکو لوٹائیں۔ اور اُنکو سمجھائیں کہ اولیاء وصلحاء کی محبت انبیاء علیہم السلام کی محبّت کا ثمرہ اور اُسکی فرع ہے اور انبیاء علیہم السلام کی محبّت یہ ہو کہ اُنکے اوامر و نواہی کا اتباع کیا جائے۔ بغیر اتباع اوامر و نواہی ادعاء محبّت ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے بہت سے تصوف کا دعویٰ کرنے والے ایسے بھی دیکھے ہیں۔ جو محبت انبیاء و اولیاء میں نہایت غلو کرتے ہیں لیکن اُن کے یہاں ہر شے مباح ہے کسی امر شریعت کا اتباع اُن پر باقی نہیں رہا۔ اور وہ علی الاعلان کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص عارف ہوجاتا اور حقائق پر مطلع ہوجاتا ہے تو اُس پر سے احکام شرع کی تکلیف مرتفع ہوجاتی ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ تمام خرافات شیطان لعین کے اتباع کے ثمرات ہیں۔ اس موقع پر آپ نے حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ اُنکو غیب سے یہ آواز آئی کہ ہمنے تم پر سے تکالیف شرع کو اُٹھا دیا ہر چیز تمھارے لئے مباح کردی۔ اسپر حضرت شیخ نے خیال کیا کہ انبیاء علیہم السلام پر سے تکالیف شرع مرتفع نہیں ہوئی تو اب کسی سے کیسی ہوسکتی ہیں۔ اور لاحول پڑھی وہ قصّہ سب رفع ہوگیا۔

ذیل تقریر میں آپنے اور بھی بہت سے نکات ولطائف بیان فرمائے۔ اور آخر میں قسم کھا کر فرمایا کہ آج اُستاذ جلیل (مولانا محمد انور شاہ صاحب) کے ذریعہ سے حقائق و معارف علوم دین کے ایسے بے بہا موتی میرے کان میں پڑے ہیں۔ جو آجتک کبھی نہ سُنے تھے۔ اور یہ مجلس مجھے ہمیشہ یاد رہیگی

اور نہایت مسرۃ و فرحت کے لہجہ میں فرمایا کہ آپ لوگ اہل سنت ہیں۔ اور میں سنت کو یہاں متمثل اور قائم دیکھتا ہوں۔ یہ بھی فرمایا کہ یہ لباس اور یہ وضع و طرز میرے نزدیک سلاطین کے لباسہائے فاخرہ اور تاجہائے زریں سے زیادہ خوبصورت اور باوقعت ہیں۔"

حضرت شیخ الاسلام کی تقریر اختصار کے ساتھ ہمنے نقل کی ہے۔ ورنہ دوران تقریر میں آپنے اور بھی مفید و کارآمد باتیں فرمائی تھیں۔ لیکن ناظرین اس خلاصہ سے خیال فرمالیں گے کہ آپ کا علم کسقدر وسیع اور آپ شریعت غراء کے اصول صحیحہ کو کیسے سمجھے ہوئے اور سلف صالح کے طریقہ کو کس مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔ بیشک اہل فلپائن کی خوش قسمتی ہے کہ اُنکی اصلاح کیلئے ایسے جلیل القدر عالم نے کمر ہمت باندھی ہے۔

آپ کی تقریر ختم ہونے کے بعد احقر مدیر القاسم نے تقریر مذکور کی تائید و توضیح کرتے ہوے ایک مبسوط تقریر کی جسکا خلاصہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ بشرط موقع کسی دوسرے نمبر میں کرینگے۔

سیّد صاحب موصوف نہایت ہی سادہ اور بے تکلف شخص ہیں۔ دیوبند کی سادگی اور بی تکلفی آپ کو بہت ہی پسند آئی۔ اور یہاں کے طریقہ اور اصول کا گہرا اثر آپ اپنے ہمراہ لیگئے۔ جس کا اظہار آپنے دیوبند سے واپس ہوکر دوسرے مقامات پر بھی نہایت شاندار الفاظ میں کیا ہے۔ آپ ہر بات میں سلف صالح کے طرز کو پسند فرماتے ہیں۔ آپ کا لباس اگرچہ وہ تھا جو عام طور پر قسطنطنیہ کے اعلیٰ مشایخ کا ہے مگر معلوم ہوتا تھا کہ آپ اپنے اصل لباس کو زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ چنانچہ مختلف اوقات میں اشارۃً و صراحۃً اسکا اظہار بھی فرمایا۔ آپ دیوبند کے علماء و طلبہ سے نہایت ملے جلے بے تکلف رہے۔ آپنے اپنی دلی تمنا کا اظہار فرمایا کہ جب اپنی خدمات کو ادا کرنے کے بعد واپس ہوں تو مدرسہ کو بہت زیادہ ترقی و سرسبزی کی حالت میں دیکھوں۔ آپ نہایت منصف مزاج اور حق گو ہیں۔ جو کلمہ فرمایا وہ انصاف پر مبنی تھا۔ اور جو مسئلہ آپسے دریافت کیا گیا۔ اُس کا جواب بے تکلف منصفانہ دیا۔ مدرسہ دیوبند کی عمارات کو پسند فرمایا لیکن اسکو ظاہر کر دیا کہ شان و شوکت میں دوسری درسگاہیں۔ اِس سے بدرجہا فائق ہیں۔ یہاں کے اصول اور برکات کا بدل اعتراف فرمایا۔ لیکن یہ بھی فرما دیا کہ تشکیل نظام میں اور درسگاہیں اس سے زیادہ ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے ملک کے اسلامی قدیم و جدید درسگاہوں سے یہاں کا نظام و ترتیب

بہتر ہے۔

آپ حضرت صدر المدرسین مد اللہ ظلالہم کی ملاقات سے بہت ہی محظوظ تھے آپ فرماتے تھے کہ میرے والد ماجد بھی اس صورت و وضع کے تھے۔

آپ نے دیوبند سے مفارقت پر بے انتہا اظہار ملال فرمایا۔ اور کہا کہ مجکو علیگڈھ سے جدائی کے وقت ایسا صدمہ تھا جو بھائیوں کی مفارقت سے ہوتا ہے۔ اور یہاں سے مفارقت کا ایسا صدمہ ہے جو والدین کی مفارقت سے ہوتا ہے۔

شکریہ معاونین دار العلوم دیوبند

جن سلاسل کے اجراء کا مدار قومی چندوں اور مسلمانوں کی فیاضی و سیر چشمی پر ہوتا ہے۔ اُن میں گو منتظمان کی ظاہری جدوجہد و مساعی کا کتنا ہی دخل کیوں نہو مگر ہر وقت ایک درجہ میں اُن کی نظر خدا تعالی پر ہوتی ہے۔ اور خزانہ غیبی توکل کی کنجیاں اُنکے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔ متولیان و منتظمان کی نظر اپنی کوششوں اور مسلمانوں کی جیبوں کی طرف ضرور ہوتی ہے اور وہ ایک درجہ میں مغرور بھی ہوتی ہیں۔ مگر چونکہ سرمایہ بالاستقلال اُنکے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ اسلئے لامحالہ کوئی وقت ایسا بھی آتا ہے کہ سب طرف سے نظر اُٹھکر توکل کی شان غالب آجاتی ہے۔ اسباب منقطع ہوجاتے ہیں اور اُسوقت و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ کی شان نمودار ہوتی اور اُن لوگوں کو بھی جو توکل کو محض کسل اور بطالت کا ذریعہ سمجھتے ہیں معلوم ہوجاتا ہے کہ اگر کوئی سرمایہ مستقل اور غیر فانی و غیر آفت پذیر جائداد ہے تو توکل ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو کام قومی چندوں پر چلتے ہیں باوجود قلت سرمایہ کبھی عدم سرمایہ کیوجہ سے نہیں بگڑتے منتظموں کی ذاتی اغراض یا اختلافات کا اثر پڑجائے تو پڑجائے مگر قلت مداخل بربادی یا تنزل کا سبب نہیں بنتی۔ آپ جب نظر اُٹھاکر دیکھینگے تو صاف صاف نظر آجائیگا کہ مستقل سرمایوں سے چلنے والے کاموں اور غیر مستقل آمدنی کے سلاسل میں کسقدر فرق ہے۔ قومی کام چونکہ کسی ایک ذات پر منحصر نہیں ہوتے۔ اُنکی آمدنی محدود نہیں ہوتی اسوجہ سے نہ کسی کی فنا یا دست کشی سے وہ متاثر ہوتے ہیں۔

اور نہ اُنکی ترقی کسی حد پر محدود ہو جاتی ہے مستقل سرمایہ کے کام ایک وقت تک اگر ترقی پذیر رہتے ہیں تو چند قرن کے بعد سرمایہ کے متولی تو مالک بن بیٹھتے اور اُس مذہبی یا قومی کام کا محض نام ہی نام رہجاتا ہے۔ اگر اسمیں کسی کو تامل ہو تو ہندوستان کے عظیم الشان اوقاف پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے حقیقت الامر منکشف ہو جائیگی۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہوتی ہے کہ متولیوں کا بھروسہ محض اُس سرمایہ پر رہتا ہے توکل اور افتقار الی اللہ جو شان عبدیہ ہے بالکل باقی نہیں رہتی۔ الا ماشاء اللہ۔ مگر چندہ کے کاموں کو دیکھو تو حالت برعکس نظر آئے گی۔ تھوڑے سے پیمانہ پر ایک کام اٹھایا جاتا ہے۔ مگر زیادہ زمانہ گذرنے نہیں پاتا کہ ابتدائی خیالات کا خاکہ بدل جاتا۔ اور مسلمانوں کی فیاضی ارادوں میں تموج عظیم پیدا کر دیتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ابتلا و آزمایش کے طور پر ایسے سلاسل میں کبھی ناامیدی کے آثار بھی ظاہر ہوتے ہیں مگر جونہی اسباب سے نظر اُٹھکر اور سب طرف سے منقطع ہو کر مسبب الاسباب کی طرف رجوع ہوتی ہی خیال سے زیادہ امداد ہوتی اور ان من شیئ الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم کی شان جلوہ گر ہو جاتی ہے مسلمانوں کے قلوب میں غیب سے جوش و حمیت کی لہریں موجزن ہو جاتی ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ منتظمان اپنی دیانت حسن نیت خوش انتظامی کا ثبوت دیگر اپنا اعتبار بڑھائیں۔

اِن تمام قومی مذہبی سلاسل میں جسکا مدار محض چندہ پر ہے۔ دار العلوم دیوبند کی شان نرالی ہے اسکے بانیوں نے اساس بنا ہی توکل پر رکھی تھی حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز فرمایا کرتے تھے مدرسہ دیوبند کی مثال ایک معلق شے کی ہے۔ مولانا نے اپنے اصول میں تحریر فرمایا ہے کہ جب تک بانیان مدرسہ کی نظر توکل پر رہے گی اسمیں ہر قسم کی ترقیات نمودار ہوں گی یہ وہ زریں اصل اصول ہے جسپر جس حد تک عمل کیا گیا اُس کے ثمرات و برکات کو آنکھوں سے مشاہدہ کیا گیا۔

پچھلا سال مدرسہ کی تاریخ میں ایسا وقت تھا جبکہ مدرسہ کی ضروریات روز افزوں تھی اور آمدنی کے ابواب بظاہر مسدود تھے کیونکہ مسلمانوں کی توجہ ایک جانب منعطف تھی۔ ادہر خود دار العلوم نے اپنی ضروریات کو موخر کر کے اُسمیں کامل حصہ لیا تھا جسکا نتیجہ لازمی طور پر یہ ہونا چاہئے کہ مدرسہ کا قلیل سرمایہ ختم ہو جاتا۔

لیکن جب یہ حالات بدلے اور اُسکا وقت آیا کہ مسلمانوں کو دار العلوم کی ضروریات کی طرف توجہ دلائی جائے

تو خدام دار العلوم نے توکلاً علی اللہ اُسکی ضروریات کا اعلان کیا۔ سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ اقطار عالم طلبہ کی کفاف وگذر اوقات کا سامان بہم پہونچایا جائے۔ کیونکہ مدرسہ کی موجودہ ترقی وحسن انتظام تعلیم طلبہ کیلیے جذب مقناطیسی کا حکم رکھتی ہیں۔ اور جب تک کہ طلبہ کی اسایش وفراغ بالی کا انتظام نہو یہ اجتماع برقرار رہنا ناممکن تھا۔ خدام دار العلوم نے ایک طالب علم کے اوسط ماہوار خرچ کا صحیح تخمینہ کر کے مسلمانوں کے کانوں تک اسکو پہونچایا۔ اور خاص ہمدردان دار العلوم کو مدرسہ کی موجودہ حالت اور اُسکی دوسری ضروریات تعمیری وتعلیمی کی طرف توجہ دلائی۔ اور بحمد اللہ اُن وقتی مشکلات کا دفعیہ ایک حد تک ایسی طرح ہوگیا کہ مدرسہ کے کسی کام کو مختصر یا موخر نہ کرنا پڑا والحمد للہ علیٰ ذلک

اگرچہ منتظمان دار العلوم کی دعوت اور استدعا پر جن حضرات نے تقویۃ دار العلوم میں مالاً وسعیاً حصہ لیا۔ اُنھوں نے اپنے لئے ایک لازوال دولت کا ذخیرہ جمع کیا اُن کو ہرگز احتیاج نہ کسی کے شکریہ کی ہے نہ اظہار نام کی۔ مگر چونکہ اُن حضرات نے اپنے اخلاص وقوۃ ایمانی اور احساس ضروریات دار العلوم اور تصدیق عرض داشت خادم دار العلوم کی بنا پر اُن کو بھی اس کار خیر کا دال وساعی سمجھکر شریک اجر کیا اسلئے حسب مقتضاء فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ومن اتی الیکم معروفا فکافئوہ فان لم تجدوا فادعوا لہ حتی تعلموا ان قد کافیتموہ۔	جو شخص تمھارے ساتھ بھلائی کرے تمکو اُسکی مکافات کرنی چاہیئے۔ اگر تم مکافات نہ کرسکو تو اسقدر دعا کرو کہ اُسکی مکافات ہوجائے۔
من صنع الیہ معروفا فقال لفاعلہ جزاک اللہ خیر فقد ابلغ فی الثناء	جس کے ساتھ کوئی بھلائی کرے اور وہ اُسکو جزاک اللہ خیرا کہدے تو کافی سے زیادہ ثنا کرچکا۔
من اولی معروفا فلیذکرہ فمن ذکرہ فقد شکرہ ومن کتمہ فقد کفرہ۔	جو کسی کے ساتھ بھلائی کرے تو چاہیئے کہ اُسکو ظاہر کردے جس نے ظاہر کردیا شکرگذاری کی اور جس نے چھپایا کفران نعمت کیا۔

منتظمان دار العلوم پر اُن کی شکرگذاری ضروری ہے۔ اور شکرگذاری یہی ہے کہ اُن کیلئے دعاء خیر کریں۔ اُسکو علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر کریں۔

شاید کسی کو یہ شبہ پیش آئے کہ اس اظہار میں حضرات معطیان کو ایک قسم کا نقصان پہونچانا ہے کیونکہ جو کام ان حضرات نے اخلاص کے ساتھ لوجہ اللہ کیا تھا زید وعمر کی وجاہت یا مدارات کا

دخل نہ تھا اُسمیں اب شائبہ نام ونمود پیدا ہوگیا۔ اسکا جواب ہم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے دینا چاہتے ہیں۔

عن ابی ذر قال قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارایت الرجل یعمل العمل من الخیر ویحمدہ الناس وفی روایۃ ویحبہ الناس علیہ قال تلک عاجل بشری المومن رواہ مسلم

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کسی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک شخص عمل خیر کرتا ہے اور لوگ اُسپر اُسکی تعریف کرتے ہیں یا اُسکی وجہ سے محبت کرتے ہیں کیس میں داخل ہوگا فرمایا یہ تو مومن کے قبول عمل کی دنیا میں بشارت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن حضرات نے جان مال سے رائے سے سعی وکوشش سے ایسے وقت امداد دارالعلوم میں نمایاں حصہ لیا آج بمقتضاء ارشادات نبوی خدام دارالعلوم اُن کے لئے دست دعا دراز کرکے رب الارباب سے دعا اجر دارین کی بیش بہا دولت کا معاوضہ پیش کرتے ہیں۔

اللھم ارفع درجاتھم وتجاوز عن سیئاتھم وامطر علیھم شابیب رحمتک ومکنھم فی دار رضوانک واعطھم من خیر ما تعطی عبادک الصالحین المقربین۔ اللھم وضاعف حسناتھم وبارک فی اموالھم واعمالھم ووفقھم لما تحب وترضی برحمتک یا ارحم الرحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقک سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اورہم اُن کے گرامی اسمار اپنے دلی امتنان کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔ نہ اسلئے کہ اس سے اُن حضرات کی نیک نامی ہو جائے۔ بلکہ بطور بشارت عاجلہ کے جو مومن کو ثنا رناس سے حاصل ہوتی ہے اور بغرض ترغیب وتحریض دوسرے اہل خیر صاحب مال دولت ہمت ووجاہت کے۔

طلبہ کیلئے وظائف ماہواری بحساب صہ ماہوار کی تجویز کو اکثر اہل خیر نے بہت ہی پسند فرمایا۔ اور جہاں جہاں تک اس تحریک کا اثر پہونچا۔ باوجودیکہ چندہ مجروحین ویتامی وخانماں برباد مسلمانوں کی امداد کی وجہ سے جیبیں خالی ہوچکیں تھی اس خاص تحریک میں اہل خیر نے حصہ لیا۔ مدرسہ کے قدیم ہمدرد یعنی جناب حاجی حافظ فصیح الدین صاحب نے اس تجویز کو پسند فرمانے اور امداد ذاتی کے وعدہ کے ساتھ یہ رائے بھی بہت قوۃ کے ساتھ دی کہ اس حالت میں جبکہ مدرسہ کو سرمایہ کی ضرورت ہے اور ایسے حالات بھی پیش آتے رہتے ہیں۔ تو ایک عام کوشش کے

ذریعہ سے اس وقت کم از کم پچاس ہزار روپیہ جمع کرلینا چاہئے۔ جو تھوڑی سی تحریک وسعی میں جمع ہو سکتا ہے جناب موصوف نے اس کیلئے خود بھی ہر قسم کی سعی کا وعدہ فرمایا۔ اور اگر اس وجہ سے کہ خادمان مدرسہ کو ایسی عام تحریک وسعی کا موقع نہیں ملا۔ اسقدر رقم نہیں ہو سکی۔ تاہم آپ کے نیک اور با اخلاص رائی کا ثمرہ اس حد تک ضرور ظاہر ہوا کہ موجودہ مشکلات کا کسی قدر دفعیہ ہو گیا۔ اور دار العلوم کو اپنے انتظام میں تغیر نہ کرنا پڑا۔

ہم چاہتے ہیں کہ بلا ترتیب عطیات ایسے حضرات کے نام ظاہر کردیں جنکی مخلصانہ مساعی سے مد وظائف طلبا اور دوسری مدات میں امداد ہوئی۔

۱۔ جناب حاجی حافظ فصیح الدین صاحب۔ میرٹھ۔

۲۔ جناب حاجی وجیہ الدین صاحب۔ "

۳۔ جناب شیخ رشید احمد صاحب۔ "

۴۔ جناب حکیم شفاء الملک بہادر۔ دہلی

۵۔ جناب حاجی محمد اسحٰق صاحب۔ "

۶۔ جناب حاجی عبد الصمد صاحب۔ آپ نے دہلی میں جگہ جگہ خود گشت لگا کر قریب پچاس وظائف کے مقرر کرائے۔

۷۔ عالیجناب نواب سر خواجہ سلیم اللہ خانصاحب۔ ڈھاکہ۔

۸۔ جناب حاجی عبد الرزاق صاحب۔ اتھائین ضلع بجنور۔

۹۔ جناب حاجی بخش الٰہی صاحب۔ دہلی۔

۱۰۔ جناب شیخ ضیاء الحق صاحب رئیس راجوپور ضلع سہارنپور۔

۱۱۔ جناب حاجی غلام حبیب صاحب کافی شاپ سولن۔

۱۲۔ جناب خان بہادر حاجی چودہری لیاقت حسین صاحب رئیس مینڈھو۔

۱۳۔ جناب حافظ جمشید علیخاں صاحب رئیس باغپت ضلع میرٹھ

۱۴۔ جناب حاجی محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر کلکتہ۔

۱۵۔ جناب شیخ قدرت اللہ صاحب رئیس سیوہارہ۔

(باقی آئندہ)

بعض جزئیات انقلاب مع اصلاح

(اصلاح معاملہ باداے حقوق معلّم و متعلم و شریک تعلّم)

(سلسلہ کے لئے القاسم نمبر۵ جلد چہارم دیکھو)

اب بعد بیان حقوق وآداب معلم کے اسی طرز مذکور پر کچھ حقوق متعلم یعنی شاگرد وغیرہ کے بیان کرتا ہوں کہ اولاً بعض نصوص اور ثانیاً بعض جزئیات از قبیل واقعات مذکور ہوں گے۔

آیۃ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ الاٰیَۃ۔

بُلا خدا کے رستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور مناظرہ کر اچھا اور نرم طریق سے۔

اس ایت سے نصاً معلوم ہوا کہ مستفیدین کی ساتھ اگرچہ وہ طالب نہوں کیونکہ آیت میں مدعوین ایسے ہی لوگ ہیں رعایت اُن کے مذاق واستعداد اور رفق وملاطفت کے رکھنا چاہیئے اور اگر طالب بھی ہوں جیسے بالمعنی المتعارف طالب علم وغیرہم تو اُن کے ساتھ تو رعایات مذکورہ نہایت درجہ ضروری ہیں اُن کے ساتھ ابتدائی خطاب میں بھی مثلاً کتاب کی تقریر میں کہ اُدْعُ میں بھی ابتدائی خطاب مراد ہے اور اُن کے سوالات کے جوابوں میں بھی خواہ تحقیقی جواب ہو یا الزامی کہ جَادِلْھُمْ سے یہی مقاولت مراد ہے۔

آیۃ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ الاٰیۃ مع قولہ تعالیٰ السابق وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ الاٰیۃ

تم بہترین امت ہو لوگوں کی ہدایت کے واسطے پیدا کئے گئے ہو۔ اچھی باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے منع کرتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کو لوگوں کے نفع دینی پہونچانے کیلئے (کما یدل علی النفع الّلام وعلی تفسیرہ بالامر والنھی) پیدا کیا ہے اور یہ نفع پہونچانا اُن پر واجب ہے (کما یدل علیہ صیغۃ الامر) پس اس صورت میں مستفیدین پر اپنا احسان سمجھکر

اُن کو بے وقعت سمجھنا اور اُن پر حکم چلانے میں حد سے تجاوز کرنا اُن پر محض براہ کبر سختی کرنا نہایت نازیبا امر ہے کہ وہ اگر اپنی خواہش سے استفادہ کرتے ہیں تو گویا ادا ر واجب میں معلّم کے معین ہیں پس اُن کے ساتھ اقل درجہ ایسا معاملہ کرنا چاہیئے جیسا اپنے معین فی الدنیا کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے اور اُن کے ساتھ ایسے طریقے سے پیش آنا چاہیئے جس سے ان کو نفع پہونچے۔ (الذی ھو مقتضی اللام) اور ظاہر ہے کہ ایسی سختی یا بے وقعتی یا بے پروائی کی حالت میں اُن کا نفع مفقود یا ناقص ہوجاتا ہے خصوص اُن کے سوال کے جواب میں جبکہ وہ سوال تعنت وعناد سے نہ ہو زجر میں شدت کرنا عموم ارشاد خداوندی اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ کے بھی خلاف ہے یا بدوں اُن کے کسی مصلحت کے محض اپنی بڑائی اور انکی بُرائی ظاہر کرنے کو اُن پر اس طرح احسان رکھنا اور اپنے احسان کو جتلانا کہ جس سے اُن کی تحقیر یا اُن کو اذیت ہو آئندہ ارشاد خداوندی کے مفہوم کے خلاف ہے۔

آیت‌ها - ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى الآیہ بعد تعمیم تفسیر قولہ تعالیٰ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ کما نقلہ البیضاوی ومما رزقناھم من انوار المعرفة یفیضون

صدقہ دیکر احسان نہیں جتلاتے اور نہ کسی قسم کی تکلیف دیتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے اُن کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں بعد تعمیم تفسیر کے جیسا کہ بیضاوی نے بیان کیا یعنی جو کچھ ہم نے انوار معرفت سے عطا کیا ہے اس سے فیضیاب کرتے ہیں

حدیث عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس لکم تبع وان رجالا یأتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بھم خیرا رواہ الترمذی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور لوگ تمھارے تابع ہیں تمھارے پاس دور دراز ملکوں سے لوگ علم دین سیکھنے اور سمجھنے کو آوینگے اُن کے بارہ میں میری وصیت کے موافق بھلائی سے پیش آنا۔ (ترمذی)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ جو شخص علم دین طلب کرنے کیلئے آوے اُس کے حق میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی اور حسن معاملہ کی وصیت فرماتے ہیں گو ابھی تحصیل بھی شروع نہیں کی اور بعد تحصیل کے تو اور بھی تعلقات وخصوصیات جو کہ مقتضیات

زیادت و تاکد حقوق ہیں زائد ہو گئے پس حقوق اور بھی کماً و کیفاً کثیر اور قوی ہو جاوینگے اور چونکہ دوسرے نصوص سے صاحب افادہ کو تنگ کرنیکی ممانعت ثابت ہے کما قال تعالی ولا یضارّ کاتبٌ ولا شہیدٌ الآیہ اس سے یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ طلبہ کو بھی اپنی حوائج علمیہ و ما یتعلق بہا کی درخواست معلمین و مہتممین سے اُسی درجہ تک کرنا چاہئے کہ اُن کو کلفت نہو۔ یہ اُن کے ذمہ واجب نہیں کہ جتنے طلبہ آویں سب کیلئے طبق اور سبق کا انتظام ضرور ہی کر دیا کریں البتہ بشرط سہولت اُسکا انتظام اور پھر بعد کام شروع کر دینے کے اُن کے مصالح علمیہ کی رعایت حسب حدیث ضروری ہے۔

حدیث عن سمرة بن جندب والمغیرة بن شعبة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احد الکاذبین رواہ مسلم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری طرف سے کوئی بات بیان کرے اور وہ جانتا ہو کہ وہ جھوٹ ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ (مسلم)۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سبق کی تقریر میں غلط مطلب بتلا دینا یا مستفتی کو غلط مسئلہ بتلا دینا یہ حرام ہے جیسا بعض مدرسین و مفتیین کی عادت ہے کہ طالب علم یا سائل سے اپنا جہل چھپانے کیلئے غلط سلط ہانک دیتے ہیں اور اگر طالب علم قبول نہیں کرتا اور کچھ خدشہ کرتا ہے کبھی مغالطات و تلبیسات سے اور کبھی غضب اور سب و شتم سے اسکو خاموش کر دیتے ہیں اتنا کہنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ یہ مقام ہماری سمجھ میں نہیں آیا پھر سوچیں گے یا یہ کہ دوسرے مدرس سے خود پوچھ لیں یا اُس طالب علم ہی کو پوچھنے کی اجازت دیدیں اس سے عار آتی ہے حالانکہ کوئی عار کی بات نہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون عالم ہوگا آپ نے بہت سے سوالوں پر لا ادری فرما دیا اور جب وحی نازل ہوئی اسوقت بتلا دیا اور واقعی جب احاطہ کل علوم کا خاصہ حق جل شانہ کا ہے تو بعض چیزوں کا نہ جاننا ممکن کے لوازم سے ہے تو اس لازم کا اگر اقرار کر لیا تو کونسی نئی بات ہوئی بلکہ واقع میں تو غیر معلومات عدد میں معلومات سے زیادہ ہی ہیں قال تعالی وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ میرے ایک ابتدائی کتب کے اُستاد علیہ الرحمہ نے اپنی ایک حکایت بیان فرمائی تھی کہ اُنھوں نے کسی معلم سے فارسی پڑھنے کی

درخواست کی اُنھوں نے کہا بھائی پڑھنے سے پہلے یہ سن لو کہ تم مجکو عالم الکل سمجھکر پڑھنا چاہتے ہو یا عالم البعض اگر شق اول ہے تو بھائی مجکو معاف رکھو کیونکہ میں عالم الکل نہیں اور اگر ثانی ہے تو بیشک مجھ میں یہ صفت ہے لیکن اس کے مقتضا سے کبھی یہ بھی ہوگا کہ کسی مضمون کی نسبت یہ بھی کہدونگا کہ مجھکو معلوم نہیں تو مجکو پریشان مت کرنا اور دوسری جگہ حل کر لینا سبحان اللہ کیسی پاکیزہ بات اُنھوں نے کہی۔ پس یہ ہی سمجھنا ہر عالم پر ضروری ہے۔ اسی طرح اگر اولاً اپنی غلطی معلوم نہوئی لیکن بعد تقریر کے از خود یا طالب علم کے متنبہ کرنے سے اطلاع ہو گئی تو چاہئے معاً اُس تقریر سے اپنا رجوع ظاہر کر دے ورنہ غلط تقریر کرنے میں یا غلطی پر اڑے رہنے میں چند خرابیاں ہیں ایک تو گناہ جیسے حدیث موصوف سے معلوم ہوا اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ تو صرف حدیث کے ساتھ خاص ہے بات یہ ہے کہ جتنے علوم دینیہ ہیں سب حکایت عن الرسول ہیں خواہ لفظاً یا معنیً (ومن ثم قیل ان القیاس مظہر لا مثبت) اور جتنے علوم آلیہ ہیں وہ علوم دینیہ کے تابع ہیں والتابع لہ حکم المتبوع۔ پس اس طرح سے اس حدیث کا مضمون تمام علوم مقصودہ ومبادی للمقصودہ کو عام ہے پس غلط تقریر یا اُس پر اصرار کرنے میں گناہ ہونا ان سب میں عام ہے ایک خرابی یہ ہوئی۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ اگر طالب علم کو معلوم ہو گیا کہ یہ تقریر غلط ہے تب تو طبعاً استاد سے تنفر اور اُسکی تحقیر قلب میں پیدا ہوگی اور اُس کے ہوتے ہوئے پھر حقوق اُستادی کا ادا کرنا سخت دشوار ہے تو یہ فعل اُستاد کا اخلال بالواجب کا سبب ہوا اور اعانت معصیت معصیت ہے اور اگر طالب علم کو پتہ نہ لگا تو وہ بیچارہ عمر بھر کیلئے جہل میں مبتلا ہوا پھر یہی سلسلہ آگے معلوم نہیں کہاں تک چلیگا پھر اس وبال کی کوئی حد ہے ذراسی عار پر نار کو اختیار کرنا کون عقل یا دین کی بات ہے تیسری خرابی یہ ہے کہ استاد کے اخلاق اکثر تلمیذ میں سرایت کرتے ہیں یہی ہٹ دھرمی اور سخن پروری کی صفت ذمیمہ اُسمیں پیدا ہو جاویگی اور اُستاد صاحب اس حدیث کے مصداق بنینگے من سن سنة سيئة فعليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده الحديث رواه مسلم۔ بہرحال گناہ بھی اور شاگرد کے حقوق کی اضاعت بھی گناہ کی تقریر ہو چکی اور اضاعت حقوق ظاہر ہے کہ اُسکی خیر خواہی کے خلاف اُس کے واجب کا اتلاف اُس کے اخلاق کا افساد اُس کو جہل میں مبتلا کرنا کہ ایک قسم کا غش اور خیانت ہے

چنانچہ ذیل میں خصوص کے ساتھ اس سے تعرض ہے۔

حدیث عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ ومن اشار علی اخیہ بامر یعلم ان الرشد فی غیرہ فقد خانہ رواہ ابوداؤد۔

کسی سائل کو کسی نے بلا علم کے مسئلہ بتادیا تو اسکا وبال اُس بتانیوالے پر ہے اور جس شخص نے اپنے بھائی مسلمان کو مشورہ دیا اور جانتا ہے کہ یہ مشورہ ٹھیک نہیں ہے تو اُس نے اُسکی خیانت کی۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں غلط مسئلہ بتلانیکا گناہ ہونا اور غلط بات بتلا دینے کا (جسمیں دین کی بات بھی آگئی) خیانت ہونا صاف منصوص ہے۔

حدیث عن عبد اللہ قال یا ایہا الناس من علم شیئا فلیقل بہ ومن لم یعلم فلیقل اللہ اعلم فان من العلم ان یقول لما لا یعلم اللہ اعلم قال اللہ تعالے قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین متفق علیہ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ اے لوگو جو شخص کسی بات کا علم رکھتا ہو تو اُس کو چاہئے کہ بتادے اور جو نجانتا ہو اُسکو چاہئے کہدے اللہ جاننے والا ہے کیونکہ یہ کہدینا بھی علم کی بات ہے اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اے نبی کہدو کہ میں تمسے کچھ مزدوری نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنیوالوں میں سے ہوں کہ اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ کہدوں (بخاری ومسلم)

اس حدیث میں صریح تاکید ہے کہ جو بات معلوم نہو کہدے کہ معلوم نہیں پس تقریر سبق میں بھی اس پر عمل کرنا علم اور طالب علم دونوں کا حق ہے۔

حدیث عن شقیق قال کان عبد اللہ بن مسعود یذکر الناس فی کل خمیس فقال لہ رجل یا ابا عبد الرحمن لوددت انک ذکرتنا فی کل یوم قال اما انہ یمنعنی من ذلک انی اکرہ ان املکم وانی اتخولکم بالموعظۃ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بہا مخافۃ

حضرت عبد اللہ بن مسعود ہر جمعرات کو وعظ سنایا کرتے تھے کسی شخص نے عرض کیا کہ حضرت روز وعظ فرمایا کیجے تو آپنے فرمایا کہ مجھے روز وعظ کہنے سے یہ امر مانع ہے کہ میں تمکو ملول کرنا نہیں چاہتا اور تمھاری خبر گیری اور نگہداشت ایسی ہی کرتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری خبرگیری فرمایا کرتے تھے کہ

اسامۃ علینا متفق علیہ۔ | کہ ہم ملول نہوں - (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے مستفیدین للعلوم کا ایک حق یہ معلوم ہوا کہ اُن کے نشاط وشوق کے باقی رکھنے کی بھی رعایت کرے پس اس میں یہ بھی داخل ہو گیا سبق اتنا نہ بڑھاوے اسی طرح کتابیں اتنی نہ شروع کراوے کہ اُکتا جاویں اور اگر وہ اُس مقدار کے متحمل بھی نہوں یعنی اُس کا مطالعہ اور تکرار وضبط دشوار ہو تو بدرجہ اولی محل منع ہوگا اسی طرح وقت میں اس کی رعایت کرے کہ اُن کی طبیعت تازہ ہو کھانے کا تقاضا کسل اور اسی طرح نیند کا غلبہ یا اور کسی سبب سے دماغ پریشان نہو جیسے بعض مدرسین طلبہ کو ان امور کے اہمال سے اس قدر زچ کر دیتے ہیں کہ یا تو وہ بھاگ جاتے ہیں یا استعداد حاصل نہیں ہوتی اور وہ اسی میں مست ہیں کہ ہم طلبہ کے ساتھ خوب محنت کرتے ہیں حالانکہ وہ سب محنت اکارت جاتی ہے اسی کی نظیر ہے ارشاد حق تعالیٰ کا یہ مضمون الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا الایہ۔ اسی طرح ہفتہ میں کم از کم ایک روز کی تعطیل ہونا ضرور ہے بعضے تعطیل میں بھی طالب علموں کی جان مارتے ہیں اور اسکو اپنی بڑی کارگزاری سمجھتے ہیں (ع) دوستی بے خرداں دشمنی است۔

حدیث عن ابی ہریرۃ فی حدیث طویل قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ رواہ البخاری۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دینی خدمات نالائقوں اور نااہلوں کے سپرد ہو جاویں تو قیامت کا انتظار کرنا چاہیے (بخاری)۔

اس حدیث کے عموم میں یہ بھی داخل ہو گیا کہ اگر کسی طالب علم کا کوئی سبق کسی دوسرے کے سپرد کرے تو اس کا لحاظ رکھے کہ وہ شخص اُس کا اہل ہو اگر ناقابل و بداستعداد یا غیر شفیق کو سپرد کریگا تو شرعاً مذموم ہوگا پس یہ بھی شاگرد کا ایک حق ہے۔

حدیث عن عبد اللہ بن عمر قال تخلف عنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفرۃ سافرناھا فادرکنا وقد ارھقنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں ہمسے پیچھے رہگئے آپ ہمسے ایسے وقت آ کر ملے کہ

الصلوٰۃ ونحن نتوضأ فجعلنا نمسح علی ارجلنا فنادی باعلیٰ صوتہ ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلثا رواہ البخاری

نماز کا وقت آگیا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے جلدی کی وجہ سے ہم نے پاؤں دھونے میں بہت جلدی کی کہ کچھ سوکھا رہ گیا تو آپ نے دیکھکر دو تین بار فرمایا خبردار ہو جاؤ عذاب دوزخ ہی اُن ایڑیوں کے لئے جو سوکھی رہجاویں بخاری

اس حدیث سے تین حق شاگردوں کے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ صرف اُن کے تعلیم علوم ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ اُن کے اعمال و اخلاق کی بھی حتی الامکان نگرانی رکھے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کے پاؤں کے خشک رہ جانے پر متنبہ فرمایا اور یہ باب بالکل ہی مسدود ہو گیا ہے اساتذہ صرف سبق پڑھا دینے کو ضروری سمجھتے ہیں تعلیم کیساتھ تربیت کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے اور علمی غلطی پر متنبہ نہ کرنا تو اور بھی غضب ہے کیونکہ اُس کا تو انھوں نے بالتصریح التزام کیا ہے جیسا بعض معلمین قرآن کی عادت دیکھی گئی ہے کہ شاگرد پہلو میں بیٹھا ہوا غلط پڑھ رہا ہے اور یہ بہرے گونگے بنے بیٹھے ہیں اور اس سے بدتر یہ ہے کہ بعضے اساتذہ شاگردوں سے ایسے کام لیتے ہیں کہ اُن کے اخلاق اور تباہ ہوتے ہیں تو اگر اصلاح نہ کرے تو افساد تو نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ اگر کسی وجہ سے احتمال ہو کہ بدون آواز بلند کئے ہوئے آواز نہ پہونچے گی مثلاً حلقۂ درس بڑا ہے یا اور کوئی عارض ہے تو بلند آواز سے تقریر کرنا حق ہے شاگرد کا ورنہ تقریر ہی بیکار ہے دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسطرح بآواز بلند فرمایا تیسرے اگر احتمال ہو کہ ایک بار تقریر کرنے سے طلبہ نے نہ سمجھا ہوگا تو دوسری تیسری بار بھی تقریر کر دینا مناسب ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین بار فرمایا اور آیندہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت مستمرہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

حدیث عن انسؓ انہ کان اذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلاثا حتی تفھم عنہ رواہ البخاری

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات مہتم بالشان فرماتے تھے تو تین مرتبہ فرماتے تھے کہ لوگ خوب سمجھلیں بخاری

یہ حدیث فائدہ ثالثہ مذکورہ حدیث سابق میں نص ہے۔

حدیث عن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من الشجر شجرۃ لا یسقط ورقھا وانھا مثل المسلم فحدثونی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ایک ایسا درخت ہے کہ وہ پتے جھڑ نہیں ہوتا اور مثل مسلم کے ہے

ما ھی فوقع الناس فی شجر البوادی قال عبد اللہ وقع فی نفسی انہا النخلۃ فاستحییت ثم قالوا احدثنا ما ھی یا رسول اللہ قال ھی النخلۃ رواہ البخاری

بتلاؤ وہ کیا ہے سب لوگ جنگل کے درختوں کو سوچنے لگے کہ کون سا درخت اس شان کا ہے میرے دل آیا کہ یہ ہے مگر چونکہ میں چھوٹا تھا اسلئے میں نے حیا کی اور چپ رہا پھر لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ارشاد فرمائیے کہ کون سا درخت ہے، تو آپ نے فرمایا کہ کھجور کا درخت۔ (بخاری)

اس حدیث سے طلبہ کے امتحان لینے کی محمودیت نکلتی ہے جس کے فوائد مشاہد ہیں پس اُن فوائد کے اہتمام کیلئے امتحان لینا یہ بھی منجملہ حقوق تلامذہ ہے۔

حدیث قال علیؓ حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ و رسولہ رواہ البخاری۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ لوگوں سے ایسی بات کرو جو وہ سمجھیں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی تکذیب کریں۔ (بخاری)

اس حدیث سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ طالب علم کی تعلیم میں اسکے فہم و استعداد کا لحاظ رکھے اور اسی کے لحاظ سے ترتیبِ کتب و مقدار و عدد سبق تجویز کرے جیسا کہ ارشاد حق کونوا ربانیین کی ایک تفسیر امام بخاری نے یہ بھی نقل کی ہے الذی یربی الناس بصغار العلم قبل کبارہ حدیث آیندہ سے بھی مرفوعاً اسکی اصل نکلتی ہے۔

حدیث عن انسؓ قال ذکر لی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لمعاذ من لقی اللہ لا یشرک بہ شیئاً دخل الجنۃ قال الا ابشر بہ الناس قال لا انی اخاف ان یتکلوا رواہ البخاری۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا کہ جو شخص مرے اور خدا سے ملے اور وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ سمجھتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا حضرت معاذ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سناؤں فرمایا مت سناؤ کیونکہ میں خوف کرتا ہوں کہ اسپر تکیہ کرلیں گے (بخاری)

یہ حدیث نص ہے اس میں کہ باوجودیکہ یہ مضمون من لقی اللہ الخ کا مقاصد عظیمہ شرعیہ سے تھا مگر بعض لوگوں تک اس کا پہونچانا اس لئے پسند نہیں کیا گیا کہ وہ اس سے متضرر ہوتے ہیں اسی طرح جو کتاب یا کوئی فن کسی خاص طالب علم کیلئے نامناسب ہو اُسکو اس سے روکنا بذمہ معلم لازم ہے اور اُس طالب علم کو بھی اسمیں اطاعت ضرور ہے۔

(باقی آیندہ)

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۳)

"ممکن ہے کہ بعض حضرات میری اس تحریر کو علامہ کی مخالفت یا بیجا نکتہ چینی یا دوسرے معمولی اختلافات کے ہم پلہ قرار دینے کی کوشش کریں اور یہ خیال مجھے قلم اُٹھانے سے روکتا بھی تھا۔ مگر محترم الہلال کلکتہ کی (جسمیں جدید سیرۃ کا دیباچہ صفر و ربیع الاول میں شائع ہوا ہے اس تحریر نے کہ (کہ علماء کرام) اسکے متعلق جو مشورہ دینا چاہیں وہ دفتر الہلال یا براہ راست دفتر سیرۃ نبوی میں بھیجدیں (او کما قال) مجھے جرأۃ دلائی کہ اپنے خیالات کو ظاہر کروں۔ اور گو میں زمرہ علماء کرام میں شمار نہو سکوں۔ مگر علماء کی کفش برداری کا فخر مجھے ضرور حاصل ہے۔ اس لئے میری توقع بیجا نہوگی کہ میری تحریر کو کسی عالم محقق یا مشہور کی تحریر سمجھکر گو نہ دیکھا جائے۔ مگر انظر الی ما قال کو ملحوظ رکھکر اسپر بھی ایک نظر ڈال لیجائے۔

میری وسعت معلومات کے اعتبار سے گو اس قابل نہو کہ نظر قبول اسکی طرف بڑھ سکے مگر النصیحہ لکل مسلم کا مفہوم عام مجھے اجازت نہیں دیتا کہ میں چپ ہو کر بیٹھ رہوں۔

اور **سیرت نبوی** جو عام طور پر اہل اسلام کیلئے بلا تفریق سر و آنکھوں پر رکھنے کی چیز ہے اسمیں جو بات عام مسلمانوں کے فائدہ کی ہو نہ لکھوں۔ اور جس میں اُن کے لئے نقصان ہو ظاہر نکروں اور اگر کوئی صاحب خواہ مخواہ میری اس تحریر کا منشا اظہار خلاف ہی سمجھیں تو براہ کرم اسکو ایسی مخالفت قرار دیں جیسی کتب جرح و تعدیل رجال میں موجود ہے یا نکتہ چینی ہی قرار دیں تو ویسی ہی جیسی ابو زرعہ۔ ابن معین۔ یحیی بن سعید کیا کرتے تھے۔

مجکو ہرگز عناد و اظہار مخالفت مقصود نہیں ہے۔ بلکہ محض اظہار حق۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔

سیرت نبوی۔ علامہ کی آخری تصانیف میں سے ہے۔ موضوع بھی سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اس لئے میرا خیال تھا کہ اس تالیف میں علامہ اپنی قدیم روش (تنقیص سلف امۃ و اکابر علماء) کو چھوڑ کر

مقبول طریقہ اختیار کرینگے جس سے ایک طرف مسلمانوں کو عہد مبارک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح حالات معلوم ہو کر انکی حقیقی عقیدت و محبت میں ترقی ہوگی۔ دوسری جانب مخالفین اسلام بھی سرنگوں ہو جائیں گے۔ اور یہ تصنیف کتب سیر کا بہترین خلاصہ اور آیندہ نسلوں کے لئے کافی سرمایہ ہوگا۔ مگر ہماری توقع غلط نکلی۔ علامہ نے اپنی قدیم روش کو چھوڑنا اپنی شان استقلال اور ثبات کے خلاف سمجھا۔ اور اس آخر التصانیف میں بھی اسلام اور اکابر امتہ پر ایسا زبردست حملہ کر دیا جسکو شاید اُنکی ترکش کا آخر تیر کہدیا جائے تو بیجا نہو۔ یوں تو علامہ کی تصانیف کا رنگ کلیتہً یہی ہے کہ روایات احادیث اور درایت اکابر امت کو قابل وقعت نہیں سمجھتے۔ بلکہ اپنی مولفات کی قدر افزائی کا سنگ ہی اُن کی تنقیص پر رکھا جاتا ہے۔

مگر جس بے دردی سے روایات احادیث (نقاد حدیث اور ائمہ محدثین) پر نکتہ چینی کر کے اُن کے اعتبار کو قلوب سے مٹایا ہے۔ ایسا کسی تالیف میں نہ کیا ہوگا۔

اسلام کے احکام کا مدار روایات حدیث پر ہے۔ کلام الٰہی کی مراد تک بھی احادیث کی امداد سے رسائی ہوتی ہے۔

پھر جب روایات احادیث کا حال یہ ہے جیسا کہ علامہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے تو اب اسلامی احکام کے استنباط کا اور کونسا طریقہ ہے جو اب منکشف ہوا ہے۔ جو باوجود کتب احادیث سے اعتماد اُٹھ جانے۔ رواۃ ثقاۃ کی رنگ آمیزی و تبدیل نوعیت وحیثیت کے قابل وثوق و اطمینان رہ سکتا ہے۔

ہمارے سابق معروضات سے علامہ کی روش کا کسی قدر اندازہ ہو چکا ہے لیکن ابھی ہمیں بہت کچھ دکھلانا باقی ہے۔"

علامہ تحریر فرماتے ہیں "احادیث اور سیرت کی اکثر کتابیں عباسیوں کے زمانہ میں لکھی گئیں اور اسوقت لکھی گئیں جب ناز و نعمت اور عیش پرستی کا اوج شباب تھا۔ اس حالت نے تاریخ و روایت پر جو اثر کیا وہ اگرچہ روایتوں کے رگ رگ میں نظر آتا ہے، لیکن کسی نے اسکا احساس نہیں کیا"

کاش علامہ ان "روایتوں کی رگ رگ میں" سے ایک میں بھی نشتر لگا کر وہ خون نکالدیتے، جسے عباسیہ "ناز و نعمت" اور "عیش پرستی کے اوج شباب" کی رنگینی نے سیاہ اور فاسد کر دیا ہے

اور جسکو تیرہ سو سال تک امت مرحومہ کے صدہا مذہبی حکما، ابن معین ابن جوزی (جنکے مقرر کردہ اصول درایت نے علامہ کو لبھالیا ہے) بخاری، اور مسلم جیسوں کی خارج از عقل وادراک جانفشانیوں، اور بعید از وہم وقیاس تنقیدوں، کا نشتر، جس نے موضوعات مناکیر، ضعاف، وامثالہا کی رگ رگ سے خراب اور فاسد خون کو نکال ڈالا۔ اور منظر عام پر لاکر رکھدیا، افسوس اور ساتھ ہی اُسکے ہزار تعجب ہے کہ اس بدخون کو جسکا جدید اکتشاف علامہ کا رہین عنایت ہے، نہ نکال سکا، اور علامہ کی دقیقہ شناسی، باریک بینی، کی صاف اور دوربین عینک نے اس کو سرسری نظر میں دیکھ لیا۔

مالھم بہ من علم ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ | اُن کو اس کا کچھ علم تو ہے نہیں بس فقط گمان کا اتباع کر رہے ہیں اور گمان سے حق بات کا پتہ لگنا مشکل ہی۔

یہ بیشک صحیح ہے کہ علوم ومعارف کسی پر ختم نہیں کئے گئے، متنبی نے یہ بھی سچ کہا ہے کہ فان فی الخمر معنی لیس فی العنب (شراب میں وہ بات ہے جو انگور میں نہیں)۔

اس مشہور مقولہ سے بھی انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ "اگر پدر نتواند پسر تمام کند"، اور شیخ سعدی کی کتابوں میں ہمنے یہ بھی پڑھا ہے کہ "گاہ باشد کہ کودکے ناداں * بغلط برہدف زند تیرے۔

مگر میں علامہ کے نکتہ شناس ضمیر کی سرپرستی میں اس عجیب وغریب معمے کا حل چاہتا ہوں کہ ایسے مقدس نفوس جو علوم مصطفوی کے مسلم حامل دین متین کے سچے امین ہیں، جنکے اندوختہ کے برتے پر ہم اپنے ہاتھ میں قلم، اپنے منہ میں زبان کو جولانی دیا کرتے ہیں جنکے اصول تنقید نے ہزاروں گندم نما جو فروش زہاد کے طلسم ورع وتقوی کو توڑ ڈالا۔ جن کے فن جرح وتعدیل نے تمام دنیا کو بجانچنے کے اصول سکھلائے۔ اور سب سے بڑھکر یہ بات کہ جنکے مقدس عماموں پر خود دربار نبوت (علی صاحبہا الف تحیہ) نے "من یجدد لھم دینھم" کا نہایت چمکیلا اور شاندار طرہ لگایا، جسکی چمک میں انہوں نے صحیح، ضعیف، منکر، شاذ، معلل، غریب، معضل، وغیرہ مختلف لا تعد ولا تحصی اقسام کی احادیث کو اچھی طرح دیکھ لیا، اور ہر ایک کا واقعی حسن وضعف اُن کو نظر آگیا۔ ایسے لوگوں کا ایک ایسے کھلے عیب کو جو احادیث کی "رگ رگ میں نظر آتا ہے"، اور جس کی وجہ سے انکی سیرت میں بٹہ لگ گیا، محسوس تک نہ کرنا چہ معنی دارد؟

مورخین کے متعلق تو ہم بالفعل کچھ بحث نہیں کرتے، البتہ محدثین جنکی تنقیدانہ نظر نے جرح و تعدیل کے اصول مقرر کئے، جنکے سر اسی فن بیوگرافی کی ایجاد کا سہرا چڑھا جنمیں سے بعضوں نے سڑک پر چلتے ہوے کھانا، کھڑے ہوکر پیشاب کرنا" وغیرہ عامیانہ امور کو عدالت کے منافی قرار دیکر روایت قبول نہ کرنیکے لئے کافی سمجھا، اور جنھوں نے صرف ایک لفظ کے تغیر تبدل پر روایات کو متعدد قرار دیا، اہل انصاف انصاف کریں کہ جن لوگوں نے ایسی احتیاط سے کام لیا ہو، اور یوں چھان بین کی ہو، اور اسطرح بال کی کھال کھینچ لی ہو، کیا وہ علامہ کے اسی فیصلہ کے مستحق ہیں ؟ کہ" لیکن کسی نے اس کا احساس نہ کیا" مجھے افسوس کے ساتھ علامہ کی خدمت میں یہ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ ہم انکو انکے اس خلاف واقع فیصلہ پر کبھی مبارکباد نہیں دے سکتے، اور نہ اسکے تسلیم کیلئے ہم اپنے دل کو ناشناسانہ تحسین کرنیوالوں کی طرح، جنکی شکایت ہمارے مکرم فاضل مولانا ابوالکلام اڈیٹر الہلال کو بھی ہے کسی وقت تیار پاتے ہیں۔

ہم علامہ کے اس قول کو تسلیم کئے لیتے ہیں، کہ "خلفائے عباسیہ کثرت سے شادیاں کرتے تھے ہزاروں حرمیں ہوتی تھیں، مامون اور ہارون کے پاس دو دو ہزار کنیزیں تھیں، اور یہ تعداد کبھی کم نہیں ہوتی تھی، مگر اسکو تسلیم کیلئے تیار نہیں ہیں کہ اس بنا پر "میل الی النساء اور جمال پرستی کی روایتیں رواج عام پاجاتی تھیں" نہیں بلکہ اگر کسی بندۂ زر یا خوشامدی نے ایسا کیا بھی تو جیسے فضائل اعمال وغیرہ میں وضاعین و کذابین کی حدیثیں رد کردیگئیں ایسی ایسی حدیثیں بھی اُن کی منہ پر ماردی گئیں۔

ہمنے احادیث کی کتب معتبرہ میں جامع ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، صحیح مسلم صحیح بخاری وغیرہ میں ایسی روایتیں نہیں پائیں، جنکو عباسیہ "ناز و نعمت" "میل الی النساء" جمال پرستی" کے اثر سے متاثر کہا جاسکے، پھر وہ "مخفی تلمیحات" جو علامہ کو نظر آرہی ہیں، کیا ہیں ؟ یا صرف کتاب النکاح کے لفظ پر جو ان کتابوں میں ہے یا اُن روایتوں پر جو اسکے ذیل میں بیان کیجاتی ہیں علامہ خفا ہیں اور اُس کو "مخفی تلمیحات" کے متوحش لقب سے یاد فرما رہے ہیں ؟ یہی وہ کتابیں ہیں جنکو نبوت کی سوانح نگاری کا بجا فخر حاصل ہے، علامہ اُن "مخفی تلمیحات" کے احتجاب و تبرقع کو دور کرکے تصریح و تبیین کا جامہ پہنائیں، اور دکھلائیں کہ یہ کتابیں کہانتک عباسیہ اثر سے متاثر ہیں

ممکن ہے کہ "جمال پرستی" "میل الی النسار" کی روایتیں رواج عام پا جاتی ہوں، مگر ان کتابوں میں

تو ہم العهد بيننا وبينهم الصلوٰة فمن ترکها فقد کفر (رواه الترمذی واحمد)	ہمارے اور لوگوں کے درمیان نماز کا عہد ہے جسنے چھوڑ دیا وہ قریب بہ کفر ہو گیا یا اُس نے کافروں کا کام کیا۔

اور اس جیسی روایتیں بہت پاتے ہیں، اور میل الی النسار کے باب میں۔

ان الله جميل يحب الجمال یا	اللہ جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے۔
تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم کے ساتھ ساتھ دیکھتے ہیں کہ	زیادہ محبت کرنیوالی زیادہ اولاد جننے والی سے نکاح کیا کرو کہ مجھ اپنی اُمت کی زیادتی پر اور اُمتوں سے زیادہ فخر حاصل ہو۔ (رواہ ابوداود والنسائی)
لو اذن له لاختصينا اور جہاں	اگر انکو (تبتل) کی اجازت ہوتی تو ہم سب خصی بنجاتے (سعد بن وقاص ترمذی)
خير متاع الدنيا المرأة الصالحة پر میری نظر پڑتی ہے وہیں میں یہ بھی دیکھتا ہوں۔ کہ	دنیا دی متاع میں سب سے اچھی چیز نیکبخت عورت ہے (رواہ مسلم)
الشوم فی ثلثة فی المرأة والمسكن والدابة	(اگر نحوست (ممکن ہے تو) وہ عورت، مکان، گھوڑے میں ہے (رواہ ترمذی)
اور تنكح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين الخ	چار وجہوں سے عورتیں بیاہی جاتی ہیں، مال کی وجہ سے، نسب کی وجہ سے حسن کی وجہ سے اور دین کی وجہ سے پس دین والی سے نکاح کرو۔ (رواہ البخاری ومسلم)

پھر ان باتوں کے ہوتے ہوئے ہم کیونکر "مخفی تلمیحات" کے مشتبہ بلکہ غیر واقعی وجود پر ایمان لائیں، اور کس طرح ان مقدس کتابوں کو جنمیں "اسلام" کے صدہا بلکہ کروڑہا جزئیات کے سواد موجود ہیں، اور جو محدثین کی صدیوں کی محنت کا مکمل اور ہر واقعی اور فرضی نقص سے مبرا نتیجہ ہیں، بقول علامہ عباسیہ "عیش پرستی" "جمال پرستی" "میل الی النسار" کا جلوہ گاہ تصور کریں؟

وتقولون بافواهكم ما ليس لكم به علم وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم (۲۴ع۲)	تم اپنے منہ سے ایسی بات نکالتے ہو جسکا تمہیں علم نہیں اور اسکو آسان سمجھتے ہو حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ شانہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔

یہ متبرک کتابیں اس قسم کی مخفی تلمیحات سے بالکل مبرا ہیں۔ ہاں اگر کوئی ضعیف روایت بالفرض والتسلیم ایسی ان میں پائی جاوے، جسکی بنا پر علامہ نے اتنا طومار باندھا ہے، تو اول تو "رگ رگ" کا مصداق کہاں ہے، ثانیاً ضعیف روایت نقل کر دینے سے ان تصنیفات میں ذرہ برابر بھی بٹہ نہیں لگ سکتا،

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں +

فان ایراد الضعیف مع بیان حالہ لا یقدح فی الکتاب جلد اول طبع مصر صفحہ ۱۳۲	ضعیف روایت کا مع ذکر ضعف کے بیان کرنے سے کتاب میں کسی قسم کا نقص نہیں آتا۔

یہ وہ کتابیں ہیں جنکو امت مرحومہ نے قاطبۃً قبول کیا ہے، اب اس میں کسی قسم کا جدید نقص پیدا کرنا آفتاب پر خاک ڈال کر اسکی روشنی ماند کرنیکی کوشش سے، زیادہ وقعت نہیں رکھتا صحیح بخاری وسلم کے متعلق حضرت شاہ صاحب رح تحریر فرماتے ہیں +

وانہ کل من یھون امرھا فھو مبتدعٌ متبعٌ غیر سبیل المومنین حجۃ اللہ جلد اول صفحہ ۱۳۳	اور یہ کہ جو شخص ان دونوں کتابوں کو اہمیت نہ دے اور ہلکا سمجھے۔ وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کے خلاف دوسرے راستہ پر چلنا چاہتا ہے۔

بقیہ صحاح کے متعلق اُن کا ارشاد ہے:۔

ولم یرضوا فی کتابھم بالتساھل فیما اشترطوا علی انفسھم فتلقاھا من بعدھم بالقبول (حجۃ اللہ جلد اول صفحہ ۱۳۳)	جن شروط کا انھوں نے التزام کیا، اسمیں کسی قسم کا تساہل نہ کیا، لہذا، مابعد کے لوگوں نے اُن کی کتابوں کو قاطبۃً قبول کیا +

اور اگر ہم مان بھی لیں کہ ان مذکور شدہ روایتوں یا اور دوسری روایتوں کی "رگ رگ" عباسیہ عیش پرستی، میل الی النساء، جمال پرستی کی رہین منت ہے تو ہمکو علامہ بتلائیں کہ ان آیتوں میں

ویطوف علیھم ولدان مخلدون اذا رأیتھم حسبتھم لؤلؤاً منثوراً (۷۶-۱)	اور بہشتیوں کے پاس لڑکے (خدام) آتے جاتے ہونگے وہ ہمیشہ (لڑکے ہی) رہیں گے اور ایسے خوبصورت ہونگے کہ تو اگر اُن کو دیکھ لے تو بکھرے ہوئے موتی خیال کرے
فیھن قصرت الطرف لم یطمثھن انس قبلھم ولاجان فبای الاء ربکما تکذبٰن کانھن الیاقوت والمرجان (۵۵-۲)	اُن میں حوریں ہونگی جو (غیروں کی طرف) آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتیں جنتیوں سے پہلے نہ تو کسی انسان نے اُن پر ہاتھ ڈالا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ تو اے جنو اور آدمیو) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں سے مکروگے؟ (اور انکی رنگتیں ایسی خوبصورت ہونگی کہ) گویا وہ یاقوت اور مونگے کی بنی ہیں
فیھن خیرات حسان (۵۵-۲)	اُن میں نیک (سیرت) خوبصورت (عورتیں) ہونگی۔
وحور عین کامثال اللؤلؤ المکنون	اور کئی تہوں میں حفاظت سے رکھے ہوئے موتیوں کی طرح خوشرنگ

جزاء بما کانوا یعملون ۵ (۵۶-۱) | بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی، یہ بدلہ ہے اُن نیک اعمال کا جو وہ کرتے تھے
ھنّ لباس لکم وانتم لباس لھنّ ۵ (۲-۵۵) | وہ تمہارے دامن (کی جگہ) ہیں اور تم اُن کی چولی (کی جگہ) ہو

ہم کس زمانہ کی عیش پرستی" "جمال پرستی" "میل الی النساء" کا اثر مانیں (نعوذ باللہ سبعین مرۃ)

ہمکو افسوس ہے کہ علامہ نے حدیث میں ایسا نقص نکالنا چاہا ہے، جو درحقیقت نقص نہیں اگر کسی حدیث میں جمال کی تعریف ہے، اگر کسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تزوج کی ترغیب دلائی ہے، تو یہ کسی زمانے کے خاص مذاق کا اثر کیوں قرار دیدیا گیا، کیا یہ تعلیم فطرت اور عقل کے موافق نہیں؟

ھانتم ھؤلاء حاججتم فیما لکم بہ علم فلم تحاجون فیما لیس لکم بہ علم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون (۳-۷) | تمنے ایسی باتوں میں تو جھگڑا کیا ہی تھا جنکو تم جانتے ہو؟ بھلا ایسی باتوں میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جنکو تم جانتے نہیں (یاد رکھو) اللہ (تمام باتونکو) جانتا ہے تم نہیں جانتے +

ان مخفی تلمیحات" کے ذکر کے بعد علامہ محدثین یا کتب کے ساتھ اپنی محبت وہمدردی کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اس بحث کی تفصیل مناسب نہیں ورنہ ہم بہت سی روایتوں کو نقل کرسکتے تھے" میں علامہ کی اس غیر متوقع ہمدردی کا مشکور ہوں اور ملتمس ہوں کہ وہ محدثین کی پردہ دری کا کچھ غم نہ فرماویں کہ اُن کی مدد و اعانت کا کفیل خود باری تعالیٰ ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمریوں (صحاح) میں سے کوئی صحیح حدیث ایسی دکھلادیں جو اس سے متاثر ہو +

اگر واقعی کوئی قابل خدشہ امر نکلے اور اُنکا خیال صحیح ہو (اور انشاء اللہ ایسا نہو گا) تو پھر یہ محدثین کی بیجا حمایت اور ایک صحیح غلطی پر پردہ پوشی، کسی طرح علامہ جیسے بے لوث اور صاف گو مصنف کے شایان شان نہیں، اور اگر واقع میں دوسری صورت ہے، تو پھر عام مسلمانوں کو جو اس باطل اور خلاف واقع بدظنی میں، اور وہ بھی سچے فدائیان اسلام کی طرف سے، مبتلا کیا گیا ہے اس کا ذمہ وار کون؟ فما لکم کیف تحکمون !!

طبقات ابن سعد کی "لبریزی" کے متعلق، اتنا کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ علامہ نے کچھ ضعیف موضوع مبالغہ آمیز روایتوں کو دیکھکر، اُسکو عیش پرستی وغیرہ کا اثر قرار دیدیا، اور یہ نہ خیال کیا کہ ضعیف وموضوع روایتیں ہر باب میں اس قسم کی ہوا کرتی ہیں، کچھ میل الی النساء، جمال پرستی کی خصوصیت نہیں علامہ کے نزدیک ثقہ سے ثقہ راوی کے مذاق اور رائے کا اثر روایت پر ضرور پڑتا ہے، جو روایت

اُسکے مذاق کے موافق ہو اُس میں زور آجاتا ہے، دوسرے واقعات اُسکے نزدیک دھندھلے ہو جاتے ہیں، جو جزئیات اُس واقعہ سے الگ ہوتے ہیں چھوٹ جاتے ہیں +

توکیا کسی بات کو زور سے بیان کر دینا، یا بعض غیر متعلق جزئیات کے چھوٹ جانے سے حدیث میں کوئی نقص پیدا ہو سکتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض روایات میں متعدد احکام ہوتے ہیں، اب فرض کرو کہ کوئی جزوی واقعہ پیش آیا، اور راوی نے اُسی واقعہ کا حکم حدیث میں سے پڑھکر سُنا دیا، توکیا یہ اعتراض اُس پر بجا ہوگا کہ اُس نے پوری روایت کیوں نہ سُنائی، سننے والوں نے اُس سے صرف اسی ٹکڑے کو روایت کرنا شروع کر دیا، اب وہی مطول حدیث مختصر بنگئی، علاوہ ازیں، ایسے دو شخص دنیا میں کمیاب ہیں جو ہر امر میں متحد المذاق ہوں، اگر ایک نے کسی جزو کو چھوڑا تو دوسرا راوی کس طرح چھوڑیگا؟ اور اگر اُس نے چھوڑا تو یہ نہ چھوڑیگا، اور اگر ان دونوں نے چھوڑ دیا، تو پھر تیسرا موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک "زیادت ثقہ" معتبر اور حجۃ ہے اور اسکی نظیریں متعدد احکامی احادیث میں بھی مِلسکتی ہیں +

امام بخاری کا طرز عمل علامہ کے نزدیک مخدوش ہے، کہ وہ ایک طویل حدیث کے بیسیوں ٹکڑے کرتے ہیں، اور یہ ٹکڑے جس جس باب میں آسکیں، لاتے ہیں، ان ٹکڑوں کو پوری روایت میں دیکھو تو معمولی حیثیت میں نظر آتے ہیں، لیکن مستقل عنوانوں میں وہی ٹکڑے زیادہ روشن ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے واقعات کی حیثیت بدلجاتی ہے، اور اکثر جگہ الفاظ تک بدلجاتے ہیں +

افسوس کہ علامہ نے اس میں سب سے زیادہ غفلت سے کام لیا، بخاری کی یہ بیشک عادت ہے کہ ایک بڑی حدیث جس میں متعدد احکام ہوں، اُس کو اس طرز سے بیان کرتے ہیں کہ پہلے ایک حکم لیکر حدیث کے اُس لفظ کو یا اُس کے ہم معنی لفظ کو جس سے یہ حکم مستفاد ہوا ہے، باب کا عنوان مقرر کرتے ہیں، اور پھر ذیل باب میں پوری حدیث بیان کر دیتے ہیں، پھر دوسرے حکم کے متعلق اسی طرح عنوان باب قائم کرکے، اسی پوری حدیث کو دوسری سند کے ساتھ لکھدیتے ہیں، وھکذا، تشریح کے لئے تمثیل زیادہ مناسب ہے، مثلاً امام بخاری کو یہ روایت ملتی ہے۔

عن انس قال رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلم نخامۃ فی القبلۃ فشق ذلک علیہ حتی	نبی کریم صلعم نے قبلہ کی جانب تھوک دیکھا آپ پر یہ گراں گزرا اور آپکے چہرہ میں اسکے آثار نمایاں ہوئے،

رئی فی وجہہ فقام فحکہ بیدہ فقال ان احدکم اذا قام فی الصلوٰۃ فانما یناجی ربہ وان ربہ بینہ وبین القبلۃ فلا یبزقن احدکم قبل قبلتہ ولکن عن یسارہ او تحت قدمہ ثم اخذ طرف ردائہ فبصق فیہ ثم رد بعضہ علی بعض فقال اویفعل ھکذا (بخاری)

آپ نے اُسکو دست مبارک سے چھیلکر پھینکدیا اور فرمایا جب کوئی نماز میں ہوتا ہے تو خدا سے سرگوشی کرتا ہے لہذا قبلے کی جانب تھوک نہ پھینکو۔ ہاں بائیں جانب یا قدم کے نیچے پھینکدو۔ پھر آپنے چادر کے کناری میں تھوکا اور اسکو رگڑدیا اور فرمایا یا اس طرح کرے۔ (بخاری)

اسپر وہ مختلف احکام دیکھکر یہ عنوانات قائم کرتے ہیں۔

(۱) باب حک البزاق بالید من المسجد۔

(۲) باب لیبصق عن یسارہ او تحت قدمہ الیسری۔

(۳) باب اذا بدرہ البزاق فلیاخذ بطرف ثوبہ۔

پھر یہی روایت اُن کو ابوہریرہ سے ملتی ہے جس میں صرف فیہ فنھا اور و عن یمینہ زیادہ ہے اور تمام مطالب پہلی حدیث کی طرح ہیں تو اس حدیث پر یہ عنوان قائم کرتے ہیں۔

(۴) باب لا یبصق عن یمینہ۔

(۵) باب دفن النخامۃ فی المسجد۔

اور ان تمام عنوانوں کے ذیل میں ہر جگہ پوری پوری روایت بیان کرجاتے ہیں۔

اب اگر علامہ ان عنوانات کے الفاظ کو الفاظ حدیث قرار دیکر یہ اعتراض کرنا چاہتے ہیں کہ امام بخاری نے اس حدیث کے ٹکڑے کردئے اور پھر یہ کہ الفاظ تک بدلدئے (اور غالباً یہی مراد ہے جیساکہ علامہ کے الفاظ کہہ رہے ہیں) تو میں افسوس کے ساتھ یہ کہونگا کہ یہ عنوانات الفاظ حدیث نہیں، بلکہ خود بخاری کے مقرر کردہ الفاظ ہیں جو حدیث کے متعدد احکام سے ماخوذ ہیں۔ اور حدیث ہر جگہ، ہر باب کے ذیل میں پوری مذکور ہے ٹکڑے نہیں کیگئی، البتہ بخاری نے اس میں یہ بیشک کیا ہے کہ ہر باب میں ایک ایک حکم کو عنوان میں لاکر ہر جگہ پوری حدیث بیان کی ہے، اگر وہ عنوان کی طرح حدیث مذکور کو بھی ٹکڑے کرکے ایک باب کے ذیل میں ایک ٹکڑا لاتے، تو علامہ کا اعتراض اور اُن کا خدشہ، کسی حد تک صحیح ہوسکتا تھا، فاین تذہبون؟ اھذا الذی کنتم بہ تدعون ہ اور اگر علامہ کا منشا یہ ہے کہ بخاری حدیث کے ٹکڑے کرکے، ہر ٹکڑے کو علیحدہ ہر ہر باب کے ذیل میں لاتے ہیں، تو یہ جیسا کہ ابھی معلوم

ہو چکا واقعیت سے محروم ہے، بخاری کی یہ عادت نہیں وہ ہر باب کے ذیل میں پوری روایت بیان کرتے ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ ایک ہی روایت بعض طرق میں مختصر اور بعض میں طویل ہو یہ بخاری کی قطع و برید نہیں جس پر اُن کو الزام دیا جا سکے، ذٰلک مبلغھم من العلم، سبحانک ھذا بھتان عظیم،

اگر وہ ذیل باب میں حدیث کا ٹکڑا بیان کرتے تو آج شراح کو یہ پریشانی نہ ہوتی جو باب اور حدیث کی مناسبت میں پیش آتی ہے، اسکی وجہ یہی ہے کہ باب کو کبھی حدیث کے صرف ایک آدھ لفظ سے تعلق ہوا کرتا ہے اور وہ پوری حدیث بیان کر دیتے ہیں جو اب مناسبت نکالنے والے تمام حدیث کو دیکھتے۔ اور بعد غور پتہ لگاتے ہیں۔

"واقعات کی حیثیت" اور "واقعات کی نوعیت" بھی عجیب بلائے بے درمان ہے، کہ ہر جگہ اس کے تغیر و تبدل کا دیو عفریت، حدیث کی وقعت کو ہڑپ کرنے کیلئے، ہر وقت منہ پھاڑے بیٹھا ہے، ثقہ سے ثقہ راوی کا مذاق بھی، حدیث کے بعض اجزا میں زور لگا کر، اور بعض غیر متعلق اجزاء کو چھوڑ کر اس عجیب زا "حیثیت اور نوعیت" کو متغیر کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھا ہے، اور بخاری کا طرز عمل بھی اسی حیثیت کو بدل دینے پر تلا ہوا ہے۔ لیکن ناظرین خود دیکھ لیں کہ مذکورہ بالا حدیث سے (مثلاً) ان تینوں احکام کو نکال کر، اُن کے مناسبت سے علیحدہ علیحدہ تین باب قائم کر نہیں واقعات کی حیثیت و نوعیت کس طرح مذبوح ہو گئی، اور اس تغیر کا کیا ناخوش گوار اثر پیدا ہوا اور جو کہیں بعض مواضع میں امام ہمام بخاری نے کسی داعیہ مقام سے اختصار کیا بھی ہے سو اس سے مضمون حدیث پر کوئی غلط اثر نہیں پڑا بلکہ اشارات کو عبارت بنانا صنعت ہے، رجال کی اور خصائص اجتہاد سے ہے کہ غیر مسوق لہ چیز سے متنبہ ہو لیکن معترض کے نزدیک یہی عیب ہے ع عیب نماید ہنرش در نظر۔

ایک فقیہ کا فرض ہے کہ وہ اس حدیث سے، ان احکام، اور اُن کے علل کو مستنبط کر کے ہر جگہ ان علل پر انہی احکام کو عائد کر دے۔ نہ یہ کہ وہ اسی مذکورہ واقعہ کا معتکف بن جائے۔ بخاری کے مقصد کی سرحد صرف وقائع نگاری تک ہی نہیں ختم ہوئی، وہ ایک حدیث کو اگر وقائع نگار ہونیکی حیثیت سے دیکھتے ہیں، تو اسی پر تفقہانہ، نظر بھی ڈالتے ہیں۔ وہ اگر ایک طرف سیرت نویسی کی کیاریاں سینچ رہے ہیں، تو دوسری طرف اجتہاد و استنباط کے چمن کی بھی آبیاری

گئے جا رہی ہیں۔ اگر اُن کا یہ فرض ہے کہ ایک واقعہ کو من حیث الواقعہ روایت کریں، تو اُن پر یہ بھی ضروری ہے کہ جو احکام اُس واقعہ سے مستنبط ہو سکتے ہوں اُن کو امت کے سامنے پیش کردیں + خلاصہ یہ کہ وہ اگر ایک مورخ اور سیرت نویس کے لباس میں نظر آتے ہیں۔ تو ساتھ ہی اُنکے اجتہاد، و تفقہ کا عمامہ بھی سر پر رکھے ہوئے ہیں۔ پھر اُن کے اس طرز عمل کا ہمکو شکر گذار ہونا چاہیئے، نہ کہ اُلٹا الزام اُن کے سر تھوپا جائے۔ کیا یہی متقدمین علمائے ربانیین کی شکر گذاری ہے؟ کیا یہی اُن کی منت شناسی ہے اور کیا یہی اُن کی قدر دانی ہے؟

ان ھذا لشیٔ عجاب ٥	بیشک یہ ایک بڑی عجیب بات ہے +
ان ھذا الا اختلاق ٥	یہ ایک منگھڑت بات ہے +
فھل انتم منتھون ٥	تو کیا تم (ایسی باتوں سے) باز آؤگے؟

کیا اچھا ہوتا جو سیرت نبوی کے دفتر میں ہندوستان کے اور مقتدر علما کی بھی ایک اچھی خاصی جماعت مشورہ دینے والی ہوتی، اس قحط الرجال اور خصوصًا قحط العلماء الربانیین کے پر آشوب زمانے میں بھی خدا کے سچے رسول (علیہ التحیۃ والتسلیم) کی فرمان کے مطابق، الحمد للہ ایسے لوگ موجود ہیں، جو مجدّدین اُمّت کی فہرست میں، زریں حروف سے لکھے جانیکے مستحق ہیں گو زمانے کے جدید تغیرات اور تقلیدانہ انقلابات نے ان پر اپنا اثر ڈالنے میں کامیاب نہو کر، ان مقدس نفوس کو، جامد، پرانی لکیر کے فقیر، وغیرہ "پر مغز" خطابات سے مخاطب بنا دیا ہو، مگر میں پھر بھی بڑے زور سے کہونگا کہ اگر اسلام کے احکام کی سچی متبع جماعت، اور قرآن کریم کے نہ صرف زبانی جمع خرچ میں، بلکہ عملاً پیرو کار لوگوں کی زندہ مثال طلب کیجائے، تو یہ مقدس جماعت آسانی کے ساتھ پیش کیجا سکتی ہے اور بہت تھوڑی سی توسیع نظر ہمکو اس کاروان ہدایت تک پہونچا سکتی ہے۔ فشکر اللہ سعیھم و رضی عنھم و ارضاھم۔

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد	بعض لوگ خدا کی خوشنودی کیلئے اپنی جان تک بیچ دیتے ہیں، اور اللہ (ایسے) بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

سیرت نبوی کے مشورہ کاروں میں ایسے لوگوں کا رہنا از بسکہ ضروری و اہم تھا، اگر ایسا ہوا ہوتا تو مسوّدہ تیار ہو ہوا کر الہلال کو استشارہ کی ضرورت نہوتی اور نہ کسی طرح کی آواز کسی طرف

سے بلند ہوتی +

ولکن لیقضی اللہ امرًا کان مفعولا ۵ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ان اللہ کان علیمًا حکیما ۵-	لیکن اللہ کو جو کرنا ہوتا ہے ویسی ہی حکم کرتا ہے اور تم لوگ کچھ نہیں ارادہ کر سکتے ہو جب تک خدا نہ اراد کرلے- کیونکہ اللہ ہی غالب اور صاحب حکمت ہے-

میں بیچ میں کہاں کہاں کی بات چھیڑ گیا، ناظرین سے معافی مانگتا ہوں، اور اب پھر مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہوں +

(لھا بقیۃ)

شایق احمد عثمانی بھاگلپوری (دیوبندی)

اسلام اور اتفاق

(دیکھو سلسلہ کیلئے القاسم نمبر ۵ جلد چہارم)

رکن رابع بھی اتفاق کا ذریعہ ہے

بادی النظر میں اسلام کے رکن رابع (صوم) کو اتفاق سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اور ظاہر نظر اس بات کا انکار کرتی ہے کہ دن بھر بھوکا مرنے، پیاسا رہنے، جماع سے پرہیز کرنے میں کیا اتفاق ہو سکتا ہے- اسلئے ممکن ہے کہ ہمارا ابتدا مضمون میں یہ تحریر کرنا "کہ ارکان اسلام میں علاوہ روحانی فوائد کے ایک مصلحت عظیم یہ بھی ہے کہ وہ اتفاق ایسے عظیم الشان مقصد کا ذریعہ ہیں" مبالغہ پر محمول ہو یا رنگینی تحریر کا نتیجہ سمجھا جائے لہذا اب ضرور ہے کہ ہم اس طرف متوجہ ہوں چنانچہ میرے خیال میں اسکی حسب ذیل وجوہ ہو سکتی ہیں-

ا- یہ قانون عام ہے کہ ہر تکلیف کا علم خواہ وہ معمولی ہو یا غیر معمولی اس ہی وقت اچھی طرح ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے اوپر گذرے- ایک وہ شخص جسکے سر پر ہمیشہ چتر شاہی سایہ فگن رہا ہو کیا خیال کر سکتا ہے کہ بادیہ پیما مسافروں کے ساتھ موسم گرما میں تمازت آفتاب کیا سلوک کرتی ہے؟ جب تک کہ اسپر بھی وہ وقت نہ گذرے- جنھوں نے ہمیشہ خس کی ٹٹیوں میں عمر بسر کی ہو وہ آتش افروز لو کو کیا جانیں؟ جو ایوان شاہی کے مکلف کمروں میں رہیں اُن کو ایک غریب کے

خس پوش کی کیا خبر؟ جو فرش مخملی پر سوئیں اُن کو اُس شخص کی حالت کیا معلوم جسکو بوریہ بھی نصیب نہیں جنھوں نے بھوک کو کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا ہو اُن کو اِسکا کیا احساس کہ ایک غربت زدہ شخص کے بچوں کی فاقہ میں کیا حالت ہوتی ہے اور جب وہ بلکتے ہیں تو اُس کے والدین کے دل پر کیسا آرہ چلتا ہے جس نے ہمیشہ برف کا ٹھنڈا پانی پیا ہو وہ کیا سمجھ سکتا ہے کہ سوکھی زبان جسپر کانٹے جمے ہوئے ہیں اُسکی کیا کیفیت ہے لہٰذا اسلام نے سال بھر میں روزہ فرض کئے تاکہ اُن امرار کو جنھیں کبھی بھوک و پیاس کا تصور بھی نہیں ہوتا یہ معلوم ہو جائے کہ بھوک کی تکلیف کیسی ہوتی ہے اور پیاس کی مصیبت کیا ہے۔ اور پھر وہ یہ جانیں کہ جب ہمارے بارہ یا چودہ گھنٹہ میں نہ کھانے اور پینے سے یہ حالت ہو گئی کہ کسی سے کلام کرنیکو جی نہیں چاہتا پلنگ سے اُٹھا نہیں جاتا کوئی کچھ کہتا ہے تو یہ دل چاہتا ہے کہ اُسکی گردن اُڑادو۔ یہانتک کہ اگر کوئی امیر کبیر ہیں تو اُن کی ڈیوڑھی پر پہرے بیٹھے ہیں۔ تاکہ کسی کو اندر گھسنے نہ دیں۔ اگر کوئی عزیز بھی آوے تو کہدیں آج حضور نے روزہ رکھا ہے اندر جانے کی اجازت نہیں۔ تو اُن غریب فاقہ کشوں پر کیا گذرتی ہو گی جنکو کئی کئی وقت سوکھا ٹکڑا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اسپر ستم یہ کہ اُن کے ننھے ننھے بچے جب الجوع الجوع پکارتے ہونگے تو اُن کا دل کیسا پاش پاش ہوتا ہوگا۔

جب امرار کو غربار کی یہ الم ناک حالت یاد آئیگی تو ہمدردی کی لہریں انمیں پیدا ہونگی اور صلہ رحمی کے جذبات کا طوفان اُن کو محیط ہو گا اور حسن سلوک کا بادشاہ اُن کو مجبور کریگا کہ وہ غربار کی امداد کریں۔ اور یہی وہ کیفیت ہو گی کہ جس سے دولت مند طبقہ غربت زدہ جماعت کی شفقت میں مست اور یہ اُسپر جان نثاری کیلئے طیار رہیگا۔ کیا عجب ہے کہ ماہ رمضان کے ختم پر عید کے دن صدقہ فطر کا واجب ہونا اس ہی طرف اشارہ ہو کہ جو صیام رمضان کی مصلحت تھی ذرا اُس پر عمل کر کے بھی دکھلا دو۔

اس موقع پر شاید مجھسے یہ کہا جائیگا کہ اگر روزوں کی مصلحت یہی تھی کہ دولت مندوں کے دلوں میں مصیبت زدوں کی ہمدردی پیدا کی جائے۔ تو غربار پر روزے کیوں فرض کئے گئے؟ لہٰذا اگر یہ قاعدہ صحیح ہے (اور یقیناً صحیح ہے) کہ ہر حکم اپنی علۃ کے تابع ہوتا ہے۔ تو فرضیۃ روزہ کو امرار تک محدود رہنا چاہیئے۔ پھر یہ الٹی گنگا کیوں بہتی ہے کہ امرار کے ساتھ غریبوں پر بھی روزہ فرض کئے گئے

جواب یہ ہے کہ غربت و امارت پتھر کے نقش یا لوح محفوظ کے حرف نہیں ہیں جو کبھی مٹ نہیں سکتے بلکہ دولت ہوا کا جھونکا یا درخت کا سایہ ہے جسکا کوئی ایک رخ نہیں۔ کیا معلوم کہ جو آج ٹکڑے کو محتاج ہیں کل وہی شہ نشین ہوں اور دولت اُنکی غلام ہو۔ پس اسلام نے امیر ہوں یا غریب سب پر روزوں کو فرض کیا جو امیر ہیں اُن میں تو فی الفور دوسروں کی ہمدردی کا گداز پیدا ہو جائے اور غربا جب دولت مند ہوں تو پہلے سے وہ اپنی طبیعتوں میں ہمدردی کا درد رکھتے ہوں۔

علاوہ ازیں اسلام جس طرح باطنی اعتبار سے اتفاق کی تعلیم دیتا ہے اسی طرح ظاہری صورت کو بھی اتفاق کے رنگ میں دیکھنا چاہتا ہے۔ لہذا اگر کسی پر روزے فرض ہوتے اور کسی پر نہ ہوتے تو یہ ایک قسم کا ظاہری اختلاف ہوتا جو اسلام کی ظاہری صورت کے خلاف ہے خصوصاً جبکہ یہ تسلیم شدہ مسئلہ ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے تو اندیشہ تھا کہ کہیں ظاہری اختلاف سے باطنی اختلاف پیدا نہو جائے جس سے اسلام دراالوار ہے

تعجب یا لائے تعجب حیرت بالائے حیرت ہوتی ہے جب ہم چودھویں صدی کے ایک مقتدر مگر مخالف جمہور مفسر کی تفسیر البیان میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ "ہر شخص کو جس پر روزہ فرض ہے خواہ وہ جوان ہو یا شیخ فانی روزہ کے فدیہ دینے کا اختیار ہے" ہمیں تعجب اس لئے نہیں کہ اُنھوں نے ائمہ دین کا خلاف کیا یا سلف صالحین کے علاوہ ایک جدید مسلک اختیار کیا۔ یا علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین ٥ سے جوان تصوموا خیر لکم سے منسوخ ہو چکی ہے اپنا مدعی ثابت کیا۔ یا تمام مفسرین کے خلاف پہلی آیۃ کے معنی بیان کیے۔ کیونکہ اِن چھینٹوں سے اُس تفسیر کا دامن ملوث ہی نہیں بلکہ غرق ہے۔ لہذا ہمیں جس بات پر حیرت ہوئی وہ یہ ہے کہ تفسیر البیاں کے قابل اردو داں مصنف تو قرآن شریف کی ہر تعلیم کو عقل کی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور فلسفہ کے کانوں سے سنتے تھے۔ پھر تعجب ہے کہ اُن کو روزہ میں یہ حکمت نظر نہ آئی کہ وہ امرا کے دلوں میں غریبوں کے درد اور اُن کی تکالیف محسوس کرانیکا ذریعہ ہے۔ لہذا اگر روزہ پر قادر ہونیکی صورت میں بھی فدیہ دینے کا اختیار دیدیا جائیگا تو امرا کو کیا ضرورت کہ وہ نصف صاع گندم کیلئے روزہ کی تکالیف برداشت کریں۔ خاصکر جبکہ انسانی طبیعتیں فطرتاً مائل بسہولتہ اور آسانی پسند ہیں۔ اب غور کرو کہ اس اختیار سے کیا ہمدردی کا

ستون برباد نہیں ہوتا؟ اور اس حربہ سے اتفاق کی حکمت زخمی نہیں ہوتی؟ سنتے ہیں کہ جس اتفاق کیلئے وہ خود تادم زیست انگاروں پر لوٹتے رہے ہم اپنی اس تحریر کو کسی اسلامی جماعت کی تردید کا رنگ دینا نہیں چاہتے ورنہ ثابت کرتے کہ اس مسئلہ میں کیسی فاش غلطی مصنف تفسیر البیان سے ہوئی ہے۔

۲ - نہ اسلام بلکہ قریب قریب تمام مذہب خدا کو مخلوقات سے ایک بالاتر ہستی خیال کرتے ہیں اور جملہ عیوب سے پاک جانتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو نقشہ کمال خداوندی کا اسلام نے کھینچا ہے اُس سے دوسرے مذہب قاصر رہے۔ چنانچہ ملت اسلام کیا باعتبار ذات اور کیا باعتبار اوصاف خداوند تعالیٰ کو جمیع کمالات کا سرچشمہ سمجھتا ہے۔ اور اس ظلماتی عالم میں جسقدر کمالات کے ذرہ جگنو کی طرح چمکتے ہیں یا آسمانی ستاروں کی طرح جھل مل جھل مل کر رہے ہیں یہ سب اُس ہی آفتاب کا پرتو ہیں۔ لہذا کمال خداوندی کا اقتضاء یہ تھا کہ تمام ناقص ہستیاں اُسکی محبت میں سرشار رہیں۔ اسلئے کہ اگر اسباب محبت کی تحصیل کروگے تو صرف ایک کمال ہی ہر قسم کی محبت کا ایک سبب واحد نکلے گا۔ اگر کوئی بدر وشی جبینوں۔ ستمگر ماہوشوں۔ جابر نازنینوں کی الفت میں مٹا جاتا ہے تو اسکی کیا وجہ۔ اسلئے کہ اُن میں کمال حسن جلوہ افروز ہے۔ اگر کوئی نیوٹن ہکسلی۔ ولیم۔ ہربرٹ اسپنسر۔ ڈاروں پر فریفتہ ہے تو کیوں اس لئے کہ اُن میں علمی کمال تھا۔ اُن میں سے کسی نے کشش اجسام کے مسئلہ سے شیفتہ بنایا تو کسی نے شعاع شمسی کی رنگوں کی تحلیل سے کسی نے مرکز ثقل کی قوت سے اپنا دلدادہ بنایا تو کسی نے ارتقار کی تھیوری سے۔ رازی وغزالی۔ بخاری ومسلم پر جانفروشی ہوتی ہے تو کس لئے۔ اس لئے کہ اُن کے پاس بے بہا علمی متاع تھی۔ کسی کی دفع مضرت یا جلب منفعت سے الفت ہوتی ہے تو کیا سبب۔ اس ہی لئے کہ جس قوۃ سے یہ خالی ہے وہ اُسکے محسن میں موجود ہے۔

بہرحال کسی بادشاہ کے عدل پر فدا ہو یا کسی محسن کے احسان پر۔ کسی صناع کی صنعت پر صدقہ ہو یا کسی کے عالم افروز حسن پر جان دو ہر ایک کا سبب کمال ہے۔ پس جبکہ ذات لاہوتی جمیع کمالات کی علۃ العلل ہے تو حقیقی محبت اور اصلی جان نثاری باقتضاء عقل اس ہی پر ہونی چاہئے۔ اور اسکے ساتھ یہ قاعدہ بھی مسلم ہے کہ محبوب کی تمام صنعتیں محبوب ہوا کرتی ہیں اس لئے بمقتضاء عقل ایک ایسی عبادت فرض ہونی چاہئے تھی جو اوصاف خداوندی کے مشابہ ہو لہذا اسلام نے ہر سال ایک ماہ ایسا مقرر کیا کہ جسمیں ہر انسان بقدر طاقت بشری اُن اوصاف کمالیہ کو حاصل کرے

جو اوصاف خداوندی ہیں مثل کھانا کھانے۔ پانی پینے جماع کرنے غیبت کرنے جھوٹ بولنے جھوٹی قسم کھانے وغیرہ وغیرہ تمام معصیتوں سے جس طرح اُسکی ذات وراء الورا ہے اسی طرح ہر خاکی جسم کی باقتضار محبت یہی حالت ہونی چاہیئے چنانچہ حقیقی صوم یہی ہے کہ انسان تمام گناہوں سے پرہیز کرے یہی وجہ ہے جو جوامع الکلم روحی فداہٗ صلعم نے فرمایا ہے۔

خمس یفطرن الصائم الکذب والغیبۃ والنمیمۃ والیمین الکاذبۃ والنظرۃ بشھوۃ۔

[illegible]

نیز ارشاد ہوا لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک۔

اس قسم کی احادیث پر اگر غور کیا جائے تو بدلالت النص یہ ثابت ہوتا ہے کہ روزہ وہ عبادت ہے کہ جو فنا فی المحبۃ کے لئے ہونی چاہیئے

اس تحریر میں چند امور ثابت ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ مجموع کمالات ہے۔ کمال ہی باعث محبت ہے محبوب کے تمام اوصاف مرغوب ہوتے ہیں۔ لہذا جب روزہ فرض کرکے اس طرف توجہ دلائی گئی کہ یہ عبادت اوصاف خداوندی کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے۔ اور اس حیثیت سے تمام دوسری عبادتوں سے افضل ہے۔ پس انسانوں کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ ان صفات کے حاصل کرنیکی حتی المقدور سعی کریں جو ایک باکمال ہستی کے اوصاف ہیں۔

منجملہ اُن اوصاف کے ایک وصف اُسکا اپنے بندوں پر رحمت و مہربانی ہے۔ اور یہ وہ وصف عظیم ہے جس سے نافرمان اور سرکش بھی محروم نہیں رہتے۔ ایک شخص روسیاہی کرتا ہے لیکن خدا اُسکو چھپاتا ہے۔ وہ اُسکے سامنے سربسجود ہونے سے متنفر ہے لیکن وہ اپنی نعمت نازل کرنے میں کارہ نہیں طاغوطیان عالم جنھوں نے اس کے معبدوں کو برباد کیا مسجدوں میں یتیم بچوں کے خون سے ہاتھ رنگے لیکن کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر رزق کا دروازہ بند کیا یا اپنی ہوا و پانی کو اُن سے روکا جس کے بغیر ایک گھنٹہ بھی اُنکی زندگی محال تھی۔ پس امور مذکورۂ بالا کی رو سے ہر انسان کو چاہیئے کہ وہ بھی بنی آدم کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آئے اور کوئی اُس پر زیادتی کرے تو وہ اُس کو معاف کردے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

هو العلیم الحکیم

فہرست کتب علوم دینیہ قدیمہ و جدیدہ مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند وغیرہا

مطالعہ سے ۔۔ (⁂) ۔۔

بتالیف و اہتمام فقیر سید اصغر حسین عفی عنہ دار العلوم مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہارنپور

قرآن مجید (ارزاں قیمت)	قرآن مجید مختلف اقسام کے موجود ہوتے ہین ۔ دست بدست ۔۔ یا عربی ۔۔ لینے والے خود دیکھکر لیتے ہین اور با ہر حتی الوسع ایسے روانہ ہون گے کہ ترجمہ مستند ہو ۔ کاغذ خراب نہو ۔ چھاپہ صاف ۔۔ ہا ۔ بطور نمونہ چند لکھے جاتے ہین ۔ قرآن مجید مترجم شاہ عبد القادر صاحب مطبوعہ ہاشمی جلی قلم ہدیہ (للعہ) قرآن مجید فاروقی حاشیہ پر تفسیر بالاحادیث جلی قلم مترجم ہدیہ (صہ) قرآن مجید نقل نظامی بلا ترجمہ کاغذ ۔۔ خط عمدہ مجلد کرمچ (عـ) چرمی (عـ) قرآن مجید مجلد بمبئی کاغذ کم درجہ (عـ) مرتضوی (عـ) بلا جلد نولکشور ۔۔ ری کلان جلی قلم بلا ترجمہ (صہ) ✤
حمائل شریف	یہ بھی مختلف قسم کی آتی ہین اور ختم ہو جاتی ہین چنانچہ مولانا عاشق الٰہی صاحب والی اب بالکل نہین رہی دیگر اقسام موجود ہین ۔ ترجمہ واضح کاغذ نہایت کم درجہ مجلد نفیس (عـ) ۔۔ ایک ترجمہ برحاشیہ تقطیع نہایت معقول موزون (عـ) مجلد نہایت خورد بلا ترجمہ معہ فہرست مضامین و احوال انبیاء ۔۔ جن (۱۲/) ✤
قرآن مجید مترجم	مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے صدر مدرس حضرت مولانا محمود حسن صاحب ایک قرآن مجید کا ترجمہ فرما رہے ہین دس پارے تیار ہوگئے ہین انشاء اللہ تعالیٰ ڈیڑھ سال کے عرصہ مین یہ دس پارے مطبع قاسمی مین چھپکر تیار ہونگے ۔۔ تفسیر کی روح یعنی عجیب و غریب فوائد حاشیہ پر درج ہین ✤
قرآن مجید عاشقی ترجمہ	مولانا عاشق الٰہی صاحب کی حمائل شریف اور اُسکی خوبیون کا ۔۔ حال اکثر حضرات کو معلوم ہے جسکے ترجمہ کو حضرت مولانا محمود حسن صاحب مدظلہم نے ملاحظہ فرمایا ہے ۔ تمام اوصاف ۔۔ کو ملحوظ رکھکر اُسی ترجمہ کا بڑا قرآن مجید جلی قلم واضح عمدہ چھپکر ماہ محرم ۱۳۳۲ھ مین تیار ہو جاویگا ۔ ہدیہ غیر مجلد کا ۔۔ (عـ) جلد دو روپیہ و تین روپیہ کی بن سکتی ہے ✤
قرآن مجید ہاشمی	نہایت خوشخط صحیح واضح ترجمہ معتبر حضرت شاہ عبد القادر صاحب کا ۔ حنا شدہ نہایت خوبصورت اب صرف بادامی کاغذ کے چند نسخے باقی رہگئے ہین ۔ جسنے لیا پسند کیا ۔۔ جلی قلم ہے ہدیہ بلا جلد (للعہ) ✤
قاعدہ نورانی	قاعدہ بغدادی کی عوض پڑھایا جاتا ہے اسمین معلمون کیلئے تعلیم کی ہدایتین بھی ۔۔ درج ہین طریقہ تعلیم کیموافق پڑھانیسے چھ ماہ مین قرآن مجید
وظائف	دلائل الخیرات محشی مترجم (۱۲/) دیگر عمدہ (عـ) حزب البحر (۲/) خورد (۱/) قصیدہ بردہ (۱/) ✤

کتب درسیہ وغیرہ مشہورہ مروجہ دار ۔۔ طلبہ و علماء

اس قسم کی تمام کتب مشہور و معروف ہین زیادہ تفصیل اور تشریح مضامین کی ضرورت نہین طالبین و شائقین خود جانتے ہین بقدر ضرورت ہر فن کی کسیقدر کتب متداولہ کے نام ۔۔ لکھے جاتے ہین جو ہمیشہ کتب درسیہ کے علاوہ دیگر شروح و حواشی وغیرہ بھی اکثر موجود رہتی ہین یا بوقت ضرورت دوسری جگہ سے طلب کرکے معمولی قیمت پر روانہ کر دیجاتی ہین

کتب حدیث	بخاری شریف عربی محشی از مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری مطبوعہ ۔۔ ہاشمی ۔۔ جگہ سے سترہ بلکہ اٹھارہ روپیہ کو بھی ملتی ہے (صلعہ) مسلم شریف عربی نہایت صحیح ۔۔ مطبوعہ مجتبائی (للعہ) اصح المطابع (صہ) کاغذ عمدہ ۔ ابو داؤد شریف محشی ۔۔ سنن ابن ماجہ محشی معہ موطا امام مالک (للعہ) نسائی شریف عربی ۔۔

راقم فقیر اصغر حسین دار العلوم دیوبند

[illegible]	[illegible] (لعہ) مشکوٰۃ شریف مطبوعہ اصح المطابع وغیرہ (للعہ) مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف [illegible] (۶ر) جامع الآثار (۵ر) +
تفسیر	تفسیر بیضاوی فاروقی تا سورہ [illegible]بقرہ (عہ) تفسیر جلالین ہاشمی کاغذ بادامی محشی بحواشی مفیدہ و بر حاشیہ اعراب القرآن ہدیۃ المصلی [illegible] رحمانی (ستے) تفسیر عزیزی پارہ عم اردو (۱۴ر) تفسیر سورہ بقرہ فارسی (عہ) زجوۃ الشافی (۱۰ر) +
فقہ	ہدایہ اخیرین مطبوعہ لاہور نولکشوری نہایت صحیح کاغذ دبیز بادامی (للعہ) ہدایہ اولین (ﷲ) شرح وقایہ مجتبائی ربع اول (عہ) و دوم (عہ) قدوری مجتبائی (۱۲ر و ۱۱ر) منیۃ المصلی (۸ر) کنز الدقائق خورد کشوری کاغذ خراب (۶ر) درمختار کشوری (للعہ) رد المحتار یعنی شامی حاشیہ درمختار (عہ) مفتاح الجنۃ (۱۴ر) مالابد اردو (۴ر) بہشتی زیور (عہ) نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ (عہ) احسن المسائل ترجمہ کنز (۱۴ر) کبیری شرح منیۃ المصلی (عہ) فتاوی مولانا عبد الحی صاحب ہر سہ (عہ) ضروری ترجمہ قدوری (عہ) +
اصول فقہ	نور الانوار (عہ) حسامی مع حواشی کثیرہ مفید کاغذ اعلیٰ قسم مطبوعہ کانپور (عہ) اصول شاشی کانپوری (۱۲ر) مجتبائی (۵ر) تامی شرح حسامی (عہ) مسلم الثبوت کانپوری (۹ر) کشف المبہم شرح مسلم الثبوت (عہ) شرح مسلم الثبوت از مولوی عبد الحق صاحب (۱۲ر) +
عقائد	خیالی مع حاشیہ مولوی عبد الحکیم صاحب (۱۲ر) شرح عقائد مطبوعہ مجتبائی وغیرہ (۱۴ر) تصفیۃ العقائد (۲ر) +
فرائض	فرائض اردو مولوی منفعت علی صاحب مرحوم (۸ر) سراجی محشی (۶ر) میراث المسلمین (۲ر) مفید الوارثین (عہ) شریفیہ شرح سراجی (عہ)
علم ادب	مقامات حریری مجتبائی کاغذ [illegible]رہ (عہ) نفحۃ الیمن مجتبائی (عہ) سبعہ معلقہ مع شرح عبد الرحیم (۱۴ر) محشی مجتبائی (عہ) دیوان متنبی (عہ) دیوان حماسہ (عہ) مفید الطالبین (۲ر) دیوان علی (۸ر) ادب العرب اردو (عہ) مقامات حریری محشی جدید نہایت اہتمام سے مطبع قاسمی دیوبند میں عنقریب طبع ہوگی +
معانی وبیان	مطول کلاں محشی بحواشی بجو[illegible]پالی (للعہ) تلخیص المفتاح (۵ر) مختصر معانی بحواشی حضرت مولانا محمود حسن صاحب محدث دیوبندی (عہ) تلخیص مع مختصر معانی (۹ر) +
لغت	غیاث اللغات مع چراغ ہدایت (للعہ) صراح مع القراح (عہ) کریم اللغات (۷ر) لغات کشوری (عہ) +
صرف	ابواب الصرف (۳ر) مجموعہ پنج گنج مع شش رسائل (۴ر) تبیان شرح میزان (۲ر) مراح الارواح (۳ر) زنجانی زرادی (۲ر) صرف میر (۲ر) میزان الصرف (۲ر) علم الصیغہ (۴ر) نوادر الاصول شرح فصول (۱۰ر) فصول اکبری (۴ر)
نحو	[illegible] ملا جامی محشی (عہ) تحریر سنبٹ (۱۰ر) تسہیل الکافیہ (۴ر) درایہ شرح ہدایۃ النحو (۹ر) رضی شرح کافیہ (عہ) شرح مائۃ عامل نظامی کلاں (۸ر) مجتبائی محشی خورد (۲ر) کافیہ کلاں (عہ) مجموعہ نحو میر (۳ر) ہدایۃ النحو (۴ر) جامع الغموض شرح کافیہ (عہ) +
منطق و حکمت	سلم العلوم محشی (۱۲ر) حمد اللہ شرح سلم محشی بحواشی کانپوری واضح صحیح (عہ) شرح تہذیب محشی (۶ر) تحفہ شاہجہانی (۱۲ر) قال اقول محشی (۳ر) قطبی کاغذ عمدہ (۱۰ر) معمولی (۹ر) میر قطبی (۶ر) قاضی مبارک محشی (عہ) میر زاہد ملا جلال (عہ) مجموعہ منطق (۴ر) مرقاۃ محشی (۲ر) مجموعہ عجیبیہ ملا جلال میر زاہد بحر العلوم قاضی مبارک (۱۴ر) ہدیہ سعیدیہ (عہ) میبذی (۱۲ر) و (۹ر) صدرا (عہ) شمس بازغہ (عہ) قانونچہ (۸ر و ۱۰ر) +
علوم متفرقہ	رشیدیہ (۵ر و ۶ر) سبع شداد (۶ر) شرح چغمنی (۱۴ر) مثنوی شریف محشی کلاں کانپوری کامل (عہ) اربعین احیاء العلوم کشوری (عہ) پند نامہ عطار (۲ر) خطبہ مولانا محمد اسمٰعیل شہید (۲ر) +

تالیفات سرپرستان و بزرگان مدرسہ عالیہ اسلامیہ دیوبند دام اللہ فیوضہم و برکاتہم

جنکے ذریعہ سے حق تعالیٰ نے ہزارہا طالبان حق کو ہدایت فرمائی ہے اور جنکے مطالعہ سے مخلوق خداوندی نے صراط مستقیم پائی ہے اسیوجہ سے انکی اشاعت مقصود ہے اور جو حضرات ان کی اشاعت مین لوجہ اللہ حصہ لیتے ہین وہ ذخیرۂ آخرت اور ثواب عظیم حاصل کرتے ہین کیونکہ حق تعالیٰ محسنین کے اجر کو ضائع نہین فرماتا ✤

اطلاع :- یہ سب کتابین اُردو زبان کی ہین۔ اگر اتفاقیہ کوئی فارسی یا عربی ہے تو اُسکے ساتھ لکھدیا گیا ہے ✤

تصنیفات آیۃ من آیات اللہ حضرت مولانا و مرشدنا محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ اسلامیہ دیوبند رحمۃ اللہ علیہ

تقریر دلپذیر	نہایت مشکل اور دقیق علمی مضامین عجیب و غریب علم لدنی کا نمونہ جسکے سمجھنے کیلئے بھی فہم و علم کامل کی ضرورت ہے۔ زبان اُردو قیمت ایکروپیہ ایک آنہ (عہ) دہلی مین صرف ایکروپیہ کو ملتی ہے ✤
آبحیات	حضور سرور عالم کی حیات کا ثبوت علمی و قلبی دقیق مضامین جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل عظمت دلنشین ہوتی ہے اور ایک سے ایک بڑھکر فضائل معلوم ہوتے ہین صرف ایکروپیہ (عہ) ✤
ہدیۃ الشیعہ	نادر و عجیب تحقیقات مشکل مضامین قدیم مطبوعہ ایکروپیہ (عہ) ✤
اجوبہ اربعین	شیعون کے مشہور مباحث کا جواب اور بے مثل تحقیق بہت کمیاب ہے ہر دو حصہ (عہ) ✤
قبلہ نما	آریون کے اعتراض کا جواب خانہ کعبہ اور قبلہ کی نسبت نہایت دقیق علمی بحث اور بہر دلچسپ قیمت (۵ر) ✤
مباحثہ شاہجہانپور	مذاہب باطلہ کی تردید اسلام کی حقانیت مباحثہ کی کیفیت قابل دید قیمت (۶ر) ✤
میلہ خداشناسی	وگفتگوئے مذہبی ۔یعنی ایک مباحثہ کی دلچسپ کیفیت قیمت (۲ر) ✤
تصفیۃ العقائد	سید احمد خانصاحب کے خط کا لطیف جواب مفصل۔ مفید و دافع شبہات قیمت (۳ر) ✤
حجۃ الاسلام	مولانا کے علم لدنی کا نمونہ اثبات توحید و رسالت کے بے مثل مضامین و تقریرات۔ پہلے کم درجہ پر چھپا تھا۔ اب حضرت مولانا محمود حسن صاحب مدظلہم نے ابتدا مین چار صفحہ کا دیباچہ تحریر فرماکر موقع بموقع توضیح مطالب کیلئے مفید عنوانات قائم کرکے نہایت مفید بنا دیا ہے اور نہایت عمدہ کاغذ کے ستر صفحات پر نفیس طبع ہوا ہے اہل علم اور صاحبان وسعت اسکو ضرور طلب فرماکر محظوظ ہون۔ قیمت (۶ر) ✤ (۱۰ر) ✤
تحذیر الناس	رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونیکو چند طریقون سے ثابت کرکے آپکے اعلیٰ سے اعلیٰ فضائل و مراتب
فیوض قاسمی	مین بزبان فارسی عمدہ مضامین و نکات ہین قیمت (۲ر) ✤
قصائد قاسمی	اسمین اُردو فارسی کے قصائد و اشعار و شوقیہ مضامین ہین (۱ر) ✤
تحفۂ لحمیہ	گوشت کھانے کا عقلی ثبوت بدلائل علمی ۸ صفحہ خوشخط عمدہ قیمت (۱ر) ✤
مناظرہ عجیبہ	تحذیر الناس پر بعض علماء نے تحریری اعتراض کئے تھے اُنکا جواب نہایت دقیق عالمانہ (۶ر) ✤
انتصار الاسلام	دیانند صاحب آریہ نے جو اسلام پر اعتراض کئے ہین اُنکا نہایت عمدہ جواب (۴ر) ✤

تصنیفات حضرت قطب ربانی حضرت مولانا [illegible]

امداد السلوک	عربی رسالہ مکیہ کا فارسی مین ... ترجمہ ہے تصوف ... [illegible] رسالہ ہے (۴/) ✚
ہدایۃ الشیعہ	دس سوالات کے جواب قابل ... قدر و قابل دید قیمت (۳/) ✚
زبدۃ المناسک	مسائل و احکام حج کا نہایت ضروری ... کار آمد اردو مین سب سے زیادہ معتبر رسالہ ہے چھوٹی جیبی تقطیع پر چھپا ہے قیمت (۳/) ✚
براہین قاطعہ	انوار ساطعہ کا جواب ہے تمام ناجائز رسوم و بدعات خصوصاً مروجہ میلاد و فاتحہ کی دید اور جملہ اعتراضات کا جواب نہایت علمی تحقیق سے دیا ہے قیمت بارہ آنہ رعایتی (۱۱/) ✚
لطائف رشیدیہ	تفسیر و حدیث کے متعلق اہل علم کے شبہات و سوالات کے علمی جوابات قیمت (۱۰/) ✚
سبیل الرشاد	تقلید وغیرہ کا ذکر صحابہ کے اختلاف کا حال نہایت انصاف سے لکھا ہے قیمت (۱/) ✚
فتویٰ میلاد	میلاد شریف کے متعلق بزرگوں کا پر تحقیق فتوے قیمت (ایک آنہ) ✚
رسالہ جمعہ	یعنی چھوٹے دیہات مین جمعہ ... جائز نہین علمی بیان ہے عام فہم نہین قیمت (ایک آنہ) ✚
ہدایۃ المعتدی	امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی ممانعت احادیث سے علمی بیان ہے۔ قیمت (۲/) ✚
فتویٰ احتیاط الظہر	قیمت ایک پیسہ (-/) ... مفت تقسیم کرنیوالون کو ایک آنہ کے آٹھ نسخے (۱/) ✚

تصنیفات علامۂ زمن شیخ الہند مدرسین حضرت مولانا محمود حسن صاحب محدث مدرسہ عالیہ دیوبند

ایضاح الادلہ	مخدوم العالم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاص توجہ اور باطنی فیوض سے خاتمۃ المحدثین حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی مدظلہم العالی نے اس کتاب کو تحریر فرما کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا اور خوشنودی اور مبارک دعاؤن کا خلعت حاصل فرمایا نام کو تو یہ کتاب اہل حدیث کے اعتراضات متعلقہ آمین رفع یدین قرأت فاتحہ قضائے قاضی وغیرہ کا جواب ہے لیکن حقیقت مین اثبات مذہب محققانہ تردید مخالف توضیح مطالب تشریح احادیث تطبیق بین الروایات کا بیش بہا مخزن ہے۔ وہ بینظیر تقریرات و مضامین جنکی طرف اثناء درس مین حضرت مدظلہم العالی اشارہ فرماجاتے ہین اس کتاب مین مفصل موجود ہین قضائے قاضی کے نفاذ ظاہراً و باطناً کی بسیط تقریر پر الہام من عند اللہ کا دعویٰ ہو تو بجا ہے اس کتاب کا مطالعہ ہر ایک ذی علم کیلئے مفید اور شائقین حدیث اور مدرسین کے لئے ضروری ہے اور جو لوگ حدیث شریف نہین پڑھے انکو حضرت کی بامحاورہ سلیس اردو عبارت اور برمحل اشعار و امثال گرویدہ کر لیتی ہین اور بہت سے اعتراضات کا جواب بھی بقدر فہم ذہن مین آجاتا ہے اب دوبارہ یہ کتاب ... صفحے پر ختم ہوئی ہے قیمت ایک روپیہ پانچ آنہ محصولڈاک تین آنہ ✚
ادلہ کاملہ	اہل حدیث کے دس اعتراضات کا نہایت عالمانہ جواب اور پھر اپنی طرف سے پرزور گیارہ اعتراض مگر عام فہم نہین (۱/)
احسن القریٰ	حضرت مولانا رشید احمد ... کے رسالہ جمعہ پر بعض نافہم لوگ اعتراض کرتے تھے مولانا مدظلہم نے نہایت تفصیل و تحقیق و انصاف سے اسکے مضامین کی شرح فرمائی ہے اور آیات و احادیث متعلقہ جمعہ کے متعلق ایسے نفیس معانی و مضامین بیان فرمائے ہین کہ اہل علم سبحان اللہ کہتے ہین قیمت (۱۲/) ✚
مرثیہ	یہ کوئی ناجائز مرثیہ نہین بلکہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی وفات پر درد و غم کے دلی جذبات نے نظم کا لباس پہن لیا ہے۔ قرآن و حدیث کے مضامین کی طرف لطیف اشارات ہین قیمت (۲/) ✚

پتہ۔ دار العلوم دیوبند۔ مولوی سید اصغر حسین ✚

جہد المقل	امکان کذب کی تحقیق مین علمی رسالہ نہایت لطیف و دقیق مضامین مگر کم استعداد لوگ طلب نہ فرماوین قیمت حصہ اول ۴ر دوم ۴ر
قصیدہ و شجرہ	اپنے دونون مرشدون کی تعریف مین مشتملبر اشارات قرآن و حدیث لکھا ہے - آخر مین عربی فارسی اُردو کے تین شجرے چھاپ دیئے گئے ہین مولانا مدظلہم کے متوسلین ضرورت طلب فرماوین قیمت (۱۰ر) +

تصنیفات سید الطائفہ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر قدس سرہٗ

ضیاء القلوب	ذکر اشغال مراقبہ مجاہدہ وغیرہ ختم خواجگان وغیرہ متعلقہ تصوف بزبان فارسی قیمت (۳ر) +
غذای روح	پُر درد نظم تاثیر سے بھرا ہوا عاشقانہ کلام قیمت (تین آنہ) +
گلزار معرفت	مع قصیدہ منظوم مولانا محمود حسن صاحب قیمت (دو آنہ) +
تحفۃ العشاق	اُردو زبان کی مثنوی ہے مگر حرف حرف تاثیر سے بھرا ہوا ہے قیمت (۱۰ر) +
ارشاد مرشد	ضروری اشغال و وظائف سالکان طریق کے کار آمد قیمت آدھ آنہ (۱۰ر) +
دردنامہ غمناک	عاشقان الٰہی کی فریاد و پکار آٹھ صفحہ کا رسالہ دو نسخہ کی قیمت (۱ر) +
کلیات امدادیہ	اسمین حضرت کی تمام مندرجہ بالا تصانیف ہین بلکہ رسالہ وحدۃ الوجود زیادہ ہے قیمت (۱۰ر) +
ترجمہ ضیاء القلوب	اردو مین ترجمہ ہو کر بہت اچھا چھپا ہے قیمت ساڑھے چار آنہ (۴۰ر) +
کمالات امدادیہ ۳ر کرامات امدادیہ ۳ر مکتوبات امدادیہ ۲ر	یہ تینون کتابین حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے ترتیب و تالیف فرمائی ہین اور دیباچہ اور سرخ سلے سونے پر سہاگہ کا کام دیا ہے خوشنما خوبصورت طبع ہوئی ہین + تینون کی قیمت صرف (۸ر) +

تصنیفات قدوۃ العارفین حکیم الامۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہم

بہشتی زیور یہ کتاب عورتون کے لئے تالیف ہوئی ہے لیکن فی الحقیقت ہر ایک مسلمان مرد و عورت بوڑھے اور بچے کی تعلیم کا نصاب کامل ہے اور فقہ حنفی کا معتبر مجموعہ اور مخزن ہے اس کتاب کے جدا جدا دس حصے ہین جنکے کل صفحات تقریباً نو سو ہین اور کل قیمت ۲ہ	حصہ اول - الف با تا - خط لکھنے کا طریقہ - عقائد ضروریہ - مسائل وضو و غسل وغیرہ - (۰۳ر) + حصہ دوم - حیض و نفاس کے احکام - نماز کے مفصل مسائل - (۰۳ر) + حصہ سوم - روزہ زکوٰۃ - قربانی - حج - منت - وغیرہ کے احکام - (۳ہر) + حصہ چہارم - طلاق - نکاح - مہر - ولی - عدت وغیرہ کے احکام - (۰۳ر) + حصہ پنجم - معاملات حقوق معاشرت زوجین و قواعد تجوید - (۰۳ر) + حصہ ششم - اصلاح و تردید رسوم مروجہ شادی غمی میلاد عرس تیجہ دسوان چہلم وغیرہ - (۰۳ر) + حصہ ہفتم - اصلاح باطن و تہذیب اخلاق و ذکر قیامت و جنت و نار وغیرہ - (۰۳ر) + حصہ ہشتم - نیک بیبیون کی حکایتین و سیرت و اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم - (۰۳ر) + حصہ نہم - ضروری اور مفید علاج معالجہ اور نسخے اپنے اور بچون کے واسطے - (۰۳ر) + حصہ دہم - دنیاوی ہدایتین اور ضروری باتین حساب وغیرہ و قواعد ڈاک - (۸۳ر) +
بہشتی گوہر	یہ بہشتی زیور کا گیارہوان حصہ ہے اسمین خاص مردون کے مسائل و معالجات و مجرب نسخے مذکور ہین (۰۷ر) +
تفسیر بیان القرآن چھ جلد تا نصف قرآن مجید ہدیہ آٹھ روپے (عللہ)	حضرت مولانا نے کامل کر کے عرصہ ہوا مطبع کو دیدی تھی اور چار جلدین اسکی طبع ہو کر اکثر حضرات کے پاس موجود ہین اب پانچوین اور چھٹی جلد بھی تیار ہو گئی ہے قیمت جلد اول (عہ) دوم (عہ) سوم (عہ) چہارم (عہ) پنجم (عہ) ششم (عہ) پوری بارہ جلدون مین یہ اردو زبان کی معتبر اور پر تحقیق بے مثل تفسیر کامل ہو جائیگی

خط و کتابت و ترسیل زر بنام مولوی سید اصغر حسین دار العلوم دیوبند

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلعم

اس مین جناب رسالتمآب صلی اللہ…
تحقیق و تفتیش سے اردو زبان…
مین اہل ایمان کیلئے سور رجان…

یہ وسلم کی ابتدار صورت نوریہ سے دخول جنت کے بعد تک کے حالات طیبات کو نہایت
ین جمع فرمایا ہے اور جا بجا شوق انگیز اشعار بھی معہ حل مطالب و لطائف علمیہ وغیرہ موجو
ینکے قابل ہے مطبع قاسمی دیوبند مین خوبصورتی سے طبع ہوئی ہے قیمت کاغذ قسم اول ۸؍ دام

وجوہ المثانی (عربی)

اس کتاب مین تمام قرآن مجید کے اختلا…
سے جمع فرماکر خاتمہ مین کسیقدر ا…
تحریر فرمائے ہین اور اخیر مین دو…
سندین اور مسلسل بالاولیۃ و…
قرآن مجید اور مد مدنی کا مستند س…
قیمت (۱۲؍) چندروزہ رعا…

ختلاف قرأتہای مشہورہ کو بہ ترتیب سورتہای نہایت سلیس عربی زبان مین بہت وضاحت
اصول و قواعد قرأت و تجوید متعلقہ ہمزہ و ادغام و اظہار و امالہ و تفخیم و ترقیق حروف
ر رسالے لگائے گئے ہین۔ ایک زیادات علی کتب الروایات جسمین روایات کی غیر مشہور
ہ وغیرہ جمع فرمائی ہین اور دوسرا رسالہ جس مین مولانا نے اپنا سلسلہ بیعت و نسب و قرأت
بلسلہ بیان فرمایا ہے یہ ۲۰۴ صفحہ کا مجموعہ اہل علم کیلئے موجب منافع و برکات ہے
ہیتے (۱۰؍) +

جامع الآثار (عربی)

یہ کتاب مذہب حنفیہ کی دلائل احا…
استدلال کرتے ہین بہ ترتیب ابوا…
اختلاف ائمہ اور مناسب و مفید ابحا…
لئے خصوصًا اس کا مطالعہ بہت…

دیث کا بہترین مخزن ہے استقراء و تلاش کے بعد اُن احادیث کو جن سے ائمہ حنفیہ
ب فقہ جمع کرکے حدیث کی کتابون کا نام بلکہ صفحہ بھی تحریر فرما دیا ہے مقدمہ مین وجوہ
ابحاث درج کی ہین عربی زبان سلیس بیان تمام اہل علم کیلئے عمومًا اور مدرسین و طلبہ
مفید اور ضروری ہے مطبع قاسمی مین ۹۲ صفحہ پر چھپا ہے قیمت (۶؍) چندروزہ رعایتی…

التکشف عن مہمات التصوف

مجموعی تعداد صفحات کی ۸۴۸ ہے کامل کتاب یعنی پانچون جلدون کی قیمت دو روپیہ (عہ) محصول ۴؍ جدا جدا حصے یہان سے روانہ نہین ہوسکتے

یہ وہی مہتم بالشان اور گرانمایہ تصن…
کا مزہ لے رہے تھے مطبع مین و…
اور فرمایش کے آرہے تھے اور جوا…
دیگر پرتحقیق و مفید مضامین کے جو…
موجود ہین۔ حقیقت طریقت یعنی…
کشائی فریسین یعنی فریسین کی تحق…
کی تحقیق و تسہیل یہ چودہ صفحہ کا م…
روح مین حکماء و صوفیہ کے اقوال…
انتخاب ہے کہ کلید مثنوی خریدنے ک…
بھی منتخب فرماکر درج کئے ہین۔
کی ردیف تک جسمین سلوک و تصو…
حقیقۃ الطریقہ جسمین اخلاق احو…
طرح ثابت فرمایا ہے کہ انکار تصو…
احادیث سے ثابت کیا ہے۔ تا…
مضامین کے علاوہ مولانا مدظلہم…
مین سے ہر ایک مضمون گویا مستق…
بہت صاف طبع کیگئی ہے اور نہ…
رہین قیمت دو روپیہ (عہ…

یف ہے جسکی طبع مین تاخیر ہو جانیسے قلوب مشتاقین الانتظار اشد من الموت
ناظرین تاجرون کے پاس خود حضرت مولانا کی خدمت مین صدہا خطوط دریافت طلب
دینا مشکل ہو رہا تھا الحمد للہ کہ ماہ شعبان مین یہ کتاب تیار ہوگئی ہے اس مین علاوہ
حضرت مولانا نے اپنی دیگر تصانیف سے منتخب فرما کر لکھے ہین یا حوالہ کر دیا گیا ہے یہ مضامین
خلاصہ سلوک۔ حقوق طریقت یعنی طریقہ مین داخل ہو کر جو کام کرنے ہون گے طلسم
بادیہ۔ الخفص لانوار و التجلی۔ تصوف کے اہم مسئلہ تنزلات ستہ و جامعیت انسان
مضمون عربی زبان مین ہے الفتوح فیما یتعلق بالروح۔ روح کے متعلق تفصیل و تحقیق
اور قول صحیح اور عذاب روح۔ مسائل مثنوی یعنی کلید مثنوی کے تمام مضامین کا ایسا
حاجت نہین رہتی۔ اور امداد الفتاوی کے بہت سے مضامین امداد الفتاوی سے
عرفان حافظ یعنی حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان کی شرح حرف الخار
ف کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اور حقائق و معارف کو شرعی لباس مین دکھلایا ہے۔
ل اشغال تعلیمات وغیرہ تیرہ باب ہین جنکو تین سو تیس احادیث صحیحہ سے ایسی
کافور ہو جاتا ہے۔ النکت الدقیقۃ۔ اسمین بعض رسائل کے مضامین تصوف کو
تائید الحقیقۃ۔ عربی معہ ترجمہ جسمین آیات قرآنی سے ابواب تصوف کا اثبات ہے۔ ان
نے اپنی اٹھارہ تصانیف سے نفیس و منتخب مضامین کو درج فرمایا ہے اگرچہ ان
ل رسالہ بن سکتا ہے مگر صرف پانچ جلدون مین کلید مثنوی کی مانند بڑی تقطیع پر
نہایت مفید فہرست مضامین اور طویل غلطنامے نہایت مناسب لگائے گئے
+

خط و کتابت بنام مولا…
…ی سید اصغر حسین مدرسہ اسلامیہ دیوبند ہو

دعوات عبدیت گیارہ حصے اچھے کاغذ پر خوبصورت وعمدہ طبع کرائے گئے ہین - قیمت (۱۲؍) محصول ۳ ۰؍	حضرت مولانا کے وعظ و تقریرات کے وقت جو مضامین عجیبہ منجانب اللہ قلب پر وارد ہوتے ہین اُنکے واقعی لطف سے تو کچھ حاضرین ہی واقف ہین مختصر یہ ہے کہ علوم و معارف کا خزانہ ہونیکے ساتھ نہایت دلچسپ بھی ہوتے ہین اور چونکہ عوام حاضرین کا بھی لحاظ رہتا ہے اسلئے بہ نسبت تحریرات کے زیادہ حصہ اُنکا عام فہم ہوتا ہے - اس سے قبل مواعظ اشرفیہ اور اشرف المواعظ وغیرہ مشتہر ہوکر ہاتھون ہاتھ فروخت ہو رہے ہین بالفعل حضرت مولانا کے سفر کے وعظون کا ایک نہایت عظیم وضخیم عمدہ مجموعہ دعوات عبدیت نہایت اہتمام سے جمع ہوا ہے اور ضبط کرکے خود حضرت مولانا سے اور نظر ثانی وصحت کرائی گئی ہے اسکے بتفصیل ذیل دس حصے ہین جنمین مختلف وعظ ہین گیارہوین مین ملفوظات ہین - تطہیر رمضان حقوق القرآن علاج الکبر حیات طیبہ تسہیل الاصلاح احکام العشر الاکمال الصوم والعید غض البصر تطہیر الاعضا تقویم الزیغ ہر ایک وعظ مین بیس تیس چالیس مضامین ہین جنکی عمدہ مکمل فہرست ہر حصہ مین لگائی گئی ہے گیارہ حصون کی قیمت (۱۲؍) ہے اگر کسیکو یہ وعظ پسند نہ آوین یا قیمت گران معلوم ہو تو بلا تکلف واپس فرما سکتے ہین - اچھے کاغذ پر خوبصورت وعمدہ طبع کئے گئے ہین (۱۲؍)
الانتباہات المفیدہ عن الشبہات الجدیدہ مطبوعہ انتظامی پریس کانپور	نئی روشنی کے ناپائدار اعتراضات اور جدید الخیال لوگون کے بنیادی شبہات کو بطرز احسن زائل کرنیکے لئے اول ایک تمہید اُسکے بعد نہایت مستحکم سات اصول موضوعہ اور ہر ایک کے لئے نہایت واضح شرح بیان فرمائی ہے اور پھر سولہ انتباہ حدوث مادہ وتعمیم قدرت باری تعالی (جسمین معجزات کی بھی بحث ہے) و نبوت (اور اسکے تعلق بالدنیا و الآخرت وغیرہ بھی) و قرآن مجید - احادیث اجماع قیاس (چارون دلائل شرعیہ کا ایک ایک بیان تحقیقی ہے) و ملائکہ و جنات و ابلیس و عالم آخرت (جنت دوزخ قبر صراط میزان کا بیان) و کائنات طبعیہ مثل رعد و برق وغیرہ و تقدیر و اسلام و عبادات و معاملات و معاشرت و عادات و اخلاق باطنی و جذبات نفسانیہ و استدلال عقلی یہ صرف ۸۰ صفحہ کی کتاب ہے لیکن اہل کانپور نے نہایت خوشنما خوبصورت عمدہ کاغذ پر چھاپ کر ۱۲؍ و ۹؍ قیمت کردی ہے یہان کسی قدر نسخے رعایت سے منگوائے گئے ہین پس ۱۲؍ والی ۱۰؍ کو اور ۹؍ والی ۷؍ کو روانہ ہوگی +
امداد الفتاوی جلد اول وثانی ۸۰۰ صفحہ قیمت ۱۲؍ جلد سوم وچہارم ۴۱۶ صفحہ قیمت (۱۲؍) کاغذ معمولی متوسط ۱۶ پوند	اسمین ۱۳۲۵ھ سے اسوقت تک کے فتاوی ہین پہلی جلد مین طہارت صلوۃ جنائز زکوۃ صدقہ صوم اعتکاف حج کے تقریباً تین سو فتوے ہین اور دوسری جلد مین نکاح رضاع طلاق عدت نفقہ حدود ایمان نذر وقف قربانی ذبائح حظر واباحۃ وغیرہ کے دو سو ستر بلکہ زیادہ پرتحقیق فتوے ہین اور بعض جگہ کتب عربیہ کی طویل طویل عبارتین بھی منقول ہین جنکا ترجمہ نہین ہے دونون جلدین اچھا متوسط کاغذ پر ۸۰۰ صفحہ پر چھپی ہین شروع مین نہایت عمدہ فہرست لگائی ہے قیمت ذرا گران ہے یعنی بلا کسی رعایت کے ایکروپیہ آٹھ آنہ (۱۲؍) تیسری جلد مین بیع ربوا کفالت حوالہ ودیعت عاریت اجارہ دعوی قضا شہادت غصب شفعہ رہن ہبہ شرکت قسمت مزارعت لقطہ وصیت فرائض طاعون وغیرہ کے مسائل والواب ہین اور چوتھی جلد مین تفسیر وحدیث کے متعلق جوابات تصوف خواب بدعات تقلید عقائد فلسفہ جدیدہ اور ندوہ کے متعلق تحریرات ہین یہ دونون جلدین ۴۱۶ صفحہ پر طبع ہوئی ہین انکی قیمت (ایکروپیہ دس آنہ) ۱۲؍ +
کلید مثنوی حصہ اول ۱۲؍ حصہ دوم ۱۲؍	یعنی مثنوی مولانا روم رح کے دفتر اول کی شرح اُردو مین - ۳۱۰ ... سے زیادہ معتبر اور شریعت وطریقت کا پورا پاس ادب ملحوظ رکھکر مضامین کو حل کرنیوالی شرح نہین لکھی گئی - مطالب ومضامین اشعار کو واضح طور سے بیان کرکے مسائل تصوف کو حتی الوسع عام فہم بنا کر لکھا گیا ہے جا بجا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح کی ارشاد فرمودہ فوائد و مضامین درج کئے ہین جو تصوف کی جان ہین تین سو سے زیادہ صفحے ہین اور بڑی تقطیع حصہ اول ۱۲؍ حصہ دوم ۱۲؍ +

پتہ - مولوی اصغر حسین مدرسہ اسلامیہ دیوبند

اصلاح الرسوم	رسوم مروجہ کی خرابیان اونکی اصلاح کا طریقہ شرعی قواعد سے سلیس عبارت مین مدلل ومفصل بیان کیا ہے اہل انصاف کو مجال دم زدن نہین ہے قیمت (۴؍) +
فروع الایمان	ایمانی خصائل وعادات کا بیان جو مومن مین ہونی چاہئین قیمت (۲؍) +
شجرہ	شجرہ مع تعلیم الطالب یعنی حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا شجرہ تمام بزرگون کے مقام دفن اور تاریخ وفات اور ایک رسالہ ضروریات دین کا اضافہ (۱؍) +
تعلیم الدین	دین کے چارون اجزاء اخلاق ومعاملات وعقائد وعبادات ریاضت ومقامات کا بیان قرآن وحدیث سے اتباع سنت کی تعلیم نہایت عام فہم طریقہ سے حاشیہ پر جملہ احادیث کا حوالہ قیمت (۶؍) +
مناجات مقبول	روزانہ تلاوت کرنیکے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور دعاؤن کا مجموعہ اور پھر انھین کا ترجمہ بصورت پراثر نظم دعائیہ۔ رنگین خوبصورت قیمت (۶؍) اسمین تتمہ نہین ہے +
صفائی معاملات	خرید وفروخت وغیرہ معاملات کے مسائل قابل ولائق لحاظ عام فہم قیمت ڈیڑھ آنہ (۱؍) +
جزاء الاعمال	گناہون کیوجہ سے دنیاوی دینی نقصانات کا بیان (۱؍) + حق السماع سماع کا قابل دید بیان بدلیل حدیث وقرآن مجید (۲؍) +
علاج القحط والوبا	قیمت پون آنہ (۳؍) + حقوق الاسلام قیمت (۱؍) + تحقیق تعلیم انگریزی۔ قیمت پاؤ آنہ (۔؍) +
میلاد کا صحیح طریقہ	اور شروط وغیرہ یہ اصلاح الرسوم کی ایک فصل ہے جو علیحدہ طبع کر دیگئی ہے۔ قیمت پون آنہ (۳؍) +
مرزا حیرت	کے ترجمہ قرآن کی غلطیون کی اصلاح (۳؍) + تقلید واجتہاد کا بیان۔ وغیر مقلدی کی خرابیان نہایت شائستہ بیان (۳؍)
القول الصواب	پردہ کے بیان مین مختصر سا رسالہ قیمت (۱؍) + نذیر احمد خان کے ترجمہ قرآن کی غلطیون کی اصلاح قیمت (۱؍) +
الخطاب الملیح	فی تحقیق المہدی والمسیح اردو قیمت (۲؍) + حفظ الایمان۔ علم غیب کے متعلق رسالہ قیمت پاؤ آنہ (۔؍) +
قصد السبیل	تصوف کا نہایت جامع دریا بکوزہ کا مصداق رسالہ۔ عالم جاہل بیکار اور مشغول چارون کیلئے جدا جدا تعلیم ضرور خریدنا چاہیئے بلکہ تقسیم کرنا قیمت (۱؍) بیس نسخے صرف ایک روپیہ مین مع محصولڈاک +
تفصیل الایمان	حضرت مولانا کا ملاحظہ کیا ہوا رسالہ امور ایمانی کی عام فہم تفصیل قیمت (۔؍) +
اصلاح الخیال	جدید تعلیم یافتہ اور ہر قسم کے دیندارونکو مفید ہے (۲؍) + یاد یاران مختصر تذکرہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب قیمت (۱؍) +
شوق وطن	عالم آخرت کی یادگاری طاعون اور وبا اور عالم حسرت مین اچھا رفیق ہے قیمت (۲؍) +
سود	نکاح ثوانی رشوت تعویذ گنڈہ اور چندہ کا بیان قیمت چار آنہ (۴؍) +
اعمال قرآنی	قرآن مجید کے وظیفے دعائین تعویذ حصہ اول (۳؍) حصہ دوم (۱؍) حصہ سوم (۲؍) ہر سہ حصہ (۴؍) +
اشرف المواعظ	عجیب ولطیف وعظ جو بہت اہتمام سے جمع کئے گئے ہین جنکو پڑھنے سے بھی وجد آجائے حصہ اول (۳؍) دوم (۲؍) ہر دو حصہ (۶؍)
مواعظ اشرفیہ	صرف ایک وعظ قیمت (۲؍ کل) +
فتاوی اشرفیہ	ضروری اور پر تحقیق استفتائات اور ان کے جوابات جمع کئے گئے ہین ہر دو حصہ (۶؍) امداد الفتاوی کے خریدارونکو اسکی
تجارت آخرت	سہارنپور کی جامع مسجد کا وعظ مضامین حقانی اور غلط مسائل کی تردید قیمت (۱؍) +
فوائد صحبت	تھانہ بھون کا وعظ دیندار مردون عورتون کے مناسب (۱؍) +
مختلف وعظ	دعوات عبدیت کی پہلی اور تیسری جلد کے بعض حصے طبع ہوکر آگئے ہین قیمت مختلف ہے +
بسط البنان	حفظ الایمان کے متعلق مخالفین کے اعتراضات کے علمی جواب ۱۲ صفحہ (۔؍) +
بہترین جہیز	بیٹی کو رخصت کیوقت نصیحت نامہ حضرت مولانا نے ملاحظہ وپسند فرمایا ہے مؤلف بھی معتبر عالم ہین (۱؍) +

التیسیر	در بیان تقدیر اُردو کا بہترین رسالہ ہے کانپور مین عمدہ طبع ہوا ہے قیمت گران ہے (۸/) ✤
تنزیہ رمضان	رمضان مبارک کے متعلق نہایت مفید ہدایات و مسائل ۲۰ صفحہ بڑی تقطیع قیمت (۰/) ✤
تعلیم نسوان	کے متعلق نہایت مفصل و مدلل اور مفید عام مضمون جو رسالہ القاسم مین طبع ہونیکے بعد علیحدہ چھاپا گیا ہے اور حضرات اہل خیر نے خرید کر مفت تقسیم کرایا ہے قیمت (۰/) پچیس ۲۵ نسخے کی صرف (۶/) ✤
حقیقت تصوف	امام جلال الدین سیوطی رحمہ کے ایک رسالہ کا ترجمہ ہے مع اضافہ مفیدہ - حضرت مولانا کے ایک شاگرد صاحب نے مولانا کے ملاحظہ کے بعد شائع کیا ہے قیمت صرف (۱/) ✤
تیسیر المبتدی	حضرت مولانا کی فرمایش اور اصلاح و ملاحظہ کے بعد مولانا عبد اللہ صاحب کی تصنیف سے شائع ہوئی ہے پہلے حصہ نہایت مناسب فارسی صرف نحو دوسرے مین عربی صرف و نحو میزان الصرف سے پہلے پڑھانیکے قابل مبتدیون کیلئے نہایت مفید ہے - قیمت چار آنہ (۴/) ✤
تبلیغ دین	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ اربعین کا حضرت مولانا اشرفعلی صاحب نے انتخاب فرمایا اور مولانا عاشق الٰہی صاحب نے مطلب خیز اور نشاط انگیز ترجمہ فرماکر حضرت ممدوح کے ملاحظہ سے گذارا - نماز روزہ صدقہ زکوٰۃ - حج - تلاوت قرآن - ذکر الٰہی طلب حلال حقوق عباد امر المعروف نہی عن المنکر - اتباع سنت کی خوبیان اور ہوس طعام حرص کلام غیظ و غضب حسد و بخل حب مال رعونت حب جاہ حب دنیا تکبر خود پسندی ریا کی مذمت - توبہ خوف زہد صبر شکر اخلاص توکل محبت الٰہی رضا بالقضا نفس کے ساتھ مناظرہ مباحثہ وغیرہ کا بیان ہے تہذیب نفس و اصلاح اخلاق کیلئے نہایت مفید و اکسیر ہے عمدہ چھپی ہوئی ایکسو بچاس صفحہ کی کتاب قیمت اسکی بارہ آنہ رکھی تھی اب دس آنہ کو دیجاتی ہے (۱۰/) ✤

چونکہ اشاعت کتب سے اہم اور اصلی مقصود اشاعت دین اور نفع مسلمین ہے لہذا یہاں

دیگر علمائے دین کی مفید و معتبر تالیفات

حتی الوسع تحقیق و مطالعہ کے بعد ایسی کتابین درج کیگئی ہین جو سنی حنفی مسلک کے موافق ہون اور نامعتبر اقوال اور ایسے مضامین سے پاک ہون جو موجب فساد عقیدہ ہون اگر اتفاقیہ کوئی کتاب درج ہوگئی ہو تو اطلاع ہونے پر خارج کیجائیگی -

تذکرۃ الرشید مؤلفہ مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب حصہ اول ۳۵۴ صفحہ نہایت صحیح و صاف کاغذ عمدہ قیمت ہے حصہ دوم ۳۴۸ صفحہ نہایت صاف و صحیح قیمت ایکروپیہ دو آنہ ہر دو حصہ کے خریدار سے صرف عہ مجلد عمدہ ہار -	یعنی مولانا گنگوہی کی سوانح - حضرت قطب الارشاد مولانا الحافظ الحاج الشیخ رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز کی مقدس زندگی کا نمونہ اس کتاب مین موجود ہے جس سے بدن اور قلب کی اصلاح اور شریعت و طریقت کی تحصیل کا طریق معلوم ہوتا ہے جسنے حضرت ممدوح کی زیارت کی ہے وہ اس کتاب کو آپکے حالات کا نقشہ پاکر زیادہ محبت کا ثمرہ پائیگا اور جسنے آپکو نہین دیکھا وہ آپ کے حالات سے جان لیگا کہ آپ کس پایہ کے علامہ اور کس مرتبہ کے امام تھے - حصہ اول (شریعت) جسمین آپکے نسب شریف ولادت طفولیت شباب نکاح بیعت خلافت ایام تکلیف گرفتاری رہائی صدمات اموات نکاح صاحبزادہ و صاحبزادی حج اول و دوم و سوم کے تاریخی واقعات کے علاوہ مطب نسخجات طبی مجرب اور علمی مضامین علمائی شبہات فقہی سوالات قرآن و حدیث کے نکات فتاوی مراسلات تدریس و دورہ حدیث کی تقریرین الخ معمے ذخیرہ مع زیادہ مقدار مین درج ہین دو عکسی فوٹو شامل کتاب ہین جسمین ایک سہ دری و صحن کا ہے وہ نظارہ ہے جسکو شام کا جلوس کہنا چاہیئے دوسرا اندرون حجرہ شریفہ کا فوٹو ہے جسمین مولانا مرحوم کے ملبوسات کی ہر شئے اپنی جگہ رکھی ہوئی دکھلائی ہے - حصہ دوم (طریقت) جسمین اول تصوف اور سلوک کی اصل حقیقت شامل کیگئی ہے اسکے بعد مولانا قدس سرہ کے عبادات معاملات عادات معمولات اخلاق اوصاف شمائل تلقین تعلیم بیعت تربیت خدام کی نگہداشت واردات تصرفات غرض جملہ مضامین اسقدر جمع کئے گئے ہین کہ انشاء اللہ راہ روندہ راہ خدا کی رہبری و اعانت کیلئے کافی ہین - معنوی

	کمالات حسنی کرامات ارشادات اور صالحین کی وہ حکایات جو خود حضرت نے بیان فرمائین بیسیوں درج ہین۔ منامی بشرات اکابر کی شہادات اور حضرت کے فیوضات وبرکات یعنی آپ کے خدام پر جو ثمرات واردات طاری ہوئے نیز تیس خلفار کے اسماء اور مختصر حالات اسمین ظاہر کئے گئے ہین سلاسل اربعہ کی پوری تحقیق اور چشتیہ وقادریہ ونقشبندیہ وسہروردیہ خاندانون کی مع انکی متعدد شاخون قدوسیہ نظامیہ افلحیہ گیسو درازیہ جیلانیہ آبائیہ ابراہیمیہ مجددیہ ولی اللٰہیہ نصیر اللٰہیہ نصیریہ منیریہ کبرویہ صدیقیہ وغیرہا کی توضیح کیگئی ہے اور ہر خاندان مین حضرت مولانا کا سلسلہ نسبت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک بصورت شجرہ بیان کیا گیا ہے جسمین اکثر مشائخ کا وفات اور مقام دفن بھی بتایا گیا ہے۔ آخر مین مرض و وفات اور غیبی بشارات صالحین کی خوابین علماء کی تاریخین باقیات صالحات وصیت تصانیف بیان کیگئی ہین جامع مسجد و روضۂ شاہ عبدالقدوس صاحب کا فوٹو اور مولانا قدس سرہٗ کے مزار کی پر فضا جنگل کا فوٹو بھی شامل کتاب ہے۔
الجواب الکامل	اہل حدیث وغیرہ کے بعض اعتراضات واتہامات کا نہایت عام فہم تحقیقی جواب قیمت (۱۰/)
الفرقان	مولانا ناظر حسن صاحب دیوبندی دام فضلہم نے تین سو صفحہ کا مفصل رسالہ بحث قرأت خلف الامام مین تحریر فرمایا ہے فریقین کے پرزور دلائل کے نہایت شائستہ جواب دئے ہین اہل حدیث ومقلدین کو اسکا مطالعہ تسکین بخش ہے (۱۲/)
شجرات طیبات	تمام سلسلے اور خانوادے باسند مفصل لکھے ہین اور سب کے مختصر حالات اور بزرگون کے نام تحریر فرمائے ہین اور حضرت سید احمد صاحب بریلوی اور حاجی امداد اللہ صاحب رح وغیرہ کے خوشنما شجرے لگائے ہین مولانا عبدالاول صاحب ادیب عالم جونپور کی تصنیف ہے قیمت (۴/) رعایتی (۲/)
جامع المناقب مطبوعہ مطبع نامی مع ٹائٹل وفہرست ۳۴۲ صفحہ کاغذ اچھا	یہ ایک ایسی مفید اور جامع کتاب ہے کہ جب تک آپ ملاحظہ نفرمالین پورا حال معلوم نہین ہوسکتا باریک خط مین نہایت گنجان لکھی ہوئی مضامین کی فہرست آٹھ صفحہ مین سمائی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ تمام صحابہ کے مناقب کی احادیث جابجا شیخ عبدالحق اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ علماء کی تقریرین چارون خلفاء کے مناقب اور بالتفصیل حالات سوال وجواب خلافت کی بحث معجزات وغیرہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج کے حالات اہل بیت کے فضائل شیعہ اور اہل سنت کے اعتراض وجواب پرزور بارہ امامون کا اور حضرت امام مہدی کا مفصل حال نہایت عمدہ طرز سے اشتہارات کا خرچ اور اسکی خوبی پر نظر کرکے اسکی قیمت ایکروپیہ رکھدینا بیجا نہ تھا اشاعت عام کیلئے صرف نو آنہ رکھی جاتی ہے ہم اسکو بشرط واپسی بھی روانہ کرسکتے ہین اگر پسند نہو تو پوری قیمت واپس (۹/)
ترجمہ بدور السافرہ (فی) امور الآخرہ	مشہور محدث امام جلال الدین سیوطی کی مشہور ومعتبر تصنیف ہے۔ موت کے بعد کے حالات قبر و قیامت حشر ونشر جنت ونار غرض اس عالم کے تمام حالات کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ عالم آخرت کے حال مین جسقدر پچھلی کتابین ہین وہ اسی کی خوشہ چین ہین ۳۲۸ صفحہ پر امرت سر مین چھپی ہے قیمت مجلد [illegible] رعایتی [illegible]
تقویۃ الایمان	حضرت سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شہید فی سبیل اللہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی مشہور معروف کتاب ہے جسنے ہندوستان سے شرک وکفر کی رسمون کا استیصال کردیا ہے باوجود مخالفت وعناد کے بار بار چھپ کر مقبول ہورہی ہے۔ ایکمرتبہ ملاحظہ فرماکر انصاف کیجئے قیمت نو آنہ (۹/)
مفتاح الجنۃ	نماز اور اسکے تمام متعلقات وضو غسل طہارت نجاست کے بیان مین مولانا کرامت علی صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اردو زبان مین معتبر کتاب ہے مولانا اشرف علی صاحب نے بہشتی زیور مین نماز کے مسائل مین اسکے مطالعہ کا ارشاد فرمایا ہے قیمت چار آنہ (۴/)
تاریخ حبیب اللہ	مولانا مفتی عنایت احمد صاحب نے معتبر روایات کے اعتماد پر نور مبارک قصہ ابرہہ چاہ زمزم ولادت شریف طفولیت

[illegible]	... مات ... الوداع کا واقعہ ... وفات وکفن ودفن مبارک ... حالات ... بہت سے حالات ... معجزات شفاعت وغیرہ کا مفصل بیان فرمایا ہے ۲۰۸ صفحہ ہیں بہت کم درجہ کاغذ پر طبع ہوئی ہے قیمت بھی کم ہے یعنی صرف (۶؍) ✤
الکلام المبین (فی معجزات سید المرسلین)	یہ بھی مفتی صاحب مرحوم کی وہ معتبر کتاب ہے جسکے مطالعہ کی ہدایت مولانا مدظلہم نے نشر الطیب کے صفحہ ۱۷۰ پر فرمائی ہے اور اسی میں سے معجزات کا انتخاب درج فرمایا ہے بہت عمدہ تمہید اور عالم معانی و عالم ملائکہ و عالم انسان و عالم جنات وغیرہ کے علیحدہ علیحدہ ابواب میں ۲۰۵ صحیح معجزات جمع کئے ہیں معمولی کاغذ پر ۱۶۸ صفحہ پر چھپی ہے قیمت ساڑھے پانچ آنہ (۵؍۰) ✤
فرائض اُردو	مولوی منفعت علیصاحب دیوبندی مرحوم کا مناسخہ اور فرائض سکھانے والا بہترین رسالہ ہے طلبای مدرسہ اور وکلائے عدالت سبکے کارآمد ہے۔ بعض جگہ امتحان وکالت میں داخل ہے۔ قانونی کتابوں کے طرز پر توضیحات و تشریحات و مثالیں لکھی ہیں ۸۰ صفحہ رجسٹری شدہ مصنف کی زندگی میں ۱۰؍ کو ملتا تھا اب ۶؍ کو ملسکتا ہے ✤
قیامت نامہ	اس زمانہ میں چونکہ حضرت مہدی و مسیح علیہما السلام کا انتظار حد سے بڑھ رہا ہے اسلئے علامات قیامت میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کے رسالہ کا مطالعہ موجب ہدایت و برکت ہے قیمت صرف (۲؍) ✤
تفسیر عزیزی (پارہ عم)	حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی مشہور تفسیر ہے۔ وہ نکات و دقائق بیان کئے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے نہایت عمدہ خط و چھاپہ بڑی تقطیع ضخیم کتاب قیمت (عسہ؍) ✤
سرور عزیزی	شاہ صاحب کے فتاوی کا اردو ترجمہ ہے جسمیں دقائق علمی کو حل کیا ہے صدہا سوالات کا جواب دیا ہے اچھے کاغذ پر صاف و جلی قلم سے ۴۸۸ صفحات پر طبع ہوا ہے قیمت عہ محصول ۵؍ ✤
زینۃ النسا	شرک و بدعت کی خرابی نہایت مفید نصائح موثر نظم و نثر عورتوں کیلئے عورت کی تصنیف ہے۔ (۲؍) ✤
اتمام النعم	تصوف کی نہایت عمدہ کتاب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رح کے حکم سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے اُردو میں ترجمہ فرمایا ہے اور مولانا اشرفعلی صاحب نے دیباچہ تحریر فرمایا ہے قیمت (۱۲؍) ✤
کشف الغطا (عن متعۃ النسا)	متعہ کی حرمت کے بارہ میں بہترین علمی رسالہ ہے مخالفین کے جوابات اور احادیث کے متعلق نہایت علمی تحقیقات ہے طلبہ و علماء کے لئے اس بحث میں نہایت مفید ہے قیمت بجائے ۶؍ کے (۴؍) ✤
کشف المغالطات	سماع موتی کے انکار میں نہایت مدلل مفصل رسالہ مولفہ مولانا محمد ابراہیم صاحب دہلوی واعظ مشہور (۴؍)
فتاوی رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد صاحب رح کے پرانے متفرق فتاوی کو جمع کرکے اہل مرادآباد نے تین جلدوں میں طبع کیا ہے۔ ہر جلد کے صفحات ہیں اور قیمت ہر جلد کی (۸؍) ✤
سطوۃ الکرامۃ	شیعہ کے مقابلہ اور جواب میں نہایت اچھا علمی رسالہ ہے زیادہ دقیق بھی نہیں مولفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدرس اول سہارنپور مدظلہم قیمت (۸؍) ✤
[illegible]	مع جدید قصص الانبیا جسمیں واعظین کیلئے تمام قرآن مجید کے مضامین کی فہرست اور سات وعظ قرآن و حدیث سے مستند لکھے ہیں اور حالات و کرامات صحابۂ کرام و مجتہدین عظام جنمیں علاوہ خلفاء راشدین کے ۲۵ صحابہ کا تاریخی حال ہے اور امام صاحب کی ذہانت وغیرہ کے لطائف بھی ہیں۔ اور چوتھے وعظ میں ۵۵۳ حدیثیں معہ عام فہم ترجمہ لکھی ہیں اور کرامات اولیاء اللہ کی نصائح مفیدہ و حکایات صلحا لکھی ہیں ۳۸۶ صفحہ ہیں بڑی تقطیع پر نہایت عمدہ طبع ہوئی ہے۔ یہ حکم دینا تو مشکل ہے کہ اسکی تمام روایات اور بیانات صحیح اور پختہ ہیں مگر ہاں دینداروں کے لئے عام فہم شغل اور واعظانہ حیثیت سے بے مثل ہے

	وعظ [illegible]
قصہ مولوی جمال الدین	ہنسانے اور ولانے والا [illegible] خوب [illegible] +
سیف العاملین	تعویذ گنڈہ کے بیان مین مولوی محمد المعالم اللہ خانصاحب کانپوری کی بہت خوب کتاب ہے (۲/) +
اوراد رحمانی	تسبیح وذکر کے فضائل واحادیث مین مولفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب (۲/) +
نصیحۃ المسلمین	اپنے اور بچون کے عقائد درست کرنے اور پڑھانے کے لئے مولانا خرم علی رح کی تالیف (۱/) +
فضائل قل ہو اللہ	سورہ مبارک کی برکتین پڑھنے کی ترکیبین وغیرہ درج ہین (۱/) +
میزان منظوم	ایک مولوی صاحب نے نہایت خوشخط عمدہ طبع کرائی تھی افسوس ہے کہ قدردانی نہوئی اسلئے قیمت بجائے ۲ر کے صرف ۱ر +
محرمات محرم	محرم کے متعلق بدعتون کی تردید اور احکام کی تعلیم از نواب صدرالدین خانصاحب (۱۰/) +
مجموعہ عجیبہ	ملا جلال میرزاہد بحر العلوم قاضی مبارک چارون مجموعہ عمدہ کاغذ پر نہایت خوشخط کانپور کا طبع شدہ درسی کتاب طلبہ کے کار آمد ہے قیمت پندرہ آنہ (۱۵/) +
تذکرۃ الاولیا	اردو نہایت عمدہ وصحیح کاغذ وچھاپہ نفیس قیمت ([illegible]) +
احوال الصادقین	اولیاء اللہ و بزرگون کی عمدہ حکایات قیمت ([illegible]) +

فہرست کتب در رد احمد رضا خانصاحب بریلوی

خانصاحب عرصہ سے تکفیر کا جھنڈا بلند کر رہے تھے اہل حق کیطرف سے سکوت تھا۔ اس سکوت کو مضر سمجھکر بعض علماء اسلام تحقیق حق اور تردید باطل پر متوجہ ہوئی ہین اور روزبروز جدید تالیفات کرتے رہتے ہین +

الشہاب الثاقب	حسام الحرمین کا محققانہ مفصل جواب از مولانا حسین احمد صاحب مہاجر قیمت (۴/) +
اسکات المعتدی	اہل بدعت سے علمی سوالات جنکا جواب سوای اہل حق کے کوئی نہین دیسکتا (۲/) +
انصاف البری۔ الیوم الموعود۔ ردالتکفیر	یہ تینون رسالے مولانا مرتضی حسن صاحب نے خانصاحب بریلوی کے جواب مین لکھکر انکے دعاوی کی تردید فرمائی ہے (۱/)
السطین اللازب	بریلی مین اہل حق کا قیام اور خانصاحب کا مناظرہ سے گریز (۱/) +
تنزیہ الالٰہ السبوح	خانصاحب کے سبحان السبوح کا لاجواب رد کسیقدر عام فہم بھی ہے (۳/) +
السہیل علی الجعیل	سیف العرفان کا جواب (/) +
احدی التسعہ والتسعین	قابل دید رسالہ جسمین خانصاحب کے مسلمات سے انکی کفر کے متعلق ننانوے سوال ہین (۱/) +
الکوکب الیمانی علی اولاد الزوانی	جسمین خانصاحب کے کلام سے ثابت کیاگیا ہے کہ خانصاحب اور انکی متبعین کا دنیامین کسی سے نکاح نہین ہوسکتا (۱/) +
قطع الوتین ممن تقول علی الصالحین	جواتہامات خانصاحب نے اکابر اہل اسلام پر لگائے تھے انکا جواب جو خود اکابر اسلام نے دیا ہے جسکے بعد کوئی شبہ باقی نہین رہ سکتا (۲/) +
السحاب المدرار فی توضیح اقوال الاخیار	تحذیر الناس براہین قاطعہ حفظ الایمان کی عبارات کا صحیح مطلب جس سے خانصاحب کی ساری کمائی خاک مین مل گئی اسکا ملاحظہ نہایت ضروری ہے (۵/) +
تسہیل السداد فی مسئلۃ الاستمداد	مسئلہ استعانت بالغیر مین ایسا نفیس اور جامع رسالہ شاید اب تک تصنیف نہوا ہو قابل دید ہے (۴/) +
نار الغضا فی جوارح الرضا	خانصاحب کے ابحاث اخیرہ کا جواب ہے قیمت (۱/) +
الطامۃ الکبری علی من کذب تولی	خانصاحب سے جو اسوقت تک مناظرہ ہوا ہے اسکی پوری کیفیت ([illegible]) +
القسورۃ علی الحمر المستنفرۃ	خانصاحب کی ایک رجسٹری کا جواب (/) +
کوکب الیمانی علی الجعلان والخراطین	جلسہ بالاساتھ کی کیفیت (۱/) + انکے علاوہ اور کتابین بھی تیار ہونگی۔

خاکسار فقیر [illegible] مقبول [illegible] دینی تالیفات

۱- فتاویٰ محمدی	مع شرح دیوبندی ہر دو حصہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے [illegible] جو حضرت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمایا کرتے تھے اور وہ حضرات نہایت خوشی سے اُنپر عمل کرکے فلاح دارین حاصل کرتے تھے اس قسم کے ایکسو بیس (۱۲۰) فتاویٰ کو نہایت معتبر و مستند کتب اسلامیہ سے انتخاب کرکے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب محدث مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے شاگرد نے اردو مین ترجمہ کرکے جمع کردیا ہے اور ہر استفتا جواب کے بعد اُن متبرک کتب کا نام بھی لکھدیا ہے جن مین سے وہ فتویٰ نقل کیا ہے حصہ دوم مین وہ بیس استفتا درج ہین جنکے جواب صحابہ و تابعین سے منقول ہین ہر دو حصہ کے ہرایک استفتا وجواب کی نہایت مفصل شرح سلیس اور عام فہم اردو مین کی ہے اس شرح مین عمدہ مضامین اور علمی فوائد اور ساڑھے نوسو ۹۵۰ مسائل ضروری و کارآمد معتبر و مستند کتب شریعت سے درج کئے گئے ہین - اچھے کاغذ پر چھپی ہے قیمت پانچ آنہ (۵/) +
۲- الجواب المتین فی احادیث سید المرسلین	آپنے حضرت شاہ عبدالعزیز اور مولانا عبدالحی صاحب رحمہما اللہ وغیرہ کے فتاویٰ تو ملاحظہ کئے ہون گے مگر فتاویٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر سے نہ گذرا ہوگا - اس متبرک اور بیش قدر کتاب مین قریب ایکسو پچاس سوالات کے جواب صحیح اور صاف حدیث سے دیے گئے ہین - ایک سوال قائم کرکے اول اُسکا جواب نہایت معتبر اور مستند کتب فقہ سے دیا ہے اسکے بعد ایک (بلکہ بعض جگہ دو تین چار) ایسی صاف و صریح حدیث پیش کی ہے جس سے وہی جواب ایسی سہولت سے سمجھ مین آتا ہے کہ ہر ایک اردو خوان بلا تکلف سمجھ سکتا ہے - ترجمہ حدیث کے بعد دو دو تین تین بلکہ بعض جگہ چھ سات مشہور و معتبر کتب حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے حدیث کی کتابون کے ترجمہ مین ناواقفون کی غلط فہمی کا اندیشہ رہتا تھا وہ اسمین نہین بعض بزرگون سے اجازت لیکر اس جدید و مفید و عجیب طرز پر **فقیر اصغر حسین** دیوبندی نے یہ کتاب مرتب کی ہے معاملات عبادات متفرقات ہر قسم کے مسائل اسمین شریک ہین ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہوگا کہ مؤلف نے کتب حدیث و فقہ کی ورق گردانی مین کسقدر مشقت اوٹھاکر یہ حدیث و فقہ کا بیش بہا ذخیرہ جمع کیا ہے عام اردو خوان اہل اسلام کے علاوہ اہل علم اور جدید روشنی کے تعلیم یافتہ بھی اسکے ملاحظہ سے مسرور ہون گے تمام سوالات کے جوابات مین صحیح حدیث لکھی گئی ہے قیمت ۵ رعایتی ۳ +
۳- حالات حضرت خضر علیہ السلام	(مع ضمیمہ فضل المتعال در حالات ارمیاء و دانیال) آپکے معتبر حالات کو حدیث و تفسیر و تاریخ کی عظیم الشان و معتبر کتابون سے اُردو زبان مین جمع کیا ہے آپکے نام و نسب ولادت حیات و موت زمانہ نبوت وغیرہ کے تمام اختلافات بیان کرکے معتبر اور قول صحیح بیان کیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات و شاگردی کا قصہ خضر سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی ملاقات وغیرہ کا قصہ لکھا ہے حضرت خضر کے حالات کے ضمن مین ذوالقرنین یاجوج ماجوج وغیرہ کے حالات بھی نہایت واضح طور سے مذکور ہوے ہین جسکی وجہ سے کتاب کی دلچسپی بڑھگئی ہے کوئی ہی منحوس ہوگا جسکو زیارت کا اشتیاق نہو قیمت ۴ رعایتی ۳ +
۴- اقوال الحسنیٰ [illegible] الاذان	اس رسالہ مین اذان کی ابتدا اسکی حقیقت اور فضائل اور نہایت کارآمد اور مفید مسائل مسجد نبوی کی تعمیر کا مفصل حال اذان جاری ہونیکی دلچسپ مفصل کیفیت اعتراض کا جواب اذان کے ثواب کی تمثیل [illegible] صحیح و عجیب روایت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چار موذنون کا ذکر ہے اخیر مین مسائل ضروریہ اور مضامین احادیث کے اُردو اشعار مین مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے صدر اعلیٰ محدث اور مفتی صاحب مدرسہ نے اس رسالہ کی تصدیق و تصحیح فرمائی ہے - اُردو زبان مین ایسا رسالہ آجتک نظر سے نہین گذرا قیمت (۱/) +
گلزار سنت	اس رسالہ مین کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے چلنے پھرنے لباس و نکاح وغیرہ کے متعلق تمام باتون مین سنت کو بتلایا ہے

	خوبی دیکھنے پر موقوف ہے عام فہم اردو عبارت صاف اسکا پڑھنا اور عمل کرنا باعث نجات ہے قیمت ۳ر مفت تقسیم کرنے والونکو چار آنہ کے آٹھ ✦
تعبیر صادق	حدیث شریف کا تعبیر نامہ یعنی اور صاف باتین خواب کے متعلق صحیح روایات سے بیان کی ہین نصیحتین اور تنبیہین سب حدیث کی ہین قیمت رعایتی آدھ آنہ (۲ر) ✦
…ات رضوان	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی سوانح عمری نہایت عام فہم اور صاف کم استعداد اور ناواقف حنفیون کے لئے از حد مفید ہے مخالفون کے اعتراضون کا جواب آخر مین تین امامون کا حال قیمت رعایتی (۲ر) ✦
مولوی معنوی	یعنی مولانا روم کے حالات اُردو مین نہایت صاف اور سلیس طرز اور عمدہ ترتیب سے لکھے گئے۔ آپکا نام نسب ولادت آپکے والد کا حال آپکا ترک وطن ظاہری باطنی تعلیم شادی نکاح اولاد آپکے صاحبزادہ علاؤ الدین و بہاؤ الدین کا حال۔ مولانا کا فضل و کمال آپ کے مرشد حضرت شمس الدین تبریزی اور سید برہان الدین ترمذی کا حال مثنوی کسطرح لکھی گئی اور اسکی شروح کا حال کلمات نصائح کشف و کرامات عبادت و زہد وفات آپکے خلیفہ حضرت حسام الدین اور مولانا صلاح الدین کا حال وغیرہ تمام امور واضح طور پر بیان کئے گئے ہین اور آخر مین شیخ منصور حلاج فریدالدین عطار حکیم سنائی شیخ صدرالدین قونیوی شیخ مویدالدین۔ بابا کمال خجندی۔ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی شیخ فریدالدین عراقی شیخ اوحدالدین رحمۃ اللہ علیہم کا مستقل تذکرہ مجمل ومفصل بیان کیا گیا ہے قیمت صرف (۲ر) ✦ باریک خط ۳۲ صفحہ ✦
[illegible]	رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چالیس حدیثین میری امت کو سناویگا اور یاد کریگا وہ قیامت کو علماء اور شہیدون کے ساتھ اوٹھایا جاویگا۔ اس بشارت کو سنکر امت محمدی کے صدہا علماء نے خلوص اور خوبی سے چالیس حدیثین اپنے اپنے طرز پر جمع کی ہین مگر وہ صرف علماء کے کار آمد ہوسکتی ہین عوام کو مفید نہ تھین لہذا جدید طرز پر فقیر سید اصغر حسین عفی عنہ نے ایک رسالہ چہل حدیث تالیف کیا ہے جسمین ہر حدیث عربی خط سے پھر بامحاورہ ترجمہ پھر صاف مطلب اور شرح اسکے بعد ہر حدیث کے متعلق ضروری و کار آمد مسائل معتبر کتابون سے لکھے گئے جنمین کسی سنی و حنفی کو اختلاف نہین ہوسکتا۔ عالم و جاہل و درویش جسنے اس کتاب کو دیکھا پسند کیا قیمت (۱ر) ✦
مسافر آخرت	چار ورق کا نہایت مفید رسالہ۔ اسپر مولانا اشرف علی صاحب اور علماء دیوبند اور جابجا کے بہت سے علماء کی تصدیق و دستخط ہین قیمت ایک پیسہ جو حضرات بغرض ثواب تقسیم کرنا چاہین اونسے پندرہ نسخے کی قیمت صرف (۱ر) ✦
[illegible]	یہ ایک نہایت عجیب و لطیف کتاب ہے اُردو مین اس مضمون پر کوئی کتاب نہین دیکھی گئی یہ ایک عربی زبان کی اعلی تصنیف کا نہایت عمدہ اُردو انتخاب ہے بعض جگہ مترجم نے اپنی طرف سے عمدہ فوائد لکھکر اس کتاب کو زیادہ مفید بنا دیا ہے اسمین ہر ایک کام کی ابتدا کرنے والے کو بیان کیا ہے مثلاً سب سے اول خدا تعالی نے کس چیز کو پیدا فرمایا دنیا مین پہلے کونسا درخت پیدا ہوا قرآن مجید پر اول نقطے کسنے لگائے۔ خانہ کعبہ کو اول غلاف کسنے پہنایا اسی قسم کے سوال وجواب سے رسالہ بھرا ہوا ہے عالم ہو یا ناواقف کوئی ایسا نہین جسکو اس کتاب سے دلچسپی نہو آخر مین خاکسار مولف نے اپنی طرف سے نہایت ضروری اور کار آمد مسائل پاکی ناپاکی کھانے پینے اور عام معاملات کے متعلق تحریر کئے ہین قیمت رعایتی پون آنہ (۳ر) ✦
[illegible]	ایک عام فہم رسالہ اُردو مین تالیف کیا ہے جسمین میراث اور فرائض کے قواعد وصیت کے مسائل جائداد منتقل کرنیکا بیان اولاد یا زوجہ کو زندگی مین جائداد دینے کے مسائل گم شدہ کا حکم حمل کا حصہ وغیرہ موجود ہین جس سے ہر ایک عام اردو خوان بآسانی سیکڑون صدہا مسائل میراث و جائداد و وصیت و فرائض بخوبی بتلا سکتا ہے یہ کتاب قرآن و حدیث و فقہ و فرائض کی نہایت معتبر کتابون سے لکھی گئی ہے اور آخر مین تمام مسائل کی تصدیق و تصحیح کیلئے مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے

	مفتی صاحب حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب و مولانا اشرف علی صاحب وغیرہم نے تقریظ لکھکر عمدہ رای ظاہر اور ہندوستان کے بچاس ساٹھ مشہور و معروف علمار نے مہر و دستخط فرمائے ہین جس سے یہ کتاب نہایت بیش معتبر ہوگئی ہے تمام اہل جائداد اور ناواقف اہل مقدمات اور وکلار و عام مسلمانون کے لئے بلکہ مبتدی طلبا کیلئے عدالت مین اسکے مسائل بطور سند پیش ہوسکتے ہین چوتھی مرتبہ مضامین بڑھاکر نہایت خوبصورتی سے چھاپی گئی
۱۳ مفید الوارثین	یہ میراث المسلمین کی شرح ہے اسکے چھ حصے ہین سب یکجا عمدہ کاغذ کے ۲۳۲ صفحہ پر چھپی ہے مفصل حالات بڑے مین ہین احقر کے رسائل کے قدیم ناظرین جو میراث المسلمین ملاحظہ فرما چکے ہین اسکو ضرور طلب فرماوین قیمت (
۱۴ طہور المسلمین	تیمم کے حالات اور مسائل نہایت مفصل اور موزہ کے مسح اور زخم کی پٹی کے مسائل بخوبی اُردو عام فہم مین
۱۵ دست غیب	اکل حلال کے فضائل اور روایات و حکایات (۳ر) ✤
۱۶ [illegible]	اُردو جاننے والے لوگون کے لئے امام محمد بن سیرین رح کے تعبیر الرویا کا خلاصہ بہت ہی صاف اور کارآمد لکھا گیا خدائے تعالیٰ - انبیا اولیا ملائکہ کو دیکھنے نماز اذان حج کعبہ مسجد مکان قبرستان کو خواب مین دیکھنا شادی جانور دن اور چڑیون کو دیکھنا اور بہت سے امور بیان کئے گئے ہین - جابجا مؤلف کی طرفسے فوائد اور شروع عمدہ دیباچہ اور آخر مین خواب کے متعلق حکایات اور دوسرے حصہ مین نہایت عجیب و مفید و دلچسپ معلومات ہین قیمت صرف ایک آنہ (۱ر) ✤
۱۷ [illegible]	(یعنی نیک بیبیان) جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طفولیت کے حالات کے ساتھ آپ کی وفا اور حسن خلق کو بھی بخوبی بیان کیا ہے مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بی بی حضرت خدیجہ رض کے حالات نہایت تحقیق سے لکھے گئے ہین اور آپکی اولا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے اور حضرت عائشہ رض کے حالات زندگی اور آپ کا علم و فضل اور رسول اللہ کے ساتھ واقعات اور بی بی فاطمہ رض کے حالات آپکی شادی کا حال اولاد کی تفصیل وفات کا صدمہ نہایت صحیح اور معتبر بندہ اصغر حسین نے جمع کئے ہین قیمت ۲ر تھی اب ۳ر اور نہایت نفیس کاغذ و چھاپہ کی (۳ر) ✤
۱۸ فرحۃ الصائمین	جسمین رمضان کی فضیلت روزہ کے متعلق تمام مسائل جدا جدا مفصل و تراویح سحر - افطار شب قدر رویت ہلال کتنیس روزے واجب ہونیکا عجیب مسئلہ وغیرہ ضروری باتون کا بیان نہایت سلیس عام فہم معتبر چار صفحہ مضمون بڑھاکر اب چوتھی مرتبہ چھپا ہے لیکن قیمت بدستور سابق ایک آنہ (۱ر) ✤
۱۹ ارشاد النبی	ارشاد النبی علیہ السلام یعنی گلزار حدیث چھوٹی دین دنیا کی نافع حدیثون کا ترجمہ خوب عمل کرنے اور بچون کے قابل چھوٹی تقطیع ۱۶ صفحہ (۰ر) ✤
۲۰ عہد نامہ جدید	پرانے عہد نامہ مین غیر معتبر باتین تھی اُنکی اصلاح کرکے حدیث و قرآن کے بموجب طبع کرایا ہے قیمت دو
۲۱ ہدایۃ المتقین	چالیس مفید سوالات متعلقہ عقائد و معاملات و عبادات وغیرہ کا جواب نہایت صاف و صریح آیات قرآنی سے قرآن مجید کا نمونہ دکھلایا ہے - پڑھنے اور سننے کی قابل ہے قیمت (۱ر) ✤
۲۲ ہدایۃ المقتدین	اُسی طرز پر مفید سوالات کے جواب آثار صحابہ سے دیکر صحابہ کی اقتدا کا نمونہ دکھلایا ہے (۰ر) ✤
۲۳ [illegible]	یعنی اسلامی جنتری سنہ ۱۳۳۲ھ جسکو حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے معتبر و مفید مضامین بخشی ہے اور جدید فوائد اور دلچسپ مضامین بھی موجود ہین مضامین مین درج ہیے قیمت رعایتی (۱ر) ✤ جنکے پاس سنہ ۳۱ھ کی موجود ہو مین

پتہ - مولوی اصغر حسین دارالعلوم دیوبند

اب چونکہ اس فرقہ کا فتنہ ترقی پر ہے اسلئے علماء حقانی کو اسکی ابطال کی طرف توجہ ہوگئی ہے

مرزا غلام احمد قادیانی اور فرقۂ احمدیہ کی تردید کی کتابین

مندرجہ ذیل کتب بالفعل موجود ہین اور عنقریب بہت سی طبع ہوکر تیار ہونگی جو حضرات اس فتنہ کے مفاسد کا اندازہ کرسکتے ہین وہ ضرور ان کتب کی اشاعت کا ثواب حاصل فرمائین۔ قیمت بھی کم رکھی گئی ہے

فیصلۂ آسمانی	مرزا صاحب اپنی نبوت کی بڑی دلیل اپنے الہامات اور پیشین گوئیون کو کہتے تھے اس کتاب مین نہایت تفصیل سے مرزا جی کی پیشین گوئیون کا غلط ہونا ثابت کیا ہے۔ عام فہم دلچسپ ہے حصہ اول (۳/) حصہ دوم وسوم عنقریب تیار ہوگا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری خلیفہ خاص حضرت مولانا فضل الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے ✦
تتمہ فیصلہ	یہ پہلے حصہ کا تتمہ اور اضافہ ہے۔ قرآن مجید وحدیث سے مرزا جی کا کاذب ہونا ثابت کیا ہے لکھائی چھپائی کاغذ بہت اچھے اور ۴۰ صفحہ قیمت (۱۰/) ✦
مسیح کاذب	مرزا صاحب کے چوبیس جھوٹ تفصیل سے عام فہم بلکہ کسی قدر ظرافت کے طرز مین قادیانی صاحب کے ایک سابق مرید نے تحریر کئے ہین جنکو خدا تعالیٰ نے ہدایت کی ہے عمدہ کاغذ خوبصورت صاف صحیح ۲۷ صفحہ قیمت (۴/) ✦
شہادت آسمانی	مرزا جی نے چاند سورج کے گرہن کو اپنی صداقت کی دلیل ٹھہرایا تھا عقلی اور شرعی دلیل سے اُسکی تردید کیگئی ہے۔ مؤلفہ مولانا محمد علی صاحب مدظلہ قیمت (۲/)
حقیقۃ المسیح	اس مین سچے مسیح کے حالات کو نہایت روشن طریقہ دکھلاکر موازنہ کیا ہے کہ مسیح مدعی مین یہ اوصاف نہین ہین اور مرزا جی کی وہ عبارتین دکھلائی ہین جنسے اُن کے دعوے باطل ثابت ہوتے ہین۔ مؤلفہ مولانا محمد علی صاحب کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ۴۶ صفحہ قیمت چار آنہ (۴/) ✦
معیار المسیح	فرقہ قادیانی نے چند آیتون کو اپنا استدلال بناکر پیش کیا تھا آیتون کی تشریح اور صحیح مطلب بیان کرکے اس فرقہ کے دعوون کو باطل کیا ہے ۴۰ صفحہ کاغذ اچھا قیمت (۲/) ✦
تنزیہ ربانی	اخبار البدر قادیان مین نکاح والی پیشین گوئی کے متعلق مضمون شائع ہوا تھا اُس کا جواب ترکی بہ ترکی (۲/) ✦
حق نما	مرزائیون کو حق کیطرف دعوت کی ہے اور لاہور کے جلسہ کی روداد لکھی ہے جسمین جناب پیر مہر علی شاہ صاحب تشریف لائے مگر مرزا صاحب حاضر نہ ہوئے قیمت صرف (۱/) ✦
تنبیہ قادیانی	یہ بھی ایک بہت زور کا جواب ہے لیکن لاچار ہوکر تہذیب کی قید ڈھیلی کردی ہے قیمت (۱/) ✦
مرزا دحق طلب	یہ ایک طویل خط کی نقل ہے جسمین اس فرقہ پر نہایت سخت اعتراضات کرکے مرزائی دعاوی کا ابطال کیا ہے عام فہم
القول الصحیح	اس فرقہ کی حقیقت کھولنے والا اور اُنکا کفر ثابت کرنے والا مختصر رسالہ جسپر صدہا علمای ہندوستان کے دستخط ہین
[illegible]	حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا ایک جدید ولذیذ وعظ ہے قیمت غالبًا (۲/) ✦
تشوق العلم	اہل علم کیلئے مولانا محمد [illegible] رح کا وہ مضمون ہے جسکا حوالہ جابجا اپنی تصانیف وتحریرات مین دیا ہے (۴/) ✦
توفیر الخیرات	یعنی زکوٰۃ اور قربانی کا مفید وعظ قیمت (۱/) ✦
رسالہ پردہ وپوشش	دستور عورات - پردے اور کپڑے کے بیان مین یہ رسالے نہایت ضروری ومفید ہین (۱/) ✦
تشریح المصادر	آمد نامہ کی نہایت مفید اردو شرح نظم ونثر از مولوی انعام اللہ خانصاحب (۲/) ✦
[illegible] الفوائد	رسالہ عبد [illegible] لوامع کی بہت ہی عمدہ ومفید نہایت مفصل شرح ہے بہت خوب طبع ہوئی ہے (۲/) ✦
اصلاح النساء	عورتون کے مناسب ومفید نصائح نظم مین گویا بہشتی زیور کا تتمہ ہے قیمت (۲/) ✦

فاعفوا واصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ (دوسروں کی خطائیں معاف کرو اور درگذر کرو کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تمکو معاف کردے۔)

لیکن معافی ایسی نہو کہ کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی سامنے کردو یہ تو انکو مبارک رہے جنکے کھانے کے دانت اور ہیں اور دکھانے کے اور۔ اسلام ایسی معافی سے بیزار ہے

اس سے یہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس لحاظ سے بھی صوم اتفاق کا سبب ہے۔ اسلئے کہ اکثر نااتفاقی کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ اگر کسی نے کچھ کسی کو کہا تو وہ اُسکے انتقام کی فکر میں لگا رہتا ہے اور جب موقع پاتا ہے تو اپنا بدلہ لے لیتا ہے پس نااتفاقی کی بنیاد قائم ہوجاتی ہے۔ اگر مظلوم شخص یہ خیال کرکے کہ معاف کرنا ہمارے محبوب خدائے تعالیٰ کی صفت ہے تو مجکو بھی معاف کردینا چاہیے اُس سے انتقام نہ لے تو آیندہ جنگ وجدل کا انسداد ہوجائیگا جو موجب اتفاق ہے۔

(باقی آیندہ)

الراقم

مظہر الدین عفی عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند

قواعد وضوابط رسالہ القاسم

۱ - یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے اور کسی ماہ کا رسالہ بتیس ۳۲ صفحے سے کم نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض مرتبہ بضرورت کثرت مضامین اس سے بڑھجاتا ہے۔

۲ - یہ رسالہ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر طبع ہوتا ہے اور عام قیمت سالانہ مع محصول دو روپیے آٹھ آنہ عـ۸/ پیشگی لیجاتی ہے۔ ممالک غیر سے صرف اُسی قدر زیادہ لیا جائیگا جسقدر وہاں کا محصول نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے۔

۳ - جو حضرات بطور اعانت و امداد اس رسالہ کی قیمت سالانہ پانچروپیہ یا اس سے زیادہ مرحمت فرمائینگے وہ رسالہ کے معاونین خاص میں شمار ہونگے۔ اور ایسے حضرات کی فہرست القاسم میں شائع ہوتی رہیگی۔

۴ - سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرماچکے جملہ حضرات کی خدمت میں شروع سال کا (یا خریدار کا جب سال شروع ہو سکا) پہلا پرچہ ویلو بھیجا جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو اضافہ کرکے عـ۹/ کا ویلو روانہ ہوگا۔

۵ - یہ رسالہ ہرگز کبھی کسی صاحب کی خدمت میں بلا طلب و تحریک ویلو نہیں روانہ کیا جاتا بعض حضرات خود طلب فرماتے ہیں اور بعض حضرات اپنے اعتماد پر دوسروں کی خدمت میں ویلو بھیجنے کی فرمایش کرتے ہیں۔

۶ - شعبان ۱۳۳۱ھ مطابق جولائی ۱۹۱۳ء سے اس رسالہ کا چوتھا سال شروع ہوا ہے۔ پہلے تین سالوں کی مکمل جلدیں موجود ہیں قیمت ہر جلد کی عـ۹/ مع محصولڈاک ہے۔

۷ - نمونہ اور اشتہار میں جن حضرات کے نام نامی شائع کئے گئے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر حضرات کے مضامین بھی درج رسالہ کئے جائینگے جو اصول اسلام اور مقاصد رسالہ کے خلاف نہوں۔

۸ - رسالہ کے متعلق جملہ تحریرات و ترسیل زر بنام حضرت مدیر یا بنام خاکسار ہونی چاہیئے۔

المشتھر

خاکسار حبیب الرحمن عفی عنہ معتمد المدیر رسالہ "القاسم" دفتر القاسم مدرسہ اسلامیہ دیوبند (ضلع سہارنپور)

(رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ

محصول ۹

علمی - مذہبی - اخلاقی - ادبی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۷ بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۳۲ھ جلد ۴

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع دیوبند میں اپنے اہتمام سے چھپایا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

(مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۴ء)

جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

اور

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

کی

سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔

خریداران القاسم
مراسلت میں نمبر خریداری
ضرور تحریر فرماویں
ورنہ جواب کی
شکایت
نہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور اتفاق

— سلسلے کے لئے القاسم نمبر ۶ جلد چہارم دیکھو —

۳- تمام نافرمانیوں کی جڑ سرکشیوں کی اصل جبر پرستیوں کی بنیاد نفس ہے ان النفس لامارۃ بالسوء اور اس لئے جسقدر گناہ ظہور میں آتے ہیں وہ سب اس ہی کا خاصہ ہیں لہذا اگر کوئی نفس پر قابض ہوجائے اور اسکو مغلوب کردیا جائے تو گناہوں سے نجات مل سکتی ہے۔ اگرچہ کلیتہ نہ ہو لیکن ایک غیر معمولی حدتک انسان اسمیں ضرور کامیاب ہوسکتا ہے منجملہ اور گناہوں کے ایک گناہ عظیم فتنہ وفساد بھی ہے چنانچہ قرآن کریم نے فتنہ کو قتل سے زیادہ سخت قرار دیا الفتنۃ اشد من القتل۔ پس قاعدہ مذکورہ کی روسے جسقدر نفس کو مقہور و مغلوب کیا جائیگا اس ہی قدر جنگ میں کمی ہوگی۔ اور نزاع عالم کی بجائے امن عامہ قائم رہیگی۔ دوسری طرف یہ قاعدہ بھی مسلم ہے کہ نفس کے مغلوب کرنے کیلئے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ کھانا پینا وغیرہ ترک کردیا جائے لہذا اسلام نے عبادت صوم کو مقرر فرمایا تاکہ نفسانی جذبات ٹھنڈے ہوکر قوت ملکوتی کا غلبہ ہوجائے اور اسطرح جہاں اور گناہ کم ہوں وہاں فتنہ وفساد کی بلاء عظیم کا بھی انسداد ہوجائے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک مفلس غریب شخص ان باتوں کو جھیل جاتا ہے کہ جو ایک شکم سیر دولت مند کو نعل در آتش بنادیتی ہیں۔ اسکی کیا وجہ صرف یہ کہ غریب کا نفس بھی غریب ہے اور وہ اسیر قابض ہے لیکن دولتمند کا نفس سرکش ہے مغلوب نہیں۔ پس جس تعلیم سے کہ جنگ وجدل کا انسداد ہو یہ ضروری ہے کہ وہ اتفاق کی موید ہے کیونکہ ناممکن ہے کہ نزاعات کا دروازہ بند کردیا جائے اور پھر بھی

اتفاق نہ ہو۔

یہ ہمارا صرف قیاس یا اجتہاد ہی نہیں بلکہ احادیث میں غور کرنے سے اسکا پتہ چلتا ہے دیکھو حدیث مذکورۂ ذیل جسکو امام بخاری و مسلم دونوں نے صحیحین میں روایت کیا ہے صراحۃً ہمارے مدعی پر دلالت کرتی ہے۔

فاذا کان صوم یوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد او قاتله فلیقل انی امرء صائم	جب کوئی تم میں سے روزہ رکھے تو اسکو چاہیئے کہ بیہودہ گوئی او جھگڑے سے پرہیز کرے۔ اگر کوئی اسکو برا کہے یا لڑائی جھگڑا کرے تو کہدے کہ بھائی میں تو روزہ دار ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے :-

وهو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة وشهر المواساة۔	ماہ رمضان صبر و غمخواری کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔

ان دونوں احادیث سے صراحۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کی حکمت جہاں صفائی قلب وغیرہ ہے وہاں اُسکا مقصد عظیم آپس کا اتفاق بھی ہے۔ ورنہ دوسری حدیث میں ماہ صوم کو شهر المواساة فرمانیکے کیا معنی۔ اور پہلی حدیث میں جھگڑے و فساد سے بچنے کی ترغیب اور ان سابه احد۔ کے جواب میں انی امرء صائم کے جواب سے تخصیص کا کیا سبب ہے۔

مضمون بلا قصد زیادہ طویل ہوگیا ہے ورنہ اور احادیث بھی ہم نقل کرتے۔ اس ہی لئے ہم اسلام کے رکن خامس (حج) کے متعلق بھی اب مفصل بحث کرنا نہیں چاہتے۔ اور جو نقشہ حج کے بے نظیر اتفاق کے سبب ہونیکا جماعت میں ذیل میں اجمالاً ہمنے کھینچا ہے۔ اُس ہی پر اکتفا کرکے اُسکی تفصیل سے دامن کشی پر مجبور ہیں۔ لہذا اب ہم اپنے مضمون کے آخری حصہ کی طرف،، کہ دیگر مذاہب نے اتفاق کو کہانتک ملحوظ رکھا ،، متوجہ ہوتے ہیں۔

دنیا میں مذاہب بکثرت ہیں اور خصوصاً ہندوستان میں تو اُن کی کثرت کا دامن قریب قریب لامحدود تعداد کے ساتھ وابستہ ہے۔ لہذا ہر ہر مذہب کے متعلق بحث کرنا علاوہ ناممکن ہونے کے فضول بھی ہے۔ اس لئے ہم چند مخصوص مذہبوں کا ذکر کرینگے کہ جو آئے دن اسلام کے منہ آتے ہیں۔ اور کانچ کے گولوں کو سنگین قلعہ سے ٹکراتے ہیں۔

وہ سنگین قلعہ جسکی بنیاد ایک یتیم مگر نبوّت کے دریتیم نے رکھی۔ مخالفت کے جھونکوں نے ریت کے تودوں کی طرح اُسکو اوڑانا چاہا مگر وہ نہ اوڑا اعداء کے طوفان خیز بادلوں نے اُسکو پارہ پارہ کرنا چاہا مگر وہ ہوا۔ انجام یہ کہ صغرسنی میں جو ہلال تھا وہ بدر ہوا اور بدر سے آفتاب بنکر چمکا۔ اب اُسپر خاک ڈالنا اپنے کو برباد کرنا ہے۔ (باقی آیندہ)

مولوی عبید اللہ صاحب کی جمعیۃ الانصار کی نظامت سے علیحدگی

جہاں میں روز نیا انقلاب ہوتا ہے

سنہ ۱۳۳۱ھ میں آسمان سے سطح دنیا پر جن حوادث کی بارش ہوئی اُن کا زیادہ حصّہ سلطنت ٹرکی کی قسمت میں آیا؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اسکو بدنصیبی کہئے یا خوش قسمتی۔ بداقبالی سے تعبیر کیجے۔ یا خوش اقبالی کی ہوا کا بیدار کن جھونکا۔ غفلت وکاہلی کی پاداش سمجھئے یا فہم وفراست کی ابتدائی تعلیم کا زینہ۔

عالم میں جو نیرنگیاں صبح وشام نظر آتی ہیں یہ از خود نہیں ہیں بلکہ نقشبند کارخ ہستی کی قدرت اور حکمت کے دریا کا تموج اور تلاطم ہے کہ کوئی ڈوبتا ہے اور کوئی ترتا ہی تعلیم گاہیں بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں۔ علیگڈہ کالج سے نواب وقار الملک کی سبکدوشی۔ ندوہ سے حضرت شبلی کی علیحدگی۔ جمعیۃ الانصار سے مولوی عبید اللہ صاحب کی برطرفی یہ سب سنہ ۱۳۳۱ھ کی جدت پسندیاں ہیں۔

مذکورہ بالا انقلابات کی مہیب تصویریں اخباری کالموں میں دنیا کی روبرو پیش ہوچکی ہیں مگر ناظم جمعیۃ الانصار کی علیحدگی کا مسئلہ ابتک اخباری دنیا میں تفصیل کے ساتھ اشاعت پذیر نہیں ہوا صرف ایک مرتبہ اخبار رفیق دہلی میں حضرت ناظم نے اپنا سہ حرفی استعفا شایع کیا تھا ہاں نظارۃ المعارف کے اجراء کے متعلق چند مضمون اخباروں میں نظر سے گذرے اُن سے یہ سمجھ لینا شاید سہل ہو کہ حضرت

ناظم جمعیۃ سے جدا ہو گئے۔

سوال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ جمعیۃ الانصار یا دارالعلوم دیوبند نے حضرت ناظم کی علیحدگی کا مفصل اعلان کیوں نہ کیا کیا اسکا اخفا کسی مصلحت کے بنا پر ہے۔

بیشک اعلان کی ضرورت تھی مگر چونکہ حضرت ناظم نے خود اخبار رفیق میں اپنا مختصر استعفا شائع کر دیا تھا اس لئے ہمنے بمصداق - چو کاری بے فضول من برآید + مرا در روے سخن گفتن نشاید + عجلت اور سبقت کو مناسب نہ سمجھا۔ حضرت ناظم کا مختصر اور مجمل استعفا گو ناواقف حضرات کی نظروں میں واقعات اور حقیقۃ الحال کے بتلانے سے قاصر ہو مگر نفس علیحدگی کے اظہار میں تو ساکت نہ تھا اور معاملہ فہم حضرات نے تو حضرت ناظم کی اُن خصوصیات اور امتیازات کو جو دارالعلوم دیوبند سے اُن کو حاصل تھیں اور اُن کے اُس عقیدت کو جس کا اظہار تمام دنیا کی درس گاہوں اور دینی جماعتوں کے مقابلہ میں دارالعلوم دیوبند اور بزرگان دیوبند کی نسبت اُن کی زبان اور قلم کے ذریعہ سے بارہا عوام تک پہونچ لیا ہے اور بزرگان دیوبند کی اُس نوازش کو جو حضرت ناظم کے حال پر مبذول تھی پیش نظر رکھکر استعفا کے اختصار اور اجمال کو حقیقت فہمی کے لئے مخل اور مانع نہ سمجھا بلکہ بقول میرزا غالب۔

بیخودی بے سبب نہیں غالب | کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اجمالاً حقیقت تک پہونچنا آسان ہو گیا اور اجمال عند التفصیل نے ایسا اطمینان بخشا کہ اُن کو بزرگان دیوبند سے استفسار کی اجازت بھی نہ دی اور اگر استفسار کی نوبت بھی کسیکو آئی تو تبلیغ واقعہ کے بعد کشف شبہ فوراً ہو گیا۔

ہمنے مطبوعہ اعلان کیوں شائع نہیں کیا۔ اسلئے کہ اراکین مجلس انتظامیہ کے چند مطالبات حضرت ناظم سے باقی تھے اُن کا صحیح جواب اور تکمیل ہوئے بغیر اس مسئلہ کا زیر بحث آنا اراکین جمعیۃ الانصار اور دیگر اہل اسلام پر ایک معاملہ کی حقیقت کا پورا انکشاف کہ جسکے بعد کسی سوال اور کنج وکاو کی ضرورت باقی نہ رہے نہیں کر سکتا تھا اور بعض معاملات کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کو آسانی کے ساتھ نہیں پھاڑ سکتا تھا۔

مطالبات کے جواب میں حضرت ناظم کا ابتک سکوت اور بعض اراکین جمعیۃ و دیگر اہل اسلام

کے استفسارات محرک ہیں کہ حضرت ناظم کا استعفا اور اراکین مجلس انتظامیہ کی اسپر تجویز القاسم میں شائع کردئے جاویں اُسکی بعد اگر اور تفصیل کی ضرورت باقی رہے تو مطالبات کے جوابات کا آیندہ انتظار نہ کرکے کسی دوسرے پرچہ میں اور کچھ واقعات کی واقعی تصویریں کھینچدی جاویں اور ناظرین اُن کے معائنہ سے تحیر کے عالم میں حقیقت کو سمجھتے رہیں۔

نقل استعفار مولوی عبید اللہ صاحب سابق ناظم جمعیۃ الانصار

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد

بخدمت شریف مولانا امیر جمعیۃ الانصار دامت برکاتہم - بعد سلام مسنون معروض آنکہ جلسہ انتظامیہ کے تمام ممبر جہانتک مجھے معلوم ہوا میری نسبت اچھے خیالات نہیں رکھتے۔ اگر الجامعۃ القاسمیہ تک معاملات کا مرافعہ کیا جاوے اور میں اپنی برأت ثابت کرلوں۔ تو بھی اتفاق سے کام چلانا مشکل ہے۔ لہذا جمعیۃ الانصار کے خدمت سے استعفار پیش کرتا ہوں اس کے بعد مجھے جمعیۃ الانصار کے کسی شعبے سے کوئی تعلق نہوگا۔ اور اپنے معاملات کا ذاتی حیثیت سے ذمہ دار رہونگا۔ جناب والا جس قدر جلد ممکن ہو منظور فرماکر اعلان کی اجازت مرحمت فرماویں گے۔ تاکہ مجھے اپنے طور پر کام کرنا آسان ہوسکے والسلام۔

عبید اللہ عفی عنہ دیوبند { ۴ - جمادی الثانیہ / ۱۱ - مئی

حضرت ناظم نے یہ استعفا جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سرپرست اور امیر الجمعیۃ کی خدمت میں پیش کیا اور دیوبند سے پنجاب کو تشریف لیگئے۔

حضرت ناظم خود اقرار کرتے ہیں کہ جلسہ انتظامیہ کے تمام ممبر میری نسبت اچھے خیالات نہیں رکھتے قابل غور یہ امر ہے کہ اراکین مجلس انتظامیہ کا تقرر حضرت ناظم کی سفارش پر ہوا تھا۔ حضرت ناظم کو انپر اسقدر اعتماد تھا کہ اپنی باگ اُن کے ہاتھ میں دیدی اُنکی دیانت قابلیت اہلیت کا اعتراف بارہا فرمایا کرتے تھے اور یہ وہ ہی اراکین ہیں کہ جنھوں نے ابتدا سے کبھی حضرت ناظم کی نظامت میں مخالفت کی

کوئی تحریر ان حضرات کی اس بابت میں پیش نہیں کیجا سکتی کسی تقریر کا حوالہ نہیں دیا جا سکتا - باوجود اختتام مدت نظامت انھوں نے کبھی ناظم صاحب کی نظامت کی چلتی گاڑی میں کوئی روڑا نہ اٹکایا برابر حضرت ناظم کیسا تھ ملکر قواعد کی پابندی کیساتھ کام کرنیکے متمنی ہے ان سب کا اجماعاً حضرت ناظم کی نسبت اچھے خیالات نہ رکھنا آخر کیوں ہے پھر یہ کیا قیامت ہے کہ باوجود ضرورت اسکی کوئی وجہ استعفا میں بیان نہیں کیگئی اور پھر اچھے خیالات کا نہونا ایک ایسے مجمل بات ہے جسکی تفصیل کی ضرورت تھی - اپنی بیخطائی کا ثبوت اور اراکین کی خطا کاری کا اثبات جسکا استعفا میں ادعا ہے کیا ایسے بھاری بھرکم عہدہ دار پر ضروری تھا الجامعۃ القاسمیہ میں مرافعہ ہوکر اگر حضرت ناظم کی برأت ثابت ہوجاتی، تو پھر بھی اتفاق سے کام نہ چلتا یہ بھی ایک چیستان ہے اراکین انتظامیہ کی نسبت الجامعۃ القاسمیہ کے فیصلہ سے سرتابی کا خیال حضرت ناظم کے دلمیں نہ گذرنا چاہیے تھا واقعات نے حضرت ناظم کے روبرو پیہم شہادتیں پیش کردی تھیں اور ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا کے معنی سمجھانے میں سرمو کوتاہی نہ کی تھی -

اراکین انتظامیہ جمعیۃ الانصار کی زراعت کے دخیلکار اور موروثی کاشتکار نہ تھے کہ حضرت ناظم کو اُن کی بیدخلی میں مصائب کا سامنا ہوتا اُن کی رکنیت موقت حضرت ناظم کی نظامت موقت غیر معلوم المنتہی سے مقابلہ نہ کرسکتی تھی پھر نہ معلوم ایسی کیا مشکل پیش آئی تھی کہ چند ماہ کا صبر نہو سکا اور جمعیۃ کو زیر باری کی حالت میں چھوڑ کر قطع تعلق گوارا کیا جو اُن کی الوالعزمی - عالی حوصلگی ہمگیری بلند پروازی - روشن خیالی تحمل وقار اطمینان کے کسی طرح شایاں نہیں -

استعفار کا آخر جملہ (تاکہ مجھے اپنے طور پر کام کرنا آسان ہوسکے) غالباً استعفار کی اصلی راز کی طرف رہبری کرتا ہے -

حضرت امیر الجمعیۃ نے یہ استعفار مجلس انتظامیہ میں بھیجا مجلس انتظامیہ نے جو اسپر تجویز کی وہ حسب ذیل ہے

نقل روئداد جلسہ انتظامیہ منعقدہ ۷ رجب ۱۳۳۱ھ روز جمعہ

اسمائے شرکار

مولانا مولوی سید محمد انور شاہ صاحب - مولانا مولوی سید مرتضی حسن صاحب - مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی مولانا مولوی کفایت اللہ صاحب - مولوی عبد السمیع صاحب - مولوی ریاض الدین صاحب مولوی سراج احمد صاحب نائب ناظم -

(۱) اوّل مولانا مولوی عبید اللہ صاحب کا استعفا پیش ہوا۔ مولانا عبید اللہ صاحب نے اپنے استعفا کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اراکین جلسہ انتظامیہ اُنکی نسبت اچھے خیالات نہیں رکھتے اور یہ کہ بصورت ثبوت صفائی کے بھی وہ اتفاق سے کام چلانے کو مشکل خیال کرتے ہیں اسکے متعلق غور و بحث کے بعد یہ بات طے ہوئی کہ فی الواقعہ اراکین جلسہ انتظامیہ کو ناظم صاحب سے ان وجوہ سے اختلاف ہے۔

(۱) جمعیۃ کے پچھلے حسابات کا اندراج صحیح طور پر نہیں ہوا ہے بہت سی رقمیں ایسی ہیں جنکا کوئی صحیح مصرف کاغذات میں مندرج نہیں۔ اور مولانا عبید اللہ صاحب سے کئی مرتبہ جلسہ انتظامیہ نے اُن رقوم کی تفصیل کے پیش کرنے کا مطالبہ کیا مگر اُنھوں نے آجتک پیش نہیں کیا مولوی سراج احمد صاحب نائب ناظم نے جو ایک فہرست ایسی رقوم کی مرتب کر کے پیش کی تھی جسکو مولانا عبید اللہ صاحب نے پیشی کے وقت لے لیا تھا کہ اوّل میں اُنکو دیکھ لوں اسکے بعد یہ پیش ہوا اب اُس فہرست کو دیکھا گیا ناظم صاحب نے پنسل سے اُسپر کچھ کچھ لکھدیا ہے وہ بالکل ناتمام ناکافی ہے اور بے ضابطہ ہے اُس سے کوئی صحیح بات معلوم نہیں ہوتی اسوجہ سے ارکان مجلس انتظامیہ کو ناظم صاحب کے ساتھ لازمی طور پر اختلاف ہونا چاہئے اور ہے۔

(۲) جمعیۃ الانصار کے ضوابط مسلمہ کے خلاف مولانا موصوف سے کئی کام سرزد ہوئے جسکا کوئی صحیح جواب وہ نہیں دے سکے مثلاً خزانہ سے بغیر تحریری اجازت اراکین کے روپیہ لینا وغیرہ۔

(۳) جمعیۃ الانصار کے ضوابط مسلمہ کے خلاف اُن سے بعض ایسے امور سرزد ہوئے جس سے مدرسہ دیوبند کے قدیمی اثر کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ کیا جاتا ہے حالانکہ جمعیۃ الانصار کا نصب العین یہ تھا کہ مدرسہ دیوبند کے قدیمی اثر کی توسیع اور اُنکی تعلیم کی مزید اشاعت کیجائیگی۔

(۴) جمعیۃ الانصار کے متعلق مولانا کے تساہل کا یہ بین ثبوت ہے کہ جمعیۃ الانصار اسوقت مبلغ کئی سو روپیہ کی مقروض ہے اس قرض کی رقوم اکثر ایسی رقمیں ہیں جو مولانا نے محض اپنی رائے سے خلاف ضوابط امور کیلئے بطور خود حاصل کی ہیں اور نظامت کی وجہ سے جمعیۃ الانصار کے حساب میں لکھی گئی ورنہ فی الحقیقت انکی اصلی ذمہ داری اُنپر عائد ہونی چاہیے

(۵) نیز یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جمعیۃ جس قسم کے لوگوں سے مرکب ہے اور جن سے مرکب ہے بغیر جمعیۃ الانصار کا وضعی مفہوم باقی نہیں رہ سکتا اُن کے عملیات بلکہ اعتقادیات میں بھی مولانا عبید اللہ صاحب کی جانب سے مختلف مواقع میں خلاف کا اظہار واقع ہوا ہے جو پہلے سے بالکل نامعلوم تھا اور جس سے ابتک بھی بلا واسطہ بعض اراکین کو واقفیت حاصل نہیں ہوئی۔ اسکی تفصیل عند الضرورت اُن اراکین سے معلوم ہو سکتی ہے جنکو بکثرت مولوی صاحب موصوف سے دینی مسائل میں گفتگو کرنے کے موقع ہاتھ آئے ہیں۔

(۶) مولانا عبید اللہ صاحب کی جمعیۃ الانصار کے امور مہمہ میں مداہنت اور تساہل اور اُنکی اپنی رائے پر گذشتہ صلابت کو دیکھتے ہوئے ہم بھی اُنہیں کے الفاظ میں یہ کہسکتے ہیں (اگر الجامعۃ القاسمیہ تک معاملات کا مرافعہ کیا جائے اور میں اپنی برأت ثابت کروں تو بھی اتفاق سے کام چلانا مشکل ہے) اگرچہ اُسکال کیوجہ ہم میں اور اُنمیں مختلف ہو مگر عبارا تنا شتی وحسنک واحد نتیجہ ایک ہے۔

لہذا

وجوہ مذکورہ بالا کی بنا پر مولانا موصوف کا استعفا آج بتاریخ ۔ رجب ۱۳۳۱ھ روز جمعہ منظور کیا جاتا ہے، لیکن جلسہ انتظامیہ ضروری سمجھتا ہے کہ مولانا عبید اللہ صاحب سے رقوم مجملہ مندرجہ کاغذات جمعیۃ الانصار کی تفصیل پیش کرنے کا مطالبہ

جاری رکھے اور اُنکا اخلاقی و منصبی فرض ہی کہ وہ جلد سے جلد تفصیل مطلوب دفتر جمعیۃ میں پیش کریں اور وہ رقوم جنکی تفصیل مولوی صاحب موصوف بذمہ محرران دفتر یا نائب ناظم سابق عائد کرتے ہیں اُن کی تفصیل بے ذمہ داری بحیثیت نظامت مولوی صاحب موصوف کے ذمہ ہی سمجھی جاتی ہے مولوی صاحب کو لازم ہے کہ سابق نائب ناظموں اور محرر دفتر سے اُسکی تفصیل حاصل کرکے پیش کریں۔

(۲) آیندہ نظامت کے متعلق یہ رائے قرار پائی کہ جب تک جدید ناظم مقرر ہو مولوی سراج احمد صاحب نائب ناظم قائم مقام ناظم ہو کر نظامت کا کام انجام دیں۔

(۳) یہ سوال پیش ہوا کہ جمعیۃ الانصار کی آیندہ بقار کی کیا صورت ہو۔
اسکے متعلق سردست یہ بات تو بالاتفاق طے ہوئی کہ جمعیۃ الانصار اسی طرح قائم رہے البتہ ارکین انتظامیہ قواعد و مقاصد پر نظر ثانی کریں اور اسمیں جو اثبات و محو ہو اُسکی متعلق یادداشت آیندہ جلسہ میں پیش کریں تاکہ اُسکے لحاظ سے آیندہ امور عملیہ کا انضباط ہوسکے۔

(۴) مولوی عبداللہ صاحب کا وہ خط جو ۳ مئی کا لکھا ہوا ہے اور جس میں انھوں نے قاسم المعارف سندھ کے جاری رکھنے یا بند کر دینے کے متعلق استفسار کیا ہے پیش ہو کر یہ رائے قرار پائی کہ مولوی صاحب موصوف کو لکھا جائے، قاسم المعارف سندھ کی تفصیل۔ کارروائی دفتر جمعیۃ الانصار میں بھیجیں نیز اُسکی آمد و خرچ کا مفصل حساب بھی روانہ کریں اُسکے دیکھنے کے بعد اُسکے جاری رکھنے یا بند کرنے کے متعلق رائے قائم کیجا سکیگی۔

مضمون روداد پڑھکر ہر ہر جملہ سے اتفاق کرتا ہوں

بندہ محمد مرتضی حسن غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند	محمد انور عفی عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند	شبیر احمد عثمانی مدرس دارالعلوم دیوبند	محمد کفایت اللہ عفی عنہ مدرس اول مدرسہ امینیہ دہلی	عبدالسمیع عفی عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند	

محمد عقیل عفی عنہ کاندھلوی - محمد ریاض الدین عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ میرٹھ

کل مضمون بالا سے اتفاق کرتا ہوں ہاں نمبر ۳ و نمبر ۵ سے بلحاظ ذاتی فہم کے پورا متفق نہیں ہوں مگر دیگر اراکین کی رائے کو اپنے فہم ناقص پر راجح سمجھتا ہوں۔ محمد سہول غفرلہ
مدرس دارالعلوم دیوبند

حضرت ناظم نے ابتک استفسارات اور مطالبات کا کوئی جواب عنایت نہ فرمایا۔ ناچار آج اُن کی علیحدگی کا اعلان شائع کیا جاتا ہے اور حسابی کارروائی اور وجوہ مخالفت کی تفصیلی روداد انشاء اللہ تعالیٰ بعد کو شائع کیجائیگی۔

خاکسار

سراج احمد قائم مقام ناظم و اراکین مجلس انتظامیہ جمعیۃ الانصار دارالعلوم دیوبند

بعض جزئیات انقلاب مع اصلاح

(اصلاح معاملہ باداء حقوق معلّم و متعلّم و شریک تعلّم)

(سلسلہ کے لئے دیکھو القاسم نمبر ۵ جلد چہارم)

حدیث ۱۲ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا۔ رواہ البخاری۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دینی امور میں لوگوں سے آسانی کرو تکلیف میں مت ڈالو خوشخبری سناؤ دین سے نفرت مت دلاؤ۔ (بخاری)

اس حدیث کے عموم سے معلوم ہوا کہ طالب علم کے ساتھ درس میں بھی تیسیر و عدم تنفیر کی رعایت رکھے تقریر بھی ایسی صاف و سلیس کرے جو ذہن نشین ہو جاوے اور مقدار و اعداد سبق میں بھی اُس پر زیادہ بار نہ ڈالے۔ اسی طرح ایک حق یہ بھی معلوم ہوا کہ تنبیہ و تادیب میں اتنی سختی نہ کرے کہ شاگرد کو وحشت ہو جاوے اس میں میانجی لوگ بکثرت مبتلا ہیں۔

حدیث ۱۳ عن ابن عباس قال ضمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال اللھم علمہ الکتاب رواہ البخاری۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو سینہ سے لگا لیا اور یوں فرمایا کہ یا اللہ اسکو قرآن کا علم عطا فرماوے۔ (بخاری)

اس حدیث سے شاگرد کا ایک حق علاوہ تعلیم کے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُسکے لئے حق تعالیٰ سے دُعا بھی کیا کرے کہ اسکو علم نافع عطا ہو۔

حدیث ۱۴ ان ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بینما انا نائم اتیت بقدح لبن فشربت حتّی انی لاری الریّ یخرج فی اظفاری ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب قالوا فما اولتہ یا رسول اللہ قال العلم رواہ البخاری۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ خواب میں مجھے ایک پیالہ دودھ کا دیا گیا میں نے خوب سیر ہو کر پیا کہ ناخن تک سیرابی کا اثر محسوس ہوا پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر کو دیدیا لوگوں نے عرض کیا کہ حضور اسکی تعبیر کیا ہوئی فرمایا دودھ سے مراد علم ہے۔ (بخاری)

اس حدیث سے دو امر معلوم ہوئے ایک باعتبار صورت لبن کے ایک باعتبار معنی لبن کے اول یہ کہ شاگرد کو گاہ گاہ اپنے کھانے پینے میں بھی شریک کرلیا کرے کہ اُس کا دل بڑھتا ہی اور محبت زائد ہوتی ہے جس قدر اُسکو اُستاد سے محبت ہوگی اسی قدر علم میں برکت ہوگی دوسرا یہ کہ اگر حق تعالیٰ کسی کو کوئی باطنی برکت عطا فرماوے تو شاگرد سے اُسکو دریغ نہ کرے غرض غذار ظاہری و باطنی کا کچھ حصہ اُسکو بھی دے۔

حدیث۔ عن ابی مسعود الانصاری قال قال رجل یا رسول اللہ لا اکاد ادرک الصلوٰۃ مما یطول بنا فلان فما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی موعظۃ اشد غضبا من یومئذ فقال یا ایہا الناس انکم منفرون فمن صلی بالناس فلیخفف فان فیہم المریض والضعیف وذالحاجۃ رواہ البخاری

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں شخص کی نماز میں طول کرنیکی وجہ سے قریب ہے کہ میں نماز نہ پا سکوں یعنی بددل ہو کر جماعت چھوڑ دوں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسقدر برافروختہ ہوئے کہ ایسے کبھی میں نے برافروختہ ہوتے آپکو نہ دیکھا پھر آپنے فرمایا کہ تم لوگوں کو نفرت دلاتے ہو جو آدمی نماز میں امامت کرے اُسکو چاہیے کہ قرأت میں تخفیف کرے کیونکہ مریض اور ضعیف اور حاجتمند سب قسم کے لوگ نماز میں ہوتے ہیں۔ (بخاری)

اس حدیث سے دو امر متعلق طالب علموں کے ثابت ہوئے ایک یہ کہ اگر کچھ اسباق کسی اپنے شاگرد یا ماتحت مدرس کے سپرد کئے جاویں اور وہ طالب اُس کی شکایت کرے تو شکایت سُننا چاہیئے اور تحقیق کے بعد اُس کا انتظام کرنا چاہیئے یہ نہیں کہ محض اُس کے طالب علم ہونے کے سبب اُسکو اور اُس کی بات کو محض لاشئ سمجھکر نظر انداز کردیا جاوے دوسرے یہ کہ اگر کسی طالب علم سے کوئی امر نامناسب صادر ہو اور کسی طور سے معلوم ہو جاوے کہ غضبناک ہو کر کہنے سے زیادہ نفع ہوگا تو وہاں اُسکی مصلحت کے واسطے غصہ ہی کرنا افضل ہے جس سے اُسکی اصلاح کامل ہو جاوے۔

حدیث۔ عن ابی سعید الخدری قال قال النساء للنبی صلی اللہ علیہ وسلم غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوما من نفسک فوعدھن یوما لقیھن فیہ

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ عورتوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمپر مرد غالب ہوگئے کہ آپکا وعظ سُننے کا موقع ہمکو نہیں ملتا ہمارا بھی ایک دن مقرر کردیجیے آپنے اُنکے لئے وعظ و نصیحت اور احکام الٰہی سنانے کا

فوعظهن وامرهن الحدیث رواہ البخاری — ایک دن مقرر فرمادیا۔ (بخاری)

اس حدیث سے تعیین وتقسیم اوقات وجماعت بندی طلبہ کا مصلحت ہونا معلوم ہوتا ہے جن میں سے ایک عظیم مصلحت یہی ہے کہ ہرایک کیلئے جُدا سبق مناسب ہے توسب ایک میں کیسے مجتمع ہوسکتے ہیں چنانچہ مورد حدیث میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ بعض احکام خاص عورتوں ہی کے مناسب ہوتے ہیں وہ مستقل خطاب میں اچھی طرح مفہوم اور واقع فی النفس ہوتے ہیں۔

حدیث ۔ عن زید بن خالد الجهنی فی حدیث طویل بعد السوال عن لقطة الابل وغضبه صلی الله علیه وسلم قال فضالة الغنم قال (صلی الله علیه وسلم) لک او لاخیک او للذیب۔ رواہ البخاری

زید بن خالد جہنی سے ایک طویل حدیث میں اونٹ کے لقطہ کے سوال پر آپکے غصہ ہونے کے بعد یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ سائل نے عرض کیا کہ کھوئی ہوئی بکری کا کیا حکم ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بکری تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیئے کے لیے۔ بخاری

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی طالب علم پر کسی بے ڈھنگے سوال پر غصہ کیا جاوے اور اُس کے بعد پھر وہ کوئی معقول سوال کرے تو اُسکے جواب میں پہلے غصہ کا اثر نہ آنا چاہئے اور اس سے زیادہ اثر نہ رکھنے کا محل وہ ہے کہ جب دوسرا طالب علم کوئی بات پوچھنے لگے وہاں تو بدرجۂ اولیٰ پہلا اثر نہ آنے پاوے بعض جھلّے مزاج کے اُستاد ایک پر خفا ہوئے تو بس اب ختم درس تک سب ہی پر برستے رہیں گے۔

حدیث ۔ ان عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم کانت لا تسمع شیئا لا تعرفه الا راجعت فیه حتی تعرفه وان النبی صلی الله علیه وسلم قال من حوسب عذب قالت عائشة فقلت اولیس یقول الله عز وجل فسوف یحاسب حسابا یسیرا قالت فقال انما

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات سنتی تھیں کہ جو اُنکو معلوم نہ ہو تو برابر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ گچھ کرتی تھیں یہانتک کہ سمجھ لیتی تھیں ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حساب میں گرفتار ہوا تو عذاب میں مبتلا ہوا تو حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ حساب آسان کیا جائیگا تو رسول اللہ صلی

ذلک العرض ولکن من نوقش الحساب یھلک رواہ البخاری

علیہ وسلم نے فرمایا یہ پیشی ہے ورنہ جس سے مناقشہ کیا گیا حساب میں تو ہلاک ہوگیا۔ (بخاری)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر اُستاد کی تقریر میں کوئی شبہ رہے اور طالب علم اُسکو پوچھنے لگے تو نازک مزاجی سے ناخوش نہو البتہ اگر فضول سوال ہو تو ناخوشی کا اظہار بھی جائز ہے جیسا کہ اوپر کی حدیث میں لقطۂ ابل کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برہم ہونا مذکور ہے۔

حدیث ۱۹- عن ابی ھریرۃ قال قلت یارسول اللہ انی اسمع منک حدیثا کثیرا انساہ قال ابسط ردائک فبسطتہ فغرف بیدیہ ثم قال ضم فضممتہ فما نسیت شیئا بعد رواہ البخاری۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میں آپسے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں آپنے فرمایا کہ اپنی چادر پھیلا میں نے چادر پھیلادی تو آپنے اپنے دونوں ہاتھ اُسپر لگا دئے اور فرمایا کہ اس چادر کو اپنے سینے لگالے میں نے اُسکو اپنے سینے لگالیا تو اسکی برکت سے پھر کچھ نہ بھولا۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طالب علم کے فہم یا حفظ کی کوئی تدبیر اگر اپنے علم و قدرت میں ہو تو مقتضائے شفقت یہ ہے کہ اُس کے مشورہ اور سعی کا اہتمام فرماوے۔

حدیث ۲۰- عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلا سالہ مایلبس المحرم فقال لا یلبس القمیص ولا العمامۃ ولا السراویل ولا البرنس ولا ثوبا مسہ الورس او الزعفران فان لم یجد النعلین فلیلبس الخفین ولیقطعھما حتی یکونا تحت الکعبین رواہ البخاری فی باب من اجاب السائل باکثر مما سالہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ محرم کیا کپڑا پہنے فرمایا کہ کورتہ اور عمامہ اور پاجامہ اور باران کوٹ اور ورس اور زعفران کا رنگا ہوا نہ پہنے جوتہ نہو تو موزے پہنے اور اُنکو جوتہ کی طرح کاٹ لے کہ ٹخنہ سے نیچے رہیں (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر طالب علم کوئی بات پوچھے مگر کوئی اور ضروری بات پوچھنے سے رہ جاوے تو شفقت کا مقتضا یہ ہے کہ صرف اُسی کے سوال کے جواب پر اکتفا نہ کرے بلکہ وہ دوسری بات از خود بتلادے۔

یہانتک یہ بیس حدیثیں اس باب میں ہوئیں اور اتفاق سے ان حدیثوں کا عدد حقوق معلم کے متعلقہ حدیثوں سے مضاعف بلا قصد ہو گیا جس میں ایک قدرتی نکتہ خیال میں آیا کہ بندہ نے تمہید میں عرض کیا تھا کہ اضاعت حقوق تلامذہ میں زیادہ ابتلاء ہے تو قدرتی انتظام اُسکی اصلاح کا یہ ہوا کہ اُس کے دلائل کا عدد بھی مضاعف ہو گیا۔ کیونکہ تکثیر دلائل سے تنبیہ کا زیادہ ہونا امر طبعی ہے اور یہ محض نکتہ ہے پس اس پر شبہ نکیا جاوے کہ پھر حقوق شرکار تعلم کے دلائل میں اس سے بھی تضاعف ہونا چاہیئے سو اول تو یہ نکتہ ہے اس کا اطراد ضروری نہیں دوسرے جتنے تعلقات اُستاد وشاگرد کے قوی ہیں اُتنی قوت اس حق اخیر کو ہے بھی نہیں تو حق اقوی زیادہ احق ہے زیادت تنبیہ کا اور ہر چند کہ بعد سوق احادیث مثل باب اول یعنی بیان حقوق معلم یہاں بھی واقعات جزئیہ کے ذیل پر کچھ مضمون ہونا چاہیئے تھا چنانچہ اسی باب ثانی کے اول میں اس کا وعدہ بھی ہو اور اُس وقت ارادہ بھی تھا لیکن اتفاق سے جو جو کچھ اس کے ضمن میں لکھتا وہ بذیل احادیث مذکورہ مذکور ہو چکا اس لئے اس باب ثانی کو ختم کر کے اب باب ثالث یعنی حقوق شرکار فی التعلم کے متعلق بقدر ضرورت عرض کرتا ہوں اور عجب نہیں کہ اسمیں بھی سوق دلائل اور اُس کے ضمن میں واقعات کا آجانا کافی ہو جاوے والدلائل ھٰذہٖ۔

آیۃ ۱۔ قال اللہ تعالیٰ وَاعْبُدُوا اللّٰہَ الی قولہ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ الآیۃ	عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی قرابتیوں اور یتیموں اور فقیروں اور قرابتی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور جو تمہارا ہم صحبت پاس بیٹھنے والا ہو ان سب کے ساتھ احسان کرو۔

اس آیت سے شرکار تعلم کا حق دو طرح ثابت ہوتا ہے ایک اس لفظ سے والجار الجنب اور دوسرا اس لفظ سے والصاحب بالجنب کیونکہ اُس کا جار ہونا بھی ظاہر ہے اور صاحب بالجنب ہونا بھی ظاہر ہے چنانچہ مفسرین نے شریک فی التعلم کے ساتھ اُسکی تفسیر بھی کی ہے۔

آیۃ ۲۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا الآیۃ	اللہ تعالیٰ کی رسی کو اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑ لو اور متفرق مت ہو اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تم پر ہوی جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالدی اور تم اُسکی نعمت سے بھائی ہو گئے اور تم دوزخ کے کنارے پر تھے تمکو اللہ تعالیٰ نے اُس سے بچایا الخ

ظاہر ہے کہ تعلم علوم دینیہ اعتصام بحبل اللہ ہے اور یہاں ایسی جماعت صحابہ کو اخوان فرمایا ہے ہیں کہ وہ معتصم بحبل اللہ اور تعلّم دین میں شریک تھے جب یہ اعتصام اور شرکت مقتضی ہو گی

اخوۃ کو پس جو حقوق اخوان کے ہوں گے وہ اس تعلق میں بھی قابل رعایت ہوں گے۔

آیۃ - یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا الآیۃ

جب کہا جائے تمکو کشادگی کردو مجلس میں تو فوراً کشادگی کردو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کردیگا یعنی دنیا و آخرت میں اور جب کہا جائے تمکو کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو درجے بلند کریگا اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے کہ جو تم میں سے ایمان لائے اور ان لوگوں کے جنکو علم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرکا تعلم کو بیٹھنے کی جگہ دینے کیلئے اہتمام کرنا چاہیئے جو امکان میں ہو۔

حدیث - عن عمرؓ قال کنت انا و جار لی من الانصار فی بنی امیۃ بن زید وھی من عوالی المدینہ وکنا نتناوب النزول علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل یوماً وانزل یوماً فاذا نزلت جئتہ بخبر ذلک الیوم من الوحی وغیرہ واذا نزل فعل مثل ذلک رواہ البخاری

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک شخص میرا پڑوسی انصاری عوالی مدینہ میں کچھ فاصلہ پر رہا کرتے تھے اور باری باری جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے ایک دن میں ایک دن وہ جس دن میں جاتا تو جو سنکر آتا اُس سے بیان کر دیتا اور جس دن وہ جاتا تو جو سُنکر آتا مجھسے بیان کر دیتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنا شریک فی التعلم اگر کسی سبق میں حاضر نہو تو ناغہ شدہ سبق کا اُسکو تکرار کرا دیا جاوے اور یہ اُس کا حق ہے اور یہاں سے مدارس میں باری باری پڑھنے کی اصل بھی نکلتی ہے۔

حدیث - عن ابی شریح فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیبلغ الشاھد الغائب رواہ البخاری۔

حضرت ابو شریح سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ احکام بیان فرمائے اور بعد میں فرمایا کہ جو لوگ حاضر ہیں اور وعظ سُنا ہے وہ غایبوں کو پہونچا دیں۔ (بخاری)

اس حدیث سے بھی مثل حدیث سابق حق بالا ثابت ہوتا ہے۔

حدیث - عن ابی واقد اللیثی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما ھو جالس فی المسجد والناس معہ

حضرت ابو واقد لیثی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع آدمیوں کے مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ناگاہ تین آدمی آئے دو تو مجلس میں بیٹھ گئے

اذ اقبل ثلثة نفر فاقبل اثنان الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذھب واحد قال فوقفا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاما احدھما فرأی فرجة فی الحلقة فجلس فیھا واما الاخر فجلس خلفھم واما الثالث فادبر ذاھبا فلما فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الا اخبرکم عن النفر الثلثة اما احدھما فاوی الی اللہ فاواہ اللہ واما الاخر فاستحیی فاستحیی اللہ منہ واما الاخر فاعرض فاعرض اللہ عنہ رواہ البخاری

ایک کنارہ پر سب کے پیچھے اور ایک مجلس میں کشادگی پاکر اندر بیٹھ گیا اور تیسرا چلا گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا ان تین شخصوں کے حال کی اطلاع نہ دوں ایک شخص نے تو اللہ کی طرف ٹھکانا ڈھونڈا اللہ تعالیٰ نے اُس کو ٹھکانا دیدیا ایک نے شرم کی اور کنارہ پر بیٹھ گیا۔ اللہ نے اُس سے شرم کی اور تیسرے نے اللہ سے اعراض کیا اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض کیا۔

(بخاری)

اس حدیث سے شرکاء مجلس علم کا یہ حق معلوم ہوا کہ بعد میں آنیوالے کو چاہیے کہ دیکھ لے کہ حلقہ میں گنجایش ہے یا نہیں اگر گنجایش ہو تو برابر میں بیٹھ جانا مضائقہ نہیں ورنہ لوگوں کو پریشان نہ کرے اُن کے پیچھے بیٹھ جاوے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیچھے بیٹھنے سے عار کرنا سبب ہے اعراض حق تعالیٰ کا۔

حدیث عن واثلة بن الخطاب قال دخل رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی المسجد قاعد فتزحزح لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الرجل یا رسول اللہ ان فی المکان سعة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان للمسلم لحقا اذا راٰہ اخوہ ان یتزحزح لہ رواہ البیھقی فی شعب الایمان۔

حضرت واثلہ بن الخطاب سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد میں تشریف فرما تھے آپ اُسکے لئے ذرا سرکے کہ جگہ فراغ ہو جائے تو اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جگہ وسیع ہے تو آپ نے فرمایا کہ مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ جب اُس کو دیکھے تو اُس کے لئے کچھ ملے اور جنبش کرے۔ شعب الایمان بیہقی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریک فی التعلم کا بدرجہ اولی یہ حق ہے کہ اُس کے آنے کیوقت

ضرور اُسکو بیٹھنے کی جگہ دے بعض طلبہ اسمیں بہت بے مروتی کرتے ہیں۔

حدیث عن علی بن ابی طالب رضؓ قال کنت رجلا مذاء فامرت المقداد ان یسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسأله فقال فیه الوضوء رواه البخاری

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھکو مذی بہت آتی تھی اس کا مسئلہ پوچھنا تھا خود بسبب شرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا نہیں حضرت مقداد سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو حضرت مقداد نے پوچھا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مذی نکلنے سے وضو آتا ہے (یعنی غسل نہیں آتا) بخاری

اس حدیث سے یہ حق معلوم ہوا کہ اگر کوئی اپنا ہم سبق اُستاد سے کوئی بات پوچھتا ہوا شرماوے اور اس سے پوچھنے کی درخواست کرے تو خود غرضی کو چھوڑ کر پوچھ لے البتہ اگر نامعقول سوال ہو تو عذر کردے یا اُستاد کسی مصلحت سے کہے کہ جس کا سوال ہے وہ خود کرے تو اُسوقت اسی پر عمل کرے۔ یہ تو چند نصوص قناعت اجمالیہ طالب کے لئے اس باب میں نقل کردی گئی ہیں باقی اس کی تفصیل و تکمیل کیلئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل باب معاشرۃ میں دیکھ لینا کافی ہے۔ اب تو ادا حقوق تو درکنار بعضے سلسلوں میں تو مصرعہ مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں۔ پر بھی عمل نہیں رہا بلکہ اُستاد بھائیوں اور پیر بھائیوں میں باہم تحاسد و تباغض اور تنافر و تزاحم اغراض ہیں اور اُستاد یا پیر سے ایک دوسرے کی چغلی اور غیبت اور دوسروں کے سامنے تحقیر و تنقیص کرتے ہیں (الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے ہمارے سلسلہ کو ہمارے بزرگوں کی برکت سے اس بلا سے تو بہت کچھ محفوظ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کیلئے محفوظ رکھے) اب ان ابواب ثلاثہ کو ختم کرتا ہوں جس میں بفضلہ تعالیٰ کل دس آیتیں اور پینتیس ۳۵ حدیثیں یعنی سب پینتالیس نصوص ہیں۔ اگرچہ اس سے زیادہ نصوص ذکر نہیں کی گئیں محض نمونہ دکھلانا مقصود تھا جو کہ ایک بڑے عدد سے معتد ہونیکے سبب اس غرض کیلئے کافی ہوگیا کہ یہ حقوق بھی منصوص ہیں۔ یہاں ان ابواب کے مناسب ایک باب رابع اور بھی تھا یعنی خود علم کے حقوق جو بذمہ اہل علم ہیں یا بذمہ غیر اہل علم ہیں اور گو یہ مناسبت بدرجہ جزئیت تو نہیں کیونکہ ان ابواب کے مقسم میں خاص معلم و متعلم و شرکا تعلم مضاف الیہ حقوق کے واقع ہوتے ہیں لیکن بدرجہ تعلق ضرور ہے اور یہ تعلق مقتضی ہوسکتا تھا کہ اُس کا بھی یہاں ذکر ہوتا گو تبعاً سہی لیکن اتفاق سے اس کے قبل احقر اس مبحث خاص میں نہایت مفصل مضمون بشکل ایک رسالہ کے جس کا نام **حقوق العلم** ہے لکھ چکا ہے اور وہ چھپ عہ بھی گیا ہے اس لئے وہ مستغنی

عہ مطبع احمدی لکھنؤ محلہ دکٹوریہ گنج میں ۱۲ منہ

عنہ ہو گیا۔ اب اخیر میں بطور تذنیب کے بعض جزئیات متعلقہ مقام کی تنبیہ میں لکھکر فارغ ہوتا ہوں

تذنیب (تنبیہ اول) ہر چند کہ مفہوم معلم کا استاد بالمعنی المتعارف اور پیر اور واعظ اور مصنف یعنی ہر صاحب افادۂ دینیہ کو جبکہ کسی کو استفادہ ہو سب کو عام ہے لیکن قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ سب حقوق میں متساوی نہیں ہیں ان سب میں اُستاد بالمعنی المعروف کا حق زیادہ ہے دو وجہ سے ایک تو یہ کہ استاد جسقدر مشقت افادۂ تلامذہ کیلئے برداشت کرتا ہے اسقدر دوسرے اہل افادہ نہیں کرتے بعض طرق افادہ میں تو چنداں مشقت ہی نہیں اور بعض میں گو مشقت ہے مگر وہ اس مستفید کیلئے خاص برداشت نہیں کرتا۔ اور نص قطعی وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا سے مشقت سے حق کا عظیم ہو جانا صاف ثابت ہوتا ہے۔ یہ وجہ تو تمام مفضل علیہم یعنی پیر و واعظ و مصنف کو عام ہے اور دوسری وجہ جو صرف بعض میں متحقق ہے یہ ہے کہ شاگرد نے اُستاد کی تابعیت کا التزام کیا ہے اور التزام ایک وعدہ ہے اور وفاء عہد لازم ہے۔ عام لوگوں کو اس میں یہ غلطی واقع ہو رہی ہے کہ پیر کی تعظیم و خدمت و اطاعت میں حدود شرعیہ سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں اور اُستاد کے حقوق ادا کرنے میں حد شرعی کے قریب بھی نہیں پہونچتے وَهَلْ هٰذَا إِلَّا تَغْيِيرٌ لِلْمَشْرُوعِ ۔

(تنبیہ ثانی) آیا اُستاد و پیر کا حق زیادہ ہے یا باپ کا۔ اسمیں بھی عام طور پر لوگ اشتباہ و التباس میں مبتلا ہو کر یہ سمجھتے ہیں کہ پیر اور استاد روحانی مربی ہے اور باپ جسمانی مربی ہے اور روحانی مربی بڑھا ہوا ہے جسمانی مربی سے۔ اُس دعوی کی غلطی اجمالاً تو اسی سے سمجھ لینے کی ہے کہ نصوص میں جس شد و مد سے باپ کے حقوق بتلائے گئے ہیں اُستاد اور پیر کے نہیں بتلائے اور تفصیل یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کے اوامر میں کچھ تعارض نہ ہو تب تو تحقیق تقدیم حق کی ضرورت ہی نہیں اور اگر تعارض ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ اُن میں سے کوئی امر شرعاً واجب ہے یا نہیں۔ اگر واجب ہے تو وہ مقدم ہے خواہ اُس کا آمر باپ ہو یا اُستاد یا پیر ہو اور اگر واجب نہیں دونوں طرف مباح ہے بس یہ محل بحث ہے، اس میں نصوص سے باپ کا حق مقدم معلوم ہوتا ہے کما ہو ظاہر۔ رہا جواب اس دلیل کا سو اگر صغری مان بھی لیا جاوے اس طرح سے کہ کوئی باپ ایسا ہو جس نے روحانی تربیت بالکل نہ کی ہو صرف کھلایا پلایا ہی ہو تب بھی کبری باعتبار اُس کے

مراد کے محتاج دلیل ہے اور اُسکی کوئی دلیل نہیں پس اگرچہ مربی روحانی درجہ میں افضل ہو مربی جسمانی سے لیکن جو اُس سے مقصود ہے کہ مربی روحانی کا حق اور اطاعت زیادہ ہے مربی جسمانی سے اس کیلئے دلیل کا مطالبہ کیا جاویگا۔ اور اگر اس کو بھی مان لیا جاوے تب بھی مقصود مستدل کا حاصل نہیں کیونکہ اُستاد اور پیر سے زیادہ مربی روحانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حق تعالیٰ تو جسم اور روح دونوں کے مربی ہیں اور خدا اور رسول نے باپ کا حق زائد کیا ہے پس اُسکی اطاعت میں بھی ایک بڑے مربی روحانی کی تقدیم حق ہے ایک چھوٹے مربی روحانی پر خوب سمجھ لو۔

(تنبیہ ثالث) آیا معقول اور فارسی اور حساب کے اُستاد بھی ان حقوق مذکورہ میں شریک ہیں یا نہیں۔ اور اسی طرح کافر اُستاد بھی۔ اُس میں قواعد سے یہ تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ ان میں جو چیزیں مضر ہیں اُن کا استاد تو خود مضل اور مضر ہے اور اُستاد کا حق تھا بوجہ مفید اور محسن ہونیکے اور جو چیزیں مضر نہیں اُن میں یہ تفصیل ہے کہ اگر علوم دینیہ میں نافع و معین ہیں تب تو چونکہ مقدمہ بحکم مقصود ہوتا ہے اسلئے ایسے اساتذہ حقوق مذکورہ کے مستحق ہوں گے گو درجہ اُستاد المقاصد میں نہ سہی جس طرح اقارب کے حقوق میں قوۃ قرابۃ کے تفاوت سے حقوق میں تفاوت ہو جاتا ہے۔ اور اگر نہ مضر ہیں نہ مفید تب بھی ایک دنیوی احسان ہے اور خود دنیوی احسان پر بھی شکر گزاری نصوص عامہ سے ثابت ہے اس لئے اُس کا بھی حق ثابت ہوگا۔ گو دینی احسان کی برابر نہ سہی۔ اب یہ دعا کر کے قلم کو راحت دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ ہم طالب علموں کو ان حقوق کے ادا کی توفیق دے اور بوجہ اس کے کہ مضمون بعنوان سہل لکھا ہے تسہیل جدید کی احتیاج نہیں سمجھی گئی البتہ احادیث کا ترجمہ جہاں رہ گیا ہے اگر حضرات مہتمین اشاعت حاشیہ میں ثبت فرماویں ناظرین کی قناعت اور میری منت کا سبب ہوگا فقط

زبرہٗ اشرف علی ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

مقام تھانہ بھون

قرآن مجید ہی مسلمانوں کا حقیقی امام ہے

(گذشتہ سے آگے دیکھو)

ناظرین القاسم کو ہماری اس تقریر سے جو اوپر مذکور ہوئی اس امر کا اچھی طرح انکشاف ہو گیا ہوگا کہ مسئلہ تعداد ازدواج میں بھی قرآن و حدیث کے آئین و احکام قانون عقل کے مطابق ہیں۔ اور انہوں نے کس طرح انسانی فطرت کے جذبات اس کے جزر و مد اور اتار چڑھاؤ کو ملحوظ رکھکر نہایت خوبی اور اعتدال کے ساتھ ایسی حدود قایم کر دی ہیں جو فہم ثاقب اور عقل سلیم کے خلاف نہیں ہیں۔ اب ہم ایک ایسے اہم مسئلہ کی طرف عنان قلم کو منعطف کرنا چاہتے ہیں جسپر بیہودہ تہذیب کے دلدادوں نے اپنی شایستگی کا نمونہ دکھلانے کیلئے اُس اولوالعزم پیغمبر پر ہرزہ درائی کی ہے جسکا مقصد اقصیٰ لوگوں کو سیدھی راہ بتا کر اتقا و انصاف سے بھری ہوئی اُن قوانین و دستورات کو جو منزل من اللہ تھے ملک میں پھیلانا تھا۔ اور اس جلیل القدر نبی کو متعدد عورتوں کے ازدواج سے جو ٹھیک ٹھیک بمقتضائے فطرت نبوت آپ سے ظہور میں آیا (عیاذاً باللہ) مائل الی الشہوات بتا کر ان کے منصب نبوت میں اس طرح بیوقعتی پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ قانون اخلاق نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے پاکباز نبی کو متعدد شادیاں کرنیکی کس طرح اجازت دی۔ حالانکہ ایکوقت میں متعدد عورتوں سے شادی کرنا واضح طور پر شہوت پرستی کے دائرہ میں داخل ہونا ہے جو ایک اولوالعزم اور مجمع الکمالات نبی کی شان کے ہرگز شایان نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

جو دماغ تحقیق کی روشنی سے منور ہیں جن دلوں میں انصاف کی چمک موجود ہے اور جن ہوں نے ہٹ دھرمی کی پٹی کو آنکھوں سے دور کرکے تاریخ کے اُن صفحات کو ملاحظہ فرمایا ہے جن پر آپکے عنفوان شباب کے واقعات زریں جلی قلم سے لکھے ہوئے ہیں اُن کے نزدیک مسلم ہے کہ اُس نبی کریم روحی فداہ نے ایسی حالت میں کہ جب جوانی کی امنگوں کا نشو و نما اور انسانی قویٰ کے تموج کا زمانہ ہوتا ہے صرف ایک ایسی عصمت پناہ۔ شریف زادی ادھیڑ عمر کی عورت سے شادی کی جو اپنی عمر کے چالیس سال پورے کر چکی تھی۔ جو ہر طرح کے مکارم اخلاق و عادات حسنہ

کی معدن تھی۔ جو رات دن کے تجربہ سے آپکی دیانت۔ پرہیزگاری اور امانت سے بخوبی واقف ہو کر آپ کی الفت میں اپنا مال و متاع اور اپنی جان نثار کرنے کو اپنے لئے دنیا کی عزت۔ دینی سعادت اور آخرت کی نجات کا کامل ذریعہ جانتی تھی۔ جو خدیجۃ الکبریٰ کے نام نامی سے موسوم تھی۔

آنجناب نے پورے پچیس سال اسی ایک وفادار اور تمام عورتوں میں پہلی ایمان لانے والی اور اپنے سے کبیر السن زوجہ کے ساتھ معاشرت فرمائی اور جب اس پاکدامن و فرمانبردار بی بی کی روح نے داعی اجل کو لبیک کہا تو کئی مہینے کے بعد سودہ بنت زمعہ کے (جنکا شباب ڈھل چکا تھا) بار کو اپنے مبارک دوش پر اٹھا لیا۔ الغرض باون سال کی عمر تک جو جوانی کے جوش کا منتہا ہے یکے بعد دیگرے انہیں دونوں بیبیوں کے ساتھ حسن معاشرت کے تمام دقائق کو ملحوظ رکھکر فطری ضرورت کو پورا کرتے ہوئے اپنی جوانی کے زمانہ کو گذار دیا۔ اور اپنی معصوم فطرت پر کسی قسم کی کوئی آنچ نہ آنے دی۔ حالانکہ مکہ کے رواج کے مطابق نبی کریم جیسے حسین اور خاندانی شخص کو متعدد عورتوں کا میسر آجانا کوئی دشوار امر نہ تھا۔ کیونکہ عرب میں قدیم سے متعدد عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا ایسا مروج تھا کہ ادنی مرتبہ کا آدمی بھی اپنی موانست و افتخار کیلئے متعدد عورتیں رکھتا تھا اور جب اس کے ساتھ قریش کے سردار ذی وجاہت اور صاحب دولت عتبہ کے اس واقعہ کو بھی ملا لیا جائے کہ اس نے باغواے قریش آپکو نوجوان حسین و جمیل اور عالی خاندان عورتوں سے شادی کرنے کا لالچ دیکر اس نور کو جو عالم میں توحید کی روشنی پھیلانے کیلئے آیا تھا۔ مدہم کرنا چاہا۔ اور آپنے اس کے نرم۔ شیریں اور دل لبھانے والے کلام کی طرف کچھ التفات نفرمایا بلکہ نہایت متانت کے ساتھ یہ فرمایا کہ (أئنكم لتكفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون له انداداً ذالک رب العالمین) یعنی نہایت تعجب ہے کہ تم اس معبود کی اطاعت سے انکار کرتے ہو جس نے زمین کو جو قسم قسم کی مخلوقات سے بھری ہوئی ہے صرف دو دن میں پیدا کر دیا۔ اور زیادہ تر تعجب خیز یہ امر ہے کہ تم زمین کی پیدائشی چیزوں کو ایسی ذات کا ہمسر بناتے ہو جو تمام جہان کا خالق و مالک ہے۔

تو وہی شخص پیغمبر اسلام کی معاشرت کے طریقہ کو نفرت انگیز بتا سکتا ہے جس نے ان واقعات سے آنکھیں بند کرلی ہوں۔ جو اپنی نادانی سے ظلمت کو نور جانتا ہو۔ اور اپنی کم فہمی سے جہالت کو

علم سمجھ رہا ہو ورنہ جس شخص کی عروس طبیعت کو یدقدرت نے زیور علم سے آراستہ و پیراستہ فرمایا ہے وہ جانتا ہے کہ واضع فطرت انسانی نے نکاح کا مقصود بالذات فقط جماع کرنا اور اُسکی لذتوں سے محظوظ ہو کر شہوات نفسانی جیسی ذلیل صفت کا پورا کرنا نہیں بنایا۔ بلکہ اُسکا مقصود اصلی تولید و تنمیۂ بنی نوع انسان ہے جسکو قرآن نے نہایت دلچسپ تشبیہ کے ساتھ اسطرح ادا کیا ہے نساءکم حرث لکم یعنی تمھاری عورتیں تمھاری کھیتیاں ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ نبی کریم نے بھی اپنی امت کو ایسی عورتوں کے ساتھ مناکحت کی ترغیب دی ہے جن کی کثرت سے اولاد پیدا ہوتی ہو اور ذاتی حیثیت سے اسمیں دینداری کا جوہر موجود ہو اور حاملہ من الغیر سے نکاح کرنیکی ممانعت میں بھی غالباً اسی حکمت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور مقتضائے عقل بھی یہی ہے کیونکہ دنیا میں جس طرح درخت بار آور بالذات مطلوب نہیں ہوتا بلکہ اسکا ثمرہ اور پھل علی ہذا ساز و سامان کی فراہمی سے وہ خود مقصود نہیں ہوتے بلکہ اُن کے نتائج۔ اسی طرح اولاد کے پیدا ہونیکا ظاہری سبب جماع ہے یہ مقصود نہیں ہے بلکہ اُسکا مسبب اور نتیجہ یعنی اولاد مقصود ہے اور کیونکہ ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للاخرۃ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن آدم کے پیدا کرنیکی علت غائی عبادت ہے اور جسقدر ساز و سامان ہیں وہ سب اسی کام کے فارغ البال کرنیکے لئے پیدا کئے گئے ہیں جیسا کہ گذشتہ مضمون میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تو شہوت جماع کو بھی اس کام میں کچھ نہ کچھ ضرور دخل ہوگا۔ یہ ممکن نہیں کہ جو امور ذات عابد سے خارج ہیں اُن کو تو حصول عبادت میں تھوڑا بہت دخل ہو۔ اور شہوت کو جو خود ذات عابد میں مرکوز ہے اصلا دخل نہو۔ ہاں اگر نکاح سے مقصود اولاد ہوگی تو پھر اسکی برابر خور و نوش بھی عبادت کے حصول میں دخل نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ کھانے پینے سے اگر جسم میں عبادت کرنیکی طاقت پیدا ہوتی ہے تو جماع سے خود عبادت کرنیوالے پیدا ہوتے ہیں

الغرض اصول شرع و عقل کی موافق مناکحت سے شہوت رانی مقصود نہیں بلکہ اولاد مقصود ہے تو کیا عجب ہے کہ آپکے متعدد ازواج سے شادی کرنے میں منجملہ اور مصالح و حکم کے کثرت اولاد بھی منظور نظر ہو۔ کیونکہ اگر انما الاعمال بالنیات کا کلیہ صحیح ہے تو اولاد صالح کو باقیات صالحات میں سے علٰحدہ کرنیکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات ہم مسلمانوں کے زعم میں خدا نہیں تھی بلکہ آپ ایک کامل انسان تھے جسمیں فطری طور پر اولاد ہونیکی

خواہش پائی جاتی ہے اور کون ایسا انسان ہے کہ جسکی تمنا اپنے بعد اپنا یادگار چھوڑنیکی نہیں ہوتی درانحالیکہ خدا کے دشمن آپ کے اولاد نہونیکی وجہ سے آپکو لفظ ابتر اور حقیر ترین خطاب سے بھی مخاطب بناتے ہوں اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی نفع ہو گیا کہ وہ قبیلے جنمیں صدیوں سے پھوٹ پڑی ہوئی تھی جنمیں اتحاد ملکی کی کوئی امید نہیں ہو سکتی تھی اُن میں تفرق و اختلاف کی عوض ایسا اتفاق و مواسنست پیدا ہو گیا جسکا حاصل ہونا بڑی بڑی سلطنتوں کی بڑی بڑی تدبیروں کے بعد بھی ناممکن تھا۔ اسکے علاوہ ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ وہ نور خدا خالص ایمان باللہ کی چکاچوند روشنی سے کافۂ انام کو خواہ مرد ہوں یا عورت نور و ظلمت کو خدا سمجھنے کی گھٹاٹوپ تاریکیوں سے باہر نکالنے کی غرض سے مبعوث کیا گیا تھا اسلئے اُسکا پہلا فرض یہ تھا کہ اُس دین الٰہی کے مسائل حلت و حرمت۔ طہارت و نجاست اور فرض و سنت کی اشاعت اس طرح پر عام طور سے کر دے کہ ہر مرد و زن ادنی اعلیٰ اُس سے پوری طرح واقف و آگاہ ہو کر اُن کے دلوں میں درد اور سینوں میں خدا کی محبت کی ایسی سوزش پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے آرام و راحت کی پروا نہ کر کے اپنے مالک کی یاد میں ہر وقت مستعد اور تیار رہیں اس لئے یہ ضروری تھا کہ جیسے مردوں میں سے ایک جماعت اُسکی صداقت کا گہرا نقش اپنے دلوں پر منقش کرنیکی غرض سے زخارف دنیوی سے آراستہ پیراستہ مکانوں کو چھوڑ کر ایک مٹی کے چبوترہ پر آپڑے تھے اور حریر و دیبا کے پرتکلف لباسوں کو ترک کر کے کمبل پوشی کو اپنا امتیازی تمغہ جانتے تھے۔ اسی طرح عورتوں کی بھی ایک جماعت کا در دولت پر حاضر رہنا ضرور تھا تاکہ وہ بھی خلوت و جلوت میں حاضر رہکر ہر قسم کی قولی و فعلی تعلیم پاسکیں۔ بالخصوص اُن مسائل کو جنکا تعلق عورتوں ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور اجنبی عورتوں کے سامنے جنکے ذکر کرنے سے باحیا انسان کو اکثر شرم دامنگیر ہوا کرتی ہے۔ اُس مجسم حیا سے سیکھکر اپنی دینی بہنوں میں اخلاقی و روحانی روشنی پھیلائیں۔ اسوجہ سے ان عورتوں کو نکاح کے سلسلہ میں داخل کیا گیا۔ اور اُن کے خورونوش کی کفالت اپنے سر دہرلی۔ تاکہ وہ تعلیم پانے کے وقت اپنی ضروری ضرورتیات سے سبکدوش ہو جائیں۔ اور اپنی تمام طرز معیشت اور زندگی کے ہر طریقہ کو سادگی کے ساتھ بسر کرتی ہوئی عورتوں کی جماعت کو پند و نصیحت اور دین خدا کی تعلیم فرماتی رہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب امہات المومنین نے دنیوی مرفہ الحالی کی درخواست آنحضرت سے

بہشت کی تو آیۃ تخییر نازل ہوئی جسمیں ازواج مطہرات کو تہدید و ترغیب دیتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ یانساء النبی لستن کاحد من النساء یعنی اے نبی کی بیبیو تم مثل دوسری عورتوں کی نہیں ہو تم خاص ایک دینی کام کے لئے سلسلہ زوجیت میں داخل کی گئی ہو۔ واللہ اعلم +

(باقی آئندہ)

عبدالسمیع عفی عنہ دیوبندی

اعلائے کلمۃ اللہ

کا

بہترین طریقہ

دنیا میں اسوقت سیکڑوں ہزاروں مذاہب ہیں۔ اور ہر مذہب کا پیرو اپنے مذہب کی صداقت کا مدعی ہو کر اسکی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم ہے اور جو طریقہ اُسکو آسان اور بہتر معلوم ہوتا ہے اُس ذریعہ سے وہ اپنے مذہب کی اشاعت کرتا ہے۔ کہیں اشاعت مذہب کے لئے دولت کی بیشمار رقمیں صرف کیجاتی ہیں۔ انجمنیں قایم کیجاتی ہیں۔ رسالے شائع کئے جاتے ہیں۔ مبلغین کی بیش قرار تنخواہیں مقرر کیجاتی ہیں اور اُن کے ذریعہ سے بڑے بڑے شہروں میں وعظ و تلقین کا سلسلہ جاری کیا جاتا ہے دیہاتوں میں چھوٹے چھوٹے مدارس کے ذریعہ سے لاوارث اور غریب بچوں کو مذہبی تعلیم دیجاتی ہے کہیں مذہبی اصول کو تعلیم یافتہ جماعت کے سامنے مختلف انداز سے پیش کیا جاتا ہے اس کو عقل انسانی کے مطابق ثابت کیا جاتا ہے۔ اُن اصول کو تمدن کی بنیاد بتائی جاتی ہے۔ مذہبی کتابوں کے مختلف ملکی و غیر ملکی زبانوں میں ترجمے کئے جاتے ہیں۔ پھر اُن ترجموں میں کبھی زمانہ حال کے مذاق اور موجودہ تمدن کے اصول کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ کبھی مذہبی کتاب کی خاص زبان و گفتگو کیجاتی ہے۔ اور محاورات اور استعارات پر بحثیں ہوتی ہیں۔ اور جو باتیں اُن مقدس مذہبی کتابوں میں تحقیقات جدیدہ کے بظاہر خلاف معلوم ہوتی ہیں اُن کی توجیہیں اور تاویلیں کیجاتی ہیں۔ دیگر مذہبی جماعت کے اعتراضات کی تردید کرتے ہوئے۔ اُن کے نقائص و ذمائم اور اُنکی

مذہبی کتابوں کی تعلیمات وہدایات کے نقصانات دکھائے جاتے ہیں۔غرض جو طریقہ پیروان مذہب کو اپنے مذہبی دائرہ کو وسیع کرنیکا نظر آتا ہے۔وہ اُس طریقہ سے کام لیتے ہیں۔اس سے ہمیں اسوقت بحث نہیں ہے کہ کون کتنا کامیاب ہوتا ہے۔مگر دیکھنا یہ ہے۔کہ اسمیں سے کون سا طریقہ افضل و اکمل ہے جن سے مذہب کو واقعی فائدہ پہونچتا ہے یا کم سے کم پہونچنے کی امید ہے۔اور کون سا طریقہ مذہب کیلئے مضر اور اُس کے صاف وشفاف دامن کو بجائے گرد وغبار سے پاک کرنے کے اور بھی مکدر کرنیوالا ہے مگر اس مسئلہ پر غور کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مذہب کیا شے ہے اور اُسکی اشاعت کے کیا معنی ہیں

یہ مسئلہ تو بجائے خود محقق ہوچکا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اسکے سوا دنیا میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب انسان کی خادم ہیں۔اجرام سماویہ سے لیکر ذرات ارضیہ تک سب ایک نہ ایک طرح سے انسان کی خدمت کرتے ہیں۔آفتاب اگر اپنی حرارت سے انسان کی بقائے حیات کے وسائل مہیا کرتا ہے تو حشرات الارض کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ کیڑہ بھی رطوبات ارضیہ کو جذب کرکے وجود انسانی کے راستہ کو مہلکات سے پاک کرتا ہے۔مگر عقلائے زمانہ کو اسمیں حیرت ہے کہ خود انسان کسکا خادم ہے اور یہ ازاد طینۃ مخلوق بھی کسی اعلیٰ قوت وقانون کی پابند ہے یا نہیں ؟ تھوڑی دیر کے لئے ہماری عقل یہاں پہونچکر گھبرا جاتی ہے اور یہ مسئلہ لاینحل نظر آتا ہے کہ ایسی زبردست قوی وقدرت والا انسان (جو اعلیٰ سے اعلیٰ اجسام اور عجیب سے عجیب مخلوق ارضیہ کو اپنے قبضہ اقتدار میں لیکر تمام عالم کا حاکم بن بیٹھا ہے) کس کا تابع ومحکوم بن سکتا ہے لیکن سلامت عقل ہمارے لئے آگے کی راہ ہموار کرکے ہمکو بتاتی ہے کہ نہیں یہ انسان جسکو تم عالم کا حاکم ومتبوع دیکھتے ہو۔اسکے پیدا کرنے والے نے اس سے بھی ایک کام لینا چاہا ہے۔اور جس طرح تمام عالم سے انسانی خدمت کی غرض متعلق ہے اُسی طرح خود انسان سے بھی ایک غایت وابستہ ہے۔جو کبھی منفک نہیں ہوسکتی۔اور وہ غایت یہ ہے کہ انسان خالق اور صانع حقیقی کو کامل طور پر پہچانے اور اُسکی قربت ومعیت کے وسائل مہیّا کرے اسی غرض وغایت کا پہچاننا انسان کا اصلی کمال ہے۔اور توسل الی اللہ وقربت خداوندی کے وسائل کو پورے طور پر مہیا کرلینا انسان کا انسان سے کامل انسان بن جانا ہے اور یہی معنی ہیں ،، من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ ،، کے اور یہی شرح ہے دنیا کے سب سے بڑے استاد۔مخبر صادق۔خیر المرسلین صلوات اللہ علیہ وسلامہٗ کے اس کلام معجز نظام کی عن ابی امامۃؓ ان رجلا

سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما الایمان قال اذا سرتک حسنتک وساءتک سیئتک فانت مومن الحدیث صحیحین۔ مگر چونکہ یہ غرض و غایۃ بہت اعلیٰ وارفع ہیں اور اُس کے حصول کے ذرائع بھی اُسی نسبت سے بہت ہی رفیع الشان ہیں اس واسطے ہر انسان کی عقل اُسکو کامل طور پر نہیں پہچان سکتی ہے اور اگر پہچانتی بھی ہے تو اُس کے ذرائع اور وسائط سے کما حقہ بہرہ ور نہیں ہو سکتی۔ اسلئے لابدی اور ضروری تھا کہ خود اس انسان کا پیدا کرنیوالا اسکو اسکے وجود کے اصلی مقصد سے آگاہ کر دے اور اسکے قصوائی جد وجہد و منتہائے خیال سے مطلع کر کے اُسکے موئیدات و معدات کو بھی بتا دے اور اس طرح وہ یعنی خلاق عالم اپنی حجۃ تمام کر کے پست خیال اور دنی الطبع انسان کیلئے کوئی عذر باقی نہ رکھے چنانچہ اسی غایت خلقتِ بنی آدم اور اُس کے وسائل سے آگاہ کرنیکے لئے صانع عالم نے بعثت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ جاری فرمایا اور بالآخر جناب سرور کائنات حضرت سید المرسلین علیہ افضل التحیۃ والصلوٰۃ کو (اُسوقت کہ جب عالم کا ہیولائے کمال ہزاروں لاکھوں نبیوں کی تعلیمات سے تیار ہو چکا اور دنیا اس قابل ہو چکی کہ خداوند تعالیٰ کے اصلی انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرے) مبعوث فرماکر "ولقد کرمنا بنی ادم" کا اصلی راز کھول دیا۔ اور ثریٰ سے لیکر ثریا تک جتنے وسائل اور سامان انسان کے حقیقی مقصد کیلئے بکار آمد تھے سب کو ظاہر کر دیا۔ وکذلک نفصل الآیات للناس لعلھم یتذکرون۔

پس اسی غرض و غایت کے بتانے اور اُسکے وسائل سے مطلع کرنیکے مجموعہ کا نام مذہب اور اسپر عمل کرنے اور اُسکو قوۃ سے فعل کی طرف لانیکا نام اُس غرض و مقصد کا حاصل ہو جاتا ہے گویا احکام الٰہیہ جب تک علم کے درجہ میں ہیں۔ اُسوقت تک اُسکا نام مذہب ہے اور جب اُسنے عملی لباس پہن لیا تو وہ اب حصول مقصد سے بدل گیا۔

مذہب کی جو تعریف میں نے بتائی ہے اُسکو مدنظر رکھکر آسانی سے اسکا پتہ لگ سکتا ہے کہ دنیا کے بیشمار مذاہب میں سے کون سا مذہب حق اور بکار آمد ہے کیونکہ جو صاحب شریعت اس غرض و غایت اور اسکے وسائل کو جس نسبت سے کامل اور صحیح طور پر بتائیگا اُس کا مذہب اُسی نسبت سے زیادہ صحیح اور سچا ہوگا۔ اور چونکہ میرے خیال میں اور واقع میں بھی اسلام ہی اُس

کا پورا پتہ دیتا ہے۔ اور اسلام ہی اُسکے بہترین ذرائع سے آگاہ کرتا ہے۔ اسواسطے یہی مذہب خدا کا سچا مذہب ہے۔ "ان الدین عند اللہ الاسلام" اور اسوقت ہم بھی اسی ملت بیضار اور شریعت غرار کی اشاعت و تبلیغ کے طرق و انداز سے بحث کرینگے۔

ہمارے خیال میں اب اعلائے کلمۃ اللہ (جسکو میں تبلیغ ملت اسلامیہ کا مرادف سمجھتا ہوں) کے معنی بھی ناظرین کی سمجھ میں آگئے ہوں گے۔ کہ خداوند تعالیٰ اور اُس کے برگزیدہ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انسان کو انسان کی ہستی کی جو کچھ غرض و غایت بتائی ہے اور اُسکے حاصل کرنیکے جو کچھ ذرائع اور وسائط بتائے ہیں اُن کو بلا کم و کاست تمام عالم کے سامنے پیش کر دینے کا نام اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ ہاں گفتگو اسمیں ہے کہ اسکا کیا طریقہ ہے اِسکے شرائط کیا کیا ہیں موجودہ زمانہ میں پیروان مذہب اسلام اُسپر کہانتک قائم ہیں اور جو اُن کا دستور العمل ہے اسمیں اگر کچھ نقائص نہیں ہیں تو اُنکے اصلاح کی کیا صورت ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جن پر مفصّل طور پر بحث کرنے میں تیار ہوا ہوں۔ اور قرآن۔ حدیث۔ تاریخ۔ موجودہ زمانہ کے تجربات۔ اور اپنی عقل ناقص نے جو کچھ اس باب میں سبق دیا ہے۔ اُسکو خلوص اور نیک نیتی سے پیش کر دینا چاہتا ہوں وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن۔

سب سے پہلے میں اس امر پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں کہ اسوقت مبلغین اسلام کا جو طبقہ موجود ہے۔ وہ کس انداز سے اعلائے کلمۃ اللہ کر رہا ہے۔ اور اُن میں سے کن کن کے کیا کیا اصول ہیں جو صحیح اور بکار آمد ہیں۔ ہمارے سامنے اسوقت مبلغین اسلام کے دو مختلف گروہ ہیں ایک گروہ علمائے اسلام کا ہے جو اسلام کی مذہبی زبان عربی سے کامل طور پر واقف ہے۔ دوسرا طبقہ نئے تعلیم یافتگان کا ہے جو عربی زبان سے تو نا آشنا ہے (الا ما شاء اللہ) مگر موجودہ زمانہ کے نئے علوم و فنون سے قدرے بہرہ ور ہے۔ یہ دونوں طبقے اپنے اپنے طور پر تبلیغ اسلام کر رہا ہے۔ اور جسکو جو آسان اور سریع الاثر ذریعہ مل جاتا ہے۔ اُس سے اپنا کام چلا رہا ہے۔ مگر دونوں کے انداز باہم متفاوت اور متغائر ہیں۔ علمائے اسلام کے اصول کچھ اور ہیں جو قدامت اور سادگی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور نئے مبلغین کے اصول کچھ اور ہیں جو جدت اور مذاق زمانہ کے اثر سے متاثر ہیں علمائے اسلام کے اصول اولیہ یہ ہیں۔

(۱) اشاعت اسلام میں سب سے پہلے اسکی ضرورت ہے کہ مبلغ خود اپنے مذہب کا نمونہ ہو۔ اور جس طرح وہ زبان قال سے اپنے مذہب کی اشاعت کرتا ہے۔ اُسی طرح اُس کے حرکات و سکنات اُس کے اخلاق و عادات۔ اُسکی تہذیب و معاشرت سب اسلام کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہوں۔

(۲) اسلام نے مذہب کے جو اصول بتائے ہیں اُن کو مطاعن مبطلین کی پرواہ کئے بغیر حکیمانہ طریق سے عالم کے سامنے پیش کر دینا چاہیئے۔ کسی قوم اور کسی زمانہ کے خود ساختہ اصول سے وہ موافق ہوں یا ناموافق۔ کیونکہ بانی مذہب (خدائے تعالیٰ) کا تمام ماکان و مایکون سے مطلع ہونا ہر عہد میں اُس مذہب کی صداقت کی ضمانت ہے۔

(۳) موثر بالخاصہ ادویہ کی طرح مذہب کی تمام جزئیات و فروع کی لمیات کا سمجھ میں آجانا ضرور نہیں ہے مگر اُس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(۴) جس طرح عقائد کی اصلاح ضروری ہے۔ اُسی طرح اعمال کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ اور تجربۃً اعمال کی مزاولت کو عقاید و خیالات کے مضبوط کرنے میں بھی بہت زیادہ دخل ہے۔

(۵) اسلام کے جزوی اور فروعی مسائل بھی چونکہ ویسے ہی کامل و مکمل ہیں جیسے اُسکے عقائد اور اصولی مسائل۔ اس بنا پر آج جو نیا مسئلہ درپیش ہوگا وہ اُنہی اصول سابقہ پر متفرع ہوگا۔

(۶) اسلام کا اصلی مقصد اصلاح معاد اور تزکیہ روح ہے۔ مادی کمالات زائد از زائد معدات اور وسائل ہیں۔

(۷) قران و حدیث کی جو مراد احادیث اور آثار صحابہ سے ثابت ہو وہ بہت ہی صحیح اور قرین قیاس ہے آج اگر اُس کے خلاف کوئی معنی بیان کئے جائیں گے تو اُسکی صحت کی کوئی سند نہیں ہے۔

(۸) اسلام کی مذہبی زبان کی حفاظت تمام زبانوں سے مقدم ہے اسواسطے اُسکی بقا و ترویج کے تمام ممکن ذرائع کا حاصل کرنا لازمی ہے۔

(۹) جس طرح آج اسلام کے سامنے دنیا کے مختلف ترقی یافتہ اقوام ہیں اُسی طرح صدر اول میں بھی اُسوقت کے مختلف اقوام عالم اسلام کے مقابل تھے پس جس انداز سے صدر اول نے اسلام کو اُن اقوام کے سامنے پیش کیا۔ اُسی طرح بلکہ صرف اسی طرح سے آج بھی پیش کر کے ہم فریضۂ تبلیغ سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔

یہ اور اس قسم کے بھتیرے بنیادی اصول علمائے اسلام کے ایسے ہیں کہ جن کے تجزیہ و تحلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت اسلام میں اسکا خیال کرنا بہت ضرور ہے کہ جادۂ شریعت سے ایک انچ قدم باہر نہ نکلے۔ اِسکے مقابلہ میں نئے مبلغین کے اصول کو بھی دیکھ لینا چاہیئے۔

(۱) اُن کا پہلا اصل یہ ہے کہ مذہب اسلام چونکہ انسان کیلئے آیا ہے اسواسطے اُسکو عقل انسانی کے بالکل مطابق ہونا چاہیئے۔ اور جس حکم کی لم سمجھ میں نہ آئے اُسکا مکلف بنانا تکلیف مالا یطاق ہے۔

(۲) اسلام چونکہ دینی و دنیاوی دونوں قسم کی ترقی کا راہبر ہے اسواسطے موجودہ تمدن (جو معراج کمال پر پہونچنے کے مدعی ہیں) کے اصول کے خلاف اسلام کا کوئی مسئلہ نہیں ہوسکتا۔

(۳) مذہب میں چونکہ عقیدہ اصل ملت ہے اسواسطے اُسکی درستگی ضروری ہے۔ اور اُسی پر نجات کا انحصار ہے اعمال کے ہر جزئی پر کاربند ہونا ہر شخص کو ضرور نہیں اور نہ اسپر نجات منحصر ہے

(۴) اشاعت اسلام کے لئے زمانہ حال کے علوم وفنون کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

(۵) مسائل اسلام کو موجودہ سائنس وفلسفہ سے تطبیق دینا ضروری ہے۔

(۶) جو مسئلہ چاہے اصولی ہو یا فروعی اگر ہمارے عقل کے مخالف نظر آیگا۔ اُس پر کاربند ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ وہ مسئلہ اسلام کا مسئلہ ہی نہیں ہوسکتا۔

اس قسم کے اصول ہمارے نئے تعلیم یافتہ اخوان کے ہیں جنکو ہم آیندہ مضمون میں اصول جدیدہ اور علمائے اسلام کے اصول کو اصول قدیمہ سے تعبیر کرتے ہوئے بحث کریں گے۔

—— لہا بقیۃ ——

احقر العباد نور الہدیٰ قیس دربھنگوی عفا اللہ عنہ

متعلم دار العلوم دیوبند

کیا اسلام ترقی کا مخالف ہے؟

دیکھو رسالہ القاسم نمبر ۵ جلد چہارم

ممکن بلکہ نہایت آسان تھا کہ جسطرح بعض منطقیین کی سہل پسند طبیعتوں نے وحدت نسبت کا جامع لفظ اختیار کرکے تناقض کی وحدات ثمانیہ کے لئے دریا بکوزہ کا مصداق بنا دیا ہے اسیطرح ان سوالات کے لئے وسیع لفظ اختیار کرکے ان کے اعداد میں کمی کر دی جاتی لیکن ظاہر ہے کہ سوالات میں اجمال ایک طرف تو جواب کے اجمال کا اچھا خاصہ ذریعہ تھا دوسری طرف سہل پسند طبائع اُس سے زیادہ فائدہ نہ اُٹھا سکتیں اسلئے ضرورت ہے کہ ہر ایک سوال کو اپنے اپنے موقع پر رہنے دیا جاوے۔

(۱) اہل علم کیلئے نہ یہ امر لائق انکار ہے نہ قابل تامل کہ اصلی موضوع لہٗ اگرچہ کسی وجہ سے چھوڑ کر لفظ کو کسی دوسرے معنی میں استعمال کیوں نہ کرلیا جاوے تاہم دونوں معنی میں تناسب ضروری ہوتا ہے۔ بہادر کو شیر کہنے کے لئے شجاعت سرکش کو فرعون سے تعبیر کرنیکے لئے سرکشی جھوٹے کو مسیلمہ کذاب کا خطاب دینے کے لئے کذب صریح کی شرطیں اسکے موید ہیں۔ بلکہ بسا اوقات باوجود متروک ہونے کے موقع استدلال میں معنی حقیقی کا تناسب ہی مرجح ہوتا ہے اسلئے ہمکو بھی حق ہے کہ ترقی کے لغوی معنی سے اُسکے عرفی معنی کی تعیین کریں۔

ترقی کے اصلی معنی اوپر کو آہستہ آہستہ چڑھنے کے ہیں لیکن یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ اوپر چڑھنے والا اگرچہ سطح زمین سے میلوں دور ہو جاوے مگر اوپر پہونچکر بھی وہ شخص وہی باقی رہتا ہے جو زمین پر تھا اگر وہ اوپر چڑھکر اپنے امتیازات خاصہ ہی کو گنوا دے تو وہ ترقی نہیں اعدام ہے اس بناپر ہمارا یہ کہنا ہرگز ہرگز قابل تعجب نہوگا کہ کمالات اس طرح حاصل کرنا کہ وہ شخص وہی باقی رہے ترقی کہلائے جانیکے قابل ہے

(۲) ترقی کی دو قسمیں ہیں شخصی اور قومی شخصی ترقی کا نہ تو مسلمانوں میں قحط ہے نہ یہ اس قابل کہ اس کے لئے زمین سے آسمان تک شور مچا کر آسمان صحن قیامت گشت از غوغائے من

کی زندہ تصویر دکھادی جاوے اور اگر بالفرض ہو بھی تو اس سے مسلمانوں کی قوم کا دوسری قوموں سے موازنہ صحیح نہو گا۔ اس لئے کہ دو چیزوں میں موازنہ کیلئے ضرورت ہے کہ کوئی چیز ما بہ الاشتراک بھی ہو۔ وہ موازنہ موازنہ کہلائے جانیکے قابل نہیں جسمیں جانب راجح میں قوم اور جانب مرجوح میں ایک یا چند افراد ہوں۔ اور چونکہ قومی ترقی مطلق ترقی کی ایک قسم ہے اس لئے اُس مطلق پر نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بھی بیجا نہو گا کہ قومی ترقی وہی کہی جاسکتی ہے جسکی قومیت ترقی کے بعد بھی وہی رہے جو پہلے تھی جس طرح کہ چھوٹی چھوٹی نہریں دریا میں گر کر فنا ہو جانیکے بعد ترقی کرنیوالی نہیں کہی جاسکتیں بلکہ اُس زیادتی کو دریا کی ترقی کہا جاویگا۔ اسی طرح اگر کوئی قوم اپنی قومی امتیازات کھو کر اپنے خیال فاسد میں ترقی کر بھی لیوے تو یہ ترقی اُس قوم کی ترقی ہر گز نہیں جسکی نام سے وہ موسوم تھی۔ بلکہ وہ اُس دوسری قوم کی ترقی ہوگی جسکے نام سے وہ موسوم تھی اب دوسرے سوال کا یہ جواب محتاج دلیل نہ رہا کہ ہر ایک قوم کی ترقی وہی ترقی ہو سکتی ہے جس کے افراد ترقی کے بعد اپنی قومیت سے خارج اور دوسری قوم میں داخل نہوتے جاویں اس سوال کے جواب میں ہمکو ضرورت نہیں کہ کتب تواریخ کی ورق گردانی کریں اور ثابت کریں کہ قرون مشہود لہا بالخیر میں ترقی تھی اور ایسی ترقی تھی جس کے لئے مضدت الدہور وما اتین بمثلہ (گذشتہ زمانہ میں اُسکی نظیر موجود نہیں) کسی طرح مبالغہ نہیں کہا جاسکتا۔ اسلئے کہ آج وہ مصلحان قوم جنھوں نے قومی مدوجزر کے مرثیہ کو عابد شب زندہ دار کی تسبیح سے زیادہ ورد زبان کر رکھا ہے انہیں ایام ماضیہ کی اُنہی ترقیوں کا ذکر کر کر کے اُس بخت خفتہ قوم کو بیدار کرنا چاہتے ہیں جو اُس شخص سے کسی طرح کم نہیں جو سانپ کے کاٹنے کے بعد خواب غفلت کے مزے لیکر موت کے منہ میں جانیکے قریب ہو۔

مسجد کے ملا۔ استنجا کے ڈھیلے۔ نماز جنازہ کے امام تو نہایت کامل یقین کے ساتھ یہ کہنے کے واسطے طیار ہیں کہ صرف ترقی ہی نہیں بلکہ جسقدر محاسن اور فضائل قرون مشہود لہا بالخیر میں تھے وہ کسی زمانہ میں پائے گئے نہ اب پائے جاسکتے ہیں مگر ان سے قطع نظر کیجئے ان بیچاروں کی تو کایا ہی پلٹ گئی ان کی بات سننے والے تو بلا مبالغہ اُسی شخص کی طرح پر ہیں جسکا ذکر حضرت شیخ ملا علی قاری رح نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

فی غرائب ما یحکی ان رجلا غریبا رافق	یعنی ایک مسافر فقیر اپنے سفر میں کسی اونٹ والے کے ساتھ

شخصا ملك بعيرا وحمله حملا ثقيلا فقال
له ما حملك هذا وما حملك هذا - قال عدل
منه حب الطعام - وعدل اخر ملئ من
البطحاء ليعتدل النظام - قال الفقير له لو
تركت البطحاء وقسمت الحب في العدلين
متناصفين - لخف حملك - وركبت جملك -
فقال بارك الله فيك - لما صدر من فيك
فاطاعه فيما بيّنه - وركب على وجه عنه -
فساله هل انت بهذا العقل كنت في بلادك
سلطانا فقال لا فقال فوزيرا فاميرا فتاجرا
فرئيسا فصاحب ابل وصاحب خيل وغنم
او زراعة ونحو ذلك فيقول لا فقال
اكنت في بلادك فقيرا على هذا الحال
وحقيرا على هذا المنوال - فقال نعم
فقال انت شوم - ووجهك شوم - ومن
يسمعك ايضا شوم - ونزل عن بعيره -
وامر على تغييره من سوء تدبيره -

ہولیا اُس نے دیکھا کہ اونٹ پر اسقدر بوجھ لدا ہوا ہے کہ وہ چلنے سے عاجز ہے تو اونٹ والے سے پوچھا کہ اس اونٹ کے دونوں طرف آپنے کیا لادا ہے اُس نے کہا کہ ایک طرف تو گیہوں کے بورے لادے ہیں دوسری جانب کنکر بھر دئے ہیں تاکہ دونوں طرف بوجھ برابر ہوجاوے فقیر نے اُس سے کہا کہ اگر آپ کنکر اس پر سے پھینکدیتے اور گیہوں دو حصوں میں تقسیم کر کے آدھی اسطرف آدھی اُسطرف لاددیتے تو آپکے اونٹ کا بوجھ بھی ہلکا ہوجاتا اور آپ خود بھی اُسپر سوار ہوسکتے۔ اونٹ والے نے یہ سنکر اسکی ذکاوت کی تعریف کی اور اُسکے کہنے کیموافق اونٹ کے بوجھ کو نصفا نصف تقسیم کر کے آدہا ادہر اور آدہا اُدہر لاددیا اور خود بھی سوار ہولیا۔ چلتے چلتے راستہ میں فقیر سے پوچھا کہ جب آپ اتنے بڑے عقلمند ہیں تو غالباً کسی جگہ کے بادشاہ ہونگے اُسنے کہا کہ نہیں اونٹ والے نے کہا تو شاید آپ وزیر یا سوداگر یا رئیس ہونگے یا آپکے پاس اونٹ گھوڑی بکریاں کھیت ہونگے اُس نے کہا یہ کچھ بھی نہیں تب اونٹ والے نے اوس سے گھبرا کر کہا کہ تو کیا تو اپنے وطن میں فقیر ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ ہاں اونٹ والے نے جھلا کر کہا کہ تو منحوس اور تیرا چہرہ منحوس اور جو شخص تیری بات مانے وہ بھی منحوس۔ اور اُسی وقت اپنے اونٹ سے اوترا اور پھر بوجھ اسیطرح لادلیا جس طرح کہ پہلے لدا ہوا تھا۔

فی الحقیقت زمانے کی بدلی ہوئی نظروں نے ان کو مجبور کر دیا ہے کہ زبان حال سے یوں کہا کریں۔ ع

اے صنم تو کیا پھرا سارا زمانہ پھر گیا۔

یہ مانا کہ انکا قول قابل اعتماد نہیں ان کی رائے لائق تقلید نہیں مگر اس سے کیونکر قطع نظر کیجا سکتی ہے کہ آج بڑے سے بڑا مقرر جب ترقی کے موضوع پر بحث شروع کرتا ہے تو قرون مشہود لہا بالخیر ہی کی ترقی پتھر سے پانی نکالنے والے لفظوں میں بیان کر کے خود روتا اور دوسروں کو رولاتا ہے۔

اگرچہ قوم کے بعض افراد اں کی زبانوں سے یہ واقعات سنکر کلمۃ حق ارید بہا الباطل (بات سچی ہے مگر نتیجہ برا نکالا جاتا ہے) کہنے لگتے ہیں تاہم اس سے کسی شخص کو انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ ترقی حقیقی ترقی تھی اور ہماری کوششیں اس ترقی سے جسقدر زیادہ قریب ہونگی اسی قدر ہم سچی ترقی کے خواستگار کہلائے جانیکے مستحق ہوں گے۔

وہ زمانہ وہ تھا جسمیں تحسبہم جمیعاً وقلوبہم شتی (تم اُن کو دیکھکر یہ سمجھو گے کہ یہ لوگ آپس میں ایک ہیں اور واقع میں اُن کے دلوں میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے) منافقین کی شان بتائی جاتی تھی آج اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین (مسلمانوں کیلئے نرم کافروں کیلئے سخت) کا خطاب چاہنے والوں کی وہ ناگفتہ بہ حالت ہے کہ کسی قوم کے کسی فرد نے (نظر تعمق کی ضرورت نہیں) اگر سرسری نظر بھی اُن پر ڈالی ہوگی تو معلوم کرلیا ہوگا کہ بڑے سے بڑا دشمن بھی اپنے مخالف کی بربادی کا اسقدر متمنی نہ نکلیگا جسقدر ان میں کا ہر شخص دوسرے کی تباہی کا خواہان ہے جب موجودہ جماعت کے افراد قرون اولی کی منافقین کی شان سے بھی کچھ آگے متجاوز ہوں تو بجز اسکے کہ واے بر ما واے بر ما دو بار ما کہا جاوے اور کیا کہا جاسکتا ہے مختصر یہ ہے کہ اسمیں انکار کی کوئی گنجایش ہی نہیں کہ قرون مشہود لہا بالخیر کی ترقی بے نظیر ترقی تھی اور ہماری ترقی اسی کے مشابہ ہونی چاہیئے۔

(۳) یہ سوال بے شک اہم اور اس قابل ہے کہ اس پر پورے غور سے کام لیا جاوے کیونکہ مرض چھوٹا ہو یا بڑا اگر اوسمیں کوئی دشوار چیز ہے تو وہ اسباب کی تشخیص ہی ہے۔ جب مرض کے صحیح اسباب معلوم ہو جاویں۔ تو اُنکا ازالہ نسبتاً دشوار نہیں ہوتا ایک ماہر ڈاکٹر اور ایک حاذق طبیب کا پہلا فرض یہ ہوتا ہے کہ اصل مرض کے ازالہ کی تدبیریں کرنے سے پہلے مرض کے اسباب کا پتہ لگاوے جب تک کہ مرض کے اسباب معین کرکے اُن کے ازالہ کی تدبیر نکریگا اگرچہ مرض کے معالجہ میں اپنی پوری طاقت کیوں نہ صرف کردے مگر مبصر نظریں اسکو خرط قتاد سے کم نہ دیکھینگی۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ جس طرح بہت سی نظریں ترقی کی اصلی صورت دیکھنے سے محروم ہیں اُسی طرح بہت سی فکریں اُسکے اسباب معلوم کرنے میں قاصر ہیں۔ ممکن ہے کہ سطحی نظر یا بادی الرائے میں ایک یا چند اسباب معین کرلئے گئے ہوں لیکن جس طرح کہ اسباب مرض کا

تشخیص میں نہ آنا مرض کے معالجہ میں صعوبتیں پیدا کر دیتا ہے اُس سے بہت زیادہ غلط اسباب کا متعین کرنا معالجہ کو دشوار گذار کر دیتا ہے اس سوال کے جواب میں چند امور کا لحاظ ضروری ہے
(الف) جو اسباب ہماری طرف سے پیش کئے جاتے ہیں وہ ترقی کے اسباب بن سکتے ہیں یا نہیں -
(ب) ان اسباب پر زیادتی ممکن ہے یا نہیں -
(ج) آج جن اسباب کو اسباب ترقی کہا جاتا ہے وہ ترقی کے اسباب ہونیکے قابل ہیں یا نہیں -
اگر کسی طرز سے یہ امور طے ہو جائیں تو غالباً کسی سلیم عقل رکھنے والے شخص کو اس میں ذرہ بھر تامل نہو گا کہ ترقی کے حصوں کی کوششوں سے قبل ان اسباب کا حاصل کرنا ضروری ہے -

(باقی آیندہ)

اعزاز علی بریلوی مدرس دارالعلوم دیوبند

عطیہ معاونین خاص

۱	عالیجناب چودھری محمد لیاقت حسین خانصاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ مینڈھو ضلع علیگڈھ برائے القاسم	صہ
۲	عالیجناب مولوی سید محمد صاحب مہاجر مدنی 〃	صہ
۳	〃 〃 〃 برائے الرشید	صہ
۴	عالیجناب سید برہان الدین صاحب گلبرگہ شریف حیدرآباد دکن برائے القاسم	صہ

قواعد وضوابط رسالہ القاسم

۱- یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے اور کسی ماہ کا رسالہ بتیس ۳۲ صفحے سے کم نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض مرتبہ بضرورت کثرت مضامین اس سے بڑہجاتا ہے۔

۲- یہ رسالہ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر طبع ہوتا ہے اور عام قیمت سالانہ مع محصول دو روپیہ آٹھ آنہ عمر پیشگی لیجاتی ہے۔ ممالک غیر سے صرف اُسی قدر زیادہ لیا جائیگا جسقدر وہاں کا محصول بہ نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے۔

۳- جو حضرات بطور اعانت وامداد اس رسالہ کی قیمت سالانہ پانچروپیہ یا اس سے زیادہ مرحمت فرمائینگے وہ رسالہ کے معاونین خاص میں شمار ہونگے۔ اور ایسے حضرات کی فہرست القاسم میں شائع ہوتی رہیگی۔

۴- سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے جملہ حضرات کی خدمت میں شروع سال کا (یا خریدار کا جب سال شروع ہو اُسکا) پہلا پرچہ ویلو بھیجا جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو اضافہ کرکے ۲؍۹ کا ویلو روانہ ہوگا۔

۵- یہ رسالہ ہرگز کبھی کسی صاحب کی خدمت میں بلا طلب و تحریک ویلو نہیں روانہ کیا جاتا بعض حضرات خود طلب فرماتے ہیں اور بعض حضرت اپنے اعتماد پر دوسروں کی خدمت میں ویلو بھیجنے کی فرمایش کرتے ہیں۔

۶- شعبان ۱۳۳۱ھ مطابق جولائی ۱۹۱۳ء سے اس رسالہ کا چوتھا سال شروع ہوا ہے۔ پہلے تین سالوں کی مکمل جلدیں موجود ہیں۔ قیمت ہر جلد کی ۲؍۹ مع محصولڈاک ہے۔

۷- نمونہ اور اشتہار میں جن حضرات کے نام نامی شائع کئے گئے ہیں انکے علاوہ دیگر حضرات اہل علم کے مضامین بھی درج رسالہ کئے جائینگے جو اصول اسلام اور مقاصد رسالہ کے خلاف نہوں۔

۸- القاسم کے متعلق جملہ تحریرات و ترسیل زر بنام حضرت مدیر یا بنام خاکسار ہونی چاہئے۔

المشتهر

خاکسار سراج احمد عفی عنہ معتمد المدیر "رسالہ القاسم" دفتر القاسم مدرسہ اسلامیہ دیوبند (ضلع سہارنپور)

(رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ

مع محصول

علمی - مذہبی - اخلاقی - ادبی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۸ | بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ | جلد ۴

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی دیوبند میں اپنے اہتمام سے چھاپا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۳۲ھ

(مطابق ماہ فروری سنہ ۱۹۱۴ء)

جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

اور

حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ دیوبند

کی

سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بابرکت

اور

قابلِ فخر ہدیہ سلطانی

تمام مسلمان اس مسرت انگیز خبر کو سُنکر بہت مسرور ہونگے کہ حضرت سُلطان المعظم نے جہاں ہندوستان کے مشہور مساجد دہلی و لاہور وغیرہ میں قالین عطا فرمائے ہیں مسلمانوں کی مذہبی دار العلوم کیلئے بھی نہایت متبرک اور موجب فخر و عزّت گرانقدر ہدیہ عطا فرمایا ہی - اکثر حضرات کو معلوم ہی کہ سلطانی خزانہ میں تبرکات کے اندر خرقہ مبارک حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی محفوظ ہے جسکی زیارت حضرت سلطان المعظم بنفس نفیس معہ اعیان سلطنت ۱۵ رمضان المبارک کو کرتے ہیں - زیارت کے وقت خرقہ مبارک پر ایک نہایت باریک رومال ڈالدیا ہے جسکے اندر سے خرقہ مبارک صاف نظر آتا ہے اس رومال کو بوسہ دیا جاتا ہے اِس پر درمیان میں نور الہدی نلنا بہ تکریما ۔ صلوا علیہ وسلموا تسلیما لکھا ہوا ہوتا ہے - اور چاروں گوشوں پر ایک مصرعہ ترکی میں - یہ رومال اس وجہ سے کہ خرقہ مبارک کو مس کئے ہوتا ہے جسقدر متبرک اور قابل زیارت، و موجب فخر ہے ظاہر ہے -

ہز اکسلنسی خلیل خالد بے قنصل جنرل ترکی مقیم بمبئی نے اوّل جامع مسجد دہلی میں بیوم جمعہ قالین بچھایا - اور اسکے بعد یوم دوشنبہ ۶ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ گیارہ بجے دن کی گاڑی سے دیوبند تشریف لائے - مدرسہ کو ملاحظہ فرماکر اُسکی اسلامی خدمات کا وقیع الفاظ میں اعتراف فرمایا - اور منجانب حضرت سلطان المعظم ہدیہ سنیّہ عطا فرماکر اُسی روز تین بجے دن کی گاڑی سے دہلی واپس تشریف لیگئے -

خدام دار العلوم حضرت سلطان المعظم کے مراحم خُسروانہ پر نہایت مسرور اور دل سے شکر گذار ہیں کہ ایسے متبرک ہدیہ سے اُنکی عزّت افزائی کیگئی - وَالحمدُ للہ علیٰ ذٰلک حمداً کثیراً طیباً مُبارکاً -

حبیب الرحمٰن مددگار مہتمم دار العلوم دیوبند

القاسم اور الرشید کا تعلق دار العلوم دیوبند سے

(چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار)

ہمارے ناظرین کرام چار سال سے القاسم کے مطالعہ اور اُسکی بیش قیمت نادر معلومات سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ علمی حیثیت سے اور مضامین حقہ غیر مخلوط بالباطل کے اعتبار سے جو قدر و منزلت عظمت و رفعت ہر دلعزیزی اور عام پسندیدگی القاسم کو حاصل ہوئی ہے اور مسلمانوں کا ہر طبقہ (خواہ علمائے مذہب ہوں یا ماہران علوم جدیدہ یا سیدھے سادے مسلمان) جس عزت سے اُسکو دیکھتا ہے وہ بحمدہٖ تعالیٰ ابتک ہندوستان میں کسی مذہبی رسالہ کو حاصل نہیں ہوئی۔

القاسم کی مقبولیت کیلئے یہ بات کچھ کم نہیں ہے کہ اُسمیں جو بات درج ہوئی بحمد اللہ کسوٹی پر کسی ہوئی تھی ہر مذاق کے شخص نے اُس سے علمی تاریخی ادبی فوائد حاصل کئے لیکن آجتک ایک مضمون پر بھی خدا کے فضل سے کسی اعتبار سے کوئی نکتہ چینی نہیں ہوئی۔ یہ امر بیشک تسلیم ہے کہ مطبع کی دقتوں کی وجہ سے القاسم کے بروقت اشاعت میں بے ترتیبی اور تاخیر ہوئی ہے اور اسوجہ سے شائقان مضامین حقہ کو کلفت و زحمت برداشت کرنی پڑی لیکن ہمکو اس اعتراف کے ساتھ اس امر واقعی کے اظہار میں بھی کوئی تامل نہیں ہے کہ مولانا حبیب الرحمن صاحب مدیر القاسم یک انار و صد بیمار کے مصداق ہیں دار العلوم کے فرائض کی انجام دہی ایک ایسے وسیع پیمانہ پر آپکی ذات سے وابستہ ہے کہ اگر اُسکی تفصیل ان اوراق میں شائع کیجائے تو بالیقین ناظرین کو حیرت ہوگی کہ ایک شخص اسقدر شعبوں کی نگرانی میں کیونکر کامیاب ہوتا ہے اور جب یہ معلوم ہوگا کہ ان خدمات کے ساتھ مرض ممتد سلسلہ بھی ہمت شکن ہے تو بالضرور حیرت پر حیرت ہوگی میں نے کوئی آدمی اسقدر مختلف نوع کے کام کرنیوالا نہیں دیکھا۔ الحاصل القاسم کی نگرانی کے لئے آپکو بہت ہی کم وقت مل سکتا ہے اور اسی لئے ہمیشہ یہ کام معتمد المدیر کے سپرد رہا ہے۔ چار سال کے اندر اس انتظام میں چند بار تغیر و تبدل ہوا بالآخر اب بحمد اللہ اُسکی منتظم اشاعت کیلئے کافی انتظام کر دیا گیا ہے اگرچہ بعض مشکلات اب بھی موجود ہیں مگر انشاء اللہ العزیز وہ بہت جلد رفع ہو جانیوالی ہیں۔

ناظرین القاسم میں غالباً زیادہ ایسے حضرات ہیں جنکو یہ معلوم نہیں ہے کہ القاسم کا تعلق دار العلوم کے ساتھ کس قسم کا ہے اسلئے آج میں اُسکی پوری توضیح کر کے اُس آخری فیصلہ کی اطلاع دینا چاہتا ہوں جو اُسکے متعلق طے ہوا ہے القاسم کے اجراء سے ایک جانب اگر مسلمانوں میں مضامین حقہ کو پھیلانا اور اُنکی ہدایت و رشد کا صادق و

روشن طریق جاری کرنا مد نظر تھا تو دوسری طرف دار العلوم کے حالات کی اشاعت بھی مقصود تھی لیکن ابتدائے اجرا کیوقت اُسکے ثمرات کو دار العلوم سے متعلق کرنا مناسب نہ سمجھا گیا تھا حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدیر القاسم نے اُسکے تعلقات کو اپنی ذات سے وابستہ اور متعلق رکھا تھا اور اسمیں یہ امر ملحوظ تھا کہ جسوقت اُسکی اشاعت اس حد تک پہونچ جاے کہ نقصان کا اندیشہ باقی نہ رہے تو اُسکا مالی تعلق بھی دار العلوم کیساتھ مربوط کر دیا جائیگا۔

اس عرصہ میں دار العلوم کے جزوی و کلی حالات القاسم میں شائع ہوتے رہے اور اُسکے ذریعہ سے دار العلوم کو مالی فوائد بھی معقول مقدار میں پہونچے جسکا حال ناظرین القاسم پر مخفی نہیں ہے۔

اب تین سال کے عرصہ میں باوجود تاخیر اشاعت کے اس امر کا تجربہ بخوبی ہو چکا ہے کہ اگر القاسم کا تعلق مالی بھی دار العلوم کے ساتھ مربوط کر دیا جاے تو دار العلوم کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ بحمد اللہ القاسم کی اشاعت اس حد تک پہونچ چکی ہے کہ وہ اپنے مصارف کو خود برداشت کر سکتا ہے اور اب اسمیں جسقدر ترقی ہوگی دار العلوم کو اُس سے دوسری حیثیت سے مالی فوائد پہونچنے کی توقع کامل ہے۔ لہذا شعبان ۱۳۳۱ھ سے یعنی چوتھے سال کی ابتدا سے القاسم کے تمام تعلقات دار العلوم کے ساتھ وابستہ کر دیئے گئے مولانا حبیب الرحمن صاحب مدیر القاسم کو سوائے نگرانی و انتظام اُسکے فوائد سے کسی قسم کا تعلق نہیں رہا۔

القاسم اگر ابتک دینی مضامین حقہ اور مقبولیت عامہ کی وجہ سے اس کا مستحق تھا کہ مسلمان ہاتوں ہاتھ اُسکو لیں اور اُسکی مجلدات کو حرز جاں بنا کر محفوظ رکھیں کوئی گھر اُس سے خالی نہو تو اب یہ دوسری وجہ اُنکی رغبت و شوق کی پیدا ہو گئی ہے۔

یہ بیش بہا جواہر جو دیدہ ریزی اور دماغ سوزی کے بعد سلف کے ذخیرہ تصانیف سے جمع کئے جاتے ہیں اُسکی محنت کا وہ ہی لوگ کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔ جو اس کام کا تجربہ کر چکے ہوں گھر بیٹھے ایسے تھوڑے معاوضہ میں آپکو دستیاب ہو جاتے ہیں جسکی حقیقت اُن مضامین عالیہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

لیکن اب تو القاسم کا خود خریدنا اور اُسکی اشاعت میں دل توڑ کر سعی کرنا دار العلوم کی امداد کا بھی ایک بہت اچھا ذریعہ ہے۔

صدقات واجبہ۔ اگر اپنے اہل قرابت کو اُنکے قرابت کے حقوق کا خیال کر کے دئے جاتے ہیں تو معطی کو دوہرا ثواب ملتا ہے ایک اداے واجب کا ایک اہل قرابت کے ساتھ سلوک اور صلہ رحمی کا ایسے ہی القاسم کی خریداری میں انشاء اللہ تعالی بالیقین دو اجر ہیں ایک ضروریات دین کا ذخیرہ جمع کرکے اہل [illegible] متمتع

ہونا اور طلب علم کا اجر عظیم پانا۔ اور دوسرے اپنے اس روپیہ سے دار العلوم کی امداد کرکے ہم خرما و ہم ثواب ہونا۔

اخبارات ورسائل کی کثرت وشیوع کا زمانہ ہے جس طرح ہمارے تمدن اور معاشرت میں اور بہت سی چیزیں داخل ہوگئی ہیں ایسے ہی مطالعہ اخبار ورسائل بھی ہمارے تمدن کا جزو لاینفک بنگیا ہے کسی طبقہ اور درجہ کا کوئی شخص ہو اس سے خالی نہیں۔ خود خریدتا ہے اور خود نہیں خرید سکتا تو دوسروں سے لیکر دیکھتا ہے پھر یہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ طبیعت کی معمولی مذاق کے نذر ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا مسلمانوں کا فرض نہیں ہے کہ اپنی مذہبی معلومات وسیع کرنے اپنے مکانات میں شمع ہدایت روشن کرنے کیلئے القاسم کو منگائیں جو ایک طرف انکی مذاق طبیعت کو پورا کرنیکے لئے کافی ہے تو دوسری جانب ایک ہادی اور مبلغ کا رتبہ رکھتا ہے اور اور پھر جب اسکے ساتھ یہ بھی ملحوظ ہے کہ یہ چند درہم جو مسلمان اسکے معاوضہ میں ادا کرتے ہیں مسلمانوں کے ایک واحد مذہبی مرکز کے استحکام میں صرف ہوگا تو انکو ہمہ تن ادھر متوجہ ہو کر اسکی تحصیل اور توسیع اشاعت میں ہمیشہ از بیش سعی اور توجہ کرنی چاہیئے۔

یہ امر بھی ظاہر کردینا ضروری ہے کہ القاسم کے مصارف سے پس انداز منافع جو دار العلوم کو حاصل ہونگے وہ کس موقع پر صرف کئے جاوینگے۔

دار العلوم میں درجہ تکمیل کا قیام تجویز ہو چکا ہے اور درجہ تکمیل میں فارغ التحصیل علما کو خاص خاص علوم وفنون میں مہارت وکمال پیدا کرنیکا موقع دیا جاویگا اور مناظر ومبلغ تیار کئے جاوینگے پس ایسی حالت میں درجہ تکمیل کی اہمیت کو خیال کرکے ناظرین القاسم کی اہمیت اور اسکی طرف توجہ کا اندازہ خود کر سکتے ہیں۔

القاسم کی اشاعت اس حد تک پہونچی ہے کہ اگر خریداران القاسم تھوڑی سی ہمت کریں اور تمام حضرات بحساب اوسط پانچ خریدار تجویز کردیں تو اسی سال اسکی اشاعت اسقدر ہو جائیگی کہ اس کے منافع سے درجہ تکمیل اپنے ابتدائی مصارف سے سبکدوش ہو سکے اور ہمکو القاسم کا حجم اور اسکے نظام کو وسیع ومستحکم کرنیکا بھی عمدہ موقع ملیگا ہم امید کرتے ہیں کہ ناظرین اس مضمون کو سرسری طور پر نہ دیکھینگے۔

الرشید کے اجراء کا اعلان ہو چکا ہے مشتاقان دیدار الرشید کی معقول مقدار میں درخواستیں آچکی ہیں بعض خاص موانع سے ابتک جاری نہیں ہوا مگر انشاء اللہ تعالی جمادی الاولی ۳۲ھ میں ناظرین کو اپنے جمال سے محظوظ اور مسرور کریگا۔

الرشید ابتدا سے دار العلوم کے ساتھ متعلق ہوگا اسکے مادی اور مالی فوائد سب دار العلوم کیلئے ہونگے کسی شخص کی ذاتی منفعت کا اسمیں لگاؤ نہیں ہوگا مولانا حبیب الرحمن صاحب مدیر القاسم والرشید

کو بھی ان دونوں سے انتفاع ذاتی کا کوئی علاقہ نہیں ہے اس خدمت کے سوا کہ خدا تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرماکر ذخیرۂ آخرت بنا دے۔

جملہ مسلمانوں کو اور بالخصوص منسلکان سلسلۂ قطب ارشاد حامی سنن ماحی بدعت و فساد مرکز دائرہ ولایت سر چشمۂ رشد و ہدایت خاتم فقہاء و محدثین قدوۃ علماء راسخین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کو چاہیئے کہ اشاعت نمبر اوّل سے پہلے ہی بطور مسابقت الی الخیر اپنا نام فہرست خریداران الرشید میں درج کرادیں کیونکہ یہ خیر محض ہے اسمیں کوئی شائبہ اور لوث دنیا کا نہیں ہے ذخیرہ ہدایت و ارشاد کا حاصل کرنا دار العلوم کی اعانت و امداد میں حصہ لینا اور حضرت مولانا قدس اللہ سرہ کے ساتھ ربط کو تازہ اور مستحکم رکھنا ہے یہ بھی اس رسالہ کے ثمرات ہیں کیونکہ یہ رسالہ حضرت ممدوح ہی کے نام نامی سے موسوم کیا گیا ہے اور آپ کی ایک قابل قدر یادگار رہے۔

الرشید کی حالت اگرچہ ابھی ایسی نہیں ہو کہ دار العلوم کو اسکے پس انداز سے مالی فوائد پہونچ سکیں لیکن مسلمانوں کی توجہ سے بہت جلد وہ انشاء اللہ تعالیٰ اس قابل ہو جائیگا اور جب اس سے کچھ پس انداز ہونے لگیگا تو اسکے منافع بھی درجۂ تکمیل دار العلوم کے استحکام میں صرف ہونگے۔ واللہ الہادی والموفق۔

خاکسار سراج احمد رشیدی عفی عنہ

معتمد المدیر القاسم و الرشید دار العلوم دیوبند

باب دوم

بعض جزئیات انقلاب مع اصلاح

(اصلاح معاملہ متعلق نکاح)

مثل عبادات مقصودہ کے امر نکاح میں بھی مختلف کوتاہیوں کا وقوع شائع ہے اسلئے مختصراً اُن پر بھی متنبہ کرنا ضروری ہے وھی ھذہٖ۔

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ باوجود بالکل ضرورت نہ ہونے کے بلکہ باوجود از کار رفتہ ہولنے کے محض خاندانی یا عرفی رسم سمجھکر اپنی خدمت کی مصلحت سے جوان عورت یا لڑکی سے نکاح کرتے ہیں

ع۵ اس عنوان کی توجیہ القاسم نمبر ۱ جلد ۳ بابت جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ صفحہ ۹ کے ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہوگی ۱۲ منہ

اور اپنے ناکارہ ہونے کو منکوحہ و اولیاء منکوحہ سے چھپاتے ہیں تو یہ لوگ اپنی وہمی مصلحت کے سبب دوسرے آدمی کو یقینی مفسدہ میں مبتلا کرتے ہیں نتیجہ اس کا دو امر ہوتے ہیں اگر وہ عورت عفیفہ یا متعففہ ہوئی تب تو تمام عمر کیلئے قید شدید میں مبتلا ہوئی اور اگر اس صفت سے معرا ہوئی تو بدکاری میں مبتلا ہوئی اور دونوں حالتوں میں زوجین میں ناگوار رنجش و نا اتفاقی امر مشترک ہے اور دوسری صورت میں دونوں کی بے آبروئی بلکہ دونوں کے خاندان کی بھی ساتھ ساتھ رسوائی ہے۔ بعضے لوگ یہ اندھیر کرتے ہیں کہ باوجود شہرت اس امر کے پھر اپنی لڑکی ایسے شخص سے بیاہ دیتے ہیں جسکا سبب اکثر مال و زر کی طمع و حرص ہوتی ہے جسکی انکو اپنے لئے توقع ہے یا پہلے ہی لے لیتے ہیں اور ان سے بھی زیادہ وہ عقل کے دشمن ہیں جو خود بھی منتفع نہیں ہوتے صرف اولاد کی احمقانہ خیر خواہی اسکا باعث ہوتی ہے یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ خیر فراغت سے کھاوے پہنے گی تو۔ اِن سادہ لوحوں کو یہ خبر نہیں کہ نکاح کی غایت ایا کھانا پہننا ہے یا مصالح زوجیۃ اگر امر اوّل غایت ہوتی تو چاہیئے تھا کہ جو لوگ کھانے پہنانے کی وسعت رکھتے ہیں یا خود وہ منکوحہ صاحب وسعت ہے تو ایسی جگہ نکاح ہی نہ کیا جایا کرتا حالانکہ مشاہد ہے کہ بنات سلاطین تک اس سے مستغنی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نکاح سے مقصود دوسرے ہی مصالح ہیں اور وہ بدون موافقت کے تمام نہیں ہوتے اور موافقت حالت مذکورہ میں ہو نہیں سکتی پس وہ مصالح بھی اس حالت میں تمام نہ ہونگے بلکہ بعض مصالح جو کہ مقتضا ہیں طبیعت بشریۃ کے وہ تمام کیا حاصل بھی نہیں ہوتے اسلئے نکاح میں اس امر کی رعایت سخت ضروری ہے تاکہ زندگی تلخ نہ ہو پھر مرد کو اگر عورت سے ناگواری پیش آوے تو وہ طلاق دیکر استخلاص پر قادر ہے یا بدون طلاق کے دوسری عورت سے نکاح کر کے اُس ناگواری کی تلافی کر سکتا ہے مگر عورت بیچاری کیا کرے بجز اس کے کہ عمر بھر سوختہ و افروختہ رہا کرے۔ اور تفریق قاضی کا سامان ہر جگہ میسر نہیں ہو سکتا اور بعض عورتیں اس اظہار کو خلاف غیرت سمجھتی ہیں۔ بعض جگہ ایسے مواقع میں عورت کو تپ دق لگ گئی ہے۔ اور گھل گھلکر خاتمہ ہو گیا ہے کیا یہ ظلم نہیں خواہ شوہر ایسا کرے یا اولیاء منکوحہ ایسا کریں۔

اور اسی کے قریب ہے عمر کی تناسب کا خیال نہ کرنا جبکہ لڑکی بے زبان یعنی کنواری یا مثل کنواری کے غیر ذی رائے ہو جیسا بعضے لوگ ساٹھ ساٹھ برس کے بڈھوں سے تیرہ تیرہ برس کی لڑکیوں کو بیاہ دیتے ہیں یہاں بھی وہی مفاسد مرتب ہوتے ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اور اس سے ایک مفسدہ

زیادہ وہ یہ کہ اکثر بڈھا پہلے مرجاتا ہے اور وہ مظلومہ اکثر بوجہ عرفاً عار ہونے کے جیسا بہت قوموں میں ابتک یہ جہالت موجود ہے۔ بیوہ بیٹھی رہتی ہے۔ علاوہ مفاسد مذکورہ کے بعض اوقات یہ غریب کھانے پہننے سے محتاج ہوجاتی ہے اگر شرافت عرفیہ لیئے ہوئے ہے کسی کی مزدوری نہیں کرسکتی اور اگر مزدوری گوارا کی دوسروں کے گھر جانا بلکہ بعض اوقات رہنا پڑتا ہے چونکہ اسکا کوئی سرپرست نہیں ہوتا بدنفس لوگ اُس بیچارے کے درپے ہوتے ہیں اور کبھی ترغیب سے کبھی ترہیب سے کبھی کسی حیلہ سے خاصکر جب اس میں بھی کوئی نفسانی تقاضا ہو اُسکی آبرو اور دین خراب کردیتے ہیں۔ رہی مصلحت خدمت تو وہ دوسرے طریقہ سے بھی حاصل ہوسکتی ہے اور اگر نکاح ہی پر موقوف ہے تو ایسی عورت سے نکاح کرے جو خود مختار ہو اور وہ اپنے لیئے پورے طور سے رائے قائم کرسکے اور اُس سے اسکی حالت اور مصلحت پوشیدہ بھی نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ اُس کی حالت سے بوجہ زیادت سن وغیرہ یہ بھی غالب گمان ہو کہ اس میں تقاضا نفسانی نہیں رہا تو اس طرح سے کوئی مفسدہ مظنون نہ ہوگا ہاں یہ ممکن بلکہ غالب ہے کہ ایسی عورت ہم کفو کم ملیگی تو خدمت کیلئے کفو کی ضرورت ہی کیا ہے اسکا زیادہ لحاظ توالد و تناسل میں کیا جاتا ہے کہ اگر اولاد غیر کفو سے ہوئی اہل برادری عرفاً اُس کو اپنے برابر نہیں سمجھینگے اور اُنکے ازدواج وغیرہ میں تنگی ہوگی تو جب یہ مرد از کار رفتہ فرض کیا گیا ہے تو توالد و تناسل کی نوبت ہی کہاں آویگی جسکے لیئے غیر کفو ہونا نامناسب ہے۔ ایک کوتاہی اس کا مقابل ایک امر ہے وہ یہ کہ منکوحہ کسی وجہ سے ایسی ہو کہ غالب ظن میں مرد اُسکو پسند نہ کریگا اور اولیائے منکوحہ نے دھوکہ دیکر کسی سے نکاح کردیا مثلاً اُس کو کوئی ایسا مرض ہے جو ہم بستری سے مانع ہے کہیں کہیں ایسا مشاہدہ ہوا ہے کہ عورت رتقاء یا قرناء ہے۔ ایک جگہ مجنونہ کا نکاح ایک اندھے سے کردیا تھا اُس نے شوہر کے کاٹ لیا وہ بھاگا اور بے حد رسوائی ہوئی آخر طلاق ہوئی مہر کا جھگڑا پڑا۔

ایک جگہ عورت بالکل بھوری تھی یعنی جلد ایسی سفید تھی جیسے برص کے مرض میں۔

سو کہیں تو مرد صابر شاکر بے نفس ہوتا ہے اور اُسکو سر رکھ لیتا ہے۔ مگر تمام زندگی اسکی بد حلاوت ہوتی ہے اور گو استخلاص بعض کو ممکن ہے مگر طبائع مختلف ہیں بعض اسکو بے مروتی سمجھتے ہیں۔ بعضے وسعت کم رکھتے ہیں اسلیئے وہ اسکا اہتمام نہیں کرتے تو جن لوگوں نے اُسکو دھوکہ دیا ہے اُن پر تو اس تلبیس و ایذا رسانی کا وبال ضرور ہی ہوگا۔ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ آسیب زدہ لڑکی کو

کسی کے سر مڑھ دیا اور وہ جب متوجہ ہوا جن صاحب اسکی طرف متوجہ ہوئے غرض یوں ہی صبر کرکے رہ گیا اور خدمت اسکی جدا اسکے ذمہ رہی زر دادن و درد سر خریدن کی مثل صادق آگئی تو یہ لوگ لڑکی کے لئے شوہر نہیں تجویز کرتے بلکہ اسکے لئے ایک مزدور تلاش کرلیتے ہیں اور خاصکر اگر ان عوارض کے ساتھ بی بی صاحبہ بدزبان و بدمزاج بھی ہوں تب تو اچھی خاصی شوہر کیلئے دوزخ ہے۔

اسی طرح اگر وہ اندھی ہو کانی ہو مبروص ہو مجذوم ہو ان سب کا نتیجہ بُرا ہے اگر مرد بے نفس ہوا تب تو اسکی زندگی ان عنایت فرماؤں کی بدولت برباد ہوئی اور اگر اس سے صبر نہ ہوسکا تو اس نے اس عورت کو تکلیف پہونچانا شروع کی جس سے اس پر ایک مصیبت مرض وغیرہ کی تو پہلے سے تھی ہی دوسری اور بڑھ گئی اور ان دونوں سے یہ ناچاقی متجاوز ہو کر دونوں کے خاندان تک موثر ہوتی ہے اُن میں باہم عداوت ہو جاتی ہے مقدمہ بازی ہوتی ہے کبھی تفریق کی کوشش کی جاتی ہے اور مرد انکار کرتا ہے کبھی مہر کی نالش ہوتی ہے کبھی جھوٹے گواہ معافی کے بنائے جاتے ہیں اور کبھی باوجود معاف کردینے کے جھوٹا حلف معاف نہ کرنے کا گوارا کرلیا جاتا ہے۔ غرض ہزاروں خلجان کھڑے ہو جاتے ہیں اِن سب کی جڑ مرد وعورت کا ناموافق ہونا ہے جس کے اسباب کہیں مرد کے عوارض ہیں کہیں عورت کے۔ چونکہ نکاح بھی ایک معاملہ ہے جس کا تعلق دو نئے آدمیوں سے ہے اسلئے زوجین و اولیاء زوجین کو اس میں نہایت دیانت و صفائی سے کام لینا واجب ہے کہ کسی قسم کا خلجان محتمل نہ رہے جہاں تک اپنا ذہن رسائی کرے ہر بات کو صاف کردے۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

اشرف علی ۔ نصف عشرہ اخیرہ صفر ۱۳۳۲ھ

تصویر

اسلام کو اپنے دوست نما احباب کی بدولت جتنے مصائب جھیلنے پڑے تاریخ شاہد ہے کہ مخالفین سے اُسے اتنی مضرت کا سامنا نہیں ہوا ہمیشہ اسلام نے یہی رونا رویا کہ۔

من از بیگانگاں ہرگز نمی نالم کہ بر جانم بلا ہائے کہ شد نازل ز دستِ دوستاں آمد

مسلمانوں کا مذاق اس درجہ فاسد ہو گیا ہے کہ انہیں دوست و دشمن۔ مصلح و مفسد اچھے اور بُرے میں تمیز نہیں رہی۔ حریت کو انھوں نے قیود مذہب سے آزاد ہونیکا مرادف سمجھ رکھا ہے علم دین سے اسقدر اجنبیت ہو گئی ہے کہ اگر معاذ اللہ آج کوئی خدائی کا دعوی کر بیٹھے تو عجب نہیں کہ بعض اُسے بھی تسلیم کرنے کیلئے طیار ہو جائیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ بدقسمتی سے انہیں ایسے گم کردہ راہ رہنما ملے ہیں جنھیں اپنی گمراہی کی بھی خبر نہیں ہے جو اپنی ہر حرکت و سکون ہر قول و فعل اور ہر ہوائے نفسانی کو اسلام و قرآن کے مطابق کر لینے میں خدا کے خوف سے بے پروا ہو جاتے ہیں۔ جن کے نزدیک احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصص پارینہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں جنکے خیال میں۔ الیوم اکملت لکم دینکم گویا کہ اُسی زمانہ کیلئے مخصوص ہے جسمیں اسکا نزول ہوا تھا اب زمانہ نے انہیں مجبور کیا ہے کہ اس خدائی مذہب کے اصول و فروع پر نظر ثانی کر کے اہل زمانہ کی ضروریات کے مطابق ترمیم و تنسیخ کریں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ والمسلمین منھم آجکل بعض ایسے اخبارات میں جو بظاہر مسلمانوں کی رہنمائی کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہیں۔ جنکی تحریریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوارین کے اقوال و افعال سے بھی زیادہ باوقعت سمجھی جاتی ہیں جو تمام اقوام سے صلح و آشتی پیدا کرنیکے مدعی ہیں۔ جن کے اڈیٹروں کو (گفتہٗ او گفتہ اللہ بود) کی عزت حاصل ہے ایسے ایسے جبہ پوش زندہ دل فارمروں کی تصاویر نظر پڑتی ہے۔ جن کے نام نامی کے ساتھ القاب کی ایک سطر ہوتی ہے اور جو مسلمانوں کی ڈوبتی کشتی کے ناخدا سمجھے جاتے ہیں اُن کی اس جسارت نے دوسرے مسلمانوں کو اس ملعون تجارت پر مستعد بنا دیا کہ انھوں نے اپنے بت شکن نبی علیہ السلام

کی ہدایات صریحہ کے خلاف علانیہ تصویر فروشی شروع کردی۔

کسی گناہ کو گناہ سمجھ کر کیا جائے تو کبھی توبہ بھی نصیب ہوسکتی ہے لیکن گناہ کو طاعت سمجھ کر کرنا بیشک سخت مضر ہے خصوصاً اگر وہ مرتکب معصیت کسی قوم کی رہنمائی کا بھی مدعی ہو تو علاوہ اس کے کہ خود اُس کے لئے سخت ضرر رساں ہو دوسرے لوگوں کے حق میں بھی خطرناک ہے یہ ہی مضمون صراحتاً حدیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم میں موجود ہے۔

من سنّ فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہٖ من غیر ان ینقص من اوزارھم شیئٌ (رواہ مسلم)

جس شخص نے اسلام میں کسی بُرے طریقے کی بنیا درکھی تو اسکی گردن پر اس بُری ایجاد کا گناہ اور اُس شخص کا گناہ جس نے اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا رہیگا بغیر اس کے کہ ان متبعین کے گناہوں میں کوئی تخفیف ہو

اس سے بڑھکر تہور دیکھو کہ چونکہ یہ لوگ بزعم الفاسد اپنے کو اسلامی وکیل سمجھتے ہیں اور اذا رائیت شحًا مطاعًا وھوی متبعا واعجاب کل ذی رای برایہ کی پیشینگوئی پوری ہونی ضروری تھی بنابریں انھوں نے جواز تصویر کو حدیث وقرآن سے ثابت کرنیکی باطل سعی کی جسے دیکھکر سادہ لوح مسلمان بھی تلقی بالقبول سے پیش آنے لگے لہذا ہم اپنے مضمون میں انشاء اللہ تعالےٰ ثابت کرینگے کہ عقلاً و نقلاً تصویر کشی کا کیا حکم ہے وباللہ التوفیق + جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحقیق کی ہے انسان کے خمیر میں فطرۃً دو صفتیں ودیعت رکھی گئی ہیں ملکی اور بہیمی اور انسانی خلقت کا مقصد اصلی یہ اور صرف یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جوہر ملکی کو صفت بہیمی پر غالب رکھے پھران ہر دو صفات کیلئے دو تفریعات علیحدہ علیحدہ ہیں طاعت و معصیت جن سے اُن ہر دو صفات کا پورا پورا اظہار ہوتا ہے یا جو ان کیلئے بمنزلہ ثمرات و نتائج کے ہیں پھران ہر دو صفات میں فی ذاتہا مختلف درجات ہیں تمام طاعات جیسی کہ مساوی نہیں ہیں ایسے ہی تمام معاصی میں بھی باہم تفاوت ہے اور چونکہ ان میں تفاوت ہے اسی واسطے ان پر جو جزا و سزا مرتب ہوتی ہیں۔ یا جو قوانین ان کیلئے وضع کئے جاتے ہیں وہ بھی ایک طرح کے نہیں ہوسکتے مرض جس درجہ کا ہوگا اسی درجہ اُسکا علاج اور اتنا ہی اہتمام اُس کے پرہیز اور حفظ ما تقدم میں کیا جائیگا مرض اگر خفیف ہی ہے تو اُس کے معالجہ کی طرف بھی زیادہ توجہ نہیں کیجائیگی اور نہ چنداں اُسمیں پرہیز کا لحاظ ہوگا اور نہ بہت پہلے سے

اُسکی پیشین بندیاں ہونگی۔ اور اگر مرض سخت اور مُہلک ہے تو اُس کے علاج میں بھی بہت غور و تامل کی ضرورت ہوگی اُسمیں ادویہ بھی بہت موثر اور سریع الاثر استعمال کرائی جائینگی اور پرہیز میں بھی غیر معمولی اہتمام کیا جائیگا خاص خاص موسموں میں بعض مہلک امراض کا ظہور ہوتا ہے اُس کے دفعیہ کیلئے سرتوڑ کوششیں کیجاتی ہیں۔ اور کسی شہر میں اُن کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی بطور حفظ ما تقدم گلی کوچے گندگی و نجاسات سے صاف کرائے جاتے ہیں بہت سی کھٹی میٹھی غذاؤں سے اجتناب کیا جاتا ہے کپڑے اور بدن و مکان مسکونہ کی صفائی کا زیادہ انتظام کیا جاتا ہے بڑے بڑے سول سرجن مکانات کی ہواؤں اور کنوؤں کے پانی کو طبی تدابیر سے صاف کرتے ہیں اور اگر کسی جگہ ملیریا کا دورہ کا سراغ بھی ملجاتا ہے، تو پہلے ہی سے لوگوں کو اُس سے بچانے کیلئے ہر ایک ممکن صورت عمل میں لاتے ہیں غرضکہ اُس کے آنے سے پیشتر ہی حفظ ما تقدم کے طور پر ہر ممکن سے ممکن تدبیر اُس سے مخلص حاصل کرنے کیلئے کیجاتی ہے۔ علیٰ ھذا القیاس نافرمانی (جرم) کے بھی متفاوت درجات اور متغایر سزائیں اور مختلف قوانین ہیں ایک چھوٹے سے جرم (مثلاً شاہراہ عام پر پیشاب کر دینا) پر اکثر چشم پوشی اُس کے بعد دو چار آنہ جرمانہ یا کوئی اور ہلکی سی سزا دیجاتی ہیں تعزیرات ہند کیمطابق اس کیلئے دفعہ چونتیس ۳۴ مقرر ہے اس کے مقابلہ میں ایک جرم بغاوت ہے جسے دوسرے لفظوں میں راس الخطئیات کہہ سکتے ہیں تعزیرات میں جب تم سڈیشن کی دفعات پڑھوگے تو تمکو ظاہر ہوگا کہ اسکی سزا حبس دوام بعبور دریائے شور یا ہمیشہ کیلئے دنیا کو اس مجرم ہستی سے خالی کرادینا ہے اب دیکھو کہ اس کے لئے سزا بھی ایسی ہی سخت مقرر کیگئی ہے جتنا کہ یہ جرم سنگین تھا۔ ایسے ہی ہر معصیت کے مبادی و اسباب باعتبار اپنی اصل کے قابل اہتمام یا غیر قابل اہتمام ہیں ایک چھوٹا جرم جس سے فی حد ذاتہ کبھی چشم پوشی بھی کیجاتی ہو اس قابل نہیں کہ اُس کے مبادی کو بھی کچھ زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھا جائے ہاں ایک سنگین جرم جسکی سزا بھی بہت عبرتناک ہو اور قانون بھی جسکے لئے نہایت سخت مقرر ہو اُسکی ذاتی فخامت کی وجہ سے اُسکے دواعی و اسباب کیلئے بھی کوئی ایسی بیخکن تدبیر عمل میں لائی جائیگی جس سے آیندہ کیلئے اسکا تخم سوخت ہو جائے گورنمنٹ کا طرز عمل اس کیلئے واضح مثال ہے۔ جیسا کہ گورنمنٹ کے نزدیک بغاوت کی برابر اور کوئی جرم سنگین نہیں ہے حتیٰ کہ اُس کے دواعی یا مبادی بعیدہ بھی اور بڑے بڑے جرموں سے زیادہ وقیع سمجھے جاتے ہیں کسی شخص کی

بابت گورنمنٹ کو یقینی علم ہوتا ہے کہ یہ بلاناغہ چوریاں کرتا ہے مگر ایسا نہیں کرتی کہ بغیر کوئی حجت قایم کئے اُسے محض چوری کے وہم پر سزا دیدے تاوقتیکہ نقب پر سے نہ گرفتار کیا جائے یا اُسکا چوری کرنا باوثوق تحقیقات سے ثابت نہ ہو چکا ہو بخلاف بغاوت کے کہ ذرا سے شبہ پر مجرم کو توپ سے اڑادینے کے قابل سمجھا جاتا ہے قرائن بعیدہ کو شمع راہ بنا کر اُس کے اقارب واحباب اور مشیران تک کو بھی گرفتار کرلینا سیاسی مصلحت ہوتی ہے جس راستہ کو یہ شخص نکلجاتا ہے اُس طرف کے رہنے والے لوگ مشتبہ نظروں سے دیکھے جانے لگتے ہیں اُسکی تمام حرکات وسکنات خفیہ پولس کی رپورٹوں میں بغایۃ اہتمام والتزام مندرج ہوتی ہیں۔ یہ سب کیوں ہے۔ اسلئے کہ بغاوت کے دوسرے معنی سلطنت کے حریف بننے کے ہیں۔ باغی گویا گورنمنٹ کا مقابلہ کرنیوالا ہے وہ شرابی کہ جسکی غذا شراب بنگئی ہے جو شاہراہوں پر بدمست ہوکر قوانین کے حدود کو توڑ ڈالتا ہو وہ بھی مجرم ہے مگر ایسا مجرم نہیں کہ نفس سلطنت کو جس سے کسی قسم کا خطرہ ہو یا جسکے لئے کوئی بڑا سخت انتظام کرنے پر سلطنت مجبور ہو بغاوت بے شک ایسا جرم ہے کہ جس سے سلطنت معرض خطر میں آجاتی ہے اسی لئے گورنمنٹ کو خفیہ پولس کے محکمہ کو ایک اعلیٰ پیمانہ پر وسیع کرنا پڑا جسمیں بڑے بڑے بیش بہا مشاہروں پر معزز عہدہ دار اور سراغ رسان رکھے جاتے ہیں جس کے ارکین ہر قوم کے معابد جملہ مدارس اور ہر قسم کے جلسوں میں تفتیش حالات کی غرض سے موجود رہتے ہیں کسی ایسے لکچرار کی تقریر کا ہر ہر لفظ محفوظ کرتے ہیں جسپر بغاوت کا شبہ ہو اُس کے ایسے جملہ پر بھی گرفت ہوتی ہے جو ذوجہتین ہو اور جسکے کسی معنی سے بوئے بغاوت کے ترشح ہونیکا احتمال ہو غرضکہ جرم بغاوت چونکہ ام الخطیات تھا اسوجہ سے اس کے مبادی بھی بے انتہا خطرناک سمجھے گئے اور اُن کے دفعیہ کیلئے بھی نہایت اہتمام کیا گیا۔

شریعت غرا علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بھی چونکہ ایک روحانی سلطنت ہے اسکا نظام بھی بعینہ ایک سلطنت کے نظام فطری کے مطابق ہے اِس کے اصول ثواب وعقاب بالکل سلطنت کے قوانین جزا وسزا کے مصادق ہیں۔ اسمیں بھی طاعت ومعصیت کے مختلف درجات ہیں جنپر مختلف ثواب وعقاب مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ ظاہری سلطنت میں جرم واطاعت شعاری کے متفاوت درجات کی وجہ سے اُن پر مختلف سزا وجزا دیجاتی ہے۔ شریعت میں بھی ہر معصیت کے لئے بالنظرالی

ذاتہا قوانین میں سختی اور نرمی کا لحاظ رکھا گیا ہے اور ٹھیک ہماری معروضات بالا کے موافق جس درجہ کی معصیت ہے، اُس کے مبادی واسباب کو بھی اسی درجہ تک وقیع سمجھا گیا ہے اور اس کے دفعیہ کی تدابیر میں بھی اتنی ہی اہتمام کو دخل دیا گیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور اُن کے جانشین خلفا و ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان احکام وقوانین کے القا و تشہیر کیلئے حق تعالیٰ کی طرف سے بمنزلہ نواب وقضاۃ کے ہیں یہ حضرات اجراء احکام خداوندی میں اسی اصول پر کاربند ہوں گے کہ جیسا کسی کا جرم یا اطاعت گذاری ہے اُسکی اُسی کے مطابق مکافات کریں اور جس درجہ کا گناہ ہے اسکے ذرایع واسباب کی بیخکنی میں بھی اُسی نسبت سے جد وجہد کریں۔

اسکی توضیح کیلئے خیر القرون کے دو واقعات حرمت خمر و قتل کلاب کے متعلق پیش کرنا چاہتا ہوں۔ حرمت سے پہلے شراب عربوں کی گھٹی میں پڑی تھی اور کثرۃ شرب کی وجہ سے ان کی زندگی کا جزو لاینفک سمجھی جاتی تھی ابتداء اسلام میں بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شراب پیکر مسجد میں چلے آتے تھے اور نماز میں شریک ہوجاتے تھے بعض اوقات غلبہ سکر کی وجہ سے قراۃ قرآن میں غلطیاں ہوتی تھیں اکثر مجالس میں شراب نے باہم قبائل میں قتل وقتال کی نوبت پہونچادی تھی جب حق تعالیٰ نے اُسکی ممانعت فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منادی کرادی الا ان الخمر قد حرمت اس موکد نہی کا یہ اثر ہوا کہ مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی کیونکہ فوراً شراب کے خم توڑ واڈالے اور سیکڑوں میکدے برباد کردئے گئے اور آپ نے بھی یہانتک اسمیں تشدید فرمائی کہ جن برتنوں میں تم لوگ خمر رکھتے تھے ان میں نبیذ بھی مت بناؤ بلکہ انہیں اپنے برتنوں سے علیحدہ کردو۔ ایسے ہی آپ نے دیکھا کہ کثرۃ اختلاط کے سبب ان کے دلوں پر کلاب کی محبت نے گھر کرلیا ہے کھاتے ہیں تو کتوں کے ساتھ سوتے ہیں تو کتوں کے ساتھ کہیں آتے جاتے ہیں تو کتے ہمراہ غرضکہ اختلاط بالکلاب مسلمانوں میں سبعیت اور صفات کلبیہ کے پیدا کرنیکا اچھا خاصا باعث ہو رہا ہے جس سے آیندہ خطرناک نتایج پیدا ہونیکا اندیشہ ہے لہذا آپ نے اول اُس کے دفعیہ کیلئے نہایت سخت حکم نافذ فرمایا۔ کہ کتوں کو جہاں پاؤ مارڈالو تم خود سمجھ سکتے ہو کہ آپکا حکم اور صحابہ رضی جیسے بجالانیوالے اُنھوں نے کتوں پر ایک قیامت برپا کردی ہوگی اور نہ معلوم کتنے کتے موت کی نذر ہوئے ہوں گے اگر چندے یہ ہی حالت رہتی تو شاید قسم کھانیکو بھی کہیں کتے کا نشان نملتا جب آپنے

یقین کرلیا کہ مسلمانوں کو خود حضور ہی کے فیض صحبت اور قوۃ تعلیم کی بدولت اب خمر و کلاب سے قریبًا طبعی نفرت ہوگئی ہے تو اُن برتنوں میں جنمیں شراب رکھی جاتی تھی نبیذ بنانے کی اجازت دیدی اور فرمایا کہ ان برتنوں میں کیا رکھا ہے اصل میں وہ چیز حرام ہے جو مسکر ہو اور کتوں پر بھی رحم فرماکر یہ ارشاد فرمایا مالنا وللکلاب (ہمیں کلاب سے کیا تعلق) اب کلاب کو نہ مارو کہ یہ بھی ایک اُمت ہیں امم میں سے لیکن ہاں اُنکا پالنا اور گھروں میں رکھنا گناہ ہے اب آپ دیکھئے شراب نوشی و اختلاط بالکلاب یہ دو خصایل مورث ذمائم ہونے اور رواج عام پانے کی وجہ سے شارع علیہ السلام کی نظر میں زیادہ مضر تھے تو اُن کیلئے احکام بھی نہایت سخت نافذ فرمائے اور چونکہ یہ فی نفسہا بیحد خطرناک اور شایع ذریع تھے اسی لئے اِن کے دواعی و اسباب کی بیخکنی بھی نہایت درشتی سے فرمائی ورنہ شرب خمر و اختلاط بالکلاب سے اجتناب کی مصلحت اس سے بھی حاصل ہو سکتی تھی کہ یہ فرمادیا جاتا لا تقربوا الخمر والکلاب مگر اِس پر اکتفا نہ فرمایا گیا بلکہ قتل کلاب و کسر آنیۂ خمر کی بھی تاکید فرمائی تاکہ ان کی موجودگی اصل معصیت کی طرف مذکر و منجر نہو جائے

اس مقدمہ کے سمجھنے کے بعد یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ باری تعالیٰ عز اسمہٗ کے اُن امتیازی اوصاف میں سے جو اُسکی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں اور کوئی مخلوق ان میں اسکے شریک نہیں ہے وصف خالقیت و معبودیت بھی ہیں پس وصف خالقیت مخصوصہ جناب باری تعالیٰ میں کسی مخلوق کا تشبہ پیدا کرنا یا وصف معبودیت میں کسی کو اُسکا شریک ٹھیرانا یہ دونوں ایسے گناہ ہوں گے جنھیں ام الخطیئات کہا جاسکیگا اور اُن کی سزا بھی ایسی ہی ہیبت ناک ہوگی جیسا کہ یہ جرم سنگین ہیں اور چونکہ یہ فی ذاتہما نہایت مہیب اور خطرناک ہیں اسی اعتبار سے حفظ ماتقدم کے طور پر ان کے ذرائع اور وسایل کی بھی ایسی بیخکنی کردیجائیگی کہ آیندہ کبھی کسی متنفس کو اُن کی وجہ سے ان معاصی کی طرف جانیکی کوئی راہ نہ ملے۔ اس طویل تمہید کے بعد اب ہم اصل مقصود پر آتے ہیں وباللہ التوفیق۔

تصویر کشی میں ایک معصیت یعنی تشبہ بالخالق تعالیٰ تو بذاتہ پائی جاتی ہے اور شرک و بت پرستی کیلئے یہ آلہ اور ذریعہ ہے کیونکہ تصویر منجر الی الشرک وعبادۃ الاوثان ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ذی روح کو پیدا کرنا خاص خالق ارض و سموات کا امتیازی وصف ہے پس ذی روح کا تصویر کھینچنا باری تعالیٰ عز اسمہٗ کے مخصوص وصف ذاتی کی درحقیقت نقل اتارنا ہی

جس سے ایک قسم کی شان تمسخر و استہزا ظاہر ہوتی ہے لہذا اسکی سزا بھی نہایت ہی سخت ہونی چاہیے کیونکہ ایسے امتیازی اوصاف میں جو باری تعالیٰ ہی کیلئے خاص ہوں مشابہت پیدا کرنا گویا کہ اپنے کو صورۃً خدائے بیمثال کا حریف ثابت کرنا ہے اور بے شک یہ معصیت نہایت سنگین جرم ہے یہی وجہ ہے کہ قیامت میں مصورین سے کہا جائیگا کہ تم ان تصاویر میں روح پھونک کر انہیں زندہ کرو اور اس انتہائی جسارت کی وجہ سے وہ اشد عذاب کے مستحق سمجھے جائینگے یہ مضمون احادیث صحیحہ میں صراحۃً موجود ہے۔

عن مسلم ابن صبیح قال کنا مع مسروق فی دار یسار ابن نمیر فرای فی صفته تماثیل فقال سمعت عبد الله قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول ان اشد الناس عذابا عند الله المصورون رواه البخاری

مروی ہے مسلم ابن صبیح سے کہ ہم معیت میں مسروق کی گھر میں یسار ابن نمیر کے تھے پس دیکھا مسروق نے صفہ یسار میں تصاویر کو اور کہا کہ سنا میں نے عبد اللہ ابن مسعود سے وہ کہتے تھے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ زیادہ سخت عذاب کے مستحق خدا کے نزدیک مصورین ہیں۔

عن نافع ان عبد الله ابن عمر رض اخبره ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القیمة یقال لهم احیوا ما خلقتم۔

(رواه البخاری)

خبر دی نافع کو عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ جو ان تصاویر کو بناتے ہیں قیامت میں عذاب دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائیگا کہ زندہ کرو تم جس چیز کو تم نے پیدا کیا۔ (بخاری)

عن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم من سفر وقد سترت بقرام لی علی سهوة لی فیه تماثیل فلما راه رسول الله صلی الله علیه وسلم هتکه وقال اشد الناس عذابا یوم القیمة الذین یضاهون بخلق الله۔

(رواه البخاری)

مروی ہے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور میں نے اپنے ایک طاق پر ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں تصاویر تھیں پس جب آپ نے اوسے دیکھا چاک کر دیا اور فرمایا کہ قیامت میں اشد عذاب کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو مشابہت پیدا کرتے ہیں خلق اللہ کے ساتھ۔

اور چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ ایک بادشاہ کے جان نثار سپاہی اور وفادار اعیان کسی ایسے شخص کی صورت دیکھنی گوارا نہیں کرتے جس کے دماغ میں بادشاہ کی ہمسری اور مقابلہ کا کسی درجہ میں مادہ فاسدہ جمع ہوا اسی لئے ملائکۃ الرحمٰن ایسے شخص کے گھر میں بھی داخل نہیں ہوتے جس نے اپنے گھر میں تصاویر رکھکر خالق عزوجل کی صفت خلق سے مشابہت کرنیوالے مظاہر سے اپنی پسندیدگی کا ایک حیثیت سے اقرار کرلیا ہے کما فی الحدیث۔

عن ابی طلحۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب و لا تصاویر۔ (رواہ البخاری)

(مروی ہے ابوطلحہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اُس گھر میں ملائکہ نہیں داخل ہوتے جسمیں کلب اور تصاویر ہوں۔)

اب اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ نباتات وجمادات کی تصویر کھینچنا تو جایز ہے حالانکہ اُن کا خالق بھی باری تعالیٰ ہی ہے۔ پھر اُنہیں کیوں اس حکم عدم جواز سے خارج کیا جاتا ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ حیوانات پر جمادات ونباتات کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اسلئے کہ تصویر کشی سے قطع نظر کرکے خود نباتات کے پیدا ہونیمیں ظاہراً بندوں کو بھی ایک طرح کا دخل ہوتا ہے ہمکو زراعت کا حکم دیا گیا ہے کہ اس طریقہ سے زمین کھود کر اُس میں تخم ریزی کرو پھر اُسکو پانی دو اسکی شب و روز حفاظت کرو نباتات کا نمو جو اُن کا جوہر اصلی تھا وہ خدائے تعالیٰ نے ظاہراً عباد کے ہاتھ میں دیدیا آج کل سیکڑوں طریقے ایسے ایجاد ہو رہے ہیں جنسے نباتات میں نمو پیدا کرنیکا کام لیاجاتا ہے۔ آئے دن انواع واقسام کے ہوائی طیارے۔ ریلیں۔ توپیں۔ موٹر کاریں۔ وغیرہ وغیرہ ایجاد ہوتی رہتی ہیں لیکن کوئی ذی عقل ان کے موجدوں کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُنھوں نے خدائے تعالیٰ کی صفت خالقیت میں مشابہت پیدا کی ہے پس ایسی اشیا کی تصویر کھینچنا جنمیں صنعت عباد کو بھی دخل ہے اور جنکا خلق بادی النظر میں خدا عزوجل کے ساتھ مختص نہیں ہے (اگرچہ فی الحقیقت ہے) لعن المصورین کی وعید میں نہ داخل ہوگا۔ ذی روح کی تصویر اس وعید میں داخل ہوجائیگی۔ اسواسطے کہ روح یعنی مابہ الحیات ایک ایسی چیز ہے جو بادی النظر اور سرسری تصور میں بھی سوائے خالق روح کے اور کسی کے دست قدرت واختیار کی مرہون منت نہیں ہے۔ صدیاں گذر گئیں کہ دانایان فرنگ جنکو اپنی تحقیقات پر بڑا ناز رہا ہے ابتک روح کا پیدا کرنا تو درکنار اُسکی حقیقت

بھی معلوم نہیں کرسکے بلکہ بعض حکمائے یونان نے تو اپنے عجز کا ثبوت دیتے ہوئے یہ کہہ کر مخلص پالیا ہے کہ روح کا وجود ہی نہیں۔ فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا بہت سے بہروپ بنائے اور خدائے تعالیٰ نے بھی کچھ دنوں تک اُس کے طلسم غرور کو نہ ٹوٹنے دیا۔ مگر نیل میں غرق ہوتے وقت اُسے بھی اپنی روح کی حفاظت کیلئے خالق روح (رب موسیٰ وہارون) ہی کو پکارنا پڑا۔ لقمان وفلاطون۔ ارسطو۔ جالینوس۔ سقراط وبقراط جیسے حکما جنھیں اپنے مسیحائی پرناز تھا تمام امراض کے معالجات بتا گئے مگر مسئلہ روح میں اگر اُن کی روح بھی فنا ہوگئی مجبور ہوکر انہیں یہی کہتے بنا۔ رب الروح اعلم بمراده من الروح۔ اور یہی مضمون قرآن مجید میں صراحتہً فرمادیا گیا ہے یسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی۔ (آپ سے روح کی بابت لوگ استفسار کرتے ہیں کہدیجے کہ روح خدا کے رموز خدائی میں سے ہے) یہی وجہ ہے کہ قیامت میں مصورین سے جو تعجیزاً مطالبہ کیا جائیگا تو یہی کہ اس تصویر میں تم نفخ روح کرو اور یہ ایسا ہی ہے کہ اگر کوئی بہروپیہ بہروپ بنا کر مجسٹریٹ کی کرسی عدالت پر بیٹھکر مقدمات فیصل کرنے لگے تو اُس سے کہا جائیگا کہ اگر نالائق تو نے مجسٹریٹ کا بہروپ بنایا ہے تو اب تو اسکی تمام خدمات انجام دے۔ ورنہ تجھکو اس توہین عدالت کی سخت سزا دیجائیگی۔ اس لئے کہ جو شخص اسکی نقل کریگا اُس سے یہی مطالبہ ہونا چاہئے کہ اب تو اس نقل کو اصل کرکے دکھلادے ورنہ اس نقل وگستاخی کی پوری سزا تجھکو دیجائیگی۔ آپ خیال کیجئے کہ حیوانات کا جوہر اصلی روح ہے روح پر ان کی حیات کا دار ومدار ہے جب تک اُنمیں روح ہے اُن پر حیوانیت کا اطلاق ہوتا ہے ورنہ جسد بے روح اور جماد میں کچھ بھی فرق نہیں ہے اور روح ہی ایک زندہ دلیل ہے رب العزت کے خالق کل ہونے پر۔

پس بحمدہ تعالیٰ اس تقریر سے اب وہ شبہ زائل ہوگیا کہ جمادات ونباتات پر حیوانات کو کیوں نہ قیاس کرلیا جائے ائمہ سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہم امام محی الدین نووی رحمہ اللہ تعالےٰ شارح صحیح مسلم کا قول اسکی سند میں پیش کرتے ہیں۔

قال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لانه متوعد عليه بهذا الوعيد	فرمایا ہمارے اصحاب اور دیگر علمائے کہ حیوان کی تصویر کھینچنا حرام ہے اور حرام بھی بشدۃ حرمت۔ اور تصویر حیوان کبائر میں سے ہے کیونکہ احادیث میں اسکی بابت سخت وعید وارد ہوئی ہیں

الشدید المذکور فی الاحادیث وسواء صنعہ بما یمتہن اولغیرہ فصنعتہ حرام بکل حال لان فیہ مضاہاۃ لخلق اللہ تعالیٰ وسواء ما کان فی ثوب اوبساط اودرہم اودینار اوفلس اوحائط اوغیرہا واما تصویر صورۃ الشجر ورحال الابل وغیرذلک مما لیس فیہ صورۃ حیوان فلیس بحرام ھذا حکم نفس التصویر الخ (من شرح المسلم صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ مجتبائی)

ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اسمیں مشابہت ہے خلق اللہ کیساتھ خواہ وہ تصویر کپڑے میں ہو یا بساط میں. درہم میں یا دینار میں فلوس میں ہو یا دیوار میں غرضکہ کسی چیز میں ہو ہاں تصویر ایسی اشیاء کی جنمیں حیوان کی صورت نہو مثل شجر اور رحال ابل کے حرام نہیں ہے یہ حکم نفس تصویر کا ہے

۱۲ امام محی الدین [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] جب صحیح کے عنوان سے [illegible] قول ہیں اور [illegible] [illegible] اضافہ کر دیا ہے ۱۲ محمد حبیب مفتی عنہ

یہ ہی قول امام نووی رحمہ اللہ نے جملہ سلف کی طرف منسوب کیا ہے اس سے کالشمس علی رابعۃ النہار ظاہر ہو گیا کہ تصویر حیوان کی مطلقا حرام ہے اور کبایر میں شمار کیجاتی ہے اسمیں نیت تعبد وغیر تعبد کی قید نہیں ہے۔

اب دوسری شق باقی رہ گئی کہ تصویر مبادی شرک میں سے ہے۔ تاریخ اس دعویٰ کی قدم قدم پر شہادت دینے کو طیار ہے کہ امم سابقہ کے لوگ اپنے انبیا کی تصاویر اُن کی وفات کے بعد بنا کر اُن کی پرستش کرتے تھے یہ مضمون حدیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم میں بھی صراحۃ موجود ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نصاریٰ کی دعوت پر یہ فرمانا کہ انا لا ندخل کنائسکم التی فیہا التصاویر صراحۃ اسپر دال ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تصنیف میزان الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ بت پرستی کی اصل تصویر ہے لوگوں نے اپنے مقتداؤں کی تصاویر بنانی شروع کیں پھر ان کی تعظیم میں غلو کرتے کرتے پرستش تک نوبت پہونچگئی چنانچہ۔ لات وعزیٰ وہبل اپنی قوم کے مذہبی مقتدا تھے جنکے مرنیکے بعد اس قوم نے اُن کے مجسمے بنا کر ان کی پرستش شروع کردی اور دور کیوں جائیے موجودہ زمانہ ہی میں مشاہدہ کر لیجئے کہ تمام کلیساؤں میں حضرت عیسیٰ و مریم علیہما السلام کی تصاویر کی پرستش کیجاتی ہے شوالوں میں شہر شہر قریہ قریہ رشیوں اور دیوتاؤں کی تصاویر پوجی جاتی ہیں تو کیا ان مشاہدات کے بعد بھی کوئی ذی فہم یہ کہہ سکتا ہے کہ تصاویر شرک

وبت پرستی کے مقدمات اولیہ میں سے نہیں جبکہ شرک ام الخطیئات ہوا تو اس اصول صحیحہ مذکورہ کے مطابق کہ سنگین جرم کے دواعی و اسباب بھی خطرناک ہوتے ہیں کیا تصویرکشی ایسے امور میں سے نہیں ہے کہ جسکی بیخکنی ہمیشہ کیلئے شارع علیہ السلام پر ضروری تھی اسکا جواب ایک سچا مسلمان تو یہی دیگا۔ کہ شرک اور دواعی شرک کی بیخکنی شارع علیہ السلام پر ضروری بھی اور اشد ضروری تھی اور شارع علیہ السلام نے اُسکی بیخکنی کی اور ہمیشہ کیلئے کی (ولو کرہ المشرکون) شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ کسر آنیۂ خمر و قتل کلاب سے اُسوقت نبی کریم علی التحیۃ والتسلیم نے ممانعت فرمادی تھی جب مسلمانوں کو خمر و کلاب سے طبعی نفرت ہو گئی تھی بس ایسے ہی اب مسلمانوں کو شرک سے دلی تنفر ہو گیا ہے لہذا اب تصویرکشی کی اجازت دیدیجائے اس کے جواب کے واسطے بہتر تو یہ ہو گا کہ آپ گیروی پوش صوفیوں سے پوچھئے جو اس میں حاضر ہو کر اپنی جبین نیاز (جو خدائے بے نیاز نے خاص اپنی ہی بارگاہ میں جھکانے کیلئے بنائی تھی) اولیاء کے مزارات پر جھکا دینا اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ کہ مسلمانو کو شرک سے کتنی نفرت ہے۔ اس سے بھی قطع نظر کیجئے ہندوستان میں ہی اسوقت مسلمانوں کا ایک فرقہ ایسا موجود ہے جو اس کے جواب میں اپنے پیر و مرشد کی تصویر کو ہر وقت پیش کرسکتا ہے لاکھوں کی تعداد میں اسوقت یہ مسلمان نما پیر پرست ہستیاں ہندوستان میں موجود ہیں۔

مسلمانوں کی شامت اعمال سے اب انمیں ایسے نفوس ضالہ پیدا ہو گئے ہیں جو باوجود کچھ نہونیکے سب کچھ ہونیکے مدعی ہیں جنھیں مولانا و اولانا جیسے غیر موزوں خطابات سے ملقب کیا جاتا ہے جو ہر جگہ ساڑھے سات کروڑ مسلمانوں کے بلا توکیل ہی اسلامی وکیل بنکر (مان نمان میں تیرا مہمان) کے مقولہ پر عمل پیرا ہیں جو بزعم خود یہ سمجھے ہوئے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی یہ سمجھانیکی کوشش کرتے ہیں کہ ہم پر کوئی مصیبت آنی اسلام پر مصیبت آنیکے مرادف ہے جنکے غرور فہم کے آگے نہ ائمہ مجتہدین رح کچھ حیثیت رکھتے ہیں نہ صحابہ رض کی کچھ وقعت ہے۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہاں تک رسائی جنکی ممسوخ عقلوں نے انہیں یہ سمجھا دیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا مطلب جو ہم سمجھے ہیں وہی صحیح مطلب ہو گا۔ اس کے مقابلہ میں اُن آیات کی جو شرح حدیث میں آئیگی یا صحابہ وائمہ مجتہدین رح اُسکا جو مطلب بیان کرینگے وہ قابل ضرب علی الجدار ہو گا نعوذ باللہ منہم۔ یہی لوگ ہیں جو اپنی ہر نفسانی خواہش کو قرآن مجید سے ثابت کرکے دوسرے مسلمانوں کے لئے

ایک غلط رہنما بنکر ضلّوا فاضلّوا کے مصداق ہو گئے ہیں ان لوگوں نے سنجالہ اور غلط رہنمایوں کے تصویر کشی کو بھی جائز قرار دیکر بت پرستی کی بنیاد قایم کردی ہے اور بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ اُن تصاویر کی اشاعت نہی شارع علیہ السلام میں داخل نہیں ہے جو بہ نیت تعبد و پرستش نہ بنائی جاتی ہوں بلکہ محض ذریعہ فہم مطالب و تحریک جذبات ہوں شارع علیہ السلام کی ممانعت اُن تماثیل کے متعلق تھی جو بت پرستی کا ذریعہ تھیں۔

لیکن وہ ہمکو اس صحیح حدیث کا مطلب سمجھا دیں عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سفر وقد سترت بقرام لی علی سھوۃ لی فیہ تماثیل فلما راٰہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھتکہ وقال اشد الناس عذابا یوم القیمتہ الذین یضاھون بخلق اللہ (رواہ البخاری) کیا قرام میں جو تصاویر تھیں وہ بہ نیت تعبد بنائی گئی تھیں یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس قرام کو بہ نیت تعبد لٹکایا تھا (والعیاذ باللہ تعالیٰ) اور کیا جواب ہے ان لوگوں کے پاس ائمۃ السلف رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا تصویر صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم بکل حال وھو من الکبایر لان فیہ مضاھاۃ لخلق اللہ تعالیٰ سواء ما کان ثوب او بساط او درھم او دینار او فلس او حائط او غیرھا۔ کیا اسمیں کسی نیت تعبد و غیر تعبد کی قید بھی ملحوظ ہے کیا ثوب و دراہم و دنانیر پر بھی تصویر کشی بہ نیت تعبد ہوتی ہے کیا احادیث و اقوال ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اُن گم کردہ راہ ریفامروں کے مہمل اقوال کو کسی درجہ میں وقعت دیجا سکیگی۔

کاش وہ تاریخ مذاہب کا مطالعہ کرتے کہ جسمیں ہر ہر جگہ اسکا ثبوت ملتا ہے کہ بت پرستی کی بنیاد ہی تصویر ہوئی ہے جیسا کہ ہمنے شیخ عبدالوہاب شعرانی کی میزان الکبری کے ایک مضمون کا ملخص پیش کر کے ثابت کر دیا ہے اور کیا ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے کہ وہ ہندوستان ہی میں مسلمانوں کے بعض ایسے فرقوں پر نظر نہیں ڈالتے کہ جو اپنے پیر کی تصویر سامنے رکھکر عبادت کرتے ہیں اور انہیں کس نے خبر دیدی ہے کہ وہ اگر بہ نیت تعبد تصویر نہ بنائیں گے تو اُن کی آنیوالی نسلیں بھی یہی لحاظ رکھینگی کیا وہ اس سے بیخبر ہیں کہ اول اول جب تصاویر بنائی گئی تھیں تو بہ نظر تعبد و پرستش نہیں بنائی گئیں تھیں بلکہ اُن کے مابعد اقوام نے انہیں پوجنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا شجرۃ الرضوان کو محض اس امکان پر کہ آیندہ نسلیں اُسکی تعظیم مفرطانہ کرنے لگیں کٹوا کر پھینکدینا (جیسا کہ تاریخ کی ایک روایت ہے) کیا ان لوگوں کیلئے شمع راہ نہیں ہے کیا خیر القرون میں بھی کوئی مسلمان شجرۃ الرضوان کی پرستش کا دل میں وہم لا سکتا تھا (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

تحریک جذبات بے شک ایک ضروری چیز ہے لیکن کیا کسی مفید امر کے حاصل کرنے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اُسے ہر جایز و ناجایز طریقہ سے حاصل کیا جائے کیا تحریک جذبات کے اور سب جایز طریقے دنیا سے معدوم ہو چکے ہیں کہ اب اس غیر جایز ذریعہ سے جذبات کو حرکت میں لاکر مسلمانوں کے مذاق فاسد کو اور فاسد بنایا جائے کہ آیندہ ان میں صلاحیت کی قابلیت بھی نہ رہے اور (لن یصلح العطار ما افسد الدھر) کے مصداق ہو جائیں کیا خیر القرون میں تحریک جذبات نہوتی تھی اور اگر ہوتی تھی تو کیا تصویر ہی کے غیر مشروع ذریعہ سے ہوتی تھی اور کیا ہم اس کے بھی مکلف بنائے گئے ہیں کہ کسی امر ضروری کی تحصیل میں اتنی جد وجہد کریں کہ حلال وحرام کا بھی امتیاز نرکھیں اور اگر ہمیں یہ تکلیف دیگئی ہے (حالانکہ نہیں دیگئی) تو پھر ہم اُن مسلمان نما دہریوں سے کتنی مسافت پر رہجاتے ہیں جو اشاعت اسلام کی راہ میں صوم وصلوٰۃ وغیرہ کو سدِّ راہ سمجھکر اس قسم کے عظیم ترین ارکان کو اسلام سے جدا کرنیکے خواہشمند ہیں اور جنکا حشر اُن فدائیان مذہب کے ساتھ ہوگا جو غیر اقوام کے روبرو اپنے مذہب کے ساتھ اپنی ازواج وبنات کو پیش کرنا بھی روح القدس کی رضامندی کا باعث اور اپنے مقدس مذہب کی اشاعت کا بے نظیر ذریعہ سمجھتے ہیں (اعاذنا اللہ تعالیٰ والمسلمین من ھذہ الشرذمۃ الضالۃ والمضلۃ) ملوک سابقین کے مظالم کو مٹاتے ہوئے خلیفہ نورالدین زنگی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے کیا خوب کہا ہے کہ اگر ان ظالمانہ اور ناجایز ٹیکسوں کے وصول کرنے پر ہی ملک کی حفاظت اور فوج کی تنخواہ کا باقی رکھنا موقوف ہوتا تو ضرور خدائے تعالیٰ ہمارے واسطے ان ٹیکسوں کو جایز کرتا لیکن نہ اُسنے ان کو جایز بتلایا اور نہ ہمکو ملک کی حفاظت پر اسدرجہ تک مجبور کیا کہ ہم اُس کے جایز تدابیر سے گذر کر ناجایز ذرائع عمل میں لانے لگیں اُسکا ملک ہے جب تک وہ چاہے کسی کے ہاتھ میں رکھے۔

اس مقولہ کے بعد آپ خلیفہ ممدوح کی سلطنت اور اسکے برکات کے احوال تاریخ میں پڑھیں اور اُسکا مقابلہ سابق سلطنتوں سے کریں انشاء اللہ تعالیٰ حق واضح ہو جائیگا۔ والحمد للہ

الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق ۵

احقر محمد احسان اللہ خاں عفی عنہ تاجور نجیب آبادی متعلم دار العلوم دیوبند

(صباح یوم الخمیس)

ضمیمہ مضمون ہذا

مضمون ختم کر چکا تھا کہ ایک کتاب مسمّٰی بہ (فقہ کی پہلی کتاب با تصویر) مؤلفہ قاضی غلام محمد قریشی صدیقی خوشنویس لاہور جو حال ہی میں سٹیم پریس فیروز پور میں طبع ہوئی ہے نظر سے گزری جسمیں مولف نے وضو نماز و غسل وغیرہ کی ترکیب تصاویر کے ذریعہ سے سمجھا کر بزعم خود اسلام و اہل اسلام پر ایک نئے احسان کا اضافہ کیا ہے ابتک جواز تصویر محض عقلی ڈھکوسلوں سے ثابت کیا جاتا تھا مگر آج اس نئے فقیہ کی جسارت نے علماء کے اس صحیح خیال کی بھی تغلیط کر دی کہ فقہ تصویر کشی کو حرام کہتا ہے (چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی) افسوس کہ اس صدی میں جہالت کی داد بھی طلب کیجاتی ہے۔

علماء دین کے زمرہ میں داخل ہونیکے لئے اب علم کی ضرورت نہیں رہی اگر جہالت کا یہی دور دورہ ہے تو وہ روز بد دیکھنا کچھ بعید نہیں کہ یہ عالم نما حضرات متکلم و مخاطب کے اہتمام شان کو آڑ بنا کر قرآن مجید میں بھی خدا و رسول کی تصاویر درج کر دیں نعوذ باللہ من ذلک مسلمانوں کو ایسی گمراہ کن کتابوں کی خریداری سے سخت احتراز کرنا چاہیئے (وما علینا الا البلاغ)۔

تاجور عفی عنہ

—(✻)—

خیر الامم

کا

طغرئی امتیاز

(سلسلہ کے لئے دیکھو نمبر ۵ جلد چہارم)

وہ جو خلق السموات والارض کے افق سے اپنی نظر اعتبار کو نہیں پھیرتے۔ موجودات کی ہر حرکت و سکون پر انہیں ایک فطری تنبہ اور بیداری ہوتی ہے۔ کائنات کے ہر نشیب و فراز جزر و مد کے عمق اور قعر تک ان کی نگاہ غور تیر جاتی ہے۔ جانتے ہیں کہ اسمانی بادشاہت کی تدبیریں کسقدر بتدریج اور متین ہوتی ہیں۔ کام کی ابتدا کب ہوتی ہے۔ اور نتیجہ کب برامد ہوتا ہے۔ اگر ایک حکم آج سے ہزار برس پہلے نافذ ہوتا ہے تو اسکا فائدہ کتنے ہی دہور و قرون کے بعد جلوہ نمائی کرتا ہے۔ گویا زمانہ ایک بحر لجی ہے اور اعصار و قرون اسکی موجیں ہیں خدا کے احکام کسی ایک موج میں غوطہ لگاتے ہیں۔ اور پھر لاکھوں ہی موجوں کو کاٹتے ہوے ساحل مقصود پر پہونچکر سر نکالتے ہیں۔ اس وقت دنیا سمجھتی ہے کہ وہ احکام کیوں صادر ہوئے تھے۔

آپ کو اگر اس مسئلے پر کبھی غور کرنیکا موقعہ نہیں ملا ہے تو بطور مثال کے سمجھئے کہ خدائے قدوس چاہتا ہے کہ زمین کی خلافت ابوالانسان آدم علیہ السلام کو تفویض کیجائے بس مقصد تو صرف اسقدر ہے لیکن سوچئے تو سہی کارروائی کی ابتدار کہاں سے کیجاتی ہے، امتحان الاسمار کا قصہ جب گذر چکا، اور صلصال[۵۱] کالفخار کا پتلہ جو ابھی ظلمت محض اور تیرگی صرفہ میں غرق تھا۔ اشراقات علویہ سے دمکایا جارہا ہے یہانتک جب وہ تاریک ائینہ "روح" کے جوہر سے مجلی ہوچکا۔ اور اس قابل ہوگیا کہ کوئی خود آرا[۵۲] اپنی صورت اسمیں مشاہدہ کر سکے۔ یعنی وہ صالح ہوگیا کہ "تخلقوا[۵۳] باخلاق اللہ" کے حکم کا مکلف بن سکے۔ تو اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہ تھی جسکی وجہ سے ایک نائب اور ولی عہد

---

۵۱ یعنی سخت مٹی جو مانند ٹھیکرے کے تھی ۵۲ اشارہ ہے طرف حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آپنے فرمایا خلق اللہ الادم علی صورتہ (خدانے آدم کو اپنی صورۃ پر پیدا کیا) اخرجہ البخاری و مسلم صوفیا نے اس حدیث کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ انسان نمونہ بنایا گیا ہے صفات الہیۃ کا گویا صورت سے مراد صفت ہے اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالی مستقل مضمون میں کیجائیگی اور عجیب بات ہے کہ یہی لفظ بعینہ تورات میں موجود ہے ۵۳ یعنی اپنے اندر خدا کی صفتیں پیدا کرو۔ ۱۲

یزدانی اپنے دارالخلافۃ کی طرف عزم نہ کرے۔ اگر دیر تھی تو صرف اسکی کہ ملک الملوک اپنے ہاتھ سے تاج خلافت سر پر رکھے۔ اور آسمان سے اتار کر کرہ ارض کا اسے علی الاطلاق حاکم بنا دے لیکن دکھا گیا کہ آدم علیہ السلام بجائے اسکے بہشت بریں کی طرف روانہ کر دئے گئے اور خدا نے اپنے عزیز مخلوق کو جو احسن تقویم[۱] کا پہلا مظہر تھا چھوڑ دیا تاکہ کچھ دن ارم فردوس اور جنت خلد کی گلگشت میں اپنی پرمن اور نشاط آفریں زندگی گذارے۔ اشجار جنت کو حکم دیا گیا کہ اپنی شاخیں جھکادیں نہروں کو فرمان سُنایا گیا کہ جاری ہوجائیں۔ فوارے پھوٹ پڑیں۔ تاکہ خدا کا نائب اس غیر متفکرانہ دارالاطمینان جنت میں "نضاختان[۲]" کے کنارے بیٹھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کرے۔ اور اسکے کنارے کنارے چمنستانوں کے خوشنما پھولوں سے اپنے دامن بھر لے۔ غرضکہ آدم علیہ السلام کو اس مدت میں لذائذ و تنعمات کے ہر شاخ اور ہر شعبہ سے بہرہ اندوزی کا موقعہ دیا گیا۔

وہاں بھی اگر ظاہر بین ہوتے تو کہتے کہ قدیر ملیک نے آدم کو صرف اس سرگشتی کے لئے پیدا کیا ہے مگر چند ہی دنوں کے بعد ظاہر ہوگیا۔ کہ وہ کس لئے پیدا کئے گئے تھے یعنی مومن آدم کے قلب کو اصابع[۳] الرحمن نے حرکت دی۔ یہ پہلا دن تھا جبکہ آدم علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ میرے سینے میں دل بھی ہے اور دل میں درد بھی ہوتا ہے۔ تفصیل تو نہ معلوم ہوسکی، لیکن ایک بیچین کر دینے والی ٹیس نے پانوں کو چلنے سے روکدیا۔ دل تھام کر بیٹھ گئے۔ آنکھیں بند کرلیں۔ اور پھر جو کھولتے ہیں۔ تو بانکے غنچوں کی کج کلاہیں، کانٹوں کی طرح دل میں چبھنے لگیں۔ نمارق[۴] مصفوف" پہاڑ کی چٹانوں سے زیادہ گراں گذرنے لگے، زرابی[۵] مبثوث کانٹوں کے فرش سے بھی بدتر ہوگئے۔ کسی کروٹ چین نہیں ملتی تھی۔ ایک اُداسی سی تھی۔ جس نے بہشت کے اس سہلانے دن،، لا شمسا و لا زمھریرا[۶]،، کو اس رات سے بھی زیادہ کٹھن بنا دیا جیسے عرب کا ملک ضلیل امرء القیس کے ٹیلے پر چڑھکر کہا تھا۔

فیالک من لیل کان نجومھا | بامراس کتان الی صم جندل

اے رات تجھے کیا ہوگیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کسی نے تیرے تاروں مضبوط رسوں سے چٹانوں کیساتھ

---

[۱] اشارہ ہے طرف آیۃ قرآنیہ کے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم [۲] جنت کی دو نہروں کا نام ہے [۳] اشارہ ہے حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ یقلبھا کیف شاء (دل خدا کی دو انگلیوں میں ہے جدھر چاہتا ہے پھیرتا ہے) اخرجہ الترمذی بھذا اللفظ [۴] جنت کے تکیوں کو کہتے ہیں [۵] جنت کے فرش کو زرابی کہتے ہیں اور مبثوث کے معنی بچھے ہوئے ہیں [۶] نہ دھوپ ہوگی اور نہ ٹھنڈک سخت بلکہ صبح کا سہانا وقت ہوگا ۱۲

جسکڑ دیا ہے (کہ وہ ٹلنے کا نام نہیں لیتے) آدم مضطرب تھے، ایک بیکلی تھی جس نے مجبور کیا، اور کہہ اُٹھے، کہ تنہائی میں ان آرائشوں کا لطف کچھ نہیں، بہتے ہوئے پانی کی خوشخرامیاں دل میں جو جذبات پیدا کرتی ہیں، جی چاہتا ہے کہ کسی سے کہوں۔ مگر وہ کون ہے جو میری گفتگو کی داد دیگا جھومتی ہوئی ٹہنیوں کے پرندے گاتے ہیں! اور میں سنتا ہوں۔ پر کس سے کہوں۔ کہ میں مست ہوں طلح منضود کے تھم کھڑے ہیں میں ان سے کچھ کہتا بھی ہوں تو جواب نہیں دیتے۔ حالانکہ قد و قامت میں ہمارے ہمسر نظر آتے ہیں۔ پھر میں کسے ڈھونڈھتا ہوں۔ میرا بے چین دل کسکی تلاش میں بیتاب ہے دل نے عقل کی روشنی میں آخر سمجھا اور کان میں دھڑکتے ہوئے قلب سے آواز آئی۔ کہ

اُنیس و جلیس کو!! ادھر یہ آواز آئی اور منتظر فرشتوں نے آدم کو بٹھادیا۔ حکم ہوا، کہ آدم کے دل کے پاس ایک ہڈی ہے جس پر دل کی چوٹ پڑتی ہے۔ اور جو دل کی مادی تڑپ کا منتہی ہے۔ اسے نکال لو۔ اور چشمہ حیوۃ کی چھینٹے دو شہروش آسمانی اس ہڈی کو ادھر لے گیا پھر ہم نہیں جانتے کہ کیا ہوا البتہ اسقدر معلوم ہے کہ اسکے بعد جب آدم علیہ السلام کی آنکھ کھلی تھی، تو سامنے ایک مودۃ و رحمۃ کا منبع اور سکینہ وطمانیۃ کا مجسمہ کھڑا تھا۔ یہی وہ ذات مطہرہ تھی جسے دنیا حوا، علیہا الصلوۃ والتسلیم کہکر پکارتی ہے۔ اب آدم علیہ السلام کی ساری پریشانیاں کافور تھیں، وہی جنت تھی۔ اور وہی لطف سیر خیابان، و انہار،

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات پیدا ہو گئی، کہ آج تک آدم صرف ایک اپنے ذہن کے پابند تھے، نہ کسی کی سنتے تھے، اور نہ کسی کو سناتے تھے، پر اب جسطرح اپنی دلکی حوا کے آگے بیان کرتے ہیں انکے خیالات اور تاثیرات بھی انہیں سننے پڑتے ہیں۔ یہی وقت تھا جسے مدحور ابلیس نے بسا غنیمت سمجھا، اور کوشش کر کے ان دونوں دماغوں پر قبضہ کرنیکے لئے ساعی ہوا پھر وہی ہوا جسے آپ نے سُنا ہوگا کہ شجرہ،، کھانیکے زلۃ کا ارتکاب ہوا! اور سدرۃ المنتہی کے درار الوار سے ایک ہیبت ناک آواز آئی!

کہ چھوڑ دو! میری جنت کو اور باہر ہو جاؤ میرے باغوں سے۔ اس قہاری ڈانٹ نے آدم کے دل ہلا دئے، حوا کانپ گئیں، آدم دوڑے اور رافۃ رحمانیہ کا دامن پکڑ کر رونے لگے، تو بکی سر رگڑا، آخر حکم ہوا کہ اب اس بزم عیش میں تو تم اسوقت نہیں جا سکتے، ہاں! میں نے ایک اور دنیا بنائی ہے۔ جو نافرمانوں کا مسکن، اور فرمابرداروں کی آزمایش گاہ ہے بس۔

اهبطوا منها جميعًا، فاما یاتینکم منی هدًی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون ہ والذین کفروا وکذبوا بایاتنا اولئك اصحاب النار هم فیها خلدون	"اُترجاؤ! میرے آسمانوں سے پھر اگر میری جانب سے راہنما آئے، تو دیکھو جس نے ہماری راہنمائی کی اتباع کی اسے کسی قسم کا ڈر ہے اور نہ وہ دلگیر ہوگا، ہاں جنھوں نے میری نشانیاں جھٹلائیں یہی جہنم کے لوگ ہیں جسمیں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے"

اسوقت آدم علیہ السلام نے اس مستقر وقتی[له] کو جو در اصل حبس بعبور الجو تھا ایسا غنیمت جانا، اور اس سجن[له] وقتی میں خدا کا نائب اکل شجرہ کے جرم میں ایک اپنی انسیہ بیوی کے ساتھ اترآیا۔ اور بتحقیقت دی ادر پردہ خدا کا وہ ارادہ قدیم کہ "انی جاعل فی الارض خلیفہ" جو نمعلوم آج سے کئی ہزار برس پیشتر ہوا تھا آج جاکر پورا ہوگیا فسبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شئی والیہ ترجعون علم اسرار دین میں اسی کا نام "عالم تدبیر" ہے ولنعم ما ینشدہ الاستاذ الفاضل المحدث الکشمیری مدظلہ العالی

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

اور واقعی بات بھی یہی ہے کہ اس عالم کو تمام عالموں سے جب ممتاز کرلیا جاتا ہے۔ تو کارخانہ قدرت کی گوناگوں پیچیدگیاں، اور سلسلہ علت و معلول کی الجھی ہوئی گتھیاں ایک ایک کرکے حل ہوجاتی ہیں۔ اور قلب سلیم کے سامنے پھر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

پس جبکہ مقرر ہوچکا کہ آدم علیہ السلام کے متعلق، یا ان کی دنیا کے متعلق جو کچھ احکام و افعال عالم قدس سے نافذ ہوتے ہیں۔ وہ "عالم تدبیر" کے نقاب ڈالکر ظاہر ہوتے ہیں۔ تو آپ ہرگز متعجب نہوں اگر میں دعویٰ کروں کہ اسوقت جبکہ تہامہ کی مشہور پہاڑی حرا کی چوٹیوں پر ناموس اکبر دین سماوی کو کامل کرنیکے لئے آسمان سے اترا تھا، اور جبکہ استاذ ازل نے فاران پر ایک آئینہ چمکایا تھا تاکہ وہ جو اپنے خط و خال سے ابتک ناواقف تھے واقف ہوجائے، اور اسی آئینہ کے عقب سے وہ کچھ بولا تھا، تاکہ وہ جو اپنے نغمہ روح پرور سے غافل تھا سمجھے کہ ہاں ہم بھی کچھ ہیں اور پھر یہ سمجھ کر دنیا کو اپنی ترنم ریزیوں سے مست و سرشار بنادے، اور جبکہ فارقلیط کے سر پر ختم نبوۃ کا سہرا قضاء الہیہ باندھ رہی تھی اور جبکہ بنی سعد کے شریف بچوں میں سے ایک ملیح و کحیل قریشی بچہ جن کے چہرے سے نور دمکتا تھا کیونکہ وہ اول النور تھا۔ اس لئے علیحدہ کیا گیا تھا کہ اسکا سینہ چاک

[له] قال اللہ تعالیٰ ولکم فیها متاع و مستقر الی حین (م) لوگوں کے لئے دنیا میں ایک مدت تک مستقر اور متاع ہے *

[له] آنحضرت کی حدیث الدنیا سجن للمومن (دنیا قید خانہ ہے مسلمانوں کا) کی طرف اشارہ ہے ۱۲ * * *

کیا جائے۔ اور "رحمۃ للعٰلمین" کے چشمہ کو اسمیں بند کیا تھا، تو جہاں ان تحیر خیز واقعات کے اسباب وعلل الیٰ زمانناہذا سیکڑوں تک بیان کئے گئے ہیں میں کہتا ہوں کہ اُن کے علاوہ ایک زبردست اور محکم و وثاق علۃ انشاء اللہ ہمارے اس عہد حدیث، و دورجدید کی حیرت انگیز و مدہش مادی ترقیاں، اور عقلی علو، و سربلندیاں بھی ہیں، اور اس لئے کہ خدا کی تمام کارروائیاں عالم تدبیر ہی میں ہوتی ہیں۔ اسکی بنیاد ضرورت شدیدہ سے کئی صدی پہلے ڈالی گئی کیونکہ گو یہ عروج و تطاول دنیا کی آنکھوں سے مستور تھے، پر دنیا بنانیوالے کی آنکھوں کے سامنے تھی، الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر۔

اور حقیقت یہ ہے کہ جب مادیات کا سلسلہ ارتقا اپنے معراج کمال کو پہونچنے والا تھا اور دنیا کامل ہونیوالی تھی۔ تو کیا وجہ تھی کہ وہ بدیع السمٰوات والارض حکیم کامل دنیا کے لئے کامل دین کا انتظام نہ فرمائے، حالانکہ یہ اس کی عادت جاری ہوچکی ہے کہ وہ ہر سم کے ساتھ تریاق بھی پیدا کرتا ہے۔ اور ہر تاریکی میں روشنی کا بھی اہتمام کرتا ہے، اور ہر بیماری کے قبل اس کے دوا بھی ظاہر کردیتا ہے اور اخیر میں یہ کہ ہر فرعون کیلئے کسی موسیٰ کو بھی اُٹھاتا ہے، اور ہر جھوٹ کے دامن کی طرف کسی سچ کے ہاتھ کو بڑھا دیتا ہے، پھر فطرت کے خلاف ہوتا کہ اگر اس شاندار، آراستہ و پیراستہ فتنہ پرداز زینۃ کاملہ والی دنیا کے لئے، جو آدم علیہ السلام کے بچوں کے حق میں سب سے مہلک تریں زہر ہے اسی طاقت، اور پوری و کامل قوت والے دین و ملت سے پردہ عدم کو نہ ہٹاتا اور منصبہ شہود میں جلوہ گر نہ کرتا۔

غرضکہ اگر وہ وقت آنیوالا تھا مہینے کا راستہ دو دن میں طے ہو جائیگا۔ تو منعم قدیر کی حکمت الٰہیہ کا اقتضا تھا کہ اسکی جناب تک پہونچانیوالا دین بھی ایسی ہی یا اس سے بھی زیادہ سریع السیر ہو۔ اور اگر وہ دن آنیوالا تھا، کہ مادیات اور جسمانیات کے ہر ہر گوشہ کی خبریں۔ جرائد و تلغرافات کے ذریعہ سے تمام عالم میں پھیل جائینگی، تو کیا وجہ تھی کہ سماویات و علویات کی باتیں بوجہ اتم عالمگیر منزل نہو جاتیں۔ ایسے ہی خدا نے چاہا۔ کہ اس ہنگامہ و شور و شغب سے کئی صدی پہلے اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹوں کو وہ ملت حنفیہ بیضا سونپ کر کبریا ء متعال نے (قربان احسانش شوم) کس بے نیازی سے درخشان نور کے حرفوں میں ابدالآباد کے لئے ان کے سیمائے وجوہ پر اس کلمۂ طیبہ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا، کو منقش کردیا اور لکھدیا اس جملے کو سب کے لئے نبض ہستی امادہ پیش وحدت تھی، اور صرف اسقدر لکھنے کیلئے خیمہ افلاک کی نیلگوں چھت بلند کی گئی تھی، اور جسکے لئے خدا کی سراپردہ جلال کو ابراہیم و اسمٰعیل نے وادی غیر ذی زرع میں آکر نصب کیا تھا، اور وہیں اسکی حکومت و جبروت کا اعلان عالم کو سُنایا تھا، کیونکہ اُن کے بادشاہ نے انھیں اسی کا حکم دیا تھا کما قال *

طھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود
واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا
وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق -

پاک کر میرے گھر کو۔ طواف کرنیوالوں کیلئے اور کھڑے ہونیوالے جھکنے والے سر گرنیوالے (بندوں کیلئے) اور اعلان کردے آدمیوں میں کہ قصد کریں ہماری (بارگاہ شاہی کیطرف) اور جب تو اعلان کرچکیگا تو آئینگے تیرے پاس پیدل اور اونٹوں سوار ہر ایک کھلے گہرے راستوں سے

(ولہا بقیۃ)

(سید تقی الدین محمد مناظر احسن بہاری)

کشف الغطا عن وجہ الربا

یہ ایک نادر اور جدید تصنیف ہی جسکو ہمارے مولانا ناظر حسن صاحب نعمانی نقشبندی مدرس اوّل مدرسہ محمودیہ چھتاری نے علامہ عبد العزیز صاحب شاویش مصری کی ایک تحریر کے جواب میں تالیف فرماکر طبع کیا ہے۔ علامہ موصوف نے بزعم خود یہ ثابت کیا تھا کہ مسلمان کو مسلمان سے قرض پر سود لینا جائز ہی۔ اور جو سود دوگنے سے کم ہو اُسکی حرمت قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمجنس اشیاء میں تفاضل کو حرام کرنا دانشمندانہ نہیں ہی (جیسا کہ مولانا کے رسالہ سے واضح ہے) اسپر ہمارے مولانا ناظر حسن صاحب نے جو دار العلوم دیوبند کے قدیمی سند یافتہ اور بہی خواہ ہیں عامہ مُسلمین کو تحریف قرآنی سے بچانے کیلئے قرآن پاک سے آیات ربوا کی اچھی توضیح فرمادی۔ ناظرین القاسم سے اُمید ہی کہ وہ اس جدید تالیف سے متمتع ہوکر صحیح رائے قایم کرلیں۔ ناداروں کو ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بشرط تحقیق ناداری مفت روانہ ہوتا ہے اور اہل وسعت کے لئے اسکی قیمت مع محصولڈاک چھ آنہ ہے۔ پتہ ذیل سے طلب فرمائیں،۔

مولوی محمد ناظر حسن صاحب نقشبندی مدرس اوّل مدرسہ عربیہ محمودیہ۔ چھتاری ضلع بلندشہر

اعلائی کلمۃ اللہ

کا

بہترین طریقہ

(سلسلے کے لئے دیکھو القاسم نمبر ۲ جلد ۴)

ان دونوں نوع کے اصول کی صحت وسقم سے بحث کرنیکے قبل ایک اور مسئلہ کا طے کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ اشاعت اسلام کی غرض جیسا کہ ظاہر ہے ترقی اسلام سمجھی جاتی ہے۔ مگر ترقی اسلام کے مفہوم میں بڑی غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔ جدید طبقہ نے اسلامی ترقی کا معیار یہ قرار دیا ہے کہ "مسلمان دنیاوی حیثیت سے ملک و مال کے مالک ہوں۔ دولت کی فراوانی ہو۔ یا تو سلطنت ہی اُن کی ہو یا کم سے کم سلطنت کے امور مہمہ میں وہ دخیل ہوں۔ دن بدن نئے نئے ایجادات واکتشافات کا سلسلہ جاری رہے۔ نئے نئے علوم وفنون پر ہم حاوی ہوجاویں۔ دولت وآرام کے تمام سامان مہیا ہوں۔ آزادی قوم میں عالمگیر ہو۔ قومی مساوات کا دائرہ اتنا وسیع ہو کہ جو چیز باپ کے واسطے مثلاً جائز ہے بیٹا بھی اُس سے متمتع ہونیکا مجاز رہے۔ اسکے مقابل قدیم طبقہ علمائے اسلام کا اسلامی کمال کا معیار یہ قرار دیتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی بندگی کامل طور پر ہو سلطنت ودولت ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ یہ چیزیں ہماری ترقی کی بعض وقت فراحم ہیں۔ ہم خس کے گھروں اور ٹاٹ کے کپڑوں میں زندگی بسر کریں مگر عبادت خداوندی میں سرگرم ہوں ہم میں روحانی کمالات حاصل ہوں۔ اخلاقی خوبیاں صبر وشکر توکل وقناعت۔ استغنا ورضا مجاہدہ وریاضت عجز وانکسار۔ یہ اور اس قسم کے وہ ملکات جو رسول اللہ صلعم کے فیض صحبت کے سچے متاثرین میں پیدا تھے ہم میں بھی پیدا ہوں۔ کھانے کو جَو کی روٹی پہننے کو گاڑھا۔ بچھانے کو ٹاٹ ملجائے تو مضائقہ نہیں۔ مادی ایجادات واکتشافات میں ہمکو کمال نہ ہو تو نہ ہو مگر ذکر الٰہی اور عبادت خداوندی ہم ہر حال میں پوری طور پر کرتے رہیں۔ تو ہمنے بہت بڑی ترقی کی۔ ہاں اگر ہمیں یہ ساری نعمتیں بھی حاصل ہوجائیں تو ایک حد تک ان انعامات الٰہیہ سے ہم متمتع ہوسکتے ہیں مگر ہمارا اصلی زیور یہ ہے کہ ہم اتباع شریعت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں معیار باہم متغائر ہیں جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ترقی اسلام یا اشاعت اسلام کے جو اصول اس قسم کے مختلف معیاروں کو ملحوظ رکھکر مقرر کئے جائینگے

وہ باہم مختلف اور متضاد ہوں گے۔ علمائے اسلام اور طبقہ جدیدہ کا اتصال جو کسی نقطہ پر نہیں ہوتا ہے اُسکی یہی وجہ ہے۔ مگر ہمیں اس سے اسوقت تعرض نہیں کہ ان دونوں طبقوں کا اتصال ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا ہے تو کیونکر۔ اسوقت دیکھنا یہ ہے کہ ترقی اسلام کے معنی کس نے کس حد تک درست سمجھے ہیں۔ ممکن تھا کہ ہم اس موضوع پر بھی مفصل بحث کرتے (اور انشاء اللہ تعالیٰ جب موقعہ ملیگا بحث کرینگے لیکن کچھ تو اسوجہ سے کہ ہم اپنے عنوان مضمون سے بہت دور جا پڑینگے اور کچھ اسوجہ سے کہ ایک آسان ذریعہ سے اسکا فیصلہ ہوا جاتا ہے ہم اسوقت مختصر طور پر اتنا بتائے دیتے ہیں کہ اسلام کی اصلی ترقی کیا ہے

جدید و قدیم دونوں طبقے اسکو بالاتفاق ماننے پر تیار ہونگے کہ مسلمانوں کی ترقی کے تمام اصول اور اسکی انتہائی عروج کو قرآن مجید نے جس تفصیل اور جامع مانع طور پر بتایا ہے دوسری کوئی الہامی کتاب اُسکو نہیں بتا سکتی۔ نہ کوئی بڑے سے بڑا حکیم اُس تہ تک پہونچ سکتا ہے۔ اور فی الواقع ایسا ہی ہے مذہب کی غرض و غایت کو تم اوپر سمجھ چکے ہو کہ تقرب الٰہی اور معرفت ربانی اُسکا اصلی مقصد ہے اور انسان کا اصلی کمال یہی ہے کہ اس مقصد کو حقیقی طور پر پہچان جائے۔ قرآن مجید نے اس مضمون کو مختصر مگر ماقل و دل الفاظ میں اس طور پر ادا کیا ہے کہ،، وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون،، یعنی انسان و جنات کو صرف خدا کی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ دوسری جگہ اس غرض کے کمال کو بتایا گیا ہے۔،، واعبد ربک حتی یاتیک الیقین،، خدا کی عبادت اتنی کرو کہ تمکو یقین حاصل ہو جائے یعنی تمھارے ترقی کی انتہا یہ ہے کہ تمکو معرفت و قربت خداوندی وجدانی و اذعانی کیفیت پیدا ہو جائے۔ تمام حجب و موانع اٹھکر شریعتہ کا راز کھل جائے۔ یہی اسلام کی اور اسلام کے متبعین کی اصلی ترقی ہے۔ اور جس شخص نے یہ مرتبہ حاصل کر لیا اُس نے ترقی کے تمام زینوں کو طے کر لیا اور جس زمانہ میں مسلمانوں کے جتنے افراد میں یہ کمال پایا جائیگا۔ اُس زمانہ میں اسلام کی اُتنی ہی زیادہ ترقی سمجھی جاویگی یہی وجہ ہے کہ قرن اول میں چونکہ یہ کمال عالمگیر تھا اور اُسکے بعد حسب مرور ایام و غفلتہ پیروان اسلام اس میں ضعف آتا گیا اس لئے قرن اول خیر القرون قرنی کا مصداق ہوا اور اُسکے بعد ثم الذین یلونہم کے زینے پر اُتر آیا۔

یہ نہایت کوتاہ نظری اور پست خیالی ہے کہ اسلام کی ترقی کا اصلی معیار چند ممالک کے فتح اور کتابوں کے ترجمہ ہو جانے تک محدود کیا جائے۔ اسلام کی ترقی حنین بن اسحاق۔ ضیاء ابن بیطار کی

ابراہیم بن سیار - اور اسحاق موصلی کے کارناموں پر موقوف نہیں ہے - بلکہ اسکی شان اس سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے - کہ اسلام نے ابوبکر صدیق رض عمر فاروق رض عبداللہ بن عمر رض - ابوذر غفاری رض بلال بن رباح رض - اور سلمان فارسی رض (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جیسے اشخاص پیدا کر دئے یہ اسکا اصلی کمال اور یہی اسکی اصلی ترقی تھی -

ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ مبارکہ سے ہوتی ہی ہر شخص اسکو بلا تامل مان لیگا کہ جناب رسول اللہ صلعم جو باغبان چمنستان اسلام تھے - اسلام کی اصلی ترقی وکمال کے آرزومند تھے اور جو ترقی اسلام کی اصلی ترقی تھی - اسکو آپ نے قولاً وعملاً اپنے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بتادیا - پس اگر ترقی اسلام کے یہی معنی تھے کہ سلطنت و حکومت مسلمانوں کی ہوجائے - دولت مسلمانوں کے پاس بیشمار ہو - راحت وآرام کے سامان وافر ہوں - تو رسول اللہ صلعم کے مقدس اثر سے جب تمام حجاز عرب متاثر ہوگیا - اسوقت ابتدائی اسلام کی طرز زندگی - کو بالکل بدل جانا چاہیئے تھا - فقر وفاقہ لذت وآرام سے - غربت ومسکنت دولت و تونگری سے زہد واتقا آزادی وبے باکی سے بدل جاتا - آپنے مکہ میں جسطرح پھٹے ہوئے کپڑوں - جو کی روٹیوں - کھجور کے پتوں سے پٹے ہوئے مکانوں میں بسر کیا تھا چاہیئے تھا - کہ مدینہ میں جب ترقی اسلام ہوئی تو رومی وعراقی ملبوسات لذیذ خوشگوار میوجات ومطعومات سنگین و پائیدار ایوانات میں آپ بسر فرماتے تجارت کے ذریعہ سے شام وعراق کی چیزیں آخر مل سکتی تھیں - آپ کے جان نثار آپ پر تمام مال و متاع قربان کرنے پر آمادہ تھے پھر آپ نے لذائذ ملک ومال اور دنیاوی عیش وآرام کو کیوں پسند نہیں فرمایا؟ وہی فقر وفاقہ یہاں بھی تھا - پتھر شکم مبارک پر یہاں بھی بندھے ہوتے تھے - رہنے کو وہی جھوپڑا یہاں بھی تھا - پہننے کو وہی پیوندار کپڑے بچھانیکو کھجور کی چٹائیاں یہاں بھی تھیں - آخر کیوں؟ ترقی اسلام تو بہت ہوچکی تھی - ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ہوچکے تھے جزیرہ کا جزیرہ محکوم ہوچکا تھا صاحب سیف تھے - صاحب علم تھے - قانون اپنا تھا - حکومت اپنی تھی جو چاہتے کر سکتے تھے پھر اسلامی ترقی کا نمونہ بنکر اپنے آپ کو دکھانا بھی ضرور تھا - تو بتاؤ کہ کس چیز نے آپ کو صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی عیش وآرام کے مزے سے روک رکھا تھا شاید تم اسکا جواب کچھ نہ دے سکو - اور واقعی نہیں دے سکتے ہم بتاتے ہیں کہ وہ وجہ یہ تھی کہ اگر آپ اسوقت دنیاوی عیش وآرام سے متمتع ہوتے اور دولت وحشمت دنیاوی

لذت سے آشنا ہونا گوارہ فرماتے۔ تو تمام صحابہ کبار (جو آپکے ایک ایک قول و فعل پر عمل کرنیکے لئے جان و دل سے حاضر تھے) اس غلطی میں پڑ جاتے کہ مبادا اسلام اور اسلام کے جان نثاروں کا اصلی کمال یہی ہے۔ اور نیز اُسوقت کی دنیا (جو ملکِ عرب و شام اور دولتِ روم و ایران ہے عبارت ہے) اسلام کے اثر سے جو اُس شدۃ کے ساتھ متاثر ہوئی کہ جاہل بدویوں کی نیزہ بازی۔ رومیوں کی شہرت پسندی ایرانیوں کی عیش پرستی سب اسلام کی سادگی۔ انکساری اور اتحاد و ملت سے بدلگئی ہرگز یہ اثر اُسوقت نہوتا جب اسلام۔ حکومت۔ دولت۔ عشرت اور آزادی کے سج دہج میں نمایاں ہوتا۔ پس جناب سرور کائنات علیہ افضل التحیہ والصلوٰۃ نے جس طرح زبان فیض ترجمان سے مسلمانوں کا اصلی کمال یوں بیان فرمایا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ اور فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا اُسی طرح عملاً آپ نے کرکے دکھادیا۔ کہ ترقی اسلام اور کمال مسلمان کیا ہے۔ وللہ در ما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما واللہ انی لاخشاکم للہ واتقٰکم لہ الحدیث۔ صحیحین۔

چنانچہ آپ کے سچے جاں نثاروں اور دوستوں نے بھی اسلام کا یا یوں کہو کہ مسلمانوں کا اصلی کمال اسی کو سمجھا کہ اعمال صالحہ اور عقائد صحیحہ اُن کے کامل ہوجائیں۔ پھر وہ خلقت آدم کی غرض کو بھی پوری کرچکے۔ ترقی کے مدارج بھی طے کرچکے۔ اپنے حقوق سے سبکدوش ہوچکے رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوا عنہ

ناظرین غور کرنے سے اور قرآن و حدیث اور صحابہ کے طرز زندگی بنظر امعان مطالعہ کرنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی حقیقی ترقی کیا تھی۔ اور ہم کیا سمجھے ہیں۔ میں نے مختصر طور پر قرآن کی آیتوں اور جناب رسول اللہ صلعم کی سیرۃ مقدسہ سے آپ کو دکھادیا ہے کہ اسلام کی ترقی کا جو مفہوم ان آیتوں اور آپ کی عملی و قولی تعلیم سے سمجھ میں آتا ہے آج ہمکو (اگر ہم مسلمان ہوکر اسلام کی ترقی چاہتے ہیں) بھی اُسی مفہوم کو اپنے نقل و حرکت کا محور بنا کر اُسکے گرد گھومنے کی قوت پیدا کرنی چاہئیے پس ترقی اسلام کے جب یہ معنی ہوئے تو اب تبلیغ اسلام کے اصول سے بحث کیجئے۔ اور جو اصل جسقدر ہمکو اس محور سے دور کرے اُسکو اُسی نسبت سے غلط سمجھکر دیوار پر مارئے۔

(لہا بقیۃ)

نور الہدیٰ

اعلان

دل کو ہم بیچتے ہیں ہے کوئی لینے والا ؟ اُنکے کوچے میں یہی جا کے صدا دیتے ہیں

اسکا کون انکار کرسکتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں جو ذخیرہ علوم عربیہ کا موجود ہے وہ ایسی امتیازی شان رکھتا ہے کہ دنیا کے اکثر کتب خانے اسکے مقابل نہیں آسکتے لیکن اُن سے استفاضہ وہی لوگ کرسکتے تھے جو دارالعلوم دیوبند میں قیام پذیر ہوں مطبع قاسمی کو عرصہ سے اسکا خیال تھا کہ ان بیش بہا موتیوں کی چمک سے اہل اسلام کو محروم نہ رکھا جاوے الحمد اللہ کہ اس صورت خیالیہ نے اب عملی صورت اختیار کرلی اور مطبع نے اس کان یاقوت سے گراں بہا چیزیں مسلمانان عالم کے سامنے رکھنا شروع کردیں۔ شائقان علوم عربیہ اگر قدردانی کرینگے تو ان تحائف کے پیش کرنے میں بہت زیادہ ترقی کیجاویگی اعتماداً علی اللہ اسکا یقین کیا جاتا ہے کہ جس طرح دارالعلوم دیوبند نے مسلمانان عالم کی قابل قدر خدمت کی ہے اسی طرح مطبع قاسمی علوم اسلامیہ کی صیانت وحفاظت کرسکیگا۔ اسوقت دو کتابیں پیش کیجاتی ہیں اُمید ہے کہ مدارس اسلامیہ بہت زیادہ فائدہ اُٹھائینگے۔

کفایۃ المتحفظ

علم ادب میں ایک مختصر سا رسالہ ہے جسمیں مؤلف علام نے ایک ایک چیز کے متعلق مختلف اوقات میں مختلف نام بتا کر ایسا سلسلہ قایم کردیا ہے کہ اگر ابتدا ہی میں بچوں کو یاد کرادیا جاوے تو اُنکی ادبیت میں خالص عربیت کی جھلک آنے لگے۔ اور اگر حضرت مدرسین اسکی تعلیم میں تھوڑی سی تکلیف برداشت کریں تو علم ادب جسکی کساد بازاری مسلم ہے بہت کچھ فروغ پاسکے۔ قیمت ۴ر

نور الایضاح

فقہ کی مشہور کتاب ہے جسکی خدمت سے آج تک ہندوستان کے تمام مطابع محروم رہے اسکی عظمت شان اس سے معلوم ہوسکتی ہے کہ مراقی الفلاح اور طحطاوی سے مستند شروح اسکی کی گئیں۔ منیۃ المصلی آجتک مدارس میں متداول ہے مگر اُسمیں اقوال مختلف فیہا اور روایات متعارضہ کا ایسا اجتماع ہے جس سے مبتدی تو بجائے خود اوسط درجہ کے استعداد رکھنے والے بھی بسا اوقات کسی خاص صورت کو معمول بہا قرار نہ دے سکتے تھے۔ اسلئے ضرورت تھی کہ ابتدا میں مبتدیوں کو کوئی ایسی کتاب پڑھائی جاوے جسمیں معمول بہا مسائل کا ذخیرہ کافی موجود ہو۔ الحمد للہ کہ اس ضرورت کو نور الایضاح نے بالکل ہی پورا کردیا۔ صاحب نور الایضاح نے اس کتاب میں صرف مسائل صلوٰۃ وصوم پر اکتفا کیا تھا اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اسکے ساتھ زکوٰۃ وحج کے مسائل بھی ملحق کردئے جاویں۔ صاحب مراقی الفلاح نے اپنے ماتن کے طرز کو پسند کرکے اسی طریقہ پر زکوٰۃ وحج کے مسائل چند ورق میں سلیس عبارت میں جمع کئے تھے یہ اوراق بھی نور الایضاح کے ساتھ طبع کردئے گئے ہیں اور اب یہ کتاب مجموعی حیثیت سے مبتدیوں کے لئے افادہ میں بے نظیر ہوگئی۔ اگر اسکو بجائے منیۃ المصلی کے داخل درس کرلیا جاوے تو امید ہے کہ زیادہ نافع ہو۔ قیمت صرف ۶ر کمیشن نقد پانچ روپیہ سے زائد خریدار کو دو آنہ فی روپیہ کمیشن دیا جاویگا اس سے زیادہ کے لئے بذریعہ خط وکتابت طے کیا جاسکتا ہے درخواستیں اس پتہ سے آنی چاہئیں۔ منشی محبوب علی مہتمم قاسمی پریس دیوبند

قواعد وضوابط رسالہ القاسم

۱۔ یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے اور کسی ماہ کا رسالہ بتیس ۳۲ صفحے سے کم نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض مرتبہ بضرورت کثرت مضامین اس سے بڑھجاتا ہے۔

۲۔ یہ رسالہ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر طبع ہوتا ہے اور عام قیمت سالانہ مع محصول دو روپیہ آٹھ آنہ عہ پیشگی لیجاتی ہے۔ ممالک غیر سے صرف اسی قدر زیادہ لیا جائیگا جسقدر وہاں کا محصول بہ نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے۔

۳۔ جو حضرات بطور اعانت و امداد اس رسالہ کی قیمت سالانہ پانچروپیہ یا اس سے زیادہ مرحمت فرمائینگے وہ رسالہ کے معاونین خاص میں شمار ہونگے۔ اور ایسے حضرات کی فہرست القاسم میں شائع ہوتی رہیگی۔

۴۔ سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرماچکے جملہ حضرات کی خدمت میں شروع کا (یا خریدار کا جب سال شروع ہو اُسکا) پہلا پرچہ ویلو بھیجا جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو اضافہ کرکے عہ کا ویلو روانہ ہوگا۔

۵۔ یہ رسالہ ہرگز کبھی کسی صاحب کی خدمت میں بلا طلب و تحریک ویلو نہیں روانہ کیا جاتا بعض حضرات خود طلب فرماتے ہیں اور بعض حضرات اپنے اعتماد پر دوسروں کی خدمت میں ویلو بھیجنے کی فرمائش کرتے ہیں۔

۶۔ شعبان ۱۳۳۱ھ مطابق جولائی ۱۹۱۳ء سے اس رسالہ کا چوتھا سال شروع ہوا ہے۔ پہلے تین سالوں کی مکمل جلدیں موجود ہیں۔ قیمت ہر جلد کی عہ مع محصولڈاک ہے۔

۷۔ نمونہ اور اشتہار میں جن حضرات کے نام نامی شائع کئے گئے ہیں انکے علاوہ دیگر حضرات اہل علم کے مضامین بھی درج رسالہ کئے جائینگے جو اصول اسلام اور مقاصد رسالہ کے خلاف نہوں۔

۸۔ القاسم کے متعلق جملہ تحریرات و ترسیل زر بنام حضرت مدیر یا بنام خاکسار ہونی چاہئے۔

المشتہر

خاکسار سراج احمد عفی عنہ معتمد المدیر رسالہ "القاسم" دفتر القاسم مدرسہ اسلامیہ دیوبند (ضلع سہارنپور)

(رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ

معہ محصول ۹

علمی - مذہبی - اخلاقی - ادبی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

جلد ۴ بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ نمبر ۹

خاکسار حبیب الرحمٰن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی دیوبند میں اپنے اہتمام سے چھاپا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

(مطابق ماہ مارچ ۱۹۱۴ء)

جو حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

اور

دیگر مقدس و مقتدر علما کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے۔

ضروری اطلاع خریداران ذیل کی خدمت میں جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ کا القاسم بذریعہ وی پی روانہ ہوگا اطلاعاً عرض ہے۔

خریدار نمبر ۱۳۶۰ و ۱۴۵۴ و ۱۵۹۵ و ۱۵۹۶ و ۱۰۰۹ و ۱۰۱۲ و ۱۰۱۵ و ۱۰۲۰ و ۱۰۱۹ و ۱۰۲۲ و ۱۰۲۹ و ۱۰۳۰ و ۱۳۴۰ و ۱۳۵۱ و ۱۳۵۸۔

خریداران القاسم مراسلت میں خریداری کا نمبر ضرور تحریر فرمائیں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں نہایت بابرکت وباعظمت اضافہ

کتب دارالعلوم دیوبند کی توسیع۔ نادر ونایاب قلمی ومطبوعہ کتب کی اضافہ اور اُس کو اسلامی شان وعلو مرتبت۔ دارالعلوم کے مرکزیت وجمعیت کے لحاظ سے ایک بے مثل وشاندار کتب خانہ بنانے کی ہماری مسلسل عرضداشتیں روداد سالانہ اور القاسم کے ذریعہ سے ملاحظہ سے گذر چکی ہیں۔ اور یہ بھی حضرات ناظرین کرام وہمدردان دارالعلوم پر مخفی نہیں ہے کہ ہماری معروضات اس بارہ میں بے اثر نہیں رہی۔ دو تین سال ہی کے عرصہ میں کئی ایک کتب خانے دارالعلوم میں آچکے ہیں۔ اور اسکی کم وکیف میں نمایاں ازدیاد ہو چکا ہے۔ نادر اور قلمی کتابوں کی بھی اچھی خاصی مقدار کا اضافہ ہو گیا ناظرین کو مولوی کفیل احمد صاحب مرحوم سکندرپوری کے عظیم الشان کتب خانہ کے داخلہ کا حال ابھی فراموش نہوا ہوگا۔ علی ہذا سید جمال شاہ صاحب مرحوم پنشنر تحصیلدار فاضلکا۔ مولوی حکیم جمال الدین صاحب مرحوم مقیم بمبئی۔ سید احسن اللہ صاحب رئیس غازی پور۔ مولوی نظام الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر بلیا کے نام نامی ابھی فراموش نہوے ہوں گے۔

لیکن ہم اپنی بے انتہا مسرت کے ساتھ اُس بابرکت کتب خانہ کا ذکر کرتے ہیں جو حال ہی میں دارالعلوم کیلئے نامزد ہوا ہے۔

حکیم امت فخر ملت۔ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی نے اپنی کتب کو دارالعلوم دیوبند کے نام وقف فرمادیا ہے۔ مولانا نے جو تحریر فہرست کتب کے ساتھ ارسال فرمائی ہے

ہم اس کو بجنسہ درج کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت مہتمم صاحب۔ السلام علیکم۔کتب ذیل مملوکہ خود اس شکریہ میں کہ مجکو احیاء السنن کی تالیف میں مدرسہ سے عاریۃً کتابیں عطا کیگئیں بشرط انتفاع خود در حیات خود وقف کردی ہیں اور سب پر یہ عبارت لکھوادی ہے الوقف علی مدرسۃ دارالعلوم فی الدیوبند عبارت کو دیکھکر بلا تکلف میرے بعد یہ کتب مدرسہ میں پہونچادی جائیں۔ اور ممکن ہے کہ میں ہی اپنے ہاتھ سے کسی موقع پر پہونچادوں یہ یادداشت مدرسہ میں محفوظ رکھئے۔ باقی اشاعت روداد میں اگر مدرسہ کی اسمیں کوئی مصلحت ہو تو میری طرف سے ممانعت نہیں ہے باقی استدعا بھی نہیں ہے۔ اگر اسکے بعد اور کتابیں کچھ اس طرح وقف کیگئیں۔ تو اُن پر بھی وہ عبارت لکھوادونگا اور مدرسہ میں بھی اطلاع کردونگا۔

اشرف علی ۲۷ ربیع الاول ۳۲ھ

ہم دارالعلوم کی بہی خواہوں کو اس عطیہ موجب خیر و برکت کے حصول پر مبارکباد دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ کتب خانہ دارالعلوم کی توسیع کا سلسلہ اب وسیع پیمانہ پر جاری ہوجائیگا حقیقتاً جس عظیم الشان سلسلہ کی تحریک چند سال سے جاری ہے گویا اسکا سنگ بنیاد آج رکھا گیا ہے۔

علماء ربانیین کے افعال حسن خود بذاتہ ان کیلئے ترقی مدارج کا ذریعہ ہونیکے علاوہ امت کی تعلیم و تلقین کا بھی اہم اور عظیم الشان پہلو اپنے اندر لئے ہوتے ہیں۔ مولانا مدظلہم کے اس تعلیمی فعل سے مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے جن خاندانوں۔ یا بابرکت علماء کے یہاں علوم کے ایسے ذخیرے موجود ہیں جو بحالت کس مپرسی خراب ہو رہے ہیں۔ یا جنکے محفوظ رکھنے کیلئے آئندہ کوئی سامان نہیں ہے۔ اُن کو مولانا کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنا چاہیئے۔ یہ نادر ذخیرے کسقدر جد و جہد و محنت و جفاکشی مال و دولت کے صرف کرنیکے بعد حاصل ہوئے اُسکا حال کچھ انھیں بزرگوں سے پوچھنا چاہیئے۔ جنکو یہ لخت جگر جان سے زیادہ عزیز تھی۔ پھر کیا اُن کو ایسی حالت میں چھوڑکر بے فکر ہو بیٹھنا لائق جانشینوں کو جو اپنے بزرگوں کے آثار کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ مناسب ہے۔ کیا بنظر انصاف اس سے بہتر کوئی اور صورت حفاظت و نفع عام اہل علم کی ہے جو ہمنے عرض کی۔

حضرت مولانا مدظلہم العالی کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احیاء السنن کے اہم ترین کام میں دارالعلوم کی کتابیں بطور عاریۃً پہونچنا بھی اس کا محرک ہوا ہے۔

جس سے ایک تو مسلمانوں کو برائے العین مشاہدہ ہو گیا کہ کتب خانہ دارالعلوم کا افادہ احاطۂ دارالعلوم میں محدود نہیں ہے۔ بلکہ بیرون دیوبند بھی اس سے انتفاع ممکن ہے۔ اور یہی ہماری سابق معروضات کا حاصل تھا کہ اگر کتب خانہ دارالعلوم پوری طرح وسعت پذیر ہو جائے۔ تو اہل علم کے تمام طبقات کے انتفاع کیلئے اُسکا دروازہ کھلا رہے گا اور کسی متجسس متلاشی کتب کو سہل ترین طریقہ حصول مدعا یہ ہوگا کہ ذیونو آکر بے تکلف فائدہ اُٹھائیں۔ یا حسب قواعد مدرسہ کسی مدت کیلئے عاریتاً لے سکیں۔

دوسرے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس طرح کی امداد میں صدقہ جاریہ کی ایک دوسری نوعیت بھی حاصل ہے وہ یہ کہ۔ یہ امر اہل خیر کیلئے محرک امداد خاص ہو جاتا ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ تمام حضرات ہماری عرض کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ ولیبلغ الشاهد الغائب۔

الرشید

مشتاقان جمال الرشید بے چینی کے ساتھ اُس دن کے منتظر ہیں جبکہ وہ آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنکر سامنے آئے۔ ہمارے پاس اشتیاق سے بھرے خطوط برابر آرہے ہیں مگر بعض ناگزیر اسباب کی وجہ سے اُسکی اشاعت میں غیر متوقع دیر ہو گئی لیکن اب وہ عنقریب انشاء اللہ تعالی آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہونے والا ہی اور یقین ہے کہ ماہ جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ میں اُسکا پہلا نمبر شائع ہو جائیگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اشاعت سے قبل الرشید کے مقاصد کو توضیح سے بیان کردیں جس سے ناظرین اُسکی وقعت کا پورا اندازہ کرلیں۔

(۱) القاسم کے تمام مقاصد اور مضامین الرشید میں ملحوظ رہینگے البتہ نسبتاً عام فہم سلیس ہوگا۔

(۲) افادہ عام کیلئے مسائل فقہیہ کار آمد روزمرہ و فتاوے ضرور یہ شائع ہونگے۔

(۳) طریقت و تہذیب اخلاق کا سلسلہ خصوصیت کے ساتھ جاری رہیگا۔ حالات بزرگان دین شائع کیئے جاوینگے۔

(۴) مسائل مختلفہ کی تحقیق منصفانہ ہوگی۔ اسلام پر حملہ کرنے والوں اور اُسکو ضعف پہونچانے والونکو تہذیب و متانت سے جواب دیے جاوینگے۔

(۵) اخلاق و سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکھے جائینگے۔

(۶) معارف القرآن اور علوم الحدیث کے عنوان پر مضامین لکھے جائینگے۔

(۷) اسلامی تعلیمات کا مستقل عنوان قائم ہوگا جسمیں اسلام کی تمام تعلیمات خواہ عقائد و اصول کے متعلق ہوں یا احکام و معاملات کے یا اخلاق و آداب کے سب نہایت خوبی اور وضاحت سے بیان کئے جاوینگے۔ اسلامی تعلیم کی برتری ثابت کیجائیگی۔

انکے علاوہ اور بھی مفید مضامین کا سلسلہ جاری رہیگا۔ اور ان میں سے اکثر مضامین کا سلسلہ القاسم میں بھی ایک ممتاز حیثیت سے جاری رہیگا انشاء اللہ تعالیٰ یہ دونوں رسالے مسلمانوں کے لئے بیش بہا ذخیرہ معلومات صحیحہ بہم پہونچانے اور صراط مستقیم دکھلانے کیلئے بہترین ذریعہ ثابت ہونگے۔ وَاللہ الموفق والمعین۔

حبیب الرحمن عفی عنہ مدیر الرشید

ہلال احمر دار العلوم دیوبند

دار العلوم دیوبند نے جو سعی ہلال احمر کے چندہ میں کی گو اُس سے دار العلوم کو فوری نقصان مالی کا احساس ہوا مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اڑسٹھ ہزار روپیہ دار العلوم سے ہلال احمر کے چندہ میں قسطنطنیہ کو روانہ ہوا۔ اب کچھ روپیہ اور کچھ سامان باقی ہے۔ مدنظر یہ تھا کہ اچھی قیمت سے ہلال احمر کی بقیہ اشیاء بھی فروخت ہوجاتیں کچھ کتب مستعملہ ایک چغہ بڑھیا کچھ متفرق اشیاء باقی ہیں۔ اب یہ قصد کرلیا گیا ہے کہ جس قیمت پر بھی فروخت ہوں ہاتوں ہات فروخت کردی جائیں۔

مولوی عبید اللہ صاحب سابق ناظم جمعیۃ الانصار کے ذمہ کچھ کپڑے کی قیمت جو انہوں نے ہلال احمر سے مول لیا تھا اور کچھ نقد روپیہ باقی ہے جب وہ دو تین مرتبہ اپر انڈیا بنک میرٹھ میں قسطنطنیہ کو روپیہ روانہ کرنیکی غرض سے گئے تو کچھ مقدار زاید روپیہ کی اس غرض سے ہمراہ لیجاتے تھے کہ اگر بنک سے کچھ روپیہ واپس ہو تو اسمیں شریک کردیا جائے اس روپیہ میں سے بھی کچھ رقم مولوی صاحب موصوف کے پاس باقی رہی اور باوجود مکرر طلب و تقاضا اب تک وصول نہوا اس مجبوری سے ابھی تک یہ آخری قسط روانہ نہوسکی۔

کیا۔ کسی اسلامی سلسلہ کے ذمہ دار عالم کو ایسے رقوم کا اپنے تغافل کی وجہ سے تعویق میں ڈالے رکھنا مناسب ہے۔

بعض جزئیات انقلاب مع اصلاح

(اصلاح معاملہ متعلق بنکاح)

گذشتہ سے پیوستہ

ایک کوتاہی یہ ہے کہ باوجود ضرورت نہ ہونیکے بعض براہ ہوسناکی کئی کئی بیبیاں نکاح میں جمع کر لیتے ہیں اور یا تو بوجہ اس کے کہ مرد میں دین یا وسعت کم ہے اُن میں عدل نہیں ہو سکتا اور یا بوجہ اس کے کہ عورتوں میں دین یا عقل کم ہے باوجود شوہر کے عدل رکھنے کے پھر بھی وہ باہم لڑتی جھگڑتی ہیں یا شوہر سے بگڑتی ہیں اور عدل نہ رکھنے کی صورت میں تو مرد پر مخالفت شرع کا الزام ظاہر ہی ہے جس سے احتراز واجب ہے اور جہاں غالب گمان بس عدل کا ہو اس عدم کے سبب سے بھی کہ تعداد ازواج ہے بنا بر اس کے کہ مقدمہ ناجائز کا ناجائز ہے احتراز واجب ہوگا اور عدل رکھنے کی صورت میں مرد پر یہ الزام تو نہیں لیکن پریشانی میں تو پڑ گیا جس کے بڑھ جانے سے بعض اوقات دین میں خلل پڑنے لگتا ہے اور بعض اوقات صحت و عافیت میں اور اُس کے واسطہ سے احیاناً دین میں بھی خرابی آجاتی ہے جہاں اس کا ظن غالب ہو ایسی پریشانی سے بچنا ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی پریشانی کے اسباب سے بھی کہ اس موقع پر تعداد ازواج ہے بچنا لازم ہوگا اگر یہ لزوم بدرجۂ وجوب شرعی بھی نہ ہو تاہم عقل کا اقتضاء تو ضرور ہے اور شرعاً بھی مرضی و مستحسن اور اُس کا خلاف ناپسندیدہ و غیر مستحسن ہوگا۔ اور اس کے معنی یہ نہ سمجھے جاویں کہ تعداد ازواج میں فی نفسہ کوئی کراہت ہے (نعوذ باللہ) کیونکہ اسکی اباحت بلا کراہت منصوص قطعی ہے اور سلف میں بلا نکیر شائع تھا اُس میں کراہت یا حرمت کا اعتقاد یا دعویٰ اور اُسکی بنا پر آیات قرآنیہ میں تحریف کرنا جیسا کہ اسوقت تقلید ملاحدۂ یورپ سے بعض مسلمانوں کیلئے اس کا سبب ہو گئی ہے سراسر الحاد و بددینی ہے اصل عمل میں شائبہ بھی کراہت یا ناپسندیدگی کا نہیں اور نہ اس کا جواز بمعنی صحت و نفاذ تیقن عدل کے ساتھ مقید بلکہ اگر عدم عدل کا تیقن بھی ہو تب بھی صحت و نفاذ اُس کا یقینی۔ البتہ بعض عوارض کے سبب اس کا جواز بمعنی عدم الاثم مرتفع ہو جاتا ہے یعنی جب احتمال غالب عدم عدل کا ہو تو اُس وقت باوجود استحسان

فی نفسہ کے اس عارض خاص کی وجہ سے اس تعدد سے منع کیا جاویگا لِقَوْلِهٖ تَعَالیٰ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً الخ اور جب عدل کی یقینی امید ہو لیکن خود عورتوں کی بے اعتدالیوں کا اندیشہ ہو تو اسوقت تعدد سے نہی شرعی تو نہیں لیکن قواعد شرعیہ کی رو سے مشورۃً ایک پر کفایت کرنے کیلئے کہا جاویگا اور یہ مشورہ بھی اس معنی کر شرعی ہوگا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کو یہ مشورہ دیا تھا ھلا بکراً تلاعبھا وتلاعبک اور اس کے مقابل ایک کوتاہی عورتوں کے متعلق ہے یعنی کوتاہی مذکور کا حاصل تو مردوں کیلئے توسع تھا کہ کئی کئی عورتوں سے شادی کرتے ہیں اور اس آئندہ کوتاہی کا حاصل عورتوں کے حق میں تنگی کرنا ہے وہ یہ کہ بعض احوال میں ان غریبوں کیلئے خود شادی ہی کو مہتم بالشان نہیں سمجھتے کہیں صرف عملاً کہیں اعتقاداً بھی۔ صرف عملاً ایسا کہ بعضے ناعاقبت اندیش کنواری لڑکیوں کو بالغ ہو جانے پر بھی کئی کئی سال بٹھلائے رکھتے ہیں اور محض ناموری کے سامان کے انتظار میں انکی شادی نہیں کرتے حتی کہ بعض بعض جگہ تیس تیس اور کہیں چالیس چالیس برس کی عمر کو پہونچ جاتی ہیں اور اندھے سرپرستوں کو کچھ نظر نہیں آتا کہ اس کا کیا انجام ہے حدیثوں میں جو اس پر وعید آئی ہے کہ اگر اس صورت میں عورت سے کوئی لغزش ہوگئی تو وہ گناہ باپ پر بھی (یا جو ذی اختیار ہو اُس پر بھی) لکھا جاتا ہے اگر کسی کو اُس وعید کا خوف نہو تو دنیا کی آبرو کو تو دنیادار ضروری سمجھتے ہیں سو اسمیں تو اس کا بھی اندیشہ ہے چنانچہ کہیں حمل گرائے گئے ہیں کہیں لڑکیاں کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہیں اگر کسی شریف خاندان میں ایسا بھی نہ ہوا تب وہ لڑکیاں سرپرستوں کو دل ہی دل میں کوستی ہیں اور چونکہ وہ مظلوم ہیں اُن کا کوسنا خالی نہیں جاتا۔ ان لوگوں کو یہ بھی شرم نہیں آتی کہ خود تو باوجود بڈھے ہو جانے کے ایک بڑھیا کو کہ وہ اُس لڑکی کی ماں ہے خلوت میں لیجا کر اُس کے ساتھ عیش وعشرت کرتے ہیں اور جس غریب مظلوم کے عیش کا موسم ہے وہ پہرہ داروں کی طرح ملما صیلو کے ساتھ ان کے گھر کی چوکسی کرتی ہے کیسا بے ربط خبط ہے اور اکثر یہ دیکھا ہے کہ جس انتظار میں یہ ٹال مٹول کی ہے وہ بھی نصیب نہیں ہوتا یعنی وہ سامان اور زیور اور فخر کیلئے سرمایہ بھی میسر نہیں ہوتا اور مجبوری کو جھک مار کر خشک ہی نکاح کرنا پڑتا ہے۔ پھر ان سے کوئی پوچھے کہ دیر کرنے سے بجز خسارۂ دنیا و آخرت کے کیا حاصل ہوا بلکہ اس دیر میں تو اور بھی خلایق کے نزدیک بدنامی ہے کہ لو میاں اتنے دن بھی لگائے اور پھر خاک نہو سکا۔ لڑکی کو اگر ایسا ہی دینے کا شوق ہو تو بعد نکاح کے دینے کو کس نے منع کیا ہے اگر

دعوت عامہ ہی کا شوق ہے تو دعوت کے ہزار بہانے ہر وقت نکل سکتے ہیں یہ کیا فرض ہے کہ سارے ارمانوں کی اسی مظلومہ پر مشق کی جاوے ۔ بالکل ظلم صریح اور عمل قبیح ہے اور بعضے لوگ دیر میں عذر کرتے ہیں کہ کیا کریں کہیں سے موقع کا رشتہ ہی نہیں آتا تو کیا کسی کو ہاتھ پکڑا دیں یہ عذر اگر واقعی ہوتا تو صحیح تھا یعنی اگر سچ مچ موقع کا رشتہ نہ آتا ہوتا تو واقعی یہ شخص معذور تھا لیکن خود اسی میں کلام ہے کہ جو رشتے آتے ہیں آیا وہ سب ہی بے موقع ہیں بات یہ ہے کہ بے موقع کا مفہوم خود انھوں نے اپنے ذہن میں ایک تصنیف کر رکھا ہے جس کے اجزا یہ ہیں۔

کہ حسب نسب میں حضرات حسنین علیہما السلام جیسا ہو اور اخلاق میں جنیدؒ جیسا ہو اور علم میں اگر وہ دینی ہے تو ابو حنیفہؒ کے برابر ہو اگر دنیوی ہے تو بو علی سینا کا مثل ہو اور حسن میں یوسف علیہ السلام کا ثانی ہو اور ثروت و ریاست میں قارون و فرعون کا ہم پلہ ہو بس اُس کا لقب کہیں لایق داماد ہوگا ان صفات کے لحاظ کا مضائقہ نہیں بلکہ منجملہ حقوق اولاد کے ہے لیکن اُس کے ساتھ ہی دو امر اور بھی لحاظ کے قابل ہیں ایک یہ کہ ہر امر میں اعتدال مدنظر رکھنا چاہیئے غلو ہر امر میں مذموم ہے دوسرے یہ کہ ایک شخص میں تمام اوصاف کا مجتمع ہونا بھی شاذ و نادر ہے پس اگر صفات مذکورہ بقدر ضرورت کسی میں مجتمع ہوں یا بعض صفات ہیں بعض نہیں مگر اُن میں جو اہم ہیں وہ موجود ہیں اور وہ تین امر ہیں ایک قوۃ اکتساب دوسرے کفارت میں زیادہ تفاوت نہ ہونا ۔ تیسرے دینداری ۔ ان دونوں صورتوں میں زیادہ کاوش چھوڑ دے ورنہ وہی بات پیش آویگی جسکا ذکر حدیث میں ہے کہ جب خلق و دین و کفارت ہو تو نکاح کر دیا کرو ورنہ زمین سے فساد کبیر ہوگا ۔ تو تحقیقی جواب ہے ان لوگوں کی غلط فہمی کا اور تین جواب الزامی بھی ان کے جواب میں قابل احتجاج ہیں ایک یہ کہ جن صفات کو جس درجہ میں تم دوسروں میں ڈھونڈھتے ہو تم کو جس شخص نے لڑکی دی تھی جس کی بدولت آج اپنی لڑکی کے باپ بن کر یہ جولانیاں دکھا رہے ہو کیا اُس شخص نے بھی تمھارے لئے ایسی ہی تفتیش و کاوش کی تھی ۔ اگر وہ ایسا کرتا تو تم کو عورت ہی میسر نہ ہوتی اور ان باتوں کے بنانیکا موقع ہی نہ ملتا غرض اُس نے ایسا نہیں کیا تو اس نے جب ایسا نہ کیا تو تم نے یا تمھارے باپ نے دوسرے بھائی مسلمانوں کی بدخواہی کیوں کی کہ باوجود تمھارے اندر اِن اوصاف کی علی سبیل الکمال مجتمع نہ ہونیکے اُسکی لڑکی پر نکاحی قبضہ کر لیا ۔ آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند پر عمل کیوں نہیں کیا ۔

دوسرا جواب الزامی یہ ہے کہ جب تم اپنی دختر کیلئے اِن صفات کا شوہر تلاش کرتے ہو انصاف کرو تم نے

جب اپنے فرزند کیلئے کسی کی لڑکی کی درخواست کی تھی یا کرنے کا خیال ہے کیا اپنے صاحبزادہ میں بھی یہ صفات اسی درجہ کی دیکھ لی ہیں یا دیکھنے کا ارادہ ہے افسوس انچہ برخود نہ پسندی بر دیگراں مپسند کے مقولہ کا یہاں بھی خون کیا۔ تیسرا جواب یہ کہ جس طرح لڑکوں میں بے شمار خوبیاں ڈھونڈی جاتی ہیں اگر دوسرا شخص تمہاری لڑکیوں میں اسی عشر خوبیاں اور ہنر بھی دیکھنے لگے تو میں یقین کرتا ہوں کہ تمام عمر ایک لڑکی بھی نہ بیاہی جاوے یہاں بھی وہی انچہ برخود نہ پسندی کا اہمال لازم آتا ہے غرض یہ عذر کہ رشتہ موقع کا نہیں آتا اکثر احوال میں بے موقع ہے یہ تو بیان تھا عورتوں کے حق میں شادی کے باب میں عملاً تنگی کرنیکا اور اعتقاداً تنگی کرنا اور اہتمام نکرنا ایسا کہ جیسے اکثر لوگ بوجہ افراط جہل کے بیوہ کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے ہیں بعض جگہہ تو یہاں تک غضب سنا ہے کہ منگنی ہونیکے بعد اگر لڑکا مر گیا تو پھر لڑکی کو تمام عمر بٹھلائے رکھا اور یہ تو بکثرت ہے کہ بعد شادی کے بچپن میں یا جوانی میں بیوہ ہو گئی بس اب اس کی شادی کرنا گویا بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے بعض لوگ اگرچہ بوجہ جا بجا علم دین اور وعظ کے چرچوں کے اب اس درجہ کا عیب نہیں سمجھتے مگر تاہم جس طرح اس لڑکی کی پہلی شادی کی فکر تھی دوسری شادی کی فکر اس سے آدھی بھی نہیں یعنی اہتمام نہیں۔ آخر اس میں اور اس میں فرق کیا ہے بلکہ اگر غور صحیح سے کام لیا جاوے تو بہ نسبت نکاح اول کے نکاح ثانی اس بیوہ کا اہم ہے کیونکہ پہلے تو وہ خالی الذہن تھی مصالح زوجیۃ کا یا تو علم ہی نہ تھا یا تھا تو علم الیقین تھا اور اب تو اس کو عین الیقین ہو گیا ہے اس حالت میں اس پر وساوس وحسرات کا ہجوم یقیناً زیادہ ہوتا ہے جس سے کبھی صحت کبھی آبرو کبھی دین کبھی سب برباد جاتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا تھا وہ راضی نہیں ہوتی صاحبو مجکو اسمیں بھی کلام ہے کہ جو طریقہ پوچھنے کا ہوتا ہے اوسی طرح پوچھا تھا یا چلتی ہوئی بات کہکر الزام اتار دیا۔ پوچھنے پر جو بیوہ انکار کر چکی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتی ہی کہ اگر میں ایکدم سے راضی ہو جاؤنگی تو خاندان کے لوگ یوں کہیں گے کہ یہ تو منتظر ہی بیٹھی تھی خاوند کو ترس رہی تھی اس میں بدنامی ہوگی اس خوف سے وہ ظاہراً انکار کر دیتی ہے۔ چاہیئے یہ کہ اس کو اچھی طرح مصلحتیں بتلا دو اس کے وسوسے رفع کرو شفقت اور اہتمام سے گفتگو کرو اسکی غلط فہمیاں دفع کرو پھر ایکدفعہ نہیں چند بار اس سے ایسی گفتگو کرو اگر اس پر بھی وہ راضی نہو تو تم معذور ہو غرض حتی الامکان بیوہ کا نکاح ہی کر دینا مناسب ہے البتہ اگر کوئی بیوہ بچہ والی ہو اور عمر بھی ڈھل گئی ہو اور کھانے پینے کو بھی گنجایش ہو اور وہ انکار کرتی ہو اور قرائن سے استغنا اس کا زوج سے معلوم ہو تو اس کیلیے اہتمام ضرور نہیں + (باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ
کا
اپنے شاگرد کے نام ایک خط

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وخیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ الطیبین الطاہرین۔ **امابعد** حضرت امام حجۃ الاسلام محمد بن الغزالی قدس سرہٗ العزیز کے ایک شاگرد برسوں آپکی خدمت میں رہکر فارغ التحصیل ہوچکے تو ان کو ایکدن یہ فکر پیدا ہوا کہ میں نے ایک عمر تحصیل علم میں صرف کردی لیکن میں نے یہ نجانا کہ کونسا علم نافع ہے جو قبر اور میدان حشر میں میرے لئے مفید اور دستگیر ہوسکتا ہے اور کونسا علم غیر مفید ہے جس سے مجھکو احتراز کرنا چاہیئے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے نعوذ باللہ من علم لا ینفع ہم خدا تعالی کی پناہ مانگتے ہیں علم غیر نافع سے۔ ایک مدت تک وہ اسی خلجان میں رہے بالآخر انھوں نے اپنے استاذ حضرت امام ممدوح سے اسکے متعلق استفتا کیا اور چند مسائل اور بھی پوچھے اور یہ بھی لکھا کہ اگرچہ آپ کی تصنیفات مثل احیاء العلوم وکیمیائے سعادت وجواہر القرآن ومعیار العلم و میزان العمل وقسطاس المستقیم ومعارج القدس ومنہاج العابدین وغیرہ سے میرے سوال کا جواب مل سکتا ہے لیکن میں خاص طور سے ایک مختصر سا جواب چاہتا ہوں جسکو ہمیشہ پیش نظر رکھکر عمل کرتا رہوں۔

امام صاحب نے ان کے جواب میں لکھا کہ۔ بیٹا خدا تعالی تھاری عمر دراز کرے اور تمکو اپنے احباب کے راستہ پر چلنے کی توفیق دے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولین وآخرین کیلئے نصیحتوں کا ایک دفتر موجود ہے جو آپ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے۔ اگر تمکو اسمیں سے کچھ پہنچا ہے تو میری نصیحت کی تھیں کیا ضرورت ہے۔ اور اگر نہیں پہنچا تو بتلاؤ کہ تمنے اتنی طویل مدت میں کیا حاصل کیا۔ بیٹا ان تمامی نصائح میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عالم کو فرمائی ہیں صرف یہ فرمادینا کہ۔

علامۃ اعراض اللہ تعالی عن العبد اشتغالہ بما لا یعنیہ وان امرؤٌ ذہبت ساعۃ من عمرہ فی غیر ما خلق لہ لحریٌّ ان یطول علیہ	بندہ کا غیر مفید کاموں میں مشغول ہونا خاص علامت ہے اسکی کہ خدا تعالے نے اسکی طرف سے اپنی نظر عنایت پھیرلی ہے۔ اور جس کام کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے اگر اسکے سوا کسی اور کام میں اسکی ایک گھڑی بھی صرف ہوگئی تو بڑی حسرت کا مقام ہے۔ اور جس شخص کا

حسرة۔ ومن جاوز الاربعین ولم یغلب خیرہ شرہ فلیتجہز الی النار۔ | حال چالیس برس کی عمر کے بعد بھی یہ رہا کہ اسکی برائیں پر بھلائیاں غالب نہوویں تو اسکو دوزخ میں جانیکے لئے تیار رہنا چاہیئے

نہ صرف تمہارے لئے بلکہ تمام عالم کیلئے نہایت کافی وشافی نصیحت ہے۔

سنو بیٹا۔ نصیحت کرنا آسان ہے مگر قبول کرکے اسپر عمل کرنا دشوار جب ہوا وہوس غالب ہوتی ہے تو نصیحت نہایت تلخ معلوم ہوا کرتی ہے خاصکر اُن کو جو دنیاوی علوم وفنون حاصل کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ فقط علم حاصل کرلینا ہی نجات کیلئے کافی ہے عمل کی کچھ ضرورت نہیں حالانکہ یہ بہت بُرا اعتقاد اور فلاسفہ کا مذہب ہے سبحان اللہ اتنا تو تم جانتے ہو کہ جو شخص علم حاصل کرکے اسپر عمل نکرے اسپر خدا تعالیٰ کی حجت قایم ہوجاتی ہے تو کیا یہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان اشد الناس عذابًا یوم القیامۃ عالم لم ینفعہ اللہ بعلمہٖ۔ | قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اُس عالم کو ہوگا جسکو اسکے علم سے کچھ نفع نہ پہنچا ہوگا۔

حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد کسی نے ان سے خواب میں پوچھا کہ آپکا کیا حال ہے فرمایا

طاحت العبارات وفنیت الاشارات وما نفعنا الا رکیعات رکعناھا فی جوف اللیل | عبارات واشارات سب بیکار ہوگئے۔ صرف ان چند رکعتوں نے البتہ فائدہ دیا جو تہجد کے وقت پڑھ لیا کرتا تھا۔

تو بیٹا۔ اعمال صالحہ اور احوال فاضلہ سے تہیدست نرہنا چاہیئے اور خوب یقین کرلینا چاہیئے کہ فقط علم بدون عمل کے ہرگز دستگیری نہیں کرسکتا۔ دیکھو کسی مسلح اور جنگ آزمودہ سپاہی کے سامنے میدان میں اگر شیر آجاوے تو بدون ہتیار سے کام لئے وہ شیر سے بچ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یا کوئی شخص صفراوی بخار میں مبتلا ہے اور جانتا ہے کہ سکنجبین اور آش جو اسکو مفید ہوگا تو کیا یہ ہوسکتا ہے کہ بدون استعمال کئے اسکو نفع ہوجاوے گا۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح علم کتنا ہی وسیع وکثیر ہو جب تک تم اس پر عمل نکروگے مفید نہیں ہوسکتا۔

گرمئے دو ہزار رطل از و پیمائی | تا مے نخوری نباشدت شیدائی

بہت سا پڑھ لینا اور بڑی بڑی کتابوں کا جمع کرلینا اور اسپر عمل نہ کرنا فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک تم اپنے آپ کو اعمال صالحہ سے رحمت خداوندی کا مستحق نہ بنالوگے وہ تمہاری طرف متوجہ

نہ ہوگی۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ انسان کو بدون سعی کے کچھ نہیں ملسکتا۔ دوسری جگہ فرماتا ہے فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا۔ جسکو خداتعالیٰ سے ملنے کی امید ہے اسکو چاہیئے کہ عمل صالح کرے۔ (۳) جزاء بما کانوا یعملون۔ یہ اسکا بدلہ ہے جو تم کرتے ہو۔ (۴) ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنات الفردوس نزلا خالدین فیھا جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ان کی مہمانی جنات فردوس ہیں ہمیشہ اسمیں رہیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بنی الاسلام علی خمسۃ۔ شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد اعبدہ ورسولہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصوم رمضان وحج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اوّل اس بات کی گواہی دینا کہ سوائے خداتعالیٰ کے کوئی معبود برحق نہیں اور محمد اسکے بندہ اور رسول ہیں۔ دوسرے نماز پڑھنا تیسرے زکوۃ دینا چوتھے رمضان کے روزے رکھنا پانچویں بشرط استطاعت حج کرنا۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں الایمان اقرار باللسان وتصدیق بالجنان وعمل بالارکان۔ ایمان۔ زبان سے اقرار کرنا۔ اور دل سے تصدیق کرنا اور اعضا سے عمل کرنا ہے۔

بالجملہ اعمال کی ضرورت بیشمار دلائل سے ثابت ہے۔ تم میری اس تقریر سے یہ نہ سمجھ لینا کہ نجات صرف عمل ہی پر منحصر ہے خداتعالیٰ کے فضل ورحمت کی کچھ حاجت نہیں العیاذ باللہ۔ میری غرض یہ ہے کہ بیشک بندہ خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی نجات پاتا ہے مگر وہ جب تک اپنے آپ کو مستحق نہیں بنالیتا رحمت الٰہی اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ اور یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خداتعالیٰ خود فرماتا ہے ان رحمت اللہ قریب من المحسنین بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نکوکاروں سے قریب ہے۔ اور جب رحمت الٰہی بندہ تک نہ پہنچی تو بہشت میں اسکا داخل ہونا ناممکن۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ مجرد ایمان بہشت میں داخل ہونیکے لئے کافی ہے۔ میں بھی کہتا ہوں کہ بیشک کافی ہے۔ لیکن اسکو بہشت میں پہنچنے سے پہلے ہزاروں دشوار گذار گھاٹیوں کاٹنے کرنا پڑیگا اور جب وہ بہشت میں پہنچیگا تو مفلس ہوگا۔

تم یقین جان لو کہ جب تک کام نکروگے مزدوری نہیں ملسکتی۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت بڑا عابد ومخلص تھا حق تعالیٰ نے اس کے اخلاص کو فرشتوں پر ظاہر فرمانا چاہا تو ایک فرشتہ کو اس کے پاس

بھیجکر یہ کہلا دیا کہ میاں تم فضول محنت و زحمت اٹھاتے ہو تمھارے لئے تو دوزخ مقرر ہو چکی ہے۔ عابد نے یہ سنکر جواب دیا کہ میں تو فرض بندگی ادا کرتا ہوں اور کئے جاؤں گا اب وہ جانیں اور ان کی آقائی اور خداوندی۔ فرشتہ نے درگاہ رب العزت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جو جواب اس نے دیا ہے اس سے حضور خود آگاہ ہیں۔ ارشاد ہوا کہ وہ کم حوصلہ ہو کر بھی ہم سے نہیں پھرتا تو ہم کریم ہو کر اس سے کیسے پھر سکتے ہیں تم گواہ رہو کہ میں نے اسکو بخشدیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں حاسبوا قبل ان تحاسبوا وزنوا قبل ان توزنوا تم محاسبہ قیامت سے پہلے دنیا ہی میں اپنا محاسبہ کرلو۔ اور وزن اعمال سے پہلے ہی اپنے اعمال جانچ لو۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں من ظن انہ بدون الجھد یصل الی الجنۃ فھو متمن ومن ظن انہ ببذل الجھد یصل فھو متعن جس نے یہ گمان کیا کہ وہ بدون کوشش کے جنت میں پہنچ جاویگا وہ ہوس کار ہے اور جس نے یہ گمان کیا کہ وہ محض سعی و کوشش ہی سے جنت میں پہنچ جاویگا وہ مشقت و تعب میں پڑا ہوا ہے۔ حضرت حسن بصری قدس سرہ فرماتے ہیں طلب الجنۃ بلا عمل ذنب من الذنوب بلا عمل کے جنت کی آرزو کرنا ایک طرح کا گناہ ہے۔ ایک بزرگ نے کیا اچھا فرمایا ہے۔ الحقیقۃ ترک ملاحظۃ العمل لا ترک العمل علم حقیقت یہ ہے کہ عمل کرے مگر اس پر فریفتہ نہو۔ یہ نہیں کہ سرے سے عمل ہی چھوڑ بیٹھے ان سب سے اچھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ بڑا سمجھدار وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع و منقاد بنالیا اور سخت احمق وہ ہے جو خود اپنے نفس و خواہش کا مطیع و منقاد بنگیا اور پھر خدا تعالی سے بڑے بڑے انعام کی تمنا رکھنے لگا۔

اگر تمنے تحصیل علم میں اس لئے محنت شاقہ اٹھائی تھی کہ دنیاوی عزت و دولت حاصل ہو جائے تو تمپر افسوس اور پھر افسوس۔ اور اگر تہذیب اخلاق اور احیائے شریعت محمدی کے لئے برداشت کی تھی تو تمپر آفریں اور ہزار آفریں کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

سھر العیون لغیر وجھک ضائع | وبکاءھن بغیر فقدک باطل

آپ کا چہرۂ مبارک چھوڑکر دوسروں کے نظارہ کیلئے جاگنا فضول ہے + اور آپ کے سوا دوسروں کے فراق میں رونا رائیگاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عش ما شئت فانک میت

اَحْبِبْ مَاشِئْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُہٗ وَاعْمَلْ مَاشِئْتَ فَاِنَّکَ مَجْزِیٌّ بِہٖ جب تک جی چاہے دنیا میں رہ لے آخر ایکدن تجھے مرنا ضروری ہے۔ اور جس سے چاہے محبت کر لے آخر اس سے جدائی لازمی ہے۔ اور جو جی چاہے عمل کرلے بدلہ اسکا ضرور ملکر رہے گا۔

تمکو علم کلام مناظرہ دواوین اشعار نجوم نحو صرف وغیرہ وغیرہ کی تحصیل سے بجز تضییع عمر کے کیا فائدہ۔ بخدا میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ مردہ کو جنازہ پر رکھنے سے تالب گور پہچانے تک حق تعالیٰ آپ ہی آپ اس سے چالیس سوال کرتا ہے جنمیں پہلا سوال یہ ہے۔ عبدی قد طھرت منظر الخلق سنین فھل طھرت منظری ساعۃً تو لوگوں کے دکھانے کو تو برسوں نہایت صاف ستھرا بنا رہا کبھی میرے لئے بھی صاف ستھرا بنا تھا۔

اور وہ ہر روز تمھارے دل میں یہ کہتا ہے ماتصنع بغیری وانت محفوف بخیری تجھے غیر سے کیا واسطہ جبکہ تو سرتاپا میرے احسانوں میں ڈوبا ہوا ہے لیکن تم بہرے ہو اسلئے اس آواز کو نہیں سنتے سُنو بیٹا۔ علم بے عمل دیوانگی ہے اور عمل بے علم بیگانگی۔ جو علم آج تمکو گناہوں سے نہیں روکتا اور عبادت کی طرف متوجہ نہیں کرتا یاد رکھو کہ وہ کل قیامت کے دن آتش دوزخ سے بھی تمکو نہیں بچا سکتا اگر تم آج عمل کر کے عمر گذشتہ کی تلافی نہ کروگے تو کل قیامت کے دن چلاؤگے اور کہوگے فارجعنا نعمل صالحا آپ ہمکو پھر دنیا میں لوٹا دیجئے تاکہ عمل صالح کریں جواب ملے گا۔ احمق تو تو وہیں سے آرہا ہے ابتک کیا کیا تھا جو آیندہ کریگا۔ دیکھو ایک دن مرنا اور قبرستان میں جانا ضروری ہے۔ مردے تمھارے ہر لحظہ منتظر ہیں خبردار خالی ہاتھ نجانا۔ حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں ھذہ الاجساد قفص الطیور او اصطبل الدواب یہ بدن یا تو ہلکے پھلکے پرندوں کے پنجرے ہیں۔ یا چارپایوں کے اصطبل تو غور کرو کہ تم کن میں ہو اگر تم مرغ آشیان ہو تو کوس اِرْجِعِیْ کی آواز سنتے ہی اڑ کر بلند مقام پر بیٹھ جاؤگے اھتز عرش الرحمن لموت سعد ابن معاذ سعد بن معاذ کی موت سے عرش خداوندی جھومنے لگا۔

اور اگر تم چارپایوں میں ہو والعیاذ باللہ تو یقین کرلو کہ تمھارا ٹھکانا دوزخ ہے اولٰئک کالانعام بل ھم اضل وہ چارپائے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو سرد پانی دیا گیا پیالہ ہاتھ میں لیتے ہی آہ منہ سے نکلی اور بیہوش ہوگئے جب افاقہ ہوا تو لوگوں نے پوچھا حضرت آپکا کیا حال ہوگیا۔ فرمانے لگے۔ ذکرت امنیۃ اھل النار حین

یقول لاھل الجنۃ ان افیضوا علینا من الماء مجھے دوزخیوں کی آرزو یاد آگئی جبکہ وہ بہشتیوں سے کہیں گے ہمیں ذرا سا پانی پلادو۔

بیٹا۔ اگر تمکو فقط علم کافی ہوتا اور عمل کی حاجت نہو تی تو خدا تعالیٰ کا ہر شب پچھلے پہر ھل من سائلٍ ھل من تائب ھل من مستغفر پکارنا بیکار ہوجاتا۔ کوئی ہے مانگنے والا۔ کوئی ہے توبہ کرنیوالا۔ کوئی ہے معافی چاہنے والا۔

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں حضرت عبداللہ بن عمر کا ذکر خیر آیا تو آپنے فرمایا نعم الرجل ھو لو یصلی فی اللیل وہ بہت اچھا آدمی ہے کاش وہ تہجد کی نماز پڑھا کرتا حضور والا نے ایک صحابی سے فرمایا لاتکثر النوم باللیل فان کثرۃ النوم باللیل تدع صاحبہ فقیرا یوم القیامۃ رات کو زیادہ مت سویا کرو کیونکہ رات کے وقت زیادہ سونے والا قیامت کے دن تہیدست ہوگا۔

ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک امر ہے وبالاسحار ھم یستغفرون شکر ہے والمستغفرین بالاسحار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ اصواتٍ یحبھا اللہ تعالیٰ۔ صوت الدیک وصوت الذی یقرء القرات وصوت المستغفرین بالاسحار خدا تعالیٰ کو تین آوازیں پسند ہیں ایک مرغ سحر کی۔ دوسری قرآن پڑھنے والیکی تیسری پچھلے پہر معافی مانگنے والوں کی۔ حضرت سفیان ثوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں ان للہ تعالیٰ ریحا تھبّ وقت الاسحار تحمل الاذکار والاستغفار الی الملک الجبار خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ہوا اس کام پر مامور ہے کہ وہ پچھلے پہر ذکر و استغفار کی آواز خدا تعالیٰ تک پہنچاتی ہے وہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ اذا کان اول اللیل نادی مناد تحت العرش الا لیقم العابدون فیقومون ویصلون ماشاء اللہ ثم ینادی منادٍ فی شطر اللیل الا لیقم القانتون فیقومون ویصلون الی السحر فاذا کان السحر ینادی مناد الا لیقم المستغفرون فیقومون ویستغفرون فاذا طلع الفجر نادی مناد الا لیقم الغافلون فیقومون من فرشھم کالموتی نشروا من قبورھم۔ شروع شب میں ایک منادی عرش کے نیچے سے پکارتا ہے کہ عبادت کرنیوالوں کو اُٹھ جانا چاہئے۔ تو وہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور جب تک خدا تعالیٰ چاہتا ہے نماز پڑھتے رہتے ہیں پھر نصف شب میں ایک منادی پکارتا ہے کہ با ادب فرمان برداروں کو اُٹھ جانا چاہئے

تو وہ اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور آخر شب تک نماز پڑھتے رہتے ہیں پھر آخر شب میں ایک منادی پکارتا ہی کہ معافی مانگنے والوں کو اٹھ جانا چاہیئے تو وہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور معافی مانگتے رہتے ہیں جب صبح صادق ہو جاتی ہے تو ایک منادی پکارتا ہے کہ غافلوں کو اُٹھ جانا چاہیئے تو وہ اپنے بستروں سے اسطرح اُٹھتے ہیں جیسے مُردے قبروں سے۔

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو یوں نصیحت فرماتے تھے۔ یا بُنیَّ لا تکونن الدیک اکیس منک ینادی بالاسحار وانت نائم۔ دیکھو بیٹا مرغ ہوشیاری میں تمسے بڑھنے نہ پاوے کہ وہ تو آخر شب میں خدا کو یاد کرے اور تم سوتے رہو۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

لقد ھتفت فی جنح لیل حمامۃٌ | علی فنن وھنا وانی لنائم
کذبتُ وبیتِ اللہ لو کنت عاشقًا | لما سبقتنی بالبکاء الحمائم
وازعم انی ھائم ذو صبابۃٍ | لربی ولا ابکی۔ وتبکی البھائم

رات کو فاختہ تو شاخ پر بیٹھی پکار رہی ہے اور میں پڑا سو رہا ہوں برب کعبہ میں جھوٹا مدعی ہوں اگر میں سچا عاشق ہوتا تو فاختہ رونے میں مجھسے سبقت نہ لیجاتی۔ افسوس میں تو محبت الٰہی کا مدعی ہو کر آنکھ بھی تر نہ کروں اور بہائم پڑے روتے رہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمکو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ طاعت وعبادت کیا چیز ہے۔ سنو جناب شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی فرمان برداری کا نام عبادت ہے قولاً۔ وعملاً۔ اوامر میں بھی۔ نواہی میں بھی۔ اگر تم کوئی کام بدون حکم شارع علیہ السلام کے کرو اگرچہ وہ بشکل عبادت ہی ہو تو وہ عبادت نہیں بلکہ گناہ ہے۔ دیکھو نماز کیسی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے مگر اوقات مکروہہ میں یا زمین غصب میں اسکا پڑھنا گناہ ہے اسی طرح روزہ فی نفسہ عمدہ عبادت ہے مگر ایام عید وتشریق میں رکھنا گناہ ہے یہ صرف اسلئے کہ حکم شارع علیہ السلام کے خلاف ہے لہو ولعب کچھ اچھی چیز نہیں مگر اپنی بی بی کے ساتھ کرنا باعث اجر ہے کیونکہ بحکم شارع علیہ السلام ہے تو معلوم ہوگیا کہ عبادت کی حقیقت فرمان برداری ہے۔ نہ محض نماز روزہ۔ کیونکہ نماز روزہ بھی اُسی وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے جبکہ وہ بحکم شارع علیہ السلام ہو۔ تو بیٹا تمہارے احوال واقوال کو شریعت کا تابع ہونا چاہیئے اسلئے کہ کوئی علم وعمل بدون اجازت شارع علیہ السلام کے سراسر گمراہی اور خدا تعالیٰ سے بُعد کا سبب ہے لہذا تمکو چاہیئے کہ بلا اجازت شارع علیہ السلام کے بات بھی نکرو اور یقین کرلو کہ خدا تعالیٰ کا راستہ ان علوم

دنیاوی سے جو تمنے حاصل کئے ہیں اور صوفیان زمانہ کے خوشنما دعووں اور ملمع کاریوں سے طے نہیں ہوسکتا بلکہ تیغ مجاہدہ سے ہوا و ہوس اور نفسانی خواہشوں کو قطع کر دینے سے۔

خدا تعالیٰ کو لمبی چوڑی باتیں اور نکات باریک اور اوقات عمر تیرہ و تاریک ہرگز پسند نہیں زبان رواں اور شستہ اور دل غفلت و خواہش سے وابستہ بدنصیبی کی علامت ہے جب تک نفس و خواہش مجاہدات قویہ سے مقہور و تابع شریعۃ نہو جاوینگے دل انوار معرفت سے زندہ نہیں ہوسکتا۔

تمنے چند مسئلے بھی پوچھے ہیں ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جنکا جواب تحریر و تقریر میں نہیں آسکتا۔ جب اس مقام تک تمکو رسائی ہوجاویگی تو خود سمجھ لوگے ورنہ ان کا جاننا محالات سے ہے اس لئے کہ ان کو ذوق و وجدان سے تعلق ہے اور ایسی باتیں قید تحریر و تقریر کی متحمل نہیں ہوسکتیں۔

شیرینی و تلخی و لذت جماع کی کیفیت اگر کوئی کسی کو سمجھانا چاہے تو بجز اسکے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ چکھ دیکھو۔ بااینہمہ جسقدر ان مسائل کے جواب میں کہا جاسکتا ہے وہ ہماری تصانیف مثل احیاء العلوم وغیرہ میں موجود ہے اسکو دیکھ لو۔ یہاں بھی کچھ اشارۃً ہم بیان کرتے ہیں۔

تمنے پوچھا ہے کہ سالکان راہ خدا تعالیٰ پر کیا واجب ہے تو اوّل اعتقاد پاک جسمیں شائبہ بھی بدعت کا نہو۔ دوسرے سچی توبہ کہ پھر گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکے تیسرے تمام مخلوق سے خواہ وہ دوست ہو یا دشمن ایسا معاملہ کرے کہ کسی کا حق اسپر نرہجاوے۔ چوتھے علم شریعت سے اتنا حاصل کرلے جس سے جائز و ناجائز کا علم اسکو ہوجاوے۔ اور باقی علوم سے اتنا جسکو اسکی نجات و خلاص میں دخل ہو۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں چار سو استادوں کی خدمت میں رہ کر چار ہزار حدیثیں پڑہی ہیں ان میں سے صرف ایک حدیث کو عمل کے واسطے منتخب کرلیا ہے کیونکہ وہ ایک حدیث میری نجات و خلاص کے لئے کافی ہے اور اولین و آخرین کے علوم اس میں مندرج ہیں۔ وہ حدیث یہ ہے اعمل لدنیاک بقدر مقامک فیہا واعمل لاخرتک بقدر بقائک فیہا واعمل للہ بقدر حاجتک الیہ واعمل للنار بقدر صبرک علیہا۔ دنیا کے لئے اتنا کام کر جتنا کہ تو اسمیں رہیگا۔ اور آخرت کے لئے اتنا کام کر جتنا کہ تیرا رہنا وہاں بقدر ہے تمہارا اور اللہ تعالیٰ کے واسطے اتنا کام کر جتنا کہ تو اسکا محتاج ہے۔ اور دوزخ کیلئے اتنا کام کر جتنا کہ تو اسکی تکالیف پر صبر کرسکتا ہے۔

تمکو اس حدیث سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ تمکو بہت بڑا عالم متبحر بننے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے

فرض عین نہیں۔ اس حکایت کو غور سے سنو تاکہ تمھیں میرے کہنے کا یقین ہوجاوے۔
حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے ایکدن اپنے شاگرد و مرید حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تم کتنی مدت سے میرے پاس رہتے ہو۔ عرض کیا کہ تینتیس ۳۳ برس سے۔ پوچھا کہ تمنے اس مدت میں کتنے علوم اور کیا فائدے حاصل کئے۔ جواب دیا کہ صرف آٹھ فائدے۔ اور یہی علم حاصل کرنے کا نتیجہ ہے فرمایا إنا لله وانا الیہ راجعون میں نے تو تمھاری تعلیم میں ایک عمر صرف کردی اور تمنے صرف اتنا ہی حاصل کیا۔ حاتم نے عرض کیا حضرت اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو میری تحصیل صرف اسیقدر ہے جو عرض کی اور اس سے زیادہ حاصل کرنیکی مجھے خواہش بھی نہیں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اسیقدر میری نجات کیلئے کافی ہے اور اس سے زیادہ فضول۔ حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیان توکرو وہ آٹھ فائدے کیا کیا ہیں۔ کہا اوّل یہ کہ میں نے دیکھا دنیا میں ہر شخص کو کوئی چیز محبوب و مرغوب ہوتی ہے ان میں سے کوئی تو مرض الموت تک اسکا ساتھ دیتی ہے اور کوئی قبر تک میں نے سوچ سمجھکر ایسا محبوب پسند کیا جو مرنے کے بعد قبر میں بھی مونس و غمگسار رہے تو وہ عمل صالح ہے۔ حضرت شقیق نے فرمایا احسنت۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ میں نے دنیا میں سبکو نفس و خواہش کا تابع دیکھا جب یہ آیت شریفہ میری نظر سے گذری۔ واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی (جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو اسکی خواہش سے روکا تو پھر جنت ہی اسکا ٹھکانا ہے) تو مجھے یقین ہوگیا کہ قرآن مجید سراسر حق ہے پس میں نے نفس کو مجاہدہ کی شکنجہ میں ایسا کھینچا کہ اسکے سارے بل نکلگئے یہانتک کہ وہ بیچون و چرا طاعت حق میں مطمئن ہوگیا حضرت شقیق نے فرمایا بارک اللہ علیک۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا دنیا کے لوگ بڑی بڑی تکلیفیں اور مشقتیں اُٹھاکر سامان دنیا میں سے کچھ حاصل کرلیتے ہیں اور اپنے دلمیں بڑے خوش ہوتے ہیں کہ گویا کوئی نفیس عجیب چیز حاصل کرلی مجھے جو یہ آیت نظر پڑی ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق (جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ نبڑ جانے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ سدا رہنے والا ہے کبھی فنا ہونیوالا نہیں) تو میں نے اپنا برسوں کا اندوختہ خدا تعالیٰ کی راہ میں فقرا کو دیکر خدا تعالیٰ کے ہاں امانت رکھدیا اس امید پر کہ وہاں وہ باقی رہیگا اور آخرت کے راستہ میں میرا رہنما ہوگا حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمنے خوب کیا۔
چوتھا فائدہ یہ کہ دنیا میں کوئی اسپر فخر کرتا ہے کہ میرے اقارب کنبہ خدم حشم بہت ہیں کوئی اسپر ناز کرتا ہی کہ میرے پاس مال و اولاد بہت ہیں کوئی اسپر اتراتا ہے کہ میں بڑا شہزور سفاک اور خوں ریز ہوں وغیرہ وغیرہ

ہرکس بخیال خویش خبطے دارد۔ میں نے جو اس آیت کو پڑھا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم (یقیناً خداتعالےٰ کے نزدیک بڑا معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) تو یقین کرلیا کہ خداتعالیٰ کا فرمانا سچ ہے اور دنیاداروں کے خیالات سراسر خطا ہیں۔ بس مین نے تقویٰ اختیار کیا تاکہ مجھے حق تعالیٰ کی درگاہ میں عزت حاصل ہو حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا احسنت۔ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ میں نے بہت سے لوگوں کو ازراہ حسد ایک دوسرے کی برائی کرتے دیکھا۔ کسی کو کسی کے جاہ و مرتبہ پر حسد ہے کسی کو کسی کے علم و فضل پر میں نے جب یہ آیت پڑھی نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الحیٰوۃ الدنیا ہمنے ہی سامان عیش و زندگی کو انہیں تقسیم کیا ہے۔ تو میں سمجھ گیا کہ ہر ایک کا مقدر و مقسوم روز ازل سے ہی الگ الگ ہے کسی کو اسمیں اختیار نہیں۔ اور قسمت خداوندی پر راضی ہوگیا پھر مجھے کسی پر حسد نہوا بلکہ میری سارے جہان سے صلح ہوگئی حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمنے بڑا اچھا کام کیا۔ چھٹا فائدہ یہ کہ دنیا میں کسی سبب یا غرض سے اکثر ایک دوسرے کے دشمن ہوجاتے ہیں میں نے یہ دیکھ کر ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم اسکو دشمن سمجھو۔ یقین کرلیا کہ قرآن مجید سچ فرماتا ہے کہ سوائے شیطان اور اتباع شیطان کے کسی کو دشمن نمانا چاہیئے تو میں نے اسکو دشمن سمجھکر ہر بات میں اسکی نافرمانی کی اور خداتعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری میں مشغول ہوگیا اور سمجھ گیا کہ سیدھا راستہ یہی ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ الم اعہد الیکم یابنی ادم ان لا تعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین وان اعبدونی ھذا صراط مستقیم اے بنی آدم کیا میں نے تمکو پہلے سے نہیں کہدیا تھا کہ تم شیطان کا کہنا مت مانیو وہ بیشک تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے اور میری ہی فرماں برداری کیجیو۔ یہی سیدھا راستہ ہے حضرت شقیق نے فرمایا کہ تمنے خوب کہا۔ ساتواں فائدہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو روزی اور سامان زندگی بہم پہنچانے میں کوششیں کرنے اور حرام و شبہات میں پڑکر اپنے آپ کو ذلیل و خوار کرتے دیکھا تو میری نظر اس آیت پر پڑی وما من دابۃ فی الارض الا علی اللّٰہ رزقہا زمین پر جو چیز متحرک ہے اسکا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے میں سمجھ گیا کہ میں بھی انہیں چیزوں میں داخل ہوں جن کے رزق کا کفیل حق تعالیٰ ہے۔ بس میں بفکر ہوکر خداتعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگیا حضرت شقیق نے فرمایا تمنے خوب کیا۔ آٹھواں فائدہ یہ کہ میں نے کسی نہ کسی چیز پر لوگوں کو بھروسہ کرتے دیکھا۔ کوئی مال ودولت پر بھروسہ رکھتا ہے کوئی حرفہ و صناعت پر کوئی آپ جیسے مخلوق پر۔ میں نے اس آیت میں غور کیا ومن یتوکل علی اللّٰہ فہو حسبہ جس نے

خدا تعالیٰ پر بھروسہ کیا تو وہ اُس کیلئے کافی ہے تو میں نے سبکو چھوڑ کر خدا تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرلیا اور وہی میرے لئے کافی اور اچھا کارساز ہے۔ حضرت شقیق نے فرمایا حاتم تمکو خدا تعالیٰ توفیق دے تمنے بہت اچھا کیا میں نے توراۃ و انجیل و زبور و فرقان کو دیکھا تو ان کی پند و نصائح کا بھی انہیں آٹھ فائدوں پر مدار ہے جس نے ان پر عمل کرلیا گویا ان چاروں کتابوں پر عمل کرلیا۔ اس قصہ سے بھی تمکو معلوم ہوگیا ہو گا کہ تمکو بہت سے علم کی حاجت نہیں۔

چار باتیں تو ہم بیان کرچکے جو سالک پر واجب ہیں پانچویں یہ ہے کہ سالک کو ایک مربی و مرشد کی ضرورت ہے جو اسکی بری عادتیں چھڑانے اور ان کی جگہ اچھے اخلاق پیدا کرنیکی کوشش کرے مرشد کی مثال کسان کی سی ہے جو کھیت کو نولاتا ہے مضر چیزوں سے صاف کرکے پانی دیتا ہے تاکہ کھیتی خوب بڑھے پھولے اور پھلے۔ تو سالک کو ایسے ہی پیر و مرشد کی ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے تمامی پیغمبران علیہم السلام کو اور آخر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی رہنمائی اور اصلاح معاش و معاد کیلئے بھیجا تھا چنانچہ اُنھوں نے اپنی زندگی میں جیسی کوششیں کی ہیں اُن کا نتیجہ ظاہر ہے کہ بڑے بڑے کافر مشرک بدمعاش بدچلن سفاک رہزن آپ کے فیض تربیت سے کیا سے کیا ہوگئے جب آپ نے رحلت فرمائی تو وہی کام آپ کے خلیفوں اور نائبوں نے کیا اور یہی سلسلہ قیامت تک چلا جاوے گا تو سالک کو ایسی ہی پیر کی حاجت ہے جو پیغمبرون کی خلافت و نیابت کے فرائض ادا کرتا ہو پیر و مرشد کیلئے عالم ہونا تو ضروری ہے لیکن ہر عالم پیر بننے کی قابلیت نہیں رکھتا بلکہ اس کام کے قابل ہونے کی چند علامتیں ہیں جنکو ہم مجملاً بیان کرتے ہیں تاکہ ہر بوالہوس پیر و مرشد ہونیکا دعویٰ نہ کرنے لگے۔ اسکے دل میں جاہ و مال کی محبت نہو۔ ایسے صاحب بصیرت کا متبع ہو جسکی متابعت کا طریقہ و رابطہ ارباب بصیرت کے ذریعہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مسلسل پہنچتا ہو۔ ہر طرح کی ریاضتیں کی ہوں جیسے کم کھانا کم سونا کم بولنا نمازیں بہت پڑھنا صدقہ کثرت سے دینا روزے بہت رکھنا۔ اخلاق حمیدہ اور ملکات فاضلہ اسمیں راسخ ہوگئی ہوں جیسے صبر و شکر توکل یقین طمانینت سخاوت قناعت امانت بذل مال حلم تواضع دانائی صدق وقار حیا سکون وغیرہ وغیرہ مشکوٰۃ نبوت سے اس نے نور و ضیا حاصل کی ہو اخلاق ذمیمہ سے پاک ہو جیسے تکبر بخل کینہ حرص طول امل حب دنیا سبکسری خفت عقل وغیرہ وغیرہ کسی علم کا بجز علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج نہو۔ قولاً و عملاً شریعت کا پابند ہو بدعات سے نفرت

اور سنت سے رغبت رکھتا ہو۔ یہ چند علامتیں پیر طریقت کی جو ہمنے بیان کی ہیں اگر کسی میں پائی جاویں تو اُسکی اقتدا کرنا چاہیئے اور اُسکی صحبت کو منجملہ مغتنمات و انعامات خداوندی سمجھنا چاہیئے۔ مگر ایسا پیر کم دستیاب ہوتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں مدعیان ہمعنی پیدا ہو گئے ہیں جو لغو اور فضول مشاغل میں مریدوں کو مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ اور بعض بیدین بیباک قید شریعت سے آزاد۔ پیر بنکر خلق اللہ کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔ اور جو واقعی سچے مرشد ہیں وہ گوشہ نشین اور نگاہ خلق سے مستور ہیں۔ تو جس شخص کو ایسا سچا مرشد جسکی کچھ علامتیں ہمنے اوپر بیان کی ہیں خوش قسمتی سے ملجاوے اُسی کو اپنا پیر بنا دے اور ظاہر و باطن سے اسکا اکرام و احترام کرے۔ احترام ظاہری یہ ہے کہ اس سے کسی بات میں حجت اور جھگڑا نہ کرے۔ اور اگر کبھی کسی مسئلہ میں اس سے خطا سرزد ہوتی دیکھے تو اسپر انکار نہ کرے کیونکہ خطا و نسیان سے کوئی بشر پاک نہیں اور یہ بھی ممکن ہو کہ اسکے پاس اسکی کوئی تاویل ہو یا وہ کوئی عذر قوی رکھتا ہے جس سے یہ ناواقف ہے۔ اپنے پیر کے سامنے عبادت کیلئے اپنا مصلّا نہ بچھائے۔ ہاں اگر مرید کو امامت کا اتفاق ہوا ہے تو نماز سے فارغ ہو کر فوراً اپنی جانماز پیچھے ہٹالے۔ پیر کے سامنے بہت نوافل نہ پڑھے حتی الامکان اسکے احکام کی تعمیل کرے۔ اسکو کبھی سجدہ نکرے کیونکہ یہ کفر ہے۔ اور خلاف شریعت کوئی کام نہ کرے کہ یہ الحاد ہے۔ اور جو پیر خلاف شریعت کام کرتا ہے یا اسکا روادار ہوتا ہے وہ زندیق ہے۔ احترام باطنی یہ ہو کہ دل سے بھی اسکی کسی بات کا منکر نہو ورنہ شان نفاق پیدا ہو جاوے گی۔

اور اگر مرید سے یہ نہیں ہو سکتا تو چندے پیر کی خدمت میں رہنا چھوڑ دے یہانتک کہ اسکے دل سے شائبہ انکار مٹجائے۔

چھٹی بات سالک کیلئے یہ ضروری ہے کہ اپنے نفس کی داروگیر کیا کرے اور یہ اسوقت میسر ہوتا ہی جبکہ وہ ہمنشیں بد کی صحبت سے بالکلیہ احتراز کرے تاکہ شیاطین جن وانس کا اُسپر کچھ بس نچلے۔ اور اسکے نفس کی شیطنت فرو ہو جاوے۔ ساتویں یہ کہ ہر حال میں تونگری پر درویشی کو ترجیح دیکر اختیار کرے کیونکہ اس راستہ میں دلکو محبت دنیا سے خالی رکھنا اصل اصول ہے۔ اور دنیاوی سازوسامان کے ہوتے محبت دنیا سے رہائی شاذ و نادر ہی کسیکو حاصل ہوتی ہے تو اسکا علاج بجز اسکے کچھ نہیں کہ سرے سے اسباب دنیوی ہی کو خیرباد کہدے تاکہ دل محبت دنیا سے بالکل فارغ ہو جاوے یہ سات چیزیں اسپر واجب ہیں جو راہ حق کا سالک و طالب ہے۔

تمنے پوچھا ہے کہ تصوف کیا چیز ہے۔ تو سنو تصوف دو چیزوں کا نام ہے ایک خدا تعالیٰ سے سچا معاملہ رکھنا۔ دوسرے مخلوق کے ساتھ نکو کاری اور بردباری کرنا جسمیں یہ دونوں باتیں ہیں وہ سچا صوفی ہے۔

خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا معاملہ رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ اپنی ہر قسم کی خواہشوں اور لذتوں کو اسکے حکم پہ قربان کردے۔ اور مخلوق سے نکوئی کرنیکی یہ معنی ہیں کہ کسی کو اپنے حسب خواہ بنانے کی کوشش نکرے بلکہ خود ان سب کے حسب خواہ بنا رہے جب تک کہ انکی خواہش خلاف شریعت نہو کیونکہ جو شخص خلاف شریعت کرتا ہے یا خلاف شریعت سے راضی ہوتا ہے وہ ہرگز صوفی نہیں اور اگر وہ مدعی تصوف ہے تو جھوٹا مدعی ہے۔

تمنے پوچھا ہے کہ بندگی کسے کہتے ہیں۔ تو سنو بندگی تین چیز کا نام ہے اول احکام شریعت کا لحاظ رکھنا کہ تا امکان بندہ کی کوئی حرکت وسکون خلاف شرع نہونے پاوے۔ دوسرے قضا و قدر و قسمت خداوندی پر راضی ہونا کہ ہرچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است۔ تیسرے اپنے اختیار و خواہش کو چھوڑکر خدا تعالےٰ کے اختیار و خواہش پر رضامند ہونا۔

تمنے پوچھا ہے کہ توکل کیا چیز ہے۔ تو سمجھو توکل اسے کہتے ہیں کہ بندہ کو خدا تعالیٰ کے وعدوں پر وثوق کامل اور یقین کلی پیدا ہو جاوے یعنی تمکو اس امر کا اعتقاد راسخ ہو جاوے کہ جو چیز تمھاری قسمت میں ہے وہ ضرور تمکو ملیگی اگرچہ سارا جہاں اسکے خلاف ہو جاوے۔ اور جو چیز تمھاری مقسوم میں نہیں وہ ہرگز کبھی تمکو نہیں ملسکتی اگرچہ سارا جہان تمھارے ساتھ ملکر کوشش کرے ف اس سے کوئی یہ نسمجھ جاوے کہ اسباب ظاہری محض بیکار ہیں۔ وما خلقنا السمٰوات والارض وما بینهما باطلا ذلک ظن الذین کفروا ہمنے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان دونوں کی درمیان کی چیزوں کو عبث اور بیکار نہیں پیدا کیا یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو حکمت خداوندی کے منکر ہیں۔ بلکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مدعا ہے کہ انسان دنیوی اور دینی امور میں اسباب ظاہری کا کاربند تو رہے مگر ان کو کسی درجہ میں بھی مستقل موثر نہ سمجھے۔ مثلاً خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے ان الذین امنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنات الفردوس نزلاً بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے ان کی مہمانی قیامت کے دن جنات فردوس ہیں۔ تو بندہ کو اس وعدہ خداوی پر پورا پورا اعتماد و وثوق کرکے ایمان کو کامل اور اعمال کو

صالح بنانے میں کوشش کرنی چاہئے۔ یا مثلاً حق تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہے ہم ضرور ان کی رہنمائی کرینگے۔ تو بندہ کو اس وعدہ پر کامل یقین کرکے مجاہدہ اور سعی کرنی چاہئے۔ یہ نہیں چاہئے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ جائے اور جنت وہدایت کی طمع خام دلمیں پکاتا رہے۔ اسی طرح دنیوی امور میں بعینہٖ حکم کا پابند ہو کر سعی وکوشش کرنی چاہئے اور خدا تعالیٰ کے اس وعدہ پر کہ وہ کسی کی سعی کو رائگاں نہیں فرماتا کامل یقین وو ثوق رکھنا چاہئے۔ اسی مضمون کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں ادا کیا ہے۔ بر توکل زانوا شتر ببند۔ چنانچہ صفحات گذشتہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول مرقوم ہو چکا ہے۔ مترجم۔

تمنے پوچھا ہے کہ اخلاص کسکو کہتے ہیں۔ تو سنو کہ اخلاص یہ ہے کہ تمھارے سب کام خاص خدا تعالیٰ کے واسطے ہوں۔ جو کام بھی تم کرو اسمیں تمھارا دل مخلوق کی طرف اور مخلوق کی مدح وثنا کی طرف ذرا بھی مائل نہو اور انکی ناپسندیدگی سے تمھارے دلمیں کچھ پژمردگی پیدا نہو۔ سنو۔ ریا۔ مخلوق کو بڑا اور موثر سمجھنے سے پیدا ہوا کرتی ہے اسکا علاج یہ ہے کہ تم تمام عالم کو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں مسخر ومجبور مثل جمادات کے سمجھو جس طرح اینٹ پتھر تمکو اپنے ارادہ واختیار سے کوئی آرام وتکلیف نہیں پہنچا سکتے اسی طرح کوئی مخلوق اپنے ارادہ واختیار سے تمکو کچھ نفع وضرر نہیں پہنچا سکتا جب تک تم مخلوق کو قادر ومرید سمجھتے رہوگے مرض ریا سے کبھی نجات نہیں پا سکتے۔

تمھارے باقی سوالات میں بعض تو ایسے ہیں جنکا جواب تمکو ہماری تصانیف سے بخوبی ملجاویگا۔ اور بعض ایسے ہیں جنکا جواب لکھنا ناجائز ہے جسقدر تمکو معلوم ہو چکا ہے اسپر عمل کئے جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی تمکو مکشوف ہو جاویگا جو تم اسوقت نہیں جانتے۔ اسکے بعد اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آوے تو سوائے زبان دل کے مجھسے نہ پوچھنا ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم اور اگر وہ تمھارے باہر آنے تک صبر کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔

حضرت خضر علیہ السلام کی نصیحت قبول کرو فلا تسئلن عن شیئ حتی احدث لک منہ ذکرا تم مجھسے کوئی بات مت پوچھو یہانتک کہ میں ہی تمسے اسکا ذکر شروع کروں۔ جلدی مت کرو جب وقت آویگا خود تمسے کہدینگے بلکہ دکھا دینگے ساریکم ایاتی فلا تستعجلون ہم قریب

تمکو اپنی نشانیاں دکھاوینگے تو تم ہمسے جلدی کی خواہش مت کرو قبل از وقت مت پوچھو جب واصل ہوجاؤگے خود دیکھ لوگے لیکن اسکا یقین کرلو کہ بدون راہ پیمائی کے وصول اور مشاہدہ ناممکن ہے اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیا وہ زمین میں نہیں چلے پھرے تا کہ وہ دیکھ لیتے۔

بیٹا۔ خدا کی قسم اگر رہروی کروگے تو عجائبات دیکھوگے۔ ہر منزل میں جان توڑ کوشش کرو کیونکہ بدون ایسی کوشش کے کامیاب نہیں ہوسکتے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شاگرد سے کیا اچھا فرمایا ہے۔ ان قدرت علی بذل الروح فتعال۔ والا فلا تشتغل بترھات الصوفیہ والقال اگر تم اس راستہ میں جان تک قربان کر دینے پر قدرت رکھتے ہو تو آؤ۔ ورنہ صوفیوں کی لغوش باتوں میں مصروف نہو قصہ مختصر تمکو آٹھ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ چار ان میں سے کرنیکی ہیں۔ اور چار نکرنیکی تاکہ تمہارا علم قیامت کے روز تمہارے مقابلہ میں مدعی بنکر نہ کھڑا ہو جاوے۔ جو باتیں کرنیکی قابل ہیں۔ انمیں سے ایک یہ ہے کہ تا امکان کسی سے مناظرہ و مباحثہ مت کیجیو کیونکہ اس کی منفعت سے اسکی مضرتیں اور گناہ زیادہ ہیں۔ یاد رکھو کہ مناظرہ تمامی اخلاق ذمیمہ کا جیسے ریا۔ کینہ۔ حسد۔ تکبر۔ عداوت۔ تفاخر وغیرہ کا منبع ہے البتہ اگر سچی نیت سے اظہار حق کیلئے کسی سے کسی مسئلہ میں گفتگو کرو تو اسمیں کچھ حرج نہیں۔ مگر سچی نیت کی دو علامتیں ہیں۔ ایک یہ کہ تم ہر حال میں حق کے طالب رہو۔ چاہے تمہاری زبان سے ظاہر ہو یا تمہارے مقابل کی زبان سے دوسری علامت یہ ہے کہ تنہائی میں مناظرہ پسند کرو۔ اگر تمھیں اس امر کا یقین ہوجاوے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو حق ہے اور تمہارا مقابل کٹ حجتی کرتا ہے تو خبردار فوراً گفتگو ترک کردو اور مناظرہ کے پاس نجاؤ۔ ورنہ اسکا انجام یہ ہوگا کہ تم دونوں میں منافرت پیدا ہوجاویگی اور فائدہ بالکل مفقود۔ یہاں ہم تمھیں ایک اور مفید بات بتلاتے ہیں۔ دیکھو مشکل باتوں کا علما سے پوچھنا ایسا ہی ہے جیسے مریض کا طبیب سے دوا پوچھنا۔ اور ان باتوں کا جواب دینا ایسا ہے جیسے طبیب کا علاج کرنا۔ تو جتنے بیعلم ہیں سب کے سب بیمار ہیں۔ اور علما طبیب۔ مگر عالم ناقص طبیب نہیں ہوسکتا۔

طبیب کامل اسی بیمار پر ہاتھ ڈالتا ہے جسکے بچنے کی امید ہوتی ہے اور جہاں کہیں وہ طبیعت کو مغلوب اور مرض کو غالب پاتا ہے اسکے علاج میں اپنا وقت عزیز ضائع نہیں کرتا۔ اسی طرح مرض جہل کی چار قسمیں ہیں جنمیں سے تین علاج پذیر نہیں۔ اور ایک علاج پذیر۔ اول جو شخص از راہ حسد تمسے سوال و اعتراض کرتا ہے۔ اور حسد کو تم جانتے ہو کیسا لاعلاج مرض ہے تو تم اسکو جسقدر عمدہ اور واضح جواب دوگے اسیقدر

اسکا غصہ اور کینہ بڑھتا جاویگا کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

کل العداوۃ قد ترجی ازالتھا | الا عداوۃ من عاداک من حسدٍ

ہر قسم کی دشمنی کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ مگر جو عداوت ازراہ حسد و رشک ہوتی ہے اسکے ازالہ کی امید نہیں ایسے شخص کا علاج یہ ہی کہ تم اسکو اسکے حال پر چھوڑ دو اسکے علاج کی طرف ہرگز توجہ نکرو۔ فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا جس نے ہماری یاد سے منہ پھیر لیا اور اسکی مراد بجز دنیوی زندگی کے کچھ نہیں تو تم بھی اس سے منہ پھیر لو۔

حاسد کا ہر قول و فعل جو از راہ حسد ہوتا ہے خود اسی کیلئے برق خرمن ہی حدیث میں ہے الحسد تاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب حسد یعنی رشک بھلائیوں کو اسطرح کھا جاتا ہی جیسے آگ سوکھی لکڑی کو۔

دوسرا وہ جاہل جسکا جہل بوجہ حماقت کے ہوتا ہی جو دو چار کتابیں پڑھکر ہم چو من دیگرے نیست کا دم بھرنے لگتا ہی اور بڑے بڑے علما پر جنکی تمام عمر علمی مشاغل میں گذر گئی ہے اعتراض کرتا ہی اور وہ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ میری کیا حقیقت ہی اور جن علما پر اعتراض کرتا ہوں وہ کیسے بلند پایہ ہیں۔ تو تم ایسے احمق کا بھی جواب مت دو بلکہ اس سے منہ پھیر لو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں نے مردہ کو تو زندہ کر دیا مگر احمق کی اصلاح نکر سکا۔

تیسرا وہ طالب حق ہی جو بغرض استفادہ بزرگان دین کے اقوال کے معنی پوچھتا ہی اور باوجود اسکے کہ وہ بلید اور فہم حقائق سے اسکا ذہن قاصر ہی۔ اپنے قصور فہم سے بھی لاعلم ہے۔ تو ایسے کے سمجھانیکی طرف بھی متوجہ نہونا چاہئے کیونکہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نحن معاشر الانبیاء أمرنا ان نتکلم الناس علی قدر عقولھم ہم گروہ انبیا کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کی عقول کا اندازہ کرکے ان سے بات کیا کریں تو یہ مرض بھی لاعلاج ہی۔ چوتھا وہ طالب حق جو نہایت ذکی ذہین اور سچے دل سے صراط مستقیم کا طالب ہے غصہ شہوت حسد حب مال و جاہ سے اسکا دل پاک ہی۔ تمسے کوئی سوال کرے تو اسکا جواب دینا اور پوری طرح سمجھا دینا مناسب بلکہ ضروری ہے اور یہی ایک مرض جہل ہے جو علاج پذیر ہے

دوسری بات جو کرنیکی قابل نہیں ہی کہ تم وعظ گوئی سے بچنا مگر اسوقت جبکہ تم خود پورے پورے عامل بنجاؤ۔ اور اس خطاب سے ڈرتے رہو جو خدا تعالیٰ کیطرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہوا تھا یا بن مریم عظ نفسک فان اتعظت فعظ الناس والا فاستحی منی اے ابن مریم تم اپنے نفس کو نصیحت کرو جب وہ نصیحت پذیر ہو جاوے تو لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھسے شرم کرو۔ اور اگر ایسا اتفاق پڑجاوے

کہ تھیں وعظ کہنا ہی پڑے تو دو باتوں سے ضرور بچنا - ایک تکلف مقفی و مسجع عبارات بولنے اور خوشنما اشارات دلکش کن اشعار و ابیات پڑھنے سے - کیونکہ خدا تعالی تکلف کرنیوالونکو پسند نہیں کرتا - اور جب رفتہ رفتہ تکلف حد سے بڑھجاتا ہے تو یہ علامت ہوتی ہے خرابی باطن اور غفلت دلکی - وعظ اسکو کہتے ہیں کہ آخرت کے مصائب کو اور اس تقصیر کو جو خدا تعالی کی طاعت و خدمت میں لوگوں سے واقع ہوتی ہے یاد دلاؤ - عمر گذشتہ کی خرابی راہ آخرت کی دشوار گزاری سے ڈراؤ تاکہ ایمان محفوظ رہے - ملک الموت کے قبض روح سے منکر و نکیر کے سوال قیامت اور اسکے ہولناک واقعات سے محاسبہ و وزن اعمال سے پل صراط پر گذرنے دوزخ اور اسکی مصائب و تکالیف سے ڈراؤ اور سامعین عیوب سے انکو مطلع کرو تاکہ متاثر ہوں اور برباد شدہ عمر پر حسرت کرکے تلافی مافات کریں - یہی اصلی وعظ - دیکھو اگر کسی کے گھر کی طرف سیلاب آرہا ہو اور وہ یقین کرتا ہے کہ کوئی دم میں زن و فرزند مال و اسباب سب کا سب اسمیں بہہ جاویگا تو کیا وہ ایسے وقت میں سوچ سوچ کر مقفی و مسجع عبارت بولیگا یا بے تکلف جسطرح ممکن ہوگا چلاویگا پکار کر کہیگا کہ گھر والو بھاگو بھاگو سیلاب آگیا بس وعظ اسی طرح بے تکلف خود ڈر کر اور دوسرونکو ڈرانیکی غرض سے کہنا چاہیئے دوسری بات قابل احتراز یہ ہے کہ وعظ کہتے وقت اسکا خیال نرکھنا کہ تمھاری مجلس وعظ میں کتنی چیختے چلاتے ہیں کتنے روتے اور ہائے واویلا مچاتے ہیں کتنے بیخود ہوکر کپڑے پھاڑتے ہیں تاکہ لوگ تمھاری تعریفیں کریں کہ فلاں مولوی صاحب نہایت دلگداز وعظ کہتے ہیں - یہ خوشامد غفلت سے پیدا ہوتی ہے اور غفلت ہی وہ چیز ہے جو بندہ کو خدا تعالی سے دور پھینکدیتی ہے - بلکہ تمکو وعظ کیوقت یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ لوگوں کو دنیا سے آخرت کیطرف معصیت سے طاعت کیطرف غفلت سے بیداری کیطرف غرور سے تقوی کی طرف بلاؤ - وہ باتیں کرو جس سے سننے والونکو تقوی اور عبادت کیطرف رغبت پیدا ہو - اسکو خوب غور سے دیکھو کہ حاضرین و سامعین ہیں کونسی باتیں شریعت اور رضای حق تعالی کے خلاف ہیں اور کیا کیا اعمال و اخلاق بد ہیں جو انمیں کثیر الوجود ہیں ان باتوں کو خوب سمجھکر انکی اصلاح کرو اور ان سے نفرت دلاؤ جنپر خوف غالب ہے انکو سنت کی طرف بلاؤ جنکے معاملات از قسم بیع و شراء وغیرہ خراب ہیں انکو صحیح طریقے بتلاؤ - جو قید مذہب سے آزاد رہنا پسند کرتے ہیں انکو پابندی مذہب کی رغبت دلاؤ - اس طرح کہ سامعین تمھاری مجلس وعظ سے صفات حمیدہ کے معتقد و گرویدہ ہوکر اور اوصاف ذمیمہ سے ظاہرا و باطنا متنفر و پاک ہوکر عبادت و طاعت میں راغب ہوکر معصیت و نافرمانی سے ہراساں ہوکر اٹھیں ! اور جو وعظ ایسا نہیں وہ کہنے والے پر بھی وبال ہے اور سننے والے پر بھی - بلکہ ایسا واعظ جو امور مذکورہ بالا کا لحاظ نہیں رکھتا وہ ایک شیطان ہے جو لوگونکو گمراہ کرتا ہے اور انکا خون ناحق اپنی گردن پر لیکر ان کو ہمیشہ کیلئے مردہ بناتا ہے بلکہ اسکا فساد شیطان کے فساد سے بھی زیادہ ہے - مخلوق پر واجب ہے کہ ایسے واعظ سے کوسوں بھاگیں اور جسکو خدا تعالی قدرت و توفیق دے اسپر واجب ہے

کہ ایسے واعظ کو ممبر سے اتار دی اسلئے کہ یہ بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی جو ہر مسلمان پر بقدر استطاعت واجب ہے۔
تیسری بات جس سے احتراز ضروری ہی یہ ہے کہ امرا اور بادشاہوں سے جو نشۂ دنیا میں مخمور اور دین سے نفور ہیں میل جول نرکھیو بلکہ ان کو دیکھیو بھی نہیں۔ کیونکہ اسمیں بڑی بڑی آفتیں ہیں اور اگر کسی ضرورت سے مجبور ہو کر تمکو ان سے ملنا ہی پڑے یا وہ خود تمسے ملیں تو خبردار انکی مداحی و ثنا گستری سے اپنے آپکو دور رکھنا کیونکہ جب فاسق و ظالم کی مدح کیجاتی ہے تو خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے اور جس شخص نے ظالم کیلئے طول عمر کی دعا کی اسنے اس بات کو پسند کیا کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی مدتوں تک ہوتی رہے۔ چوتھے یہ کہ انکا کوئی ہدیہ اور تحفہ قبول نکیجیو اگرچہ تم جانتے ہو کہ انھوں نے حلال کمائی سے تمکو دیا ہی اسلئے کہ انکے مال کی طمع رکھنا فساد دین کا سبب ہے اس سے مداہنت اور انکے ساتھ مراعات و محبت اور انکے ظلم و فسق کے ساتھ موافقت تمھاری دل میں پیدا ہو جاویگی اور یہ سب باتیں دین کی برباد کر دینے والی ہیں۔ کم سے کم تم اس مضرت سے تو بچ ہی نہیں سکتے کہ ان کی ساتھ میل جول رکھنے سے تمھارے دل میں انکی محبت ہو جاویگی اور محبت کا اقتضا یہ ہوگا کہ تم انکی درازی عمر کی تمنا کروگے اور ایسی تمنا درحقیقت فسق و فجور کے زیادہ اور عالم کے برباد ہونیکی تمنا ہے جس سے بدتر کوئی تمنا اور خواہش نہیں ہو سکتی۔ دیکھو خبردار خبردار تم شیطان کے اس دھوکے میں نہ آجانا کہ میاں امرا سے روپیہ لیکر فقرا اور محتاجوں کو دیدو اور انکو راحت پہنچاؤ۔ وہ اس روپیہ کو اگر خرچ کرتے تو فسق و فجور میں کرتے تم تو مصرف خیر میں دیتے ہو۔ یہ شیطان کا بڑا بھاری فریب ہے جس سے وہ تمکو اپنے جال میں پھنسانا چاہتا ہی اس طریق سے اسنے بہت لوگوں کو تباہ و گمراہ کیا ہی۔ اسمیں جتنی آفتیں ہیں وہ ہمنے مفصلاً احیاء العلوم میں لکھدی ہیں اسمیں دیکھ لو۔ یہ چار چیزیں ہیں جن سے تمکو احتراز کرنا ضروری ہی۔

اب ہم وہ چار باتیں بیان کرتے ہیں جو کرنیکی قابل ہیں پہلی یہ کہ تم خدا تعالیٰ سے ایسا معاملہ کرو جیسا کہ تم اپنے غلام سے اپنی ساتھ کرانا چاہتے ہو یعنی جس قسم کی باتیں تم اپنے غلام سے پسند کرتے ہو اور اسپر خوش ہوتے ہو ویسی ہی خدا تعالیٰ کے ساتھ کرو اور جس قسم کے افعال و اعمال تم اپنے غلام سے پسند نہیں کرتے وہ خدا تعالیٰ کے حضور میں بھی مت کرو حالانکہ کھلی بات ہے کہ غلام درحقیقت تمھارا بندہ نہیں بلکہ تمھارا زرخرید ہی اور تم واقعی خدا تعالیٰ کے بندہ ہو کیونکہ وہ تمھارا خالق ہی اور تم اسکے مخلوق ہو۔ تو خدا تعالیٰ کے حقوق تمھارے حقوق سے اور تمھارے فرائض غلام کے فرائض سے لاکھوں کروڑوں گنا زیادہ ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ تم مخلوق کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آدمی اسوقت کامل الایمان ہوتا ہے جبکہ وہ تمام مخلوق کیلئے وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے

تیسری بات یہ کہ علم کا مطالعہ کیا کرو مگر کونسے علم کا۔ تو اسکا انتخاب اسطرح ہو سکتا ہی کہ مثلاً اگر تمکو یہ تبلا دیا جائے کہ تمھاری زندگی میں صرف ایک ہفتہ باقی ہی تو ایسے وقت میں تم کونسے علم کا مطالعہ کروگے۔ ظاہر ہی کہ تم وہ علم منتخب کروگے جو مرتے وقت اور مرنیکے بعد تمھاری فریادرسی کرسکے تو ایسا علم نہ صرف و نحو ہی نہ طب و ریاضی وغیرہ ہے بلکہ وہ علم اپنے دل کے حالات کا جاننا اور اپنی صفات کا پہچاننا ہے۔ اور اسکو علائق دنیوی اور اخلاق ذمیمہ سے پاک کرنے اور خدا تعالی کی محبت اور اپنے اندر اخلاق حسنہ پیدا کرنے اور عبادت میں مشغول ہونیکا علم ہے۔

سنو تو سہی۔ اگر بادشاہ وقت تمکو اطلاع دے کہ ہم ایکہفتہ بعد تمھارے مکان پر تمسے ملنے آوینگے تو یقیناً اس ہفتہ میں تمکو ہر گھڑی یہی دُھن رہیگی کہ مکان نہایت آراستہ و صاف رہے۔ کوئی چیز بے قرینہ نرکھی رہے کپڑے عمدہ اور ستھرے ہوں الغرض نہایت نکتہ رسی سے تم اس بات کا اہتمام کروگے کہ کوئی امر خلاف مزاج سلطانی نہونے پاوے جو اسکی ناخوشی کا سبب ہو۔ تو اسی طرح تمکو اپنی چندروزہ زندگی بھی اسی دُھن میں بسر کرنی چاہئیے کہ مرنیکے بعد خدا تعالی کے حضور میں کسی وجہ سے تمکو شرمندہ نہونا پڑے۔

اب تم خود سوچ سمجھ لو کہ میں نے تمسے شروع سے آخر تک کیا کہا۔ ماشاءاللہ سمجھدار اور عاقل ہو۔ اور عاقل کیلئے ایک اشارہ بھی کافی ہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم وبنیاتکم حق تعالی اعمال کو بدون اخلاص نیت کے اور صورتوں کو بدون درستی قلب کے منظور نہیں فرماتا۔ اگر تم احوال قلب جاننا چاہتے ہو تو ہماری کتاب احیاء العلوم وغیرہ کو پڑہو (اُردو میں اسکا ترجمہ ہو گیا ہے جسکا نام مذاق العارفین ہی) یہ علم سب مسلمانوں پر فرض عین ہی اور باقی علوم فرض کفایہ مگر ان باقی میں بھی اتنا علم فرض عین ہی جسکے جاننے سے احکام خداوندی کی صحیح تعمیل ہو سکے۔

چوتھی بات رنیکی یہ ہی کہ اپنے عیال کیلئے ایک سال کا سامان کیا کرو جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کیلئے کیا کرتے تھی انمیں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو چونکہ قوت یقین کامل حاصل تھی اسلئے ان کیلئے نہ ایکدن کا سامان مہیا فرماتے تھے نہ ایک سال کا۔

میاں لڑکے ہم تمھاری حسب خواہش لکھ چکے چاہئیے کہ تم اسپر عمل کرو اور مجھے بھی دعا میں یاد رکھو۔

تمنے مجھسے یہ بھی درخواست کی ہی کہ کوئی دعا تمکو بتلاؤں۔ تو بیٹا احادیث صحیحہ میں ہر قسم کی دعائیں کثرت سے موجود ہیں اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے طریق میں بھی بہت سی دعائیں ہیں وہ تمھارے لئے بلکہ ہر مسلمان کیلئے کافی و شافی ہیں۔ ایک دعا میں بھی بتلاتا ہوں اسکو خاصکر ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کرو۔

اللهم انی اسئالک من النعمة تمامها ومن العصمة دوامها ومن الرحمة شمولها

اے اللہ میں آپ سے نعمت کاملہ مانگتا ہوں اور دائمی پاکدامنی اور رحمت شاملہ

ومن العافية حصولها ومن العيش ارغده ومن العمر اسعده ومن الاحسان اتمه ومن

اور حصول عافیت اور خوشدلی کی زندگی اور خوش نصیبی کی عمر اور احسان تام اور

الانعام اعمه ومن الفضل اعذبه ومن اللطف اقربه ومن العمل اصلحه ومن العلم انفعه

انعام عام اور نہایت شیریں فضل اور بہت قریب مہربانی اور عمل بہت اچھا اور علم نہایت نافع

ومن الرزق اوسعه ۔ اللهم کن لنا ولا تکن علينا اللهم اختم بالسعادة اٰجالنا وحقق

اور رزق بہت وسیع اے اللہ آپ ہماری موافق رہئے اور مخالف نہ رہئے۔ اے اللہ ہماری زندگیوں کو نیکبختی کے ساتھ ختم کیجئے اور ہمارے

بالزيادة اعمالنا واقرن بالعافية غدونا وآصالنا واجعل الى رحمتک مصيرنا ومآلنا

اعمال کثیرہ ٹھیک فرمادیجئے۔ اور ہماری صبح و شام کو عافیت سے مقرون کردیجئے۔ اور ہمارا مرجع و مآل اپنی رحمت کی طرف کردیجئے

واصبب سجال عفوک علی ذنوبنا ومنّ علينا باصلاح عيوبنا واجعل التقوی زادنا

اور ہمارے گناہوں پر عفو کا پانی بہادیجئے اور اصلاح عیوب کرکے ہمکو ممنون فرمائیے۔ اور پرہیزگاری کو ہمارا زادراہ بنادیجئے

وفی دينک اجتهادنا وعليک توکلنا واعتمادنا الهنا ثبتنا علی نهج الاستقامة واعذنا

اور ہماری کوشش کو اپنے دین ہی میں مصروف رکھئے اور اپنے ہی اوپر ہمارا توکل و اعتماد قائم رکھئے اے ہمارے معبود آپ ہمکو استقامت کے طریقہ پر ثابت قدم رکھئے اور قیامت

من موجبات الندامة يوم القيامة وخفف عنا ثقل الاوزار وارزقنا عيشة الابرار واکفنا

کے دن موجبات ندامت سے ہمکو پناہ دیجئے۔ اور ہمارے گناہوں کا بوجھ ہلکا کردیجئے اور ہمکو نکوکاروں کی سی زندگی نصیب کیجئے اور آپ ہمکو کافی ہوجائیے

واصرف عنا شر الاشرار واعتق رقابنا ورقاب اٰبائنا وامهاتنا من النار والدين والمظالم

اور بدکاروں کی بدی کو ہم سے پھیر دیجئے۔ اور ہماری گردنوں کو اور ہمارے ماں باپ کی گردنوں کو آگ سے اور قرض سے اور مظالم سے بری کردیجئے

يا عزيز يا غفار ويا کريم ويا ستار ويا حليم ويا جبار برحمتک يا ارحم الراحمين وصلی الله

اے بڑی عزت والے۔ اے بڑے بخشنے والے۔ اے عظمت والے۔ اے بڑی پردہ پوش۔ اے بڑی بردبار۔ اے شکستہ دلوں کو درست کرنیوالے۔ اپنی رحمت سے اے بڑے رحم کرنے والے۔ اور خدا تعالیٰ

تعالیٰ علی خير خلقه محمد واٰله واصحابه اجمعين والحمد لله رب العالمين ۔

کی رحمت نازل ہوجیو اسکے برگزیدہ ترین خلق محمد پر اور انکی اولاد و اصحاب پر سب پر اور سب تعریفیں خدا تعالیٰ ہی کیلئے ہیں جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔

اسلام کا امتیازی فخر

جو مذہب ترقی سے مانع ہو وہ مذہب حق نہیں کہا جا سکتا یہ دعویٰ اپنے کمال شہرت کی وجہ سے آج کل کسی دلیل کا دست نگر نہیں رہا اور ہر سلیم العقل اسے ہر وقت قبول کرنیکو طیار ہے موجودہ زمانہ میں یہ صدائیں ہر طرف سے بلند ہو رہی ہیں کہ اہل اسلام کیوں تنزل میں ہیں اور وہ کس طرح ترقی کر سکتے ہیں اسکا جواب وہ لوگ جو یورپ کے تہذیب و تمدن پر مٹے ہوئے ہیں یہ دیتے ہیں کہ جب تک اہل اسلام مذہبی طوق و سلاسل اپنی گردن سے علیحدہ نہ کرینگے اسوقت تک وہ ہرگز ترقی نہیں کر سکتے لیکن ہم ان سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ترقی سے انکی کیا مراد ہے اگر ترقی کے معنی صرف مال جمع کرنیکے ہیں تو اسکو ہر شخص جسے فطرت سلیمہ سے کچھ بھی حصہ ملا ہے کبھی تسلیم نکریگا۔ اور اگر ترقی کے معنی وہ ہیں جو ہمارے اسلاف صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں تھی تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ کونسے اصول ترقی ہیں جن سے اسلام روک رہا ہے مسلمانوں کے اس امتیازی فخر میں دنیا کی کوئی متمدن قوم اُن کی حریف نہیں ہو سکتی کہ مسلمانوں نے صرف مسلمان ہونیکی وجہ سے اور محض اپنے دین کی پیروی کے سبب سے دینی و دنیوی ترقیاں حاصل کیں اسلام سے چھ صدی بیشتر سے یورپ میں عیسائیت کا غلبہ رہا مگر اہل یورپ نے تین خداؤں کی زیر حمایت بھی صدیوں تک کوئی نمایاں ترقی نہیں کی جہالت کی تاریکی تمام بر اعظم میں چھائی رہی ایک سچا عیسائی ایک یہودیت کا پیرو یا ویدک دہرم کا فدائی محض اپنے قوانین مذہب پر کاربند ہو کر کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ عیسائی جب تک اپنے مذہب پر کاربند رہے جب تک انھوں نے نصرانیت کے دامن کو مضبوط پکڑے رکھا جب تک تثلیث حقیقی معنی میں اُن کے یہاں ہر امر میں کفیل سمجھی گئی وہ جہل و اوہام پرستی میں مبتلا رہے وہ ورطۂ ذلت سے کبھی سر نہ ابھار سکے اُن کے مذہب نے انہیں کوئی نئی روح پھونک کر کبھی انہیں یہ ہدایت نہ کی کہ وہ ترقی کے کسی شعبہ میں کچھ کار نمایاں کر سکیں اُن کے راہبوں نے ہمیشہ انہیں یہ تعلیم دی کہ دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر صحرا نشینی اختیار کرو یہود کو انکے احبار نے کبھی راہ ترقی پر نہ پڑنے دیا کیونکہ اُن کو کتب آسمان کی تحریف سے ہی مہلت کہاں تھی ویدک دہرم کے مقتدا جوگیوں اور سادہوؤں نے اپنی عمریں کوہ ہمالیہ کی چوٹیوں پر گذار دیں انھوں نے

اپنے ہم مذہبوں کو یہ تعلیم دی کہ انسان صرف اسلئے پیدا ہوا ہے کہ دیوتاؤں پر اپنی جان قربان کردے انھوں نے یہ تعلیم دی کہ جسمانی عبادتوں میں مقبول عبادت یہ ہے کہ فلاں دیوتا کے نام پر اپنا ہاتھ یا پاؤں بے حس و بیکار کر دیا جائے ہزارہا مخلوق خدا کو بیدست و پا بنا کر فطرۃ اللہ کا خاکہ اُڑایا ملکی ترقی تو درکنار وہ اپنے محدود مقبوضات کی بھی حفاظت نہ کرسکے یہ حالت تو عجم کی تھی آیئے ہم آپکو مہد اسلام عرب کا نظارہ کرائیں اسکی حالت معلوم کرنیکے لئے ہمکو تاریخ مذاہب کے تیرہ سو ورق الٹنے پڑیں گے بعثت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے قبل کا ایک منظر ہمارے پیش نظر ہے ہم دیکھ رہے ہیں کہ عرب کے صحرا نشین بدوی ایک جلسہ میں بیٹھے ہوئے اپنے کمالات کا اظہار کرکے ایک دوسرے پر مفاخرت کر رہے ہیں ایک کہتا ہے کہ میں نے آج اتنے راہگیروں کو تہ تیغ کرکے اُن کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں نے آج اتنی باعصمت عورتوں کی عصمت ریزی کی تیسرا کہتا ہے کہ اتنے سال سے میرے خاندان میں اتنی لڑکیاں پیدا ہوکر زندہ آغوش لحد میں سلادی گئیں چوتھا کہتا ہے کہ میں نے آج اتنے معصوم بچوں کو ظل پدری کے بار گراں سے سبکدوش کرکے یتیمی و بیکسی کی تیز دھوپ میں تڑپتے ہوئے چھوڑا ہم دیکھ رہے ہیں کہ عرب کے سینکڑوں قبیلے ایسے بھی ہیں کہ جنمیں معمولی معمولی باتوں پر صدیوں سے قتل و قتال چلا آتا ہے ہر سال آپس کی خانہ جنگیوں پر لاکھوں قیمتی جانیں قربان ہوتی ہیں سیکڑوں خاندان تباہ ہو رہے ہیں ہزاروں یتیم بچے بے انتہا بیوہ عورتیں لاوارثی کیحالت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ رہے ہیں اور عرب کی تلوار جسکا ایک عالم لوہا مانتا ہے اپنے ہی ابنائے جنس پر آزمائی جارہی ہے تہذیب کا نمونہ یہ ہے کہ بیت اللہ کا طواف ننگے مادر زاد ہوکر کیا جارہا ہے سفاکی اس سے بڑھکر کیا ہوگی کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کہیں ایک درہم ملنے کی امید ہے تو کبھی ایک محترم انسان کا خون بہانے میں پس و پیش نہیں کیا جاتا اعتقادات عبادات کا مختصر خاکہ یہ ہے کہ وہ اپنے دلمیں سمجھے ہوئے ہیں کہ اگر کہیں خدا کی ہستی ہوسکتی ہے تو وہ یہی ہمارے ہاتھ کے تراشے ہوئے پتھر کے ٹکڑے ہیں حیات و ممات انہیں کے قبضۂ قدرت میں ہے اور انھوں نے ہی ہمارے تمام امور ضروریہ کی کفالت کا ذمہ لے لیا ہے غرضیکہ مہذب اقوام آج جن افعال کو خصائل ذمیمہ و خبائث میں شمار کرتی ہیں۔ ان کے یہاں وہ عین کمالات میں داخل ہیں صدیاں گذر گئیں کہ عرب میں نہ کوئی ہادی دین کی آواز سننے کا خوگر ہے نہ کسی باہیبت سلطان کے زیر اثر محکوم رہنے کا عادی یہ رذائل تھے جو انہیں اپنی ناگفتہ بہ حالت پر قانع بنائے ہوئے تھے یہ اسباب تھے جنھوں نے انکی مسموع عقل کو

یہ سمجھا دیا تھا کہ بہایم کی طرح زندگی بسر کرنا ہی انسانی خلقت کا مقصد اصلی ہے یہ لاعلاج بیماریاں تھیں جو انکی روحانی اور جسمانی طاقتوں کو بجسن بنا کر انھیں صحت سے مایوس کر چکی تھیں یہ قوم اپنی خانہ جنگیوں کی وجہ سے اپنی چہار دیواری میں لاکھوں انسانی قربانیاں کرتے کرتے یخربون بیوتھم بایدیہم (اپنے ہاتھوں سے اپنا گھر ڈھاتے ہیں) کی صحیح مصداق بنچکی تھی اور قریب تھا کہ حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے محو ہو کر گمنامی کو اپنی یادگار چھوڑ جائے کہ ملت ابراہیمی کی شمع سحری نے بارگاہ رب العلمین میں فریاد کی (خبر کہ شد مشرق و مغرب خراب) اس درد بھری شیون کو اجابت نے ہاتھوں ہاتھ لیا افق حجاز سے آفتاب اسلام طلوع ہوا جسکی منور شعاعوں نے یورپ جیسے تیرہ و تاریک ملک کے کونے کونے کو روشن کر دیا تثلیث کو توحید کا مرہون منت ہونا پڑا عرب جیسی اندھیر نگری سے کفر کی ظلمت کو دور کیا دم کے دم میں کایا پلٹ دی - ایک کملی پوش نے اُس ظلمتکدہ میں جہاں صدیوں سے لاکھوں خود تراشیدہ خدا پوجے جا رہے تھے ایک نعرہ مارا کہ (تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ) (چلو ایک ایسے امر کیطرف کہ ہم میں اور تم میں مساوی ہو یہ کہ ہم تم سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں) اللہ اللہ اس آواز میں کس بلا کا مقناطیسی اثر بھرا ہوا تھا کہ لاکھوں سرکشوں کی گردنیں اپنے مصنوعی خداؤں سے پھر کر اس خدائے وحدہٗ لاشریک کے آگے جھک گئیں آناً فاناً ہوا کا رخ پلٹ گیا (صبح دوزخ میں ہوئی گلشن فردوس میں شام) وہ عرب جو العرب العرباء جنکی فصاحت کے آگے تمام اہل عالم عجم (گونگے) تھے آج ایک رسول برحق کی زبان سے اللہ الکلام سنکر یہ کہہ رہے ہیں (ماھذا قول البشر) (یہ انسان کا کلام نہیں ہے) جنکی طلاقت لسانی دریا کی روانی پر خندہ زن تھی آج ایک امیؐ کی زبان سے علی رؤس الاشہاد یہ دعویٰ سُن کر (فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین) گونگے ہو گئے ہیں وہ عرب جو کل تک اپنی چہار دیواری سے نہیں نکل سکتے تھے آج انھوں نے ملک گیروں کی فہرست میں صف اول میں جگہ حاصل کی - آن کی آن میں قیصر روم کا تخت الٹ دیا کسریٰ ایران کے محل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہزاروں برس کی جلتی ہوئی شمع زردشتی کو بجھا دیا اسپین سے لیکر چین تک بحر اوقیانوس سے لیکر بحر کاہل تک اللہ اکبر کے نعروں سے تختۂ زمین کو متزلزل کر دیا - مداین - قادسیہ - یرموک کے میدانوں کو ہرقل اور رستم ابن فرخ زاد جیسے پرسطوت لوگوں کے خون سے لالہ زار کر دیا - اوشینیا کے تمام جزائر میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا وہ عرب جنکی متوحش المزاجی یہانتک پہونچ چکی تھی کہ دو قبیلوں کو کبھی یہ دن نصیب نہ ہوا تھا کہ باہم بیٹھ کر

تبادلہ خیالات کریں۔ آج (انما المومنون اخوۃ) کی پاکیزہ تعلیم نے اُن کو اخوۃ اسلامی کی حبل المتین میں ایسا مضبوط جکڑ دیا ہے کہ زمانہ کی ہزاروں گردشیں بھی اسپر کچھ نہیں کرسکتیں۔ وہ لوگ جو دختر کو ننگ خاندان سمجھکر زندہ درگور کردیتے تھے۔ آج فتح مکہ میں ایک لاوارث لڑکی کی تربیت کیلئے باہم جھگڑ رہے ہیں۔ وہ لوگ جو کل تک جو مفلسی ایک درہم کو ایک انسان کے محترم خون سے زیادہ سمجھتے تھے آج اُن میں تمول کی یہ حالت ہے کہ کوئی زکوۃ قبول کرنیوالا نہیں ملتا۔ وہ قوم جو کل تک خود گمراہ پھرتی تھی جسکی جہالت نظیروں میں پیش کیجاتی تھی اسلامی تعلیم نے اسپر وہ اثر کیا کہ آج تمام عالم کی رہبر و مقتدا بنی ہوئی ہے۔

اسوقت یورپ نے جو اصول ترقی قایم کیے ہیں اُن میں مساوات۔ اتفاق۔ ہمدردی۔ ایثار۔ کو زیادہ مہتم بالشان سمجھا جاتا ہے لیکن یورپ کو یہ اصول اگر آج نظر آئے ہیں تو اسلام میں اب سے تیرہ سو برس پہلے اُن پر عمل ہوچکا تھا وہ کونسے ایسے اصول ہیں جنکو یورپ نے آج ایجاد کیا ہے اور وہ کونسا معیار ترقی ہے جسمیں وہ عرب کے نقش قدم پر چلنے کے محتاج نہوں۔ قانون مساوات پر یورپ میں زیادہ زور دیا جارہا ہے ہمارے ملک کے اُن نوجوانوں میں بھی جو نئی روشنی سے (جو حقیقت میں صبح کاذب کی روشنی ہے) اپنے دماغوں کو منور کرچکے ہیں اسکا زیادہ چرچا ہے مگر اُن کو اس سے واقف رہنا چاہیے کہ یورپ مساوات کا کوئی نمونہ ایسا پیش نہیں کرسکتا جیسا اسلام نے کر دکھایا۔ کیا چشم حسد دیکھنے سے مانع ہے قومی ہمدردی مساوات۔ اپنے آرام کو قومی منافع پر قربان کردینا یہ اوصاف حمیدہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔ یورپ کا متعصب سے متعصب مورخ بھی اسلام کی اس شاندار ترقی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا (مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری) آیئے ہم آپ کو اہل یورپ ہی کی زبان میں اسلامی اصول کی داستان سنائیں۔ موسیو گستاؤلی بان جو فرانس کا مشہور مورخ ہے اپنی تصنیف تمدن عرب میں حالات صحابہؓ میں لکھتا ہے۔

یہ سب حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہؓ تھے اور اِن میں پیغمبرؐ خدا کی سخت زندگی اور سادہ عادتیں موجود تھیں اور کسی قسم کی شان حکومت اُنمیں موجود نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات کے وقت کل تین چیزیں چھوڑی تھیں ایک جوڑہ کپڑا جو آپ پہنتے تھے۔ ایک اونٹ جسپر آپ سوار ہوتے تھے ایک غلام جو آپکی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیت المال سے اپنے اذاقہ کیلئے کل پانچ درہم روزانہ لیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ بجائے اِس کے کہ افواج کی بیش بہا غنیمتوں میں حصہ لیں محض ایک عبا کے مالک تھے

جسمیں متعدد پیوند تھے اور آپ رات کو مسجد میں سیڑھیوں پر غربا کے ساتھ سو رہا کرتے تھے خلفار راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے زمانہ میں ہر شخص برابر سمجھا جاتا تھا اور ایک قانون سب کے لئے تھا حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) خلیفہ چہارم خود بنفس نفیس ایک عدالت کے سامنے مدعی بنکر آئے اور ایک ایسے شخص پر دعویٰ کیا جس نے آپ کی زرہ چرائی تھی جسوقت غسان کا نصرانی بادشاہ جو مسلمان ہو گیا تھا حضرت عمرؓ سے ملنے کیلئے آیا حسب اتفاق ایک عرب نے نادانستہ اُسے دھکا دیدیا اسپر بادشاہ نے خفا ہو کر مارا عرب کو سخت ضرب آئی حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بھی بادشاہ سے بدلہ لے اسپر بادشاہ نے کہا کہ اے امیرالمومنین یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک عامی آدمی بادشاہ کو مارے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسلام کا یہی قانون ہے اسلام میں نہ درجہ کی عزت ہے نہ ذات کی ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں سب مسلمان برابر تھے ان کے خلفار کی نظر میں بھی یہ ہی مساوات قایم رہیگی (انتہی کلامہ) مصنف نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا واقعہ نہیں لکھا۔ اصل واقعہ یہ تھا کہ ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اُنکی زرہ چرائی تھی حضرت علی رضؓ نے اپنے مقرر کردہ قاضی شریح کی عدالت میں بنفس نفیس مدعی بنکر اسپر دعویٰ کیا جسپر قاضی نے حسب قانون اسلام دو گواہ طلب کئے اور گواہ دستیاب نہ ہونے پر یہودی کے حق میں فیصلہ کیا حضرت علی رضؓ واپس چلے آئے چنانچہ اس مساوات کو دیکھکر وہ یہودی مسلمان ہو گیا یہ ہے اصول مساوات کا بہترین نمونہ کیا کوئی متمدن قوم آج اپنے افراد میں ایسی نظیر پیش کر سکتی ہے۔ فانتظر (؎)

؎ آپ کے پاس سوائے اپنے غلام حضرت قنبرؓ و صاحبزادی حضرت حسنؓ کے اور کوئی گواہ نہیں تھا اور اپنے غلام اور ابن کی گواہی عندالشرع مدعی کے حق میں مفید نہیں ۱۲ ۔

قواعد وضوابط رسالہ القاسم

۱- یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے اور کسی ماہ کا رسالہ بتیس ۳۲ صفحے سے کم نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض مرتبہ بضرورت کثرت مضامین اس سے بڑھجاتا ہے۔

۲- یہ رسالہ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر طبع ہوتا ہے اور عام قیمت سالانہ مع محصول دو روپیے آٹھ آنہ ۸عہ پیشگی لیجاتی ہے۔ ممالک غیر سے صرف اُسی قدر زیادہ لیا جائیگا جسقدر وہاں کا محصول بہ نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے۔

۳- جو حضرات بطور اعانت و امداد اس رسالہ کی قیمت سالانہ پانچروپیہ یا اس سے زیادہ مرحمت فرمائینگے وہ رسالہ کے معاونین خاص میں شمار ہونگے۔ اور ایسے حضرات کی فہرست القاسم میں شائع ہوتی رہیگی۔

۴- سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے جملہ حضرات کی خدمت میں شروع کا (یا خریدار کا جب سال شروع ہو اُسکا) پہلا پرچہ ویلو بھیجا جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو اضافہ کرکے عہ۹ کا ویلو روانہ ہوگا۔

۵- یہ رسالہ ہرگز کبھی کسی صاحب کی خدمت میں بلا طلب و تحریک ویلو نہیں روانہ کیا جاتا بعض حضرات خود طلب فرماتے ہیں اور بعض حضرات اپنے اعتماد پر دوسروں کی خدمت میں ویلو بھیجنے کی فرمایش کرتے ہیں۔

۶- شعبان ۱۳۳۱ھ مطابق جولائی ۱۹۱۳ء سے اس رسالہ کا چوتھا سال شروع ہوا ہے۔ پہلے تین سالوں کی مکمل جلدیں موجود ہیں۔ قیمت ہر جلد کی عہ۹ مع محصولڈاک ہے۔

۷- نمونہ اور اشتہار میں جن حضرات کے نام نامی شائع کئے گئے ہیں انکے علاوہ دیگر حضرات اہل علم کے مضامین بھی درج رسالہ کئے جائینگے جو اصول اسلام اور مقاصد رسالہ کے خلاف نہوں۔

۸- القاسم کے متعلق جملہ تحریرات و ترسیل زر بنام حضرت مدیر یا بنام خاکسار ہونی چاہیئے۔

المشتھر

خاکسار **سراج احمد** عفی عنہ معتمد المدیر رسالہ "القاسم" دفتر القاسم مدرسہ اسلامیہ **دیوبند** (ضلع سہارنپور)

رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ

مع محصول ڈاک

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۱۱ بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۲ھ جلد ۴

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی دیوبند میں اپنے اہتمام سے طبع کیا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۳۲ھ

مطابق ۱۸ مئی سنہ ۱۹۱۴ء

جو حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحب و حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب

اور

دیگر مقدس و مقتدر علما کی سرپرستی میں

شائع ہوتا ہے

اطلاع برائے خریداران القاسم ۔ حضرات ذیل کا سال رجب سنہ ۱۳۳۲ھ پر ختم ہوگیا۔ لہذا یا تو سال آئندہ کی قیمت مرحمت فرماویں ورنہ رجب کا رسالہ بذریعہ ویلیو روانہ کیا جائیگا۔ ایسے حضرات کی خریداری کے نمبر درج کردیئے گئے ہیں لہذا آپ اپنے نمبر ملاحظہ فرمالیں یہ خیال رہے کہ ۵۲۳ خریداری کا نمبر نہیں ہے۔

نمبر ۱۰۶۲ و نمبر ۱۱۰۰ و نمبر ۱۱۰۱ و نمبر ۱۱۱۱ + **المشتہر**

خاکسار سراج احمد معتمد المدیر القاسم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وفد دار العلوم دیوبند

اور

ڈھاکہ و کلکتہ کا کامیاب سفر

دار العلوم دیوبند سے علماء کا مقتدر وفد ڈھاکہ گیا۔ اکثر حضرات جو دار العلوم کے حالات سے واقف اور اُسکے قدیم طرز و انداز کو جانتے ہیں۔ ایسے اہتمام کے ساتھ علماء دیوبند کے سفر کو کسیقدر استعجاب کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور جملہ بہی خواہان دار العلوم وہمدردان اسلام اس سفر کے نتائج کا کمال اشتیاق سے انتظار کر رہے ہیں۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر کے ابتدائی و انتہائی حالات گوشگذار کر دئے جائیں۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ علماء دیوبند کا اس اہتمام سے سفر کرنا دار العلوم کی تاریخ میں سب سے پہلا واقع ہے۔ اُسکی پچاس سالہ تاریخ میں اول تو سفر ہی زیادہ نہیں ہوئے اور اگر ہوئے ہیں تو خاص خاص موقعوں پر مہتمم صاحب دار العلوم یا مخصوص حضرات نے کئے ہیں۔ لیکن جس طرح اس قسم کا مہتم بالشان سفر دار العلوم کی تاریخ میں سب سے پہلا سفر ہے اسی طرح ڈھاکہ کی نوعیت بھی ممتاز ہے۔

جناب نواب سر خواجہ سلیم اللہ خاں صاحب کو جو شغف مسلمانوں کی ہمدردی و دلسوزی سے ہے اُس سے کون ناواقف ہے۔ آپ دن رات اسی دھن اور فکر میں رہتے ہیں اور جس اسلوب سے ممکن ہوتا ہے جان سے مال سے۔ فکر سے تدبیر سے اسی ایک خیال میں

منہمک و مصروف نظر آتے ہیں۔ ہر مشکل وقت میں مسلمانوں کیلئے سپر بنجاتے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ اُس اصل اصول کی تائید سے غافل رہتے جس پر مسلمانوں کے وجود کا مدار ہے یعنی مذہبی تعلیم و تربیت۔ ہندوستان کا مذہبی مرکز دیوبند ہے دار العلوم دیوبند کی مرکز و سرچشمہ علوم اسلام ہونیکو مسلمان تسلیم کرچکے ہیں جناب موصوف بھی عرصہ سے اُسکی تائید و امداد میں کافی حصہ لیتے رہے ہیں۔ لیکن جب دار الحدیث کی بے نظیر اور عظیم الشان تعمیر کی خبر آپ تک پہونچی ادھر دار العلوم کی روزافزوں ترقیات اور اُسکی ضروریات کا اندازہ آپ کو ہوا۔ تو آپنے ان امور عظیمہ کی تکمیل کی طرف شایان شان توجہ فرمائی خطہ بنگال میں دار العلوم کے حالات واضح کرنے اور مسلمانان بنگال کو اُسکی امداد و تائید کی طرف متوجہ کرنے کیلئے مہتمم صاحب دار العلوم کو دعوت دی کہ معہ ایک مقتدر جماعت علمار کے ڈھاکہ تشریف لائیں مہتمم صاحب نے نہایت مشکوری کے ساتھ اس دعوت کو قبول فرمایا جناب نواب صاحب نے اپنے خاص معتمد کو محض اس ضرورت سے دیوبند بھیجا کہ اس سفر کے متعلق بعض مراحل کو طے کریں۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ مہتمم صاحب کی ہمیت میں چند خوش بیان علمار کا ہونا بھی مناسب ہے۔ ان حالات و خیالات کو مدنظر رکھکر مہتمم صاحب نے وفد کے انتخاب میں اس امر کو ملحوظ رکھا کہ دار العلوم کی انتظامی تعلیمی۔ اخلاقی حالت اور اُسکے مقاصد و ثمرات کا اندازہ جناب موصوف کو پوری طرح ہو جائے ممبران و ارکان دار العلوم میں سے مولانا مولوی محی الدین خاں صاحب قاضی ریاست بھوپال۔ مولانا محمد حسن صاحب اُستاذ صاحبزگان سرکار عالیہ بھوپال۔ مولانا عبد الحق صاحب اکونٹنٹ ریاست رتلام۔ مولانا ظہور علی احمد صاحب ممبر کونسل واضع قوانین و وکیل سرکار بھوپال۔ حاجی امیر شاہ خاں صاحب۔

مدرسان و عہدہ داران دار العلوم میں سے مولانا مولوی عزیز الرحمن صاحب مفتی و مدرس۔ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مولانا شبیر احمد صاحب مولانا سید حسین احمد صاحب مہاجر مدنی۔ مولانا قاری عبد الوحید خاں صاحب مدرس درجہ قرأۃ و تجوید۔ معہ مولوی قاری خالد صاحب بصری و مولوی قاری عبد الرشید صاحب بیرکھومی۔

دار العلوم کے قدیم فارغ التحصیل علمار میں سے مولوی فضل حق صاحب ہزاروی منتخب کیے گئے چونکہ اس سفر میں یہ بھی خیال تھا کہ خاص کلکتہ کے اندر بھی دار العلوم کے لئے تحریک کیجائیگی۔ اسلئے

شیخ رشید احمد صاحب تاجر میرٹھ نے بھی تکلیف سفر گوارا فرمائی۔
مولانا مولوی اشرف علی صاحب کی شرکت وفد کیلئے جناب نواب صاحب موصوف کو بھی اصرار تھا اور آپ نے براہ راست مولانا موصوف کی خدمت میں خط بھی بھیجا تھا۔ ادہر کلکتہ کے مخلص حضرات کا بھی بیحد اصرار تھا۔ شیخ محمد شفیع صاحب اور حافظ محمد اسمٰعیل صاحب محض اس غرض کیلئے کلکتہ سے دیوبند و تھانہ آئے تھے۔ مولانا کا دلی منشا تھا کہ دار العلوم کے وفد میں تشریف لیجائیں لیکن خاص اعذار کی وجہ سے معذوری ظاہر فرماتے تھے۔
۳۰ مارچ سے ۲ اپریل ۱۴ء تک دار العلوم میں جلسہ سالانہ ممبران کا انعقاد تھا۔ مولانا بھی تشریف لائے تھے۔ مہتمم صاحب کے فرمانے سے وفد میں شریک ہونیکو قبول فرمایا۔ لیکن اس شرط پر کہ جس جگہ مجھے کوئی عذر پیش آئیگا وہاں سے واپس ہو جائیں گے۔
۴ اپریل ۱۴ء کی شام کو ۸ بجے اکسپرس میں وفد کلکتہ کی جانب روانہ ہوا۔ مولوی عبد الباقی خانصاحب رئیس الہ آباد نے اس امر کو طے فرمالیا تھا کہ ۵ اپریل کی دوپہر کا کھانا اسٹیشن الہ آباد پر کھلائیں گے۔ آپ نے نہایت فراخ دلی اور محبت کے ساتھ وفد کی مہمانی کی جس وقت گاڑی اسٹیشن پر پہونچی تو اسٹیشن کے وسیع مکان میں کھانے چنے ہوئے تھے۔ ارکان وفد باطمینان کھانے سے فارغ ہو کر گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ۶ اپریل کی صبح کو وفد مع الخیر کلکتہ پہونچا۔ اسٹیشن پر جناب نواب صاحب اور مسلمانان کلکتہ کی طرف سے علماء کا عظیم الشان استقبال کیا گیا۔ جناب موصوف کی جانب سے عالیجناب نواب سید نواب علی صاحب چودہری اور بعض اعزہ خاندانی استقبال کیلئے موجود تھے۔ اور مسلمانان کلکتہ کے ہر طبقہ کے افراد سے اسٹیشن بھرا ہوا تھا۔ مدارس کے لڑکے مطبوعہ نظمیں خیر مقدم کی لئے ہوئے تھے۔ موٹر وغیرہ ہر قسم کی سواریوں کا پورا اہتمام تھا۔
اسٹیشن پر تھوڑی دیر وقفہ کے بعد ارکان وفد جناب نواب صاحب کی کوٹھی چورنگھی پر تشریف لیگئے جو وفد کے قیام کیلئے تجویز کیگئی تھی۔ اور اسمیں ہر قسم کی راحت کا سامان مہیا کیا گیا تھا۔
وفد نے چھ یوم کلکتہ میں قیام کیا۔ اس عرصہ میں وہاں مولانا اشرف علی صاحب مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مولانا حافظ احمد صاحب مہتمم دار العلوم کے پر اثر بیانات ہوئے۔ شیخ احسان کریم صاحب۔ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب۔ حافظ اللہ بخش صاحب۔ نواب عبد الستار صاحب

شیخ رشید احمد صاحب نے دار العلوم کے لئے تحریک شروع فرمادی۔ اور بحمد اللہ سات ہزار نوسو کی معقول رقم بہت تھوڑے سے وقت میں فراہم ہوگئی۔ ۱۱ اپریل ۱۴ء یوم شنبہ وفد کی روانگی کلکتہ سے ڈھاکہ کی جانب ہوئی۔ مولانا اشرف علی صاحب مولانا عبد الحق صاحب علالت طبع اور بعض خاص اعذار کی وجہ سے ڈھاکہ تشریف نہ لیجا سکے۔ کلکتہ سے ڈھاکہ تک ریل وجہاز کا اہتمام منجانب نواب صاحب تھا۔ آپ کے منتظمین ہمراہ تھے۔ ۱۲ اپریل کو وفد ڈھاکہ پہونچا۔ عالیجناب نواب صاحب معہ اعزہ خاندان و اراکین ریاست و مسلمانان ڈھاکہ اسٹیشن پر موجود تھے۔ آپ علماء سے نہایت تواضع وانکسار کے ساتھ پیش آئے۔ وفد نہایت احترام کیساتھ قیام گاہ پر پہونچا۔ ڈھاکہ میں اسوقت کانفرنس تعلیمی۔ لیگ اور علماء کی کانفرنس کے متعدد جلسے تھے۔ علماء و رؤسا۔ عہدہ داران سرکاری و عام افراد اہل اسلام کا بہت بڑا اجتماع تھا۔ ہر طبقہ کے مسلمان علماء کے ساتھ نہایت اخلاص سے ملتے تھے۔ دار العلوم کے تعلیم یافتہ حضرات کے کثیر التعداد افراد خاص وفد سے ملنے کیلئے ڈھاکہ میں آئے ہوئے تھے۔ عالیجناب نواب صاحب نے وفد کی مدارات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ آپ نے علماء کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو ایک پختہ دیندار فدار اسلام صاحب دل کو کرنا چاہیئے۔ تین روز تک لیگ وغیرہ کے جلسوں کی وجہ سے دار العلوم کی متعلق کوئی کارروائی نہوئی۔ البتہ مولانا سید مرتضی حسن صاحب کا ایک بیان ہوا ۱۵ اپریل کی شام کو جناب موصوف نے دار العلوم کے متعلق جلسہ کیا۔ دار العلوم کی جانب سے ایک تحریر جناب موصوف کی خدمت میں پیش کرنیکے لئے مرتب کی گئی تھی جسکی پیشانی پر دار الحدیث کا نقشہ تھا آپ اس امر کو بالکل ناپسند کرتے تھے کہ دار العلوم کی تحریر مجمع میں سنائی جائے لیکن بہت اصرار کے بعد آپ رضامند ہوئے تو اس طرح کہ اول خود وہ تحریر سنائیں جو آپ نے اس موقع کیلئے تحریر فرمائی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے اول اپنی تحریر سنائی۔ اور اسکے بعد مولانا شبیر احمد صاحب نے دار العلوم کی تحریر سنائی۔ اور سنانیکے بعد اسکو آپکی خدمت میں پیش کردیا گیا۔ آپ نے کھڑے ہوکر نہایت بشاشت ومسرت کے ساتھ اسکو لیا اور سر پر رکھا۔ چاروں طرف سے مسلمانوں نے آپ کو مبارکباد دی اسی وقت مولوی سید عاشق حسین صاحب انجینیر نے دار الحدیث کے نقشے دکھلائے جو نہایت رغبت وشوق سے دیکھے گئے۔ اسکے بعد مولانا سید حسین احمد صاحب نے کھڑے ہوکر

عربی میں مختصر برجستہ تقریر شکریہ کی فرمائی۔ اور ازاں بعد مولانا سید محمد انور شاہ صاحب نے نہایت فصیح و بلیغ زبان عربی میں علمی تقریر فرمائی جسمیں اعجاز قرآن کو نہایت خوبی و وضاحت سے ثابت کیا تھا ان تقریروں کا سامعین "خصوصاً علما" پر نہایت گہرا اثر ہوا۔ جو لوگ عربی نہیں سمجھ سکتے تھے وہ بھی تقریر کی روانی۔ طرز ادا اور قوۃ بیان سے متعجب و مبہوت تھے آنریبل مسٹر غزنوی بھی اُس مجلس میں موجود تھے۔ چونکہ آپ اسی سال سفر حجاز سے واپس آئے ہیں آپکو ان تقریروں میں خاص لطف آیا جسکا اظہار آپ نے اُس مجلس میں فرمایا۔ اسکے بعد مولوی شبیر احمد صاحب کھڑے ہوے اول تو آپ نے دار العلوم دیوبند کے حالات ذکر فرمائے اور پھر آیۃ شریفہ

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ کا

بیان شروع کیا۔ مولوی صاحب موصوف کو آیۃ مذکورہ کے ذیل میں عجیب و غریب نکات و لطائف قرآنی تعلیم کتاب و حکمت کا فرق بیان کرنا تھا تقریباً ایک گھنٹہ تمہیدی مضمون بیان کیا تھا کہ دوران سر اور اختلاج قلب کا دورہ ہو گیا۔ جو اس سے پہلے ایک دو موقع میں ہو چکا تھا۔ مجبوراً اپنے بیان کو درمیان ہی میں چھوڑ کر بیٹھ گئے۔ جسکا بیحد افسوس اہل مجلس کو ہوا۔ جناب نواب صاحب نے بھی اسپر اظہار تاسف فرمایا کہ یہ مضمون پورا نہ سن سکے۔ لیکن مولوی شبیر احمد صاحب کے بیٹھ جانے پر مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب نے کھڑے ہو کر آیۃ مذکورہ کے متعلق نہایت موثر تقریر بیان فرمائی۔ جس سے سامعین بشاش و مسرور تھے۔ مولوی صاحب کے طویل بیان پر جلسہ نہایت خیر و خوبی سے ختم ہوا۔

عالیجناب نواب صاحب نے اس مجلس میں مبلغ پانچ ہزار دو سو اسی (۵۲۸۰) روپیہ اور ایک ہار طلائی وزنی تقریباً بیس تولہ عطا فرمائے اور مبلغ دس ہزار روپیہ کا وعدہ اپنے اور اپنے خاندان کی طرف سے اسکے علاوہ فرمایا جسکی فہرست نام بنام لکھکر عطا فرمادی۔ تعمیر دار الحدیث کو مکمل کرنیکی غرض سے اعیان ملک بنگال کی ایک کمیٹی قائم فرمادی جسکے سکرٹری خود نواب صاحب ہیں۔ یہ کمیٹی دار الحدیث کیلئے جسقدر رقم مطلوب ہے جسکا تخمینہ اسی ہزار سے ایک لاکھ تک کیا گیا ہے بہم پہونچائیگی۔ آپ نے فرمادیا کہ دار الحدیث کا کام شروع کر دیا جائے یہاں سے روپیہ پہونچتا رہیگا۔ اور جو روپیہ اسوقت تک اس میں

آچکاہے یا جو اس درمیان میں آئے اُسکے علاوہ کل رقم اس کمیٹی کے ذریعہ سے جمع کیجائیگی۔

باخبر حضرات پر مخفی نہیں ہے کہ دار العلوم میں درجہ تکمیل جاری کرنیکا خیال ایک عرصہ سے پیش نظر تھا جسکا اعلان بھی کئی بار ہو چکاہے مگر سرمایہ بہم نہ پہونچنے کی وجہ سے اُسکا مستقل انتظام ابتک نہ ہو سکا عالیجناب نواب صاحب موصوف کیخدمت میں اس موقع پر تعمیر دار الحدیث کے علاوہ اجراء درجہ تکمیل کی اہم ضرورت کو بھی پیش کیا گیا تھا۔ آپ نے مجمع عام میں اسکے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ لیکن اگلے روز مہتمم صاحب اور بعض اراکین دار العلوم سے ارشاد فرمایا کہ پانسو روپیہ ماہوار کی رقم جو درجہ تکمیل کیلئے مطلوب ہے اُسکو آپ خود وقف متعلقہ ریاست سے ماہوار ادا فرماتے رہیں گے۔ اور ایسا انتظام فرمادینگے کہ یہ رقم برابر پہونچتی رہے۔ آپ نے دار العلوم کے ساتھ تعلق خاص اور ہمدردی کے متعلق جو الفاظ خاص ادا فرمائے۔ وہ اُن کامیابیوں سے بھی بہت زیادہ موثر و نتیجہ خیز تھے کیونکہ اصل تعلق قلبی ہے اور اُسی کے ثمرات ہیں جو ظاہر ہوئے یا ہوں گے۔ ۱۶ اپریل یوم پنجشنبہ علماء کا وفد ڈھاکہ سے کلکتہ واپس ہوا۔

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس اہتمام کے ساتھ یہ وفد روانہ ہوا تھا اُسی احترام اور اعلیٰ کامیابی کے ساتھ واپس ہوا۔ دار العلوم کی پچاس سالانہ زندگی میں جیسا سب سے پہلا یہ وفد ہے۔ ایسے ہی یہ عظیم الشان کامیابی بھی سب سے پہلی ہے۔ ایک ایسے دیندار باحمیّت والئ ملک رئیس اعظم کا دار العلوم کی طرف متوجہ ہونا۔ اسکی ہمدردی و تائید کو اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد قرار دینا جیسی مبارک فال ہے ظاہر ہے خادمان دار العلوم اسپر جسقدر اظہار مسرۃ کریں کم ہے۔

ہمیں توقع کامل ہے کہ مسلمان جب یہ حالات پڑھیں یا سنیں اور اُنکا قلب مسرت سے لبریز ہو تو صدق دل سے عالیجناب نواب صاحب موصوف کیلئے دعاء فلاح دارین فرمائیں۔ اور اسکی بھی دعا فرمائیں کہ دار العلوم دیوبند سرسبزی و شادابی کے ساتھ اپنے فرض منصبی کو تاقیامت ادا کرتا رہے۔ جو مقاصد اسکو پیش نظر ہیں اُن کی تکمیل ہو جائے۔ آمین یارب العلمین۔

نقل تحریر عالیجناب نواب صاحب ڈھاکہ جو آپنے جلسہ میں خود پڑھکر سنائی

احسن منزل ڈھاکہ

۱۵ اپریل ۱۹۱۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا محمدا عبدہ ورسولہ فصلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیما کثیرا -

مولانا المعظم

قبل اسکے کہ میں خدمت اقدس میں کچھ گزارش کروں دست بستہ یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی تقصیر خلاف شان حضرات علماء کرام کے سرزد ہوئی ہو یا مہمانداری میں کسی قسم کا قصور واقع ہوا ہو تو ازراہ عنایت و مہربانی معاف فرمائینگے - آپ حضرات کے قدوم میمنت لزوم سے جو ہم دور افتادوں کو ایک خاص اور قابل فخر امتیاز حاصل ہوا ہے یہ فضل ربی ہے - ہم کو اپنی اس سعادت دارین اور خوش قسمتی پر جہاں تک بھی ناز ہو کم ہے -

اللہ اللہ کسقدر یہ بات لائق نازش ہے کہ حضرت علماے دیوبند بار اوّل اپنے مرکز سے باہر قدم رنجہ فرمائیں تو اس عزت و نوازش سے ہمارا شہر ڈھاکہ ممتاز ہو فذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء -

نہایت حسرت ہے کہ چونکہ اسوقت ہملوگ اور دوسرے دوسرے ضروری جلسوں میں مصروف رہے اسوجہ کر آپ حضرات کی مدارات خاطر خواہ نہو سکی اور اسلئے معافی کے خواستگار ہیں - میں دار العلوم دیوبند کا زمانہ دراز سے دلی خادم ہوں اور ہر وقت یہی خیال رہتا ہے کہ اسکی ترقی کی کوشش کروں اور دار العلوم کی بہبودی کے ذرائع نکالوں - چنانچہ اسوقت بھی کہ یہ خیر مقدم کا موقع ہے یہ چاہتا ہوں کہ کچھ ہدیہ پیش کروں اور امید کرتا ہوں کہ دار العلوم دیوبند کیواسطے حضور اس ناچیز ہدیہ کو قبول فرمائینگے - ہرچند یہ محقّر نذر اس لائق نہیں کہ اُس عظیم الشان کام کو (جسکا آپ حضرات نے ذمہ لیا ہی)

کچھہ بھی کفایت کر سکے تاہم اُمید کرتا ہوں کہ اس قلیل مقدار کو آپ حضرات قبول فرمائینگے اور مجھے سرفرازی بخشینگے۔ اسوقت یہ ہدیہ پانچ ہزار روپیہ کا ہے جو اپنے وقف اسٹیٹ سے دیتا ہوں اور وہ حاضر خدمت بابرکت ہے اور بسلسلہ چندہ دارالتکمیل ذیل کے چندہ انشاء اللہ تعالیٰ بمرات ادا کر کے دارالعلوم دیوبند کو بھیجدونگا۔ اس کے واسطے میرا ذاتی چندہ دو ہزار روپیہ کا ہے جو باقساط ادا ہوگا اور ہمارے متعلقین کا چندہ حسب ذیل ہے۔

۱	نواب بیگم عصمت النساء خانم صاحبہ	ایکہزار	۹	نواب زادہ احسان اللہ صاحب	۵۰۰
۲	نواب بیگم روشن اختر خانم صاحبہ	ایکہزار	۱۰	نواب زادی خورشید خانم	۲۵۰
۳	نواب بیگم نازنین خانم صاحبہ	ایکہزار	۱۱	نواب زادی آفتاب خانم	
۴	نواب بیگم عزیز النساء خانم صاحبہ	ایکہزار	۱۲	نواب زادی فرحت النساء خانم	۲۵۰
۵	صاحبزادہ نواب زادہ حبیب اللہ صاحب	۵۰۰	۱۳	نواب زادی احمدی خانم	۲۵۰
۶	نواب زادہ علیم اللہ صاحب	۵۰۰	۱۴	خواجہ صلاح الدین	۲۰۰
۷	نواب زادہ حفیظ اللہ صاحب	۵۰۰	۱۵	نواب زادہ عبد الغنی مرحوم	۲۵۰
۸	نواب زادہ نصر اللہ صاحب	۵۰۰	۱۶	نواب بیگم علیمہ مرحوم	۳۰۰

حتی الامکان میں اپنے صوبہ سے فراہمی چندہ میں کوشش بلیغ کرونگا۔ یہاں پر مجھکو یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مجھے فراہمی چندہ کے متعلق آپ حضرات مجاز فرماوینگے تو اس صورت میں وصولی مبلغ کثیر کی اُمید بہت زیادہ ہوسکتی ہے پھر میں اس کام کو پانچ سال تک جاری رکھتا اور وقتاً فوقتاً رقوم وصول شدہ کو ارسال کرتا جاتا بلکہ ایک اہتمام اور بھی کرلیتا وہ یہ کہ ایک انجمن بنام چندہ دارالتکمیل دیوبند بشمول چند معززین اصحاب ذیل قائم کرتا جنکے اسماء گرامی یہ ہیں :-

۱	بندہ ناچیز خادم العلماء	۸	جناب نواب زادہ خواجہ محمد افضل صاحب
۲	جناب نواب محمد یوسف صاحب	۹	جناب خواجہ محمد موسیٰ صاحب
۳	جناب نواب سید نواب علی صاحب چودہری	۱۰	جناب خان بہادر سید اولاد حسین صاحب
۴	جناب آنریبل حاجی عبد الکریم صاحب غزنوی	۱۱	جناب خان بہادر قاضی ماسٹر ظہیر الحق صاحب
۵	جناب قاضی رضی الدین صاحب	۱۲	جناب مولوی کاظم الدین صاحب صدیقی زمیندار بلیاوی
۶	جناب خانصاحب خواجہ محمد اعظم صاحب	۱۳	جناب مولوی واجد علی صاحب خان پانی زمیندار کروٹیہ
۷	جناب نواب زادہ خواجہ محمد عتیق اللہ صاحب	۱۴	جناب مولانا مولوی عبد الحی صاحب اختر زمیندار بولائی

علاوہ انکے اور بھی جن صاحب کی اس کار خیر میں دلچسپی ثابت ہوئی تو انھیں بھی شامل کر سکتا آخر میں مکرر خواستگار معافی کا ہوں اور آپ حضرات کی دعاؤں کا اُمیدوار۔

خادم العلماء محمد سلیم اللہ نواب ڈھاکہ

تربیت السالک و تنجیت الہالک

۹

گذشتہ سے پیوستہ

حال۔ دلائل الخیرات اور مناجات مقبول ایک منزل روزانہ پڑھ لیتا ہے مگر شامت اعمال سے کبھی ناغہ بھی ہو جاتا ہے جس روز ان میں سے کچھ ناغہ ہو جاتا ہے تو دل میں کچھ افسوس اور شرمندگی محسوس ہوتی ہے اور جب ادا کر لیتا ہے تو اس وقت طبیعت میں اطمینان اور ایک خوشی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق۔ مناجات مقبول کی منزل تو بہت مختصر ہے ناغہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں البتہ دلائل الخیرات میں ایسا ہو سکتا ہے مگر ایک منزل تین چار دن میں پڑھ لیا کریں یعنی پوری دلائل الخیرات ایک ماہ میں پوری کر لیا کریں۔

حال۔ بعض وقت بہت شوق دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کچھ ذکر بعد نماز تہجد کے اُن لوگوں کی طرح کرے جو لوگ اپنے مرشد کی خدمت میں رہ کر حسب الارشاد ان کے کیا کرتے ہیں۔ اور ایسے موقع پر فوراً یہ خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ مجھ سا کوئی بدقسمت اور گنہگار دنیا میں نہ ہوگا کیونکہ قریب نو سال کے گذر رہے ہیں کہ احقر دولت بیعت سے بہرہ اندوز ہوا اور ابھی تک موقع حصول نعمت قدمبوسی اور آستانہ بوسی حاصل نہ ہوا اب تو بڑی حسرت اسی بات کی ہے کہ نہ دین کا رہا اور نہ دنیا کے قابل۔ تعلقات دنیاوی روز بروز ترقی پر ہیں اور کسی طرح صورت رسائی آستانہ مبارک تک نظر نہیں آتی اللہ تعالیٰ نے پانچ لڑکیاں عطا فرمائی ہیں اب ان بیچاریوں کی آبرو نباہنے کی ایسی پڑی ہے کہ جسکا بیان ہو نہیں سکتا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی روش دیکھکر سخت قلق اور اضطراب ہوتا ہے کہ لوگ غریبوں کی بات نہیں پوچھتے ہیں۔ اور شادی بیاہ کون کرتا ہے۔ اگر حضور کی مرضی مبارک ہو تو کسی طور سے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہیں اسی قرب و جوار میں چند روز بسر کرے۔

تحقیق۔ اگر معاش سے اطمینان ہو یعنی ان چند روز کے واسطے اپنے اور اہل و عیال کے گذر کے قابل کوئی ذخیرہ ہو تو مطلع فرمادیں تاکہ مشورہ دوں۔

حال۔ الحمد للہ والمنۃ کہ حضور اقدس کی توجہات سے بندہ معمولات کا پابند ہے۔

تحقیق - الحمد للہ -

سوال - عرصہ سے ارادہ ہے کہ کچھ حالات گذارش خدمت کروں مگر اس خیال سے کہ طوالت تحریر ناگوار طبع اقدس نہو جرأت نہوئی -

جواب - خدا نہ کرے -

سوال - نماز کی نسبت حضور کا ارشاد ہے کہ سرسری توجہ حروف کی جانب رکھکر ادا کیجاوے نیز اذکار معمولہ کے بارہ میں حضور نے فرمایا تھا کہ جو حروف زبان سے ادا ہوں وہی دل سے پڑھا کرو چنانچہ اسی کی پابندی کو ضروری سمجھکر خیال رکھتا ہوں اور جب دوسرا خیال آجاتا ہے تو اُس کو ہٹا کر پھر اُسی طرف خیال متوجہ کر لیتا ہوں الحمد للہ کہ اُسکی برکت سے جو خیالات ناقصہ بحالت نماز وذکر دل میں گذرا کرتے تھے محو ہو گئے کبھی کوئی ایسا خیال آتا ہے تو خود بخود دفع ہو جاتا ہے یعنی آنے سے قبل رُک جاتا ہے البتہ بعض نہایت عمدہ خیالات سے نماز و ذکر میں دفعۃً بلا ارادہ خطور کرکے ذوق وشوق بڑھاتے ہیں اور دیر دیر تک قائم رہتے ہیں پھر خود ہی دوسرا خیال آنے کی وجہ سے یا دل کو حروف کی طرف متوجہ کر لینے کی وجہ سے جاتے رہتے ہیں اُن خیالات کے بارہ میں بوجہ اس کے کہ بندہ ایک مبتدی کی حیثیت بھی نہیں رکھتا ہے متردد ہے کہ آیا اُن کو نماز وذکر میں بالارادہ بھی خیال میں جما سکتا ہے یا نہیں مثلاً بعض مرتبہ نماز میں معلوم ہوتا ہے کہ خیال حروف کی طرف سے خود بخود منتقل ہو کر بجانب حضرت رب العزت جلت عظمتہ متوجہ ہو گیا یا آنکہ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ خیال میں آگیا یا آیۃ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ - یا آیۃ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا - یا آیۃ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ یا آیات احاطہ وقرب ومعیت ووسعت علم ورحمت یا آیات ذکر ربوبیت یا آیات کبریا وعظمت یا انعامات حضرت باری تعالیٰ مثل جزاء کثیر بر عمل قلیل یا آیات تذکر موت وقبر وحشر ونشر وحساب وکتاب وعدالت وثواب ولقائے حضرت احکم الحاکمین خیال میں گذر کر باعث حضور قلب ہوئیں پس اسمیں جو ارشاد ہو اُس پر عمل کروں -

جواب - یہ سب خیالات محمود ہیں ان کے ازالہ کی ضرورت نہیں لیکن اگر خود زائل ہو جاویں تو تجدید واعادہ کی بھی ضرورت نہیں مقصود یہ ہے کہ خیال غیر محمود قصداً نہ لاوے اور نہ اُسکو باقی رکھے باقی خیالات محمودہ میں سے جو بھی آجاوے یا لایا جاوے یا باقی رکھا جاوے یا ایک کی جگہ

دوسرا آجاوے وہ سب مطلوب ہے۔

حال۔ ذکر میں بعض اور حالات بھی ہوتے ہیں مثلاً ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ دل وسیع ہوگیا ہے ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ حضور کے دست حق پرست میں بندہ گنہگار کا ہاتھ بطریق بیعت دیر تک معلوم ہوتا رہا ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ حضور کا یمین مبارک بندہ کے قلب پر رکھا ہوا ہے کبھی انوار قلب سے باہر ذی قلب سے نظر آتے ہیں اور کبھی اندر سے نماز واذکار میں کسل نہیں رہا بذا نکان ادا ہوتا ہے بلکہ انس پاتا ہوں علاوہ اوقات ذکر کے بعض دیگر اوقات میں قلب سے اللہ اللہ اس حرکت کے ساتھ مفہوم ہوا کرتا ہے جو کہ بھیپڑے یا دل کے ہے اسی طرح نماز کے اوقات میں خواہ کسی دوسرے کام میں کیسے ہی مصروف ہو یہ حرکت نماز کی یاددہانی کرایا کرتی ہے اگر کسی گناہ کی طرف ارادہ ہوتا ہے تو اسوقت بھی نفی واثبات یا اللہ اللہ جاری ہوجاتا ہے۔ کبھی اور طرق سے بھی تنبیہات ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ نماز تہجد کے وقت آنکھ لگ گئی اٹھنے میں دیر ہوتی تھی تو سوتے میں یہ آیت بار بار زبان پر تھی۔ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ الآية۔ ایک مرتبہ اسی طرح یہ آیت زبان پر تھی وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ۔ ایک مرتبہ خواب میں معلوم ہوا کہ حضور اقدس نے ایک تھیلی روپیہ اور زیور سے بھری ہوئی امانت رکھنے کیلئے عاجز کو دی ہے عاجز حضور کے روبرو اس کو شمار کر رہا ہے آنکھ کھل گئی یہ سب کچھ حضور کے توجہات و تصرفات ہیں بندہ محض گنہگار ہے اور اس وقت کچھ یاد نہیں آتا ہے کیا عرض ہو۔

تحقیق۔ یہ سب حالات مبارک ہیں اللہ تعالیٰ ترقی واستقامت نصیب فرماوے۔

حال۔ باوجود اس کے ایسا زمانہ بھی آتا ہے کہ کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا ہے خالی اور کورا رہجاتا ہوں اسکو اپنی غفلت اور گناہوں کا باعث سمجھتا ہوں۔

تحقیق۔ ہاں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جب ایسا احتمال ہو تو استغفار کی کثرت چاہئے اور کبھی اس میں دوسرے اسباب اور حکمتیں بھی ہوتی ہیں اس اعتبار سے یہ بھی ایک حالت رفیعہ اور نعمت ہوتی ہے جس پر صبر اور شکر ضروری ہے جہاں سمجھ میں نہ آوے استغفار اور شکر و صبر سب کو جمع کرلیا جاوے۔

حال۔ البتہ ایک تجربہ یہ ضرور ہوا ہے کہ حضور کی توجہات بندہ عاجز کے حال پر بہ نسبت

دیگر ایام کے شب جمعہ و روز جمعہ کو زیادہ ہوتی ہیں۔

تحقیق۔ میرا اس میں خاص دخل نہیں صرف حق تعالیٰ کی جانب سے۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ کا معاملہ ہوتا ہے۔

حال۔ علاوہ فوائد دینی کے دنیوی فوائد سے بھی بندہ محروم نہیں ہے

تحقیق۔ الحمد للہ۔ فراغ دنیوی بھی نعمت ہے۔

حال۔ ایک ماہ سے خادم کی حالت دگرگوں ہے سستی اور کاہلی اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ بعض اوقات جماعت نہیں ملتی معمولات میں بھی فرق آگیا ہے کاربار کی پریشانیاں علیحدہ ہیں گھر میں لڑکیوں کی علالت سے بے اطمینانی۔ علالت اور کاربار تو خیر۔ دین کے کاموں میں سستی اور کاہلی ہونے سے بہت حسرت اور افسوس ہوتا ہے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ پوری چین اور مستعدی عطا فرماویں خیالات برے دماغ کو گھیرتے ہیں مگر ذکر سے دفع ہو جاتی ہیں۔

تحقیق۔ یہ سب تشویشات کے سبب ہے ہیں ایسی حالت میں اطمینان کا انتظار نہ کرنا چاہیئے جس طرح ہو سکے کام کر لینا چاہیئے اگر وقت پر نہ ہو سکے دوسرے وقت کر لینا چاہیئے دوام کی برکت سے سب شکایات رفع ہو جاتی ہیں۔

سوال طبیعت میں حرارت بہت ہے کیا سبب جناب اگر مرض کا علاج نہ فرماویں تو کسی حکیم کو تاب نہیں ہے بہت حکیم کے پاس بندہ پیش ہو چکا سب حکیم فرماتے ہیں جس سے آپ بیعت ہوئے ہیں وہ بتلاوینگے یہ حرارت دیگر خیال کی ہے یہ مرض کی نہیں ہے۔

الجواب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ جمعیت خاطر نصیب فرماویں اس حالت میں حرارت کی تدبیر یہ ہے کہ سب معمولات بجز اوراد ماثورہ چھوڑ کر درود شریف کی کثرت کرو اور وقت فارغ نصف گھنٹہ اپنے قلب پر سفید نور کا ترشح مثل قطرات بارش کے تصور کرو اور پھر اطلاع دو۔

(باقی آئندہ)

خیر الامم

کا

طغریٰ امتیاز

..جز (سلسلہ کیلئے دیکھو القاسم نمبر ۸ جلد چہارم) ...

اور چونکہ مذہب در اصل ایک دعویٰ ہوتا ہے، اور ہر دعویٰ اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج، انسان اسقدر بیوقوف نہ تھا کہ بلا کسی تفتیش و تحقیق کے قوانین ضوابط کی جکڑ بندیوں کو اپنے سر لے لیتا، حالانکہ اسکا لانیوالا اعجاز دعار کے استدلال اور حجۃ سے کچھ کام نہ لیتا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ آجتک سطح ارض پر جب کبھی کسی منادی نے لوگوں کو دعوت دی ہے۔ تو اس سے جو سب سے پہلا سوال کیا گیا تھا یہی تھا کہ اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کرو، پھر آپنے سنا ہوگا۔ کہ کسی نے اپنے عصا کو اژدہا بناکر اس جلالت اور سطوت کا اظہار کیا۔ جو ذو الجلال والاکرام نے ایسے بخشے تھے۔ کسی نے پتھر کی طرف نگاہ اٹھائی۔ اور خلاف عادت درزہ میں کراہتی ہوئی اونٹنی برآمد ہوئی، کسی نے ابرص کے جسم پر ہاتھ رکھا وہ چنگا ہوگیا۔ اندھوں پر دم کیا وہ بینا ہوگئے۔ غرضکہ جو حصہ اپنے قدرت کا فعال لمایرید نے ان پیغامبران برحق کو دیا تھا۔ انھوں نے آکر ظاہر کیا۔ گویا وہ سند یاد ستخط کے حکم میں تھا، جسکے بعد ایلچی اپنے دعویٰ میں عقلمندوں کے آگے کبھی بھی جھٹلایا نہیں جاتا۔ اور بیشک ایک سلیم قلب کے سامنے یہ حجتیں پوری اور تام حجتیں ہیں۔ کیونکہ وہ فراستیں جو ملکوت السموات والارض کی حکومت کو صرف ایک ہی قوت قاہرہ کے زیر حکومت تسلیم کرتی ہیں۔ اور جو ایک ہی خبیر و بصیر طاقت کو ہر شے پر حاضر و شہید مانتے ہیں ان کی عقل کسی طرح نہیں تسلیم کرسکتی کہ ایک بیمار ہونیوالا، کھانیوالا، واقعات اندوہناک غمگین ہونیوالا، خوشی کی باتوں پر مسرور ہونیوالا، بازاروں میں چلنے والا۔ اور اخیر میں یہ کہ مرنیوالا چند ہڈیوں کا ڈھانچا اس طرح بیجگری اور دیدہ دلیری سے ڈھیٹ بنکر ایک حی قیوم قادر ذو الجلال منتقم جبار قہار پر اسطرح افترا پردازیوں کے پل باندھ دے، اور بجائے اسکے کہ وہ تباہ و برباد کیا جائے، خدا اسکی تصدیق کیلئے اپنے ملک میں ایسا انقلاب ظاہر فرمائے جس کی وجہ سے وہ دنیا میں

سچا تسلیم کرلیا جاسے؟ یہ صحیح ہے کہ خدا حلیم ہے مستدرج ہے، پر اسقدر غیر حکمت والا بھی نہیں کہ ایسے مفتری روزگار کے ہاتھ میں عنان عالم دیدے، تاکہ اسکے قابل رحم نادان بندے دریاے ضلالت میں ہمیشہ کیلئے ڈوب کر مرجائیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اسلئے کہ ان اللہ لا یرید ظلماً للعباد (خدا بندوں پر ظلم کا ارادہ بھی نہیں کرتا) پس معلوم ہوگیا، کہ وہ جسکے ہاتھ پر خلاف فطرۃ امور کا ظہور ہوا ہے یقیناً خدا کا پیامی ہے، اور بیشک وہ کوئی رسول امین ہے، اور اسکئے بعد ہی اسکے تمام دعاوی سچ ہوجاتے ہیں۔ اور بنی آدم پر اسکے تمام اوامر نواہی کا مان لینا فرض ہوجاتا ہے، پھر وہ طبیعتیں جو ضدی نہیں ہیں۔ اسکے قدموں پر سر جھکا دیتی ہیں۔ کیونکہ پیامی کی تصدیق کیلئے اس سے زیادہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ کہ خود بادشاہ جس نے اُسے بھیجا ہے، وہی اسکی تصدیق کردے۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کے، اگر آپ غور کرینگے تو اس میں گو شک نہو کہ اس حجت میں کوئی نقص یا خرابی ہے۔ یا کسی طرح کی کمزوری ہے، پھر بھی آپکو نظر آئیگا کہ اس سے بھی اتم حجت ممکن ہے۔ یعنی یہ براہین تمام ضرور ہیں۔ پر اتم نہیں ہیں۔ اسطور پر کہ جسطرح وہ اپنے نبی کی زندگی میں حجت باہرہ تھی، بعد ان کی موت کے بھی نہیں اتنی شدت اور زور باقی ہو۔ آپ غور کرینگے تو ان دلائل سے یہ صفت معدوم نظر آئیگی، کیونکہ مثلاً موسیٰ علیہ السلام جب تک زندہ تھے، توراۃ کی صداقت کیلئے اُنکا ید بیضا، دکھا دینا کافی تھا۔ لیکن جبکہ وہ اپنے مالک سے جاملے، اب توراۃ کا داعی اس حجت کو پیش نہیں کرسکتا۔ بلکہ اسے اپنے استدلال کی بنا ایک مقدمہ متواترہ پر قائم کرنی پڑے گی۔ کہ توراۃ سچ ہے" اسلئے کہ اسکے لانیوالے نے معجزہ دکھایا تھا، اور جو معجزہ دکھاسکے وہ خدا کا رسول ہوتا ہے، اسمیں یہ مقدمہ کہ انھوں نے معجزہ دکھایا تھا، تواتر پر مبنی ہے، ورنہ بلا اسکے دلیل میں کچھ بھی جان باقی نہیں رہتی، اور ظاہر ہے کہ "تواتر" کے تحدید وتعین میں یا مفید یقین وقطع ہونیمیں ایک شخص دوسرے سے مختلف ہوسکتا ہے، تمھارے نزدیک یہ خبر متواتر ہے کہ اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا۔ پر وہ فقیر جو کسی جھونپڑے کے کونیمیں پڑا ہوا ہے، اس خبر پر بجائے تصدیق کے حیرت ظاہر کریگا۔ علاوہ بریں ایک خبر ایک خاص مدت تک متواتر رہتی ہے۔ پھر امتداد زمانہ اسے مٹاتے مٹاتے خبر احاد میں شامل کردیتا ہے، قاسم حجاج کا جرنیل جب ہند آیا تھا، تو جن ممالک پر اسکی فوج کشیاں ہوئیں، اس زمانے میں یہ خبر متواتر تھی۔ پر اب بجز اصحاب تاریخ کے اور کون

جانتا ہے۔ غرضکہ اس قسم کے واقعات میں تواتر کی نیرنگیاں آپکو صاف نظر آئیں گی۔ یہی وجہ تھی کہ خدا نے جب تک اپنے دین کی حجت ایسی چیزوں کو قرار دیا تھا۔ تو ایک ہی شریعت کی تجدید و تقریر کے لئے جبکہ لوگوں کے دلوں سے اسکا یقین مضمحل ہو جاتا تھا۔ انبیاء کو نازل فرماتا رہا تاکہ اسکی تصدیق کیلئے نئے سر سے معجزے دکھائیں۔ اور لوگوں کے ایقان قلبی کو پھر شدید کر دیں وھلم جرّا انبیاء کا سلسلہ جاری رہا۔

لیکن اب وہ وقت ہے کہ خدائے قدوس خلیفۃ الارض پر اتمام نعمۃ کرنا چاہتا ہے اور ان کیلئے دین اسلام جو اکمل الادیان تھا اُس نے پسند فرمالیا ہے پس اگر وہ اس دین کیلئے انہیں دلائل کو کافی سمجھتا جو گذشتہ ملل وادیان کیلئے تھے تو یہ اسکے شان سے گری ہوئی بات ہوتی۔ اسی لئے اسنے ایسا نہیں کیا۔ اور "دیانۃ اسلامیہ" کے حجت کو بجائے فانی ہونیکے خود اسکے دعوی میں جذب کر دیا۔ تاکہ دعوی دلیل کا لازم غیر منفک ہو جائے۔ اور جب تک دنیا میں اسلام کا دعوی موجود رہے۔ اسکی دلیل بھی ساتھ ساتھ ہو۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ خدا نے اسکے بعد ایوان نبوۃ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور اپنے "رحمۃ للعٰلمین" نبی کو "خاتم النبیین" بنا کر اہل عالم کے ہاتھ میں وہ مبارک مذہب سونپ دیا۔ جو آفتاب کی مانند اپنے وجود کی آپ دلیل تھا۔ ضرورت نہ رہی کہ مختلف ازمنہ میں انبیاء آکر اسکی تصدیق کے لئے معجزے دکھائیں۔

یہ وہ قرآن تھا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی دعویٰ ہے کہ وہ جہاں ایک زبردست دعوے ہے خود ہی اسکی دلیل بھی ہے۔ پھر تم بتاؤ کہ اب انبیاء کی کیا ضرورت تھی جبکہ قرآن اپنی حجت آپ اپنے اندر رکھتا ہے، وہ ایک زندہ دعویٰ تھا اور ہے، اسی لئے اسکی دلیل بھی زندہ دلیل تھی اور ہے، اور آئندہ الی یوم القیامت رہیگی۔

اور میرا یہ دعویٰ کہ قرآن جسطرح دعوی ہے، اپنی صداقت کا آپ ہی برہان قاطع بھی ہے، کسی طرح قابل استعجاب و محل حیرت نہیں، میں کہتا ہوں اور آپ یقین کیجئے کہ یہ ایک معمولی اور کھلی ہوئی بات ہے۔

غور فرمائیے! کہ قرآن اُس کتاب کا نام ہے جو خدا کی آخری کتاب ہے، اور جسطرح وہ خدا کی آخری کتاب ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اسکے داعی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناصیہ جمال پر

کافة للناس" روشن حرفوں میں جگمگا رہا ہے؟ اور خود اس قرآن کی لوح پر تبارك الذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا۔ (بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس نے حق و باطل میں فیصلہ کرنیوالا قرآن اپنے بندے پر اتارا تاکہ تمام عالم کیلئے ڈرانیوالا ہو) کس آب و تاب سے چمک رہا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ قرآن قانون ہے سطح ارض کے ہر ہر فرد کیلئے۔ یعنی جسطرح وہ ہدی ہے عرب کے اہل البوادی والقری کیلئے، بعینہ بلا کم و کاست وہ رشد ہے یورپ کے بڑے سے بڑے منہ زور مدعی فراست و دانائی کیلئے، اور جسطرح اسکے مکلف صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ بجنسہ وہ مسکین اندھا بھی ہے جو کسی جنگل کے پیڑ کی کھوہ میں اپنی زندگی بسر کر رہا ہے اور نہ صرف اسیقدر بلکہ وہ محیط قانون ہے چھٹی صدی عیسوی کے بعد سے ہر قرن اور ہر دور کو کہ وہ جسطرح قابل تسلیم تھا آج سے ہزار برس پہلوں کیلئے۔ اسی طرح وہ فرمان الٰہی واجب التسلیم ہے آج چودھویں صدی کے ہر زندہ انسان کیلئے اور اسی طرح وہ رہیگا ہمیشہ کیلئے۔ خلاصہ یہ کہ اسکا دائرہ کیا باعتبار مکان، اور کیا باعتبار زمان محیط کل دائرہ ہے جس سے آدم کا کوئی بیٹا اور انکی کوئی بیٹی مستثنے نہیں۔ اور بلاشبہ کوئی نہیں۔

اب میرا سوال ہے، مگر ان لوگوں سے نہیں جنھیں اعتساف وجمود کے بھوت نے مخبوط کر دیا ہو، بلکہ صرف ان پاک نفوس سے جن پر عدل و حق پرستی کا فرشتہ سایہ فگن ہے، کہ آپ قرآن کریم کے اوراق کو گن جائیں۔ اور پھر برائے خدا! انصاف سے بتائیں۔ کہ ایک دستور العمل کسی خاص شخص کیلئے نہیں کسی خاص گروہ کیلئے نہیں، کسی خاص خطہ کے لئے نہیں، کسی براعظم کیلئے نہیں، کسی خاص سلطنت کیلئے نہیں، بلکہ تمام عالم کیلئے، کرہ ارض کے ہر حیوان ناطق کیلئے وضع کیا جاتا ہے، اور صرف ۷۶ ہزار پانسو پچاس لفظوں میں وہ سب کچھ آجاتا ہے۔ جسے آنا چاہیئے۔ اور نہ فقط اسیقدر بلکہ اس احاطہ کلی کے ساتھ ساتھ اسکا ہر قانون اعتدال کے اس نقطہ مرکزی پر قائم ہے۔ کہ جسطرح وہ مناسب ہے کابل کے تند مزاج غضبناک پٹھان کی کرخت طبیعت کیلئے، اسی طرح وہ موزوں ہے بنگال کے اس نرم دل مسلمان کیلئے جسکی نازک طبیعت غصہ کی کیفیت سے کبھی بھی آشنا نہیں ہوئی۔

میں کہتا ہوں اور بلا خوف تردید بلند آہنگی سے کہتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت اسپر قادر نہیں،

اور نہ کبھی ہو سکتی ہے۔ اسلئے کہ اولاً ایسے جامع مانع قوانین جو اقتصاد و توسط کے مرتبہ اعلیٰ میں ہو اور نہ صرف دنیا کیلئے بلکہ اس سے زیادہ آخرۃ اور روحانیات کیلئے ہوں، کبھی نہیں خدا کی قسم کبھی نہیں کسی انسانی دماغ میں آسکتے ہیں۔ اور اگر بفرض محال (اور یقیناً محال) کسی کے دل میں آبھی جائیں۔ (لیکن کبھی نہیں آسکتے) تو اسکی تعبیر کیلئے وہ اس طرز پر ہرگز قادر نہیں ہو سکتا۔ جو ملک قدوس کی "امام مبین" کا ہے، اور اگر کسی دیوانے نے اسکا ارادہ کیا۔ تو آپ دیکھینگے کہ اسکا کلام بجاے ایجاز[۵۱] کے اخلال کا نمونہ کامل ہوگا۔ کہ شائد اس سے بڑھکر اخلال کا کوئی مرتبہ نہ نکل سکتا ہو۔

لیکن قرآن مجید کو دیکھئے! کہ باوجود اسبات کے کہ جسوقت وہ ناموس اکبر کے ذریعہ سے بنی آدم میں آیا تو وہ عہد عتیق کے ان تمام خطب و مواعظ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھا۔ جو سیناء کے دامنوں میں اسرائیل علیہ السلام کے بیٹوں کو سنایا گیا تھا۔ اور پھر ان کل صحف کی روح اپنی رکھتا تھا۔ جو قدیم تمدن کے مشہور شہر بابل کے نجومیوں اور ریاضیوں میں ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے نشر کیا تھا ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم و موسٰی (یہی باتیں پہلی کتابوں میں یعنی ابراہیم و موسیٰ کی کتابوں میں تھیں)

اور اسکے بعد پھر دیکھئے کہ اسی حد تک نہیں، بلکہ قیام عالم کے آخری سکنڈ تک جن قوانین و دستور کی ضرورت ہوگی۔ ان سب کا استیعاب کر لیا جاتا ہے۔ اور چھتر ہزار دو سو پچاس نقطوں میں، تو کیا اس سے بھی زیادہ اختصار غیر مخل ممکن ہے؟ اور کیا اس سے بھی چھوٹے صحن خانہ الفاظ میں معانی کی اسقدر ٹڈی دل فوجوں کو اتارا جا سکتا ہے؟ میں سن رہا ہوں کہ قلوب سلیمہ سے بے اختیار آواز "نہیں" کی نکل رہی ہے۔ پھر ادھر اختصار کا تو یہ حال ہے جسکا لازمی نتیجہ عسر و دقت ہے، مگر یا للعجب! دوسری جانب قرآن کا دعوی ہے "تفصیلا لکل شیئ" اور "تبیانا لکل شیئ" قرآن کا منزل جل مجدہ فرما رہا ہے انا یسرنا القران للذکر فھل من مدکر (ہمنے قرآن کو نصیحت حاصل کرنیکے آسان کر دیا ہے، پھر کوئی ہے نصیحت حاصل کرنیوالا؟)

---

۵۱ - کلام میں اختصار کرنا: ہر وقت ممدوح ہے اور نہ ہر وقت مذموم بلکہ اسکے مواقع ہیں وہ اختصار جس سے مطلب خبط ہو جائے اسے اخلال کہتے ہیں۔ اور وہ اختصار جو بغیر فوت اصل مطلب کے کسی نکتے پر مبنی ہو اسے ایجاز کہتے ہیں تفصیل فی کتب البلاغۃ منہ

اور بیشک قرآن ایسا ہی ہے۔ اور یہی بلاغۃ کے سب سے قیمتی صنعۃ سہل ممتنع کا مظہراتم ہے۔ جس پرامکانی طاقتیں کبھی قادر نہیں ہوسکتیں۔ اور یہی فصاحت وبلاغت کی وہ طرف اعلی ہے۔ جہانپرانسانی قوت پرواز تھک کربیٹھ جاتی ہے۔ اور چلاکر کہہ اٹھتی ہے "لیس ھذا کلام البشر یہ آدمی کی تو بات نہیں" بلکہ یہ خرق عادت ہے۔ ایجاز نہیں بلکہ اعجاز ہے۔

قرآن کے غیر متناہی وجوہ اعجاز یہ جسکی وجہ سے وہ اپنے وجود کا آپ برہان ہے۔ یہ ایک وجہ ہے جسکا تعلق میرے مقصد سے ہے۔ اسلئے اختصاراً اس پر کچھ لکھدیا گیا ہے۔ ورنہ وہ ذکر حکیم اپنے اندر جو کچھ بھی رکھتا ہے سب کچھ معجزہ ہے۔ اور سب ہی خرق عادت ہے۔ ہاں نگاہ غور، اور قلب متجسس کی ضرورت جنھوں نے اسے سمجھا ہے، اور بہت معمولی سی توجہ ادھر صرف کی ہے یہی کہتے اٹھے ہیں ؎

یزیدك وجهه حسنا اذا ما زدته نظرا

تیری آنکھوں میں اسکا حسن کھبتا جائے گا جسقدر تو اسکے دیکھنے میں مبالغہ کریگا

اور میری غرض اس بحث سے جو تعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ "علوم اسلامیہ" کی ایجاد و ابداع کی علۃ اصلیہ اور حقیقی سبب دراصل قرآن ہے جیساکہ آیندہ معلوم ہوگا۔ اور پھران میں سب سے اہم اور شطر اعظم قرآن کی صفۃ ایجاز و اختصار اور یہی ایجاز دراصل سنگ بنیاد ہے ان عظیم الشان علوم فنون کے فلک نما عمارتوں کا۔ جو فقیر کے خیال میں خیر الامم کا سب سے زیادہ چمکیلا اور درخشاں طغری امتیاز ہے اور جسکی تاریخ لکھنی بشرط حیات اس عنوان کے نیچے اپنا مقصد اعلی ہے لیکن چونکہ یہانپر اس وہم باطل کی گنجایش تھی کہ کوئی کہہ سکتا تھا کہ قرآن میں اس ایجاز کی ضرورت ہی کیا تھی کیوں نہیں تعزیرات ہند کی طرح صاف صاف روکھی پھیکی عبارت میں لکھا کر اتار دیا گیا۔ اسلئے میں نے ضرورت سمجھی کہ اس راز کے صرف ایک پہلو پر تھوڑی سی روشنی ڈالدی جائے۔ اور لوگوں کو معلوم ہوجائے۔ کہ اگر قرآن ویسا ہوتا۔ (اور جو ایسے قرآن پر قادر تھا وہ اسپر کیوں نہوتا) توپھر وہ محض ایک دعوی رہجاتا۔ جو دلیل کے زیور سے بعد اپنے مبلغ کے ننگا ہوجاتا ہے۔ اور قرآن کی شان اس سے ارفع ہے۔ اور علاوہ اسکے جب نبوۃ ختم ہوچکی تھی۔ تو دوسرے مبلغ کی بصورت نبی آنیکی امید منقطع پھر کون ہوتا جو اسے حجت و استدلال سے مشید کرتا۔ یہ ضرور ہے کہ بحث سے

یہ گفتگو دور جا پڑی ہے۔ لیکن ضرورت مجبور کرنیوالی چیز ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ قطع نظر سلسلہ کے لوگ اسے مفید تصور فرمائیں گے فقط

فقیر محمد مناظر احسن بہاری گیلانوی
متعلم دارالعلوم (دیوبند)

اعلان ضروری مفید حجاج متعلق حجاز ریلوے

مرسلہ مولانا حبیب اللہ صاحب مہاجر مدنی

(از مدینہ منورہ)

مدینہ منورہ تک سفر کیلئے پچاس فیصدی کی رعایت

۱۔ چند سال کا عرصہ گذرا کہ حاجیوں کو دمشق سے مدینہ منورہ تک پہونچنے میں ۳۵ سے ۴۰ روز تک کا عرصہ لگتا تھا مگر جب سے کہ حجاز ریلوے کاروبار کیلئے کھلی ہے حیفہ یا دمشق سے مدینہ منورہ کا سفر کم ہو کر صرف ۵۰ گھنٹہ کا رہگیا ہے۔

۲۔ اسوقت یہ بہت ممکن ہے کہ حجاج قبل ادائے فریضہ حج حجاز ریلوے کے ذریعہ سے مدینہ منورہ کی زیارت سے فارغ ہو سکیں پھر وہاں سے اُسی راستہ حیفہ یا دمشق کو واپس ہو کر جدہ اور مکہ معظمہ روانہ ہو سکتے ہیں۔

۳۔ عثمانی حجاز ریلوے نے حجاج کی ضرورتوں کا خیال رکھکر ایک خاص کمی کرایہ مندرجہ فہرست میں پچاس فیصدی کی کردی ہے جس سے متمتع ہونا حجاج کو سال کے خاص اوقات میں ہونیکا بہتر موقع ہے یعنی یکم شعبان سے آخر ذیقعدہ تک فائدہ اُٹھا سکتے ہیں یکم ذی الحجہ سے یہ کمی موقوف ہو کر معمولی کرایہ لیا جائیگا۔

۴۔ حجاز ریلوے میں سال گذشتہ تک صرف پہلے اور تیسرے درجہ کی گاڑی ٹرین میں ہوتی تھیں مگر سال حال سے درجہ دوم بھی قایم کر دیا گیا ہے۔ اور سونیکے واسطہ نئی گاڑیں بھی لگا دی

گئی ہیں جس سے درجہ اول کے مسافر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

۵۔ درجہ اوّل کے ٹکٹ پر ستّر پیاسٹر کی قلیل رقم ادا کرنے سے مسافر اور حجاج دو تین راتوں تک آرام کر سکتے ہیں اور خاموشی کے ساتھ نہایت عمدہ شفاف اور آرام دہ بستر ریلوے پر سو سکتے ہیں۔

۶۔ ہر مسافر کے استعمال کے بعد نئی چادر بدل دیجاتی ہیں۔

۷۔ تمام مسافر گاڑیوں میں پانی کے خزانہ بنے ہوئے ہیں جو منہ دھونے اور وضو کے لئے کارآمد ہوں گے۔

۸۔ ضرورت کے وقت مسلمانوں کو پنج وقتہ نماز ادا کرنیکے واسطے ٹرین ٹھہرائی جاسکتی ہیں اور کافی وقت دیا جائیگا۔

۹۔ مسافروں کو تازہ پانی بھی ٹرین پر ملیگا۔

۱۰۔ بمقام درعہ اور معان کھانیکے کمرہ آرام دہ ہیں اور چھوٹے چھوٹے اسٹیشنوں میں جیسے کہ تبوک امعان مداین صالح ہیں وہاں کے رہنے والے دوکاندار اشیاء ضروری مہیا رکھیں گے جسکی وجہ سے حجاج و مسافرین کو کسی قسم کی تکلیف رستہ میں اشیاء خوردنی کے بہم پہونچانیکی نہو گی۔

۱۱۔ حجاز عثمانی ریلوے کے منتظمان نے ایک خاص معاہدہ خدیوی ڈاک کے جہازوں کی کمپنی سے کیا ہے کہ سمندر کے ذریعہ سے بہت آسانی کے ساتھ حجاج کو جو قسطنطنیہ یا عثمانی سلطنت کے دوسرے بندرگاہوں سے روانہ ہوں یا سلطنت روس یا سلطنت رومانیہ یا کسی دوسرے غیر ملک سے روانہ ہوں اُن کو بآرام حیفہ یا بیروت تک پہونچادیں مدینہ منورہ سے بیروت یا حیفہ واپس آنے پر حجاج و مسافرین کو جدہ جانیکے لئے جہاز تیار ملینگے

۱۲۔ حجاج اور مسافر جو اس بڑی رعایت سے فائدہ اٹھانیکے خواہشمند ہوں وہ نہ صرف اپنا روپیہ بچاویں گے بلکہ خود اپنے آپکو بڑے طویل اور تکلیف دہ سفر سے بچاویں گے۔ ان حجاج کو اس یاد دہانی کی زیادہ ضرورت معلوم نہیں ہوتی جو اول ارکان حج ادا کریں اور پھر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو قدیمی راستہ سے جاویں تو آنکو ۱۳ یوم کامل بڑے بڑے ریگستانوں میں اونٹوں کی کمر پر انتہائی گرمی اور تمازت آفتاب میں سفر کرنا ہوتا ہے۔ بجائے اسکے اگر وہ آرام دہ اور مختصر اور

کفایت خرچ کا سفر اختیار کریں تو بیجا نہو گا۔

۱۳- لہذا حجاج سے انہیں کے فائدہ حفاظت و آرام کے لئے یہ سفارش کیجاتی ہے کہ وہ کم خرچ اور قلیل المسافت مندرجہ ذیل راستہ اپنے سفر حج کے واسطے اختیار کریں۔ یعنی۔

اول حیفہ یا بیروت آویں اور پھر حیفہ یا دمشق سے بذریعہ حجاز ریلوے مدینہ منورہ پہونچیں

دوم یہ کہ بعد زیارت مدینہ منورہ کے حجاز ریلوے کے ذریعہ سے دمشق یا حیفہ پہونچیں۔

سیوم خدیوی ڈاک کے جہاز کے ذریعہ سے جسکو وہ بندرگاہ پر تیار پاویں گے جدہ روانہ ہو جاویں اور پھر وہاں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن پاک مکہ مکرمہ کو روانہ ہوں۔

۱۴- اخراجات سفر حجاز ریلوے حسب ذیل ہیں۔ ۱ حیفہ سے مدینہ طیبہ تک معہ واپسی درجہ اول (۱۱۸۴) درجہ دوم (۸۸۸) درجہ سیوم (۵۹۲) پیاسٹر ۲ دمشق سے مدینہ منورہ تک معہ واپسی درجہ اول (۱۱۵۰) درجہ دوم (۸۶۹) درجہ سیوم (۵۷۰) پیاسٹر ٹکٹ جو واپسی ہونگے انپر پچاس فیصدی رعایت ہوگی اور یہ ٹکٹ حیفہ دمشق کے ریلوے اسٹیشنوں اور قسطنطنیہ و استنبول کے دفتر اعظم سے مل سکتے ہیں۔

مبدأ و معاد

المجاز قنطرة الحقيقة

آپ نے دریافت کیا تھا المجاز قنطرة الحقيقة کا کیا مطلب ہے اور کس اعتبار سے مجاز کو قنطرہ حقیقت کا کہا جاتا ہے: واضح ہو کہ مجاز ظل حقیقت کا ہے کہ ظل سے اصل کی طرف راستہ کھلا ہوا ہے اس اعتبار سے فرمایا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُسنے اپنے رب کو پہچانا کیونکہ سایہ کی معرفت مستلزم ہے اصل کی معرفت کو سایہ اصل کی صورت پر ہوتا ہے اور وہ سبب انکشاف اصل کا ہوتا ہے (یعنی سایہ کو دیکھکر پہچانا جاتا ہے کہ اسکی کوئی اصل ہے جسکا یہ سایہ ہے جیسا کہ اسباب سے مسبب پہچانا جاتا ہے

گر تو دانستی کہ ظل کیستی | فارغی گر مردۂ گر زیستی)

لیکن واضح رہے کہ مجاز قنطرۂ حقیقت اور موصل الی الحقیقت اُسوقت ہے کہ تعلق اور گرفتاری مجاز کے ساتھ پیدا نہ ہو مخبر صادق صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا النظرۃ الاولی لك والنظرۃ الثانیہ علیك کہ اول بار نظر کرنا تیرے لئے نافع ہے اور دوبارہ نظر کرنا تجھکو مضر ہے پس مجاز قنطرۂ حقیقت اُس حالت میں ہے کہ نظر اول تک کے مرتبہ میں رہے اور جب نظر ثانی تک پہونچا تو مجاز قنطرۂ حقیقت نہ رہا لفظ لک سے اشارہ اس دولت کے حاصل ہونے کی طرف ہے اور جب تعلق مجاز سے ہوگیا تو وہ نظر ثانی ہے جو مضر ہے اور سد راہ حقیقت ہے اُس سے زیادہ کونسی چیز مضر ہے کہ حق سے باز رکھے اور باطل پر گرفتار کرے یہ بھی جاننا چاہیئے کہ نظر اول اُسوقت مفید اور موصل الی المطلوب ہے کہ اختیار سے نہ ہو اگر اختیار سے ہے تو بحکم نظر ثانی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم اہل ایمان سے کہدو کہ اپنی نگاہوں کو پست کریں صوفیا رجال ونا رسیدہ المجاز قنطرۃ الحقیقت کا مطلب نہ سمجھکر اچھی صورتوں کے ساتھ تعلق اور گرفتاری پیدا کرتے ہیں اور اُن کے حسن وناز پر فریفتہ ہوکر اسکو وصول الی الحقیقت کا ذریعہ سمجھتے ہیں حاشا وکلا کہ یہ خود سد راہ مطلوب ہے اور مانع عن حصول المقصود۔ اُنکی نظر میں باطل مزین ہورہا ہے اور حقیقت کے دہوکہ میں باطل کی طرف متوجہ ہیں ایک جماعت اُن جہلا میں سے حسن وجمال صورت کو حسن حق جل وعلی تصور کرتی ہے۔ اور صور جمیلہ کی گرفتاری کو عین گرفتاری حق تعالیٰ کے ساتھ سمجھتی ہے اور اُن کے مشاہدہ کو مشاہدہ حق تعالیٰ جانتی ہے بعض کا اُن میں سے یہ قول ہے ؎

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است　　در حیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست

حق تعالیٰ کے جمال کو ان کوتہ نظروں نے کیا خیال کیا ہے کیا اُن کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ کی ایک تجلی سے کوہ طور پارہ پارہ ہوگیا اور حضرت کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بیہوش ہوکر گر گئے یہ بے عقل ہر وقت حق تعالیٰ کو بے پردہ دیکھتے ہیں اور وعدہ رویت اخروی پر تعجب کرتے ہیں علما اہل سنت وجماعت نے کیسی کیسی جانفشانی کرکے دلائل نقلیہ کے ساتھ اثبات رویت اخروی کیا ہے سوائے اہل سنت وجماعت کے کوئی فرقہ رویت حق تعالیٰ کا قائل نہیں ہوا اور اسکو محال عقلی سمجھا اور علما اہل سنت بھی رویت کو بلا کیفیت کہتے ہیں اور مخصوص عالم آخرت کے ساتھ

سمجھتے ہیں یہ بوالہوس دنیا میں اس دولت قاہرہ کا حصول تصور کرتے ہیں اور خواب وخیال کے ساتھ خوش ہیں ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا۔ اے ہمارے رب دی ہمکو اپنے پاس سے رحمت اور آسان فرما ہمارے لئے ہدایت۔

احقر کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی تجلی کا بیان کوہ طور پر اور ریزہ پارہ ہونا کوہ طور کا اور بیہوش یا مردہ ہو کر گرنا حضرت کلیم اللہ موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتحیات کا اس آیۃ میں مذکور ہے۔ ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا فلما افاق قال سبحانک تبت الیک وانا اول المومنین ٥ اور جب آیا موسیٰ ہماری میعاد پوری کرکے یعنی جو وقت اسکے لئے ہمنے مقرر کر دیا تھا کہ اسکے بعد ہم تجھسے کلام کریں گے جب موسیٰ اسکو پورا کرکے ہمارے پاس آیا اور کلام کی اس سے اسکے رب نے بولا کہ ای میرے رب مجھکو اپنی ذات پاک کو دکھلا کہ میں تجھکو دیکھوں (مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا سات فرسخ تک اندھیرا تھا اور آس پاس شیطان نہ آسکتا تھا اور کوئی موذی جانور قریب نہ آسکتا تھا سو دیکھا موسیٰ نے فرشتوں کو کھڑے ہوئے ہوا میں اور دیکھا عرش کو ظاہر اور اللہ نے اس سے کلام کی موسیٰ علیہ السلام نے اسکو سنا اور جبریل امیں جو ساتھ تھے کلام باری تعالیٰ کو نہ سنتے تھے موسیٰ علیہ السلام کو جب لذت کلام الٰہی کی معلوم ہوئی دیکھنے کے مشتاق ہوئے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہرگز تو مجھکو نہ دیکھ سکیگا یعنی دنیا میں کیونکہ کسی بشر کی یہ طاقت نہیں کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے ولیکن دیکھ تو طرف پہاڑ کے سو اگر وہ ٹھیرا رہے اپنی جگہ تو قریب ہے کہ تو مجھکو دیکھ لیگا (مروی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے رویۃ کا سوال کیا حق تعالیٰ نے تمام ملائکہ آسمانی کو ان کی اصلی صورت میں اور ہولناک کیفیت کے ساتھ سامنے کیا اور عرش و کرسی با عظمت وجلال خاصہ ان کو دکھلائے گئے ان میں تاب ان کے دیکھنے کی نہوئی اور قریب تھا کہ جان نکل جاوے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر گئے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے) فلما تجلی ربہ للجبل سو جب تجلی کی موسیٰ کے رب نے پہاڑ پر کر دیا اسکو ریزہ ریزہ اور ریت بہنے والا (مروی ہے کہ نور حق تعالیٰ مثل سوراخ سوزن کے پہاڑ پر ظاہر ہوا تھا

اور حدیث میں ہے کہ مثل خنصر کی) اور گر گیا موسٰی بیہوش ہو کر یا مردہ (مروی ہے کہ جمعرات کے دن نویں ذی الحجہ کو موسٰی بیہوش ہوئے اور دسویں ذی الحجہ کو اُن کو توراۃ ملی) سو جب ہوش میں آیا موسٰی کہا تو پاک ہے اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں تیری طرف اپنے اس سوال سے جو میں نے تجھ سے تیرے دیکھنے کا کیا اور میں اول ایمان لانے والا ہوں اسپر کہ تو دنیا میں نہیں دیکھا جاسکتا یا بنی اسرائیل میں سب میں اول میں تجھپر ایمان لایا۔ معالم التنزیل مختصراً۔

اور دنیا میں رویت حق تعالی کے ممکن نہونا اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ معنی اس آیۃ کے یہ ہیں کہ دنیا میں کوئی بینائی اُسکے ادراک پر قادر نہیں اور آخرت میں ادراک اور رویت حق تعالی کی ہوگی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بروز قیامت بالیقین تم اپنے رب کو ظاہر دیکھوگے اور حق تعالی فرماتا ہے۔ وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ یعنی بہت سے چہرے اُسدن تروتازہ ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے والحاصل ان الامۃ قد اتفقت علی انہ تعالی لایراہ احدٌ فی الدنیا بعینہ ولم یتنازعوا فی ذلک الا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حال عروجہ علی ما صرح بہ فی شرح عقیدۃ الطحاوی۔

یعنی حاصل یہ ہے کہ تمام امت اسپر متفق ہے کہ حق تعالی کو کوئی دنیا میں اس آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا اور اُسمیں نزاع ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں حق تعالی کو دیکھا ہے یا نہیں سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کیلئے یہ اختلاف بھی نہیں بلکہ تمام امۃ متفق ہے کہ اور کسی کیلئے دنیا میں رویت عینی نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ تصریح کی اسکی شرح عقیدہ طحاوی میں اور ایک جماعت نے اسپر اجماع نقل کیا ہے کہ اللہ تعالی کی رویت دنیا میں اولیاء اللہ کو حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے اور ابن صلاح اور ابو شامہ رحمہما اللہ نے فرمایا کہ جو شخص بیداری میں حق تعالی کی رویت کا دعوی کرے اسکی تصدیق نہ کیجاوے گی بلکہ اُسکو جھوٹا سمجھا جاویگا۔ کیونکہ جب حضرت موسٰی کلیم اللہ علیہ السلام اس سے منع کئے گئے اور روکے گئے تو اور کسی کیلئے یہ امر کس طرح ثابت ہوسکتا ہے اور جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کیلئے اس بارہ میں اختلاف ہے پھر کوئی دوسرا اسکا دعوی کرے تو کیونکر مسموع ہو سکتا ہے انتہی ملخصًا من شرح الفقہ الاکبر +

(باقی آئندہ)

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

(۲)

تفصیل اسکی یہ ہے کہ قصی بن کلاب ہاشم کے جدامجد کو جب تمام قریش مکہ کی ریاست وحکومت ملگئی۔ اُنکی سرداری بلااختلاف تسلیم کرلیگئی۔ تو قصی کی اولاد میں عبدالدار باعتبار عمر کے سب سے بڑے تھے۔ مگر شرافت ذاتی اور اخلاق کی خوبیوں میں چھوٹے بیٹے عبدمناف و مطلب بہت کچھ فائق تھے۔ باپ نے دیکھا کہ یہ دونوں تو اپنی ذاتی خوبیوں سے برتری حاصل کرلیں گے اور خیال کیا کہ عبدالدار کو ظاہری مناصب دیکر ان کا ہمسر بلکہ فائق بنادیا جائے۔ اس بنا پر اپنی تمام مناصب عبدالدار کی سپرد کردیئے قصی کے ہاتھ مناصب ذیل تھے سقایۃ حاج یعنی حجاج بیت اللہ کو اپنے ہاتھ سے چاہ زمزم کا پانی پلاتا تھا۔ کوئی شخص باختیار خود اپنے ہاتھ سے لیکر زمزم کا پانی نہیں پی سکتا تھا۔ رفادہ یعنی حجاج کی میزبانی موسم حج میں قریش مکہ خاص ٹیکس ان غرض کیلئے قصی کو ادا کرتے تھے۔ اور اسمیں وہی مال دیتے تھے۔ جو بالکل حلال وطیب ہو ظلم و غصب وغیرہ سے حاصل کیا ہوا نہو۔ حجابۃ یعنی بیت اللہ کی کلید برداری کہ کوئی شخص بغیر اُنکے اذن کے بیت اللہ میں داخل نہو سکے۔ یہ تینوں منصب مذہبی تھے۔ قیادۃ معرکوں کے وقت فوجوں کی کمان کرنا۔ یعنی عساکر قریش کے کمانڈر انچیف یا سپہ سالاری کا عہدہ۔ لواء یعنی علم برداری۔ معرکوں کے وقت فوجی جھنڈا بھی اُنہیں کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ دارالندوہ یعنی مجلس شوریٰ کی قومی عمارت جسکو دارالعوام یا پارلیمنٹ کے الفاظ سے تعبیر کردیا جائے تو نامناسب نہوگا۔

قریش کے تمام امور عظام اور مہم کام اس مجلس میں طے ہوتے تھے۔ خواہ کسی سے معرکہ آرائی کا مسئلہ ہو یا باہمی معاملات کا تصفیہ یا تمدن وغیرہ کے مسائل۔ کوئی معاملہ جسکا تعلق قریش کے عام افراد سے ہوتا سوا دارالندوہ کے کہیں طے نہ ہو سکتا تھا۔ کوئی شخص اگر بالا بالا کسی معاملہ کو

طے کرلیتا تو وہ ناقابل اعتبار سمجھا جاتا تھا۔ قریش میں کسی کا نکاح ہو تو وہ بھی دارالندوہ ہی میں ہوتا تھا۔ لڑکی بالغ ہو جاتی تھی۔ تو دارالندوہ میں حاضر کی جاتی تھی اور اسکو وہ کرتا پہنایا جاتا جو علامت بلوغ سمجھا جاتا تھا۔ اور اسکے بعد وہ پردہ میں بیٹھ جاتی تھی۔ محاربات کے وقت علم جنگ بھی اس مجلس کی رائے سے اہل و قابل شخص کے سپرد کیا جاتا تھا غرض تمام ملکی و مذہبی اختیارات کی باگ قصی کے ہاتھ میں تھی جسکو اسنے اپنے فرزند کلاں عبدالدار کے سپرد کر دیا۔ لیکن یہ نامنصفانہ فیصلہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ عبدالدار کی زندگی میں تو کسی نے منازعت نہ کی۔ لیکن جب عبد مناف مطلب۔ اور عبدالدار کی وفات ہو چکی تو اُن کی اولاد میں نزاع قائم ہوا۔ عبد مناف کی اولاد ہاشم و عبد شمس۔ اور مطلب کی اولاد ایک طرف ہو گئی۔ اور عبدالدار کی اولاد ایک جانب۔ فریقین نے باہم اپنے اپنے طرفداروں کے ساتھ ملکر معاہدے کئے کہ جب تک فیصلہ نہو جائے ساتھ نہ چھوڑینگے۔ بنی عبد مناف اور اُن کے رفقار بنو زہرہ۔ بنو اسد بنو تیم۔ بنو الحارث مطیبون کہلاتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے خوشبو کا پیالہ درمیان میں رکھکر اور ہر ایک نے اپنا ہاتھ اسمیں ڈالکر عہد و پیمان کیا تھا۔ اور بنی عبدالدار معہ اپنے حلیفوں۔ بنی مخزوم و بنی سہم۔ بنی جمح۔ اور بنی عدی کے لعقۃ الدم کہلاتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے ایک بڑی برتن کو خون سے بھر کر اور اسکو چاٹ کر معاہدہ کیا تھا۔ لڑائی کی ٹھن جانےمیں کچھ کسر باقی نرہی تھی۔ مگر پھر باہم اسپر صلح ہو گئی۔ کہ سقایہ۔ رفادہ۔ قیادہ تو بنی عبد مناف کے ہاتھ میں رہے۔ اور حجابۃ و لواء بنی عبدالدار کے قبضہ میں۔ دارالندوہ مشترک رہے۔ کیونکہ یہ قومی مجلس تھی۔ اسکو کسی کیلئے خاص کرنا مصالح عامہ کے منافی سمجھا۔ اسطرح صلح و صفائی ہونیکے بعد ہر ایک جماعت اپنے اپنے مناصب پر قایم ہو گئی۔ بنی عبد مناف کے جو مناصب متعلق تھے اُن میں قیادۃ تو عبد شمس اور اسکی نسل کے یہاں منتقل ہوتی رہی۔ اور سقایہ ورفادہ ہاشم اور ان کی اولاد میں۔ اور اُسکے ساتھ بوجہ اُس خاص اقتدار اور مذہبی شرافت و اخلاق حسنہ کے جو عبدالمطلب کے ساتھ مخصوص سمجھے جاتے تھے منصب وفادہ بھی اُنکو حاصل ہوا یعنی سلاطین اور اکابر ملک و ملت سکے درباروں میں نیابتاً تمام قریش کی طرف سے جاکر گفتگو کرنا بھی ان کے سپرد تھا چنانچہ جب ابرہہ۔ اہل مکہ کو تباہ کرنے اور بیت اللہ کی بنیاد اکھاڑنے کیلئے ہاتھیوں کا لشکر لیکر چڑھا اور اسی وجہ سے وہ اور اسکا

لشکر اصحاب فیل کہلاتے ہیں تو عبدالمطلب ہی اس کام کیلئے منتخب ہوئے تھے کہ قریش کے قائم مقام بنکر ابرہہ سے گفتگو کریں۔

قیادۃ کا تعلق بنی عبدالدار سے تھا۔ اُسی کی فروع میں سے قُبّہ۔ اور اعنۃ الخیل بھی تھا جو خالد بن الولید کے متعلق ہو گیا۔ گو خالد بن الولید بنی عبدالدار میں سے نہ تھے مگر اُن کے حلفا یعنی بنی مخزوم میں سے تھے منصب قبہ کا حاصل یہ تھا کہ قریش کو جب کبھی معرکہ کارزار کا موقع ہوتا تو اُن کو ایک فوجی ٹیکس دینا پڑتا تھا۔ اور ایک بڑا خیمہ اس غرض کیلئے نصب کیا جاتا تھا کہ اس فنڈ کا روپیہ اسمیں جمع کیا جائے۔ اس خدمت کی سربراہی خالد بن الولید کے سپرد تھی خیمہ کھڑا کرانا۔ روپیہ کا وصول کرنا۔ اُسکو جمع کر کے جنگ کے مصارف میں صرف کرنا اُن کے متعلق کیا۔ اور یہ خدمت جسقدر عظیم الشان تھی ظاہر ہے۔ قریش کا اپنی عزت دوقار کو قائم رکھنا دوسرے اقوام کی دست درازی سے محفوظ رہنا اس پر موقوف تھا۔ اعنۃ الخیل کی خدمت کا حاصل یہ تھا کہ جب لڑائی ٹھن جائے تو کسی منتخب دلیر وجوانمرد کے ہاتھ میں فوج سوارہ کی کمان دیدی جائے حقیقت میں یہ دونوں خدمتیں باوجود جلیل القدر ہونیکے منصب قیادۃ کی ماتحت تھیں گویا بنی عبدالدار نے اپنی مفوضہ خدمت کے ایک حصہ کو خالد کے سپرد کر دیا تھا۔

اس تشریحی بیان سے واضح ہو گیا کہ خالد بن الولید زمانہ جاہلیۃ میں کیسا کچھ اقتدار رکھتے تھے اُن کی شجاعت حسن تدبیر فنون جنگ کی تدابیر پر قریش کو کسقدر اعتماد تھا۔

حضرت خالد کے معرکے مسلمانوں کے ساتھ

خالد بن الولید شجاع دجری مدبر وہوشمند۔ صائب الرائے۔ عالی خاندان۔ سب کچھ تھے اسلام کی مخالفت میں اُنھوں نے دوسروں سے بڑھکر حصہ لیا۔ مگر اُن میں کمینہ حرکات اور رذیل اخلاق نہ تھے۔ اپنی قوم کا ساتھ دیا۔ اسلام کا مقابلہ کیا مسلمانوں کو چند موقعہ پر نقصان بھی پہونچائے مگر ایسے کمینہ حرکات اُن سے صادر نہیں ہوئیں جیسے کہ قریش کے اور نااہل کر گذرتے تھے۔ اُن کی مخالفت میں بھی ذاتی جوہر نمودار تھے جو کچھ کیا اُس انداز میں جو ایک بہادر و دلیر دانا دشمن کر سکتا تھا۔ سب وشتم سے زبان کو کبھی آلودہ نہیں کیا اور کوئی دنی و نازیبا حرکت نہیں کی۔

جنگ احد میں خالد کا حملہ

جنگ احد میں حضرت رسول کریم افضل الصلوات والتسلیم کے ہمرکاب

کُل ایک یا دو گھوڑے تھے۔ اور مشرکین مکہ کے ساتھ فوج سوارہ کا معقول دستہ تھا جسکی کمان حسب قواعد مقررہ حضرت خالد کے ہاتھ میں تھی جس وقت میدان جنگ میں خالد بن الولید بڑی آن بان کے ساتھ نمودار ہوے تو آپ نے سواروں کے حملہ کو روکنے اور خالد بن الولید کے مقابلہ کیلئے زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا۔ سواروں کے دوسرے دستہ کے مقابلہ کیلئے جو کسی افسر کے زیر کمان تھا دوسری جماعت کو متعین فرمایا۔ غرض دستہ سواروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے پیادہ دستے قائم کئے گئے۔ اور تیر اندازوں کی ایک جماعت کو جسمیں پچاس سے زیادہ تیر انداز نہ تھے لشکر اسلام کی عقب میں ایک گھاٹی پر متعین فرما کر امیر دستہ عبداللہ بن جبیر کو ارشاد فرمایا کہ ہمکو فتح ہو یا شکست مسلمان مال غنیمت بھی جمع کرتے ہوں تب بھی تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ میرے اذن اور حکم کے منتظر رہنا جب تک تم اپنی جگہ قائم رہوگے ہمکو غلبہ حاصل رہے گا۔

لڑائی سخت گھمسان کی شروع ہوگئی۔ مشرکین مکہ نے بھی داد شجاعت دینی میں کسر اُٹھا نہ رکھی ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ علم جنگ بنی عبد الدار کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ ابوسفیان بن حرب کو بدر کی ہزیمۃ کا دھبہ مٹانا تھا۔ ہر ممکن طریقہ سے قریش کو آمادہ کیا۔ ابوسفیان نے بنی عبد الدار سے کہا کہ بدر کی لڑائی میں تمنے علم کو ڈالدیا تھا اسکی وجہ سے جو ہوا تمھیں معلوم ہے۔ لشکر پر جب مصیبت آتی اور ہزیمۃ ہوتی ہے تو اصحاب لواء کی بزدلی اور ناواقفی سے پہونچتی ہے۔ اگر تم علم کی حفاظت نہ کرسکو تو ہم کسی اور کے سپرد کردینگے۔ بنی عبد الدار نے جھلا کر ابوسفیان کو جواب دیا کہ ہم جو کچھ کرینگے تمکو معلوم ہو جائیگا۔ ابوسفیان کی غرض بھی اتنی ہی تھی کہ وہ علم کی حفاظت میں جان لڑا دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ علم کو اول طلحۃ بن ابی طلحۃ نے سنبھالا۔ وہ قتل کردئے گئے تو اُن کے بھائی عثمان نے لیا۔ اور اُن کے بعد تیسرے بھائی ابوسعید ابن ابی طلحۃ نے۔ وہ بھی قتل کردئے گئے۔

تو طلحہ کے چار بیٹوں مسافع حارث۔ کلاب اور جلاس نے یکے بعد دیگرے علم کو اُٹھایا اور سب مقتول ہوئے۔ اُنکے بعد ارطاۃ بن شرجبیل۔ شریح بن قارظ نے ہاتھ میں لیا اور وہ بھی مارے گئے پھر ابو زہیر نے اور اُنکے بعد شرجبیل کے بیٹے اور پھر اُسکے غلام صواب نے ہاتھ میں لیا اور سب کا یہی حشر ہوا۔ غرض قریش نے اپنے لواء کی حفاظت میں کوئی کمی نکی۔ اور گیارہ شخص اُسکو اُٹھاتے اور جان دیتے رہے جب نوبت یہانتک پہونچگئی کہ لواء کا اُٹھانے والا کوئی نہ رہا۔

ادہر مسلمان قریش پر ٹوٹ پڑے۔ تو بھگدڑ پڑ گئی۔ مسلمانوں کو غلبہ تام ہو گیا۔ قریش کو ہزیمت کلی ہو چکی اور مسلمان اموال غنیمت کے جمع کرنیکی طرف متوجہ ہو گئے۔ تو تیر اندازوں کی جماعت نے جسکو آپ نے گھاٹی کی حفاظت پر متعین فرما کر حکم دیا تھا کہ تم کسی حالمیں اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ آپس میں کہا کہ فتح کامل ہو چکی اب ہمارے یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے ہم بھی مظفر و منصور مسلمانوں کے ساتھ غنیمت میں سے حصہ لیں۔ عبداللہ بن جبیر امیر دستہ نے ہر چند منع کیا مگر دستہ کے اکثر حصہ نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ امیر دستہ کچھ کم دس آدمیوں سمیت وہاں سے نہ ملے۔ خالد بن الولید کماندار دستہ سوار اں جیسا مدبر و بہادر ایسے موقع کو ہاتھ سے کب دیسکتا تھا۔ باوجود قریش کی شکست کامل کے اپنی تدبیر سے نہ چوکے۔ اور فوراً پہاڑ کے عقب سے آکر اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ امیر دستہ عبداللہ بن جبیر اور انکے رفقاء نے تو مقابلہ کرکے جان دیدی۔ باقی مسلمان بے فکر اموال غنیمت کے جمع میں مشغول تھے اس فعتاً دُ حملے سے اُنکے پیر اکھڑ گئے۔ اُن کی ترتیب میں ابتری پھیل گئی اپنے شعار و خاص علامات کی شناخت بھی نرہی مسلمانوں کے کان میں اواز آئی۔ یا عباد اللہ اُخراکم (اللہ کے بندو اپنے دوسری جانب بچو) مسلمان سمجھے کہ دوسری جماعت پر حملہ کرو۔ اور اس بنا پر آپس ہی میں ایک جماعت نے دوسرے پر حملہ کر دیا اور بعض میدان چھوڑ کر مدینہ تک جا پہونچے۔ غرض ایک دفعہ تو مسلمانوں کو پوری شکست ہو گئی بعض مشرکین نے یہ خبر اُڑادی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہو گئے۔ اس سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ بعض ثابت قدم مسلمانوں کو یہ خبر ہوئی کہ آپ شہید ہو گئے ہیں۔ تو انھوں نے آپس میں کہا کہ اگر آپ شہید ہو گئے ہیں۔ تو اب تم کیا کر رہے ہو کیوں نہیں اُس دین کی حفاظت میں قتال کرتے جسپر آپ قتال کرتے تھے۔ خدا تمھارا ناصر و مددگار ہے۔ ان کی ہمت بندھانے سے اور بھی چند نفر انصار کے جمع ہو گئے۔ اور اُس حصہ پر جسمیں خالد بن الولید عمرو بن العاص۔ عکرمۃ بن ابی جہل ضرار بن الخطاب تھے حملہ کر دیا۔ خالد بن الولید نے نیزہ سے حملہ کرکے اُن کو قتل کر دیا اور وہ معہ اپنے رفقاء کے سب شہید ہو گئے۔

مسلمانوں کیلئے یہ نہایت سخت وقت تھا کچھ میدان سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ اور جو تھے وہ بھی متفرق تھے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ثابت قدم تھے آپ کے قریب مختصر سی جماعت تھی۔ اس مختصر جماعت میں سعد بن ابی وقاص۔ ابوطلحۃ الانصاری سہل بن حنیف ابو دجانہ

بھی تھے اُن میں سے ہر ایک نے جان نثاری کے فرائض اس حد تک ادا کئے کہ کسی فی دنیے کسی کے ساتھ نکئے ہونگے۔ ابودجانہ نے اپنے آپ کو آپ کیلئے آڑ بنادی مشرکین کی طرف اپنی پیٹھ کر کے آپ کیلئے ڈھال بنگئی۔ جتنے پتھر آتے تھے اُن کو لگتے تھے۔ یہانتک کہ اسی طرح آپ کے قدم مبارک پر اپنے چہرہ کو رکھکر واصل بحق ہوگئے۔ ان مردوں کے ساتھ بعض عورتیں بھی تھیں۔ ام عمارہ مازنیہ نے نہایت جوانمردی و استقلال سے دشمنوں کے حملوں کو آپ پر سے دفع کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اُس روز جب داہنے یا بائیں دیکھا تو ام عمارہ کو اپنی حفاظت کیلئے لڑتے دیکھا اُنکو بھی اس روز بارہ زخم لگے تھے۔ مشرکین میں سے ایک شخص ابن قمئہ نام نے آپ کے مونڈھے پر نہایت قوت سے تلوار کا وار کیا۔ آپ کو زخم تو نہیں پہونچا مگر ایک ماہ تک مونڈھے میں تکلیف رہی۔

ابی بن خلف مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسکو اسقدر دانہ دیتا ہوں اسپر تمکو قتل کرونگا۔ آپ اسکے جواب میں ارشاد فرمایا کرتے تھے انشاء اللہ تعالے میں ہی تجھکو قتل کرونگا۔

آج مسلمانوں کی اس عارضی شکست سے ابی بن خلف نے بھی اپنے خیال فاسد کو پورا کرنیکا موقع سمجھ کر آپ کی طرف چلا مسلمانوں نے آپ تک پہونچنے سے روکنا چاہا۔ آپ نے فرمایا اسکو آنے دو۔ آپ نے بعض صحابہ سے ایک نیزہ ہاتھ میں لیکر ایسی قوۃ سے مارا کہ گھوڑے سے گر کر لڑھکتا ہوا چلا گیا۔ گردن میں خفیف سا نشان زخم کا ہوگیا۔ جو بظاہر کچھ بھی اندیشہ ناک نہ تھا۔ مگر ابی بن خلف چلا اوٹھا۔ قتلنی محمد مجکو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مار ڈالا۔ لوگوں نے کہا تیری عقل جاتی رہی ہے۔ تجھے تو کچھ گزند کا اندیشہ نہیں ہے۔ تو ایسا بہادر ہے کہ سینہ میں تیر کھاتا تھا اور نکالکر پھینکدیتا تھا کچھ پرواہ نکرتا تھا۔ اس ذرا سے زخم سے کیوں مرا جاتا ہے مگر اُس نے کہا تم نہیں جانتے جتنا زخم آپ کے ہاتھ سے مجکو لگا ہے اگر اتنا ہی کل کرہ ارض کے باشندوں کو ملکر لگ جائے تو سب مرجائیں۔ وہ کمبخت باوجود شدید عداوت کے بھی آپ کی حقانیت کو جانتا تھا اور اُسکو موت سے اندیشہ تھا جب آپ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میں تجکو قتل کرونگا۔ آخر کئی روز کے بعد مکہ کو واپس ہوتے ہوئے اس زخم کی تکلیف سے مر گیا ابی بن خلف ہی ایک وہ شقی ہے جسکو آپنے اپنے دست خاص سے قتل کیا ہے

ابو عامر فاسق نے (جو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل ملائکہ کا باپ تھا اور بوجہ عداوت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ چھوڑ کر کفار مکہ سے جاملا تھا اور جنگ احد میں انکو یہ دم دلاسا دیکر لایا تھا کہ جب انصار میرے سامنے آئیں گے اور میں انکو آواز دونگا تو سب میرے ساتھ ہو جائیں گے لیکن یہاں اس مردود کی طرف کسی نے بھی التفات نکیا۔ اس ابو عامر کو زمانہ جاہلیت میں بوجہ اسکی عبادت و گوشہ نشینی کے راہب کہتے تھے لیکن اب اسکا نام فاسق ہو گیا تھا) احد کے میدان میں جگہ جگہ گڈھے کھدوا کر چھپا دئے تھے کہ مسلمان بے خبری میں اُن کے اندر جا پڑیں۔ ایک گڈھے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گر گئے۔ اور اس صدمہ سے آپ پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ گھٹنے چھل گئے۔ ابن قمئہ نے جس نے آپ کے مونڈھے پر تلوار ماری تھی اوپر سے پتھر پھینکے۔ ایک دوسرے شخص نے ایک پتھر مارا جس سے دندان مبارک کو صدمہ پہونچا۔ یہاں سے آپ پہاڑ کی گھاٹی میں تشریف لیگئے۔ اور وہاں آپ کے زخم کو دھویا گیا۔ گھاٹی میں آپ اصحاب کے مختصر سی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ کہ خالد ابن الولید معہ چند مشرکین کے پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے۔ اسوقت آپنے دعا فرمائی:۔

اللهم انهم لا ينبغي لهم ان يعلونا اللهم لا قوة لنا الا بك۔	(الٰہی ان مشرکین کا ہم سے بلند ہونا لائق نہیں۔ ہم میں جو کچھ قوۃ ہے تیری ہی امداد و نصرۃ کی ہے۔)

اس پر حضرت عمر معہ ایک جماعت کے مقابلہ کیلئے کھڑے ہوئے اور انکو پہاڑ سے نیچے اوتار دیا۔ مسلمانوں پر یہ سخت پریشانی اور خوف کا وقت تھا کہ عین اسی حالت میں اُن پر اونگہ کا غلبہ ہوا جس سے اُنکے ہاتھ میں سے تلوار گر پڑتی تھی۔ اس حالت کے زائل ہو جانے کے بعد خوف بالکل جاتا رہا۔ از سر نو نشاط پیدا ہو گیا۔ بجائے ضعف کے قوۃ پیدا ہو گئی۔ اور مغلوبی کا جو صدمہ تھا وہ نصرۃ و فتح کے سرور سے بدلگیا۔ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:۔

ثم انزل عليكم من بعد الغم امنة نعاسا يغشى طائفة منكم۔	پھر حق تعالیٰ نے تم پر اُتارا تنگی کے بعد امن کو۔ اونگھ کہ گھیر رہی تھی تم میں سے بعضوں کو۔

مشرکین کو اگرچہ بظاہر غلبہ کی صورت حاصل ہوئی تھی مگر قتل و زخم کا نقصان انکو بھی اسقدر پہونچ چکا تھا کہ اسوقت کسی طرح مقابلہ کی طاقت اُن میں باقی نہ تھی۔ بالآخر ابو سفیان نے پہاڑ پر کھڑے ہو کر جھوٹی تعلی و شیخی بگھار کر کہا کہ اب اگلے سال بدر پر مقابلہ ہوگا۔ اور یہ کہکر مکہ کی راہ لی۔

اس معرکہ کے طویل حالات میں سے بقدر ضرورت چیدہ چیدہ حال بیان کئے گئے ہیں۔ جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ احد میں مشرکین بالکل مغلوب ہو چکے تھے۔ مال ومتاع چھوڑکر میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے مسلمانوں کو جسقدر نقصان پہونچا۔ یا مشرکین کیلئے انتقام واقعہ بدر کا جتنا سامان ہوا۔ وہ خالد بن الولید کی تدبیر دانشمندی۔ بے مثل دلیری وشجاعت کا نتیجہ تھا

معرکہ خندق میں خالد بن الولید کے کارنامے

زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمانوں کو جسقدر معرکہ آرائیاں کرنی پڑیں اُنمیں چندہی ایسی ہیں جن میں اُنکو نقصان زیادہ پہونچا۔ یا خوف وہراس طاری ہوا۔ جنگ احد کے نقصانات اور مسلمانوں کی پریشانی وخوف کا حال تو ابھی معلوم ہو چکا ہے جنگ حنین میں بھی مسلمانوں کی ایک جماعت کو جنمیں زیادہ تر طلقار (رہاکردہ) تھے عارضی ہزیمت ہوئی تھی۔ غزوہ خندق میں اس قسم کا نقصان جان ومال تو اُٹھانا نہیں پڑا۔ مگر خوف وہراس۔ اضطراب وپریشانی۔ سردی وتنگی۔ منافقین کے طعنہ وتشنیع کے اعتبار سے یہ معرکہ سب میں زیادہ تھا۔ درحقیقت مسلمانوں کو اس سے قبل یا اسکے بعد ایسی پریشانی کبھی لاحق نہ ہوئی۔ مشرکین مکہ نے معہ اپنے اعوان غطفان وغیرہ قبائل کے دس ہزار کی جمعیتہ سے مکمل ساز وسامان کیساتھ مدینہ پر چڑھائی کی تھی۔ یہود بنی نضیر کو جب مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیئے گئے اور وہ خیبر میں جاکر آباد ہوئے۔ تو اُنکے سردار حیی ابن اخطب (حضرت صفیہ زوجہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ) نے خود مکہ پہونچکر تمام کفار مکہ اور اُن کے مددگار قبائل کو اس پر آمادہ کیا اور یہ پختہ وعدہ کرلیا کہ قریظہ کے یہود جو مدینہ میں آباد اور نہایت ساز وسامان والے دلیر وشجاع لڑائی کے آزمودہ کار ہیں تمہارا ساتھ دینگے تم بیرون سے حملہ کروگے اور وہ اندرون سے آفت ڈھائینگے۔ اور اس طرح مسلمانوں کی بیخ وبن اوکھاڑکر پھینکدی جائیگی۔ قریش مکہ اسکے سوا چاہتے ہی کیا تھے۔ اس کثیر جمعیت کے ساتھ مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔

(باقی آئندہ)

اطلاع عام

مولوی شہاب الدین صاحب پنجابی سابق میں جمعیۃ الانصار دیوبند کی طرف سے سفیر تھے مگر مولوی صاحب موصوف کا کام کبھی قابل اطمینان نہیں ہوا بار ہا انکو دفتر صدر سے فہمایش ہوئی۔ انکی شکایت میں اُس نواح کے بعض حضرات کے خطوط آئے۔ مدت ہوئی کہ انکو جمعیۃ سے علیحدہ کر دیا گیا اور انکو اطلاع بھی کر دی گئی پھر انہوں نے ایک مرتبہ خواہش کی کہ دار العلوم دیوبند کے لئے اپنے قرب و جوار میں چندہ کی تحریک کریں۔ مگر دار العلوم سے انکی درخواست منظور نہوئی۔ ہم سمجھتے تھے کہ مولوی شہاب الدین صاحب موصوف اب کوئی اور کام کرتے ہونگے مگر حال میں جناب چودھری جلال خانصاحب نمبردار و چودھری غلام محمد صاحب متوطن چک ۵۰ ڈاکخانہ مٹاٹک نہر جہلم ضلع ہوشیار پور کا خط بدین مضمون آیا کہ مولوی شہاب الدین صاحب ہمارے چک سے ہمیشہ دار العلوم دیوبند کے واسطے چندہ لیجاتے ہیں آپ سے استفسار کیا جاتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف دار العلوم کے سفیر ہیں یا نہیں اگر نہیں تو کب سے علیحدہ کئے گئے انکو چندہ دیا جاسے یا نہیں۔ ان صاحبوں کو جواب بھیجدیا گیا کہ انکا تعلق دار العلوم کی سفارت سے تو کبھی ہوا ہی نہیں۔ البتہ جمعیۃ الانصار میں سفیر تھے مگر مدت ہوئی کہ جمعیۃ سے بھی علیحدہ کر دئے گئے انکو دار العلوم دیوبند اور جمعیۃ الانصار کے لئے چندہ ہرگز ندیا جاسے۔ اب بذریعہ القاسم مشتہر کیا جاتا ہے کہ کوئی صاحب مولوی شہاب الدین صاحب مذکور کو دار العلوم یا جمعیۃ الانصار کے لئے چندہ ندیں اور جن اخباروں سے القاسم کا مبادلہ ہے وہ مہربانی فرماکر عوام کی آگاہی کیلئے اس مضمون کو طبع کر دیں۔

خاکسار سراج احمد رشیدی معتمد المدیر القاسم

تقریظ

الجمیل۔ فن سیرۃ ایک ممتاز اور شریف فن ہے کہ عموماً لوگوں کو اُس سے دلچسپی ہے اور جب اسکا تعلق کسی برگزیدہ ذات سے ہو تو اسکو اور بھی چار چاند لگجاتے ہیں۔ اور جو کیف خدا تعالیٰ نے اس فن میں ودیعت رکھا ہے اُسمیں کچھ عالم سے انوکھی لذت اور کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی طرف سلفاً خلفاً علماء اُمت کی توجہ رہی ہے اور اسکی خدمت کو ذریعہ نجات سمجھا ہے۔ خدا رحم کرے ہمارے علما پر کہ انہوں نے ہمارے لئے ایک بڑا ذخیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا جمع کر دیا ہے۔ اب کہ عربی علوم سے ابناے زمانہ کو دلچسپی نہیں رہی ہے علماے اسلام نے ان پاک حالات کو اُردو زبان میں ترجمہ کرکے حضور کے حالات سے عامہ مومنین کو واقف کیا ہے اچھی اچھی کتابیں اُردو میں بھی مرتب ہوگئی ہیں انہیں میں مولوی سید محمد نور صاحب بہاری کی کتاب **الجمیل** ہماری نظر سے گذری ممدوح نے بیحد جانکاہی سے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اختصار کے ساتھ عام فہم اور سلیس عبارت میں بیان کئے ہیں طرز بیان خوب ہے اور بیحد مرغوب ہے۔ ایکسو اٹھائیس صفحات کی کتاب قیمت آٹھ آنہ (۸/)

پتہ: سید سبط الحسن صاحب بہاری۔ ڈاکخانہ حسین آباد ضلع مونگیر یا مولوی قاضی سید انوار احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر بانکے پور

قواعد وضوابط رسالہ القاسم

۱۔ یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے اور کسی ماہ کا رسالہ بتیس ۳۲ صفحے سے کم نہیں ہوتا بلکہ بعض مرتبہ بضرورت کثرت مضامین اس سے بڑھجاتا ہے۔

۲۔ یہ رسالہ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر طبع ہوتا ہے اور عام قیمت سالانہ مع محصول دو روپیہ آٹھ آنہ پیشگی لیجاتی ہے۔ ممالک غیر سے صرف اسی قدر زیادہ لیا جائیگا جسقدر وہاں کا محصول بہ نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے۔

۳۔ جو حضرات بطور اعانت و امداد اس رسالہ کی قیمت سالانہ پانچروپیہ یا اس سے زیادہ مرحمت فرمائینگے وہ رسالہ کے معاونین خاص میں شمار ہونگے۔ اور ایسے حضرات کی فہرست القاسم میں شائع ہوتی رہے گی۔

۴۔ سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرماچکے جملہ حضرات کی خدمت میں شروع کا (یا خریدار کا جب سال شروع ہو اُسکا) پہلا پرچہ ویلو بھیجا جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو اضافہ کرکے ۲/۹ کا ویلو روانہ ہوگا۔

۵۔ یہ رسالہ ہرگز کبھی کسی صاحب کی خدمت میں بلا طلب وتحریک ویلو نہیں روانہ کیا جاتا بعض حضرات خود طلب فرماتے ہیں اور بعض حضرات اپنے اعتماد دوسروں کی خدمت میں ویلو بھیجنے کی فرمائش کرتے ہیں۔

۶۔ شعبان ۱۳۳۱ھ مطابق جولائی ۱۹۱۳ء سے اس رسالہ کا چوتھا سال شروع ہوا ہے پہلے تین سالوں کی مکمل جلدیں موجود ہیں۔ قیمت ہر جلد کی ۲/۹ مع محصولڈاک ہے۔

۷۔ نمونہ اور اشتہار میں جن حضرات کے نام نامی شائع کئے گئے ہیں ان کے علاوہ دیگر حضرات اہل علم کے مضامین بھی درج رسالہ کئے جائینگے جو اصول اسلام اور مقاصد رسالہ کے خلاف نہوں۔

۸۔ القاسم کے متعلق جملہ تحریرات و ترسیل زر بنام حضرت مدیر یا بنام خاکسار ہونی چاہیئے

(نوٹ) کوئی بیرنگ خط نہ لیا جائیگا۔

خاکسار سراج احمد عفی عنہ معتمد للمدیر رسالہ القاسم دفتر القاسم مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہارنپور

(رجسٹرڈ نمبر اے ۵۲۳)

القاسم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ

معہ محصول ۹

علمی - مذہبی - اخلاقی - ادبی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

جلد ۴ — بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ — نمبر ۱۲

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شایع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع دیوبند میں اپنے اہتمام سے چھپوایا

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

(مطابق ماہ جون ۱۹۱۴ء)

جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب و حضرت مولانا اشرف علی صاحب

(اور)

مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ دیوبند

کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔

القاسم ماہ رجب ۱۳۳۲ ہجری

جن حضرات کا سال خریداری رجب میں ختم ہوتا ہے انکی خدمت میں ماہ شعبان کا القاسم بذریعہ وی پی ارسال ہوگا جو حضرات بذریعہ منی آڈر قیمت روانہ فرماویں وہ براہ مہربانی پہلے اطلاع فرمادیں کہ انکی خدمت میں وی پی روانہ نکیا جاوے ورنہ کارخانہ کو زیر باری ہوگی۔

اطلاع } القاسم کی چاروں سال کی مکمل جلدیں موجود ہیں دفتر القاسم سے دو روپیہ آٹھ آنہ فی جلد کے حساب سے ملسکتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بقیہ حالات وفد ڈھاکہ

نقل تحریر منجانب دار العلوم دیوبند جو عالیجناب نواب صاحب کی
خدمت میں پیش کیگئی جسکو مولوی شبیر احمد صاحب نے
حسب ایماء مہتمم صاحب دار العلوم پڑھکر
جلسہ میں سُنایا۔

بہ پیشگاہ عالیجاہ رفعت مآب عظمت جناب مربی علوم اسلامیہ حامی الاسلام والمسلمین
نواب سر خواجہ محمد سلیم اللہ خاں صاحب بہادر ادام اللہ اقبالہم واجلالہم

بندۂ مہتمم دار العلوم دیوبند اور جملہ اصحاب شرکاء وفد اولاً بصد مسرت و امتنان جناب والا کی اُس غرباء نوازی اور مرتبہ افزائی کا کمال صدق دل اور اخلاص نیت کے ساتھ شکریہ ادا کرنیکی جرأت کرتے ہیں جو محض ایک اسلامی جذبہ اور خالص دینی تحریک سے متاثر ہو کر آجکی مبارک تاریخ اور ہمایوں ساعت میں جناب والا کی طرف سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اور کچھ بیجا نہو گا اگر ہم بھی اسوقت وہی عرض کریں جو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہارون رشید سے فرمایا تھا۔ کہ

اعز اللہ الامیر۔ ان ھذا العلم منکم خرج۔ فان اعززتموہ عز۔ وان اذللتموہ ذل

(خدا تعالیٰ امیر کی عزت بڑہائے۔ یہ علم تمسے ہی ظاہر ہوا ہے۔ اگر تم ہی خود اسکی عزت کروگے تو وہ معزز ہوگا۔ اور اگر تم ہی ذلیل کروگے تو ذلیل ہوگا۔)

جناب والا ہم یہ نہیں چاہتے کہ آنجناب کی اُن مساعی عظیمہ اور توجہات مخصوصہ کا ذکر کرکے جنکا اعتقاد آپکی نسبت ہمارے دار العلوم کے باب میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو نمایاں طور پر حاصل ہو چکا ہے۔ اپنی اس تحریر کو

خواہ مخواہ طویل بنائیں۔ یا اُس منت پذیری کے اظہار میں جو شرعاً ہمارے ذمہ لازم ہوگئی ہے دور از کار شاعرانہ مبالغوں سے کام لیکر عبارت کے اندر رنگینی اور دل آویزی پیدا کرنیکی فضول کوشش کریں۔ بلکہ ہمارے خیال میں یہی بہتر ہے کہ ہمارے قال سے زیادہ ہمارا حال اور ہماری زبان سے زیادہ ہمارا دل اور ہمارے قلم سے زیادہ ہمارے دست و پا اُس سچی شکرگذاری کی طرف رہنمائی کریں جو لمبی سے لمبی عبارتوں میں بھی صحیح اور کافی طور پر ادا نہیں ہو سکتی۔

ایسی حالت میں جبکہ ہمارا دیوبند سے ڈھاکہ کا سفر تقریباً اُسی نیت پر مبنی ہے جو امام غزالی رضی اللہ عنہ کے طوس سے مراکش کا سفر کرنے میں مضمر تھی جبکہ اُنھوں نے یہ سُنا تھا کہ مغرب کا بادشاہ متبع سنت، مروج شعائر دین اور علم و اہل علم کا قدردان ہے تو ہم بادب اجازت چاہتے ہیں کہ دارالعلوم کی بناء و قیام کی نہایت مختصر کیفیت اور اُس کے مقاصد کے متعلق چند ضروری امور جناب والا کی خدمت میں عرض کردئیے جائیں تاکہ ہماری اس نیت کی پوری تکمیل ہو سکے۔

جناب والا۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ جس وقت تمام عالم میں جہالت اور مخلوق پرستی کی گھٹاٹوپ اندھیری چھارہی تھی اور اوہام کی تاریکیوں میں سچے یقین کا راستہ ملنا محال ہو رہا تھا اُسوقت ہمارے پیغمبر عربی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اس شان سے دنیا میں ظہور ہوا کہ آپ اپنے دائیں پہلو میں خدا کی روشن کتاب اور بائیں پہلو میں ایک نہایت پاکیزہ اور نورانی دل لئے ہوئے تھے۔ گویا آپ کی ایک ہتھیلی پر ایسا چاند اور دوسری پر ایسا سورج رکھا ہوا تھا کہ نہ چاند کو اپنی نورافشانی اور جلوہ افروزی میں سورج کے غروب ہونیکا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اور نہ سورج کی تابناک شعاعیں چاند کی روشنی کو مضمحل بناتی تھیں۔ اس چاند کی دھیمی اور ٹھنڈی چاندنی اور سورج کی تیز اور گرم شعاعوں نے ملکر کچھ اس قسم کا معتدل نور پیدا کیا کہ جس سے ایک طرف تو تمام عالم کے ظلمتکدے جگمگا اُٹھے۔ اور دوسری طرف بہت سے شپرچشموں کی آنکھوں کو اُس کی چکاچوند نے خیرہ بنا دیا۔

جیسا کہ قاعدہ ہے کہ آفتاب جوں جوں افق سے بلند ہوتا ہے ووں ووں اُسکے پرتو افشانی سے دنیا کی چیزیں بیش از بیش وسعت کے ساتھ منور ہوتی جاتی ہیں۔ اسی طرح اسلام کو جب عروج حاصل ہونا شروع ہوا۔ تو اُسکی شعاعیں بھی جزیرہ نمائے عرب سے نکلکر دُنیا کے ہر ایک تیرہ و تاریک

گوشہ تک پہونچ گئیں اور اندلس سے لیکر دریا سندھ تک اسلام ہی کا جھنڈا لہلہانے لگا۔ اور اکثر اقوام عالم نے بطوع و رغبت اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کرلی۔ اور اس آباد کرہ کے ہر ایک حصہ میں قرآن و حدیث کا چرچا پھیل گیا۔

جناب والا۔ چونکہ قرآن و حدیث ہی کے تحفظ سے مسلمانوں کی مذہبی روایات کا قایم رہنا اور شیوع پانا ممکن تھا۔ اور یہی دونوں چیزیں الکا دینی و دنیوی آئین قرار دی گئی تھیں اور جیسا کہ فلاح آخرۃ کی طرف رہبری صرف ان ہی دونوں کے ذریعہ سے ہوسکتی تھی۔ اسی طرح اُن کی معاشرت و تمدن کی اصلاح کے واسطے بھی اعلیٰ درجہ کا دستور العمل ان ہی کو سمجھا گیا تھا۔ اسوجہ سے عرب جب گھر سے باہر نکلے تو فقط یہ ہی نہیں کہ وہ اپنی حیرت انگیز فتوحات کو سیلاب کی طرح سے بڑھاتے چلے گئے۔ بلکہ انھوں نے اپنی مذہبی تعلیمات کے محفوظ رکھنے اور اسکی ترقی پذیر ہونیکے جائز اور عمدہ وسائل بہم پہونچانے میں بھی کافی سے زیادہ جدوجہد کی۔

مبلغین اور حاملین مذہب کا ایک گروہ اعظم ہر قرن میں ایسا موجود رہا کیا جو بلا جبر و اکراہ محض اپنی دلنشین تعلیم و تلقین کے ذریعہ سے خدا کے بندوں کو مذہب اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کرتا تھا ابتدا ءً جب تک اس تعلیم کی مخاطب صرف ایک ایسی محدود جماعت رہی جنکی زبان عربی تھی۔ اور جنکی عادت مذہبی عقاید میں فلسفیانہ موشگافیاں پیدا کرنیکی نہ تھی۔ تو اس تعلیم کا معیار بھی صرف قرآن و حدیث کے صاف اور سادہ مطالب تک محدود رہا۔ لیکن جب عرب و عجم کی حدود ملگئیں اور بکثرت ایسی نئی نئی جزئیات زندگی پیش آنے لگیں جنکے احکام گو بالتصریح قرآن و حدیث میں موجود نہ تھے۔ مگر ان میں سے استنباط کئے جا سکتے تھے۔ اور دوسری طرف روایت حدیث میں بھی اختلاط بیجا اور دغل فصل شروع ہوگیا۔ تو حاملین مذہب نے چند ایسے علوم کی بنیاد ڈالی جنکے وسیلہ سے عجمی لوگ بھی قرآن پاک کے معنی سے آشنا ہوسکیں اور اسکی پاکیزہ زبان کو صحت کے ساتھ سمجھکر پڑھ سکیں۔ اور قرآن و حدیث کے نصوص سے ہر قسم کی جدید جزئیات کے استخراج پر قادر ہو جائیں۔ اور حدیث صحیح و ضعیف کے جانچنے اور کھوٹے کھرے کے پرکھنے میں اُن کے راستہ کے اندر کوئی دقت حائل نہ رہے۔

اب جبکہ اسلامی علوم کا دائرہ پہلے سے بہت زیادہ وسیع ہوگیا اور ہزارہا جدید مسائل پر

ان حاملین مذہب کو رائے زنی کرنا پڑی تو لازمی طور پر باہم اختلافات پیدا ہونے شروع ہو گئے اور اسلام کی رفتار ترقی میں طرح طرح کی اندرونی وبیرونی رکاوٹیں پیش آنے لگیں۔ اور ان حاملین مذہب پر ابنائے زمان کی طرف سے نوع بنوع کے ظلم وستم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ کسی کو قید میں ڈالا گیا۔ کسی کے درے لگائے گئے۔ اور کوئی جلاوطن ہوا۔

امام ابوحنیفہ کی نسبت لوگوں نے وہ باتیں کہیں کہ جنکا نقل کرنا بھی گستاخی ہے۔

امام مالک رح کی داستان یہ ہے کہ پچیس برس تک جمعہ وجماعت کیلئے باہر نہ نکل سکے اور حق پرستی کے بدلے میں اُن کو ایسی سزائیں دیگئیں جنکے سُننے سے جسم پر لرزہ طاری ہوتا ہے۔ اس بیدردی سے مشکیں باندہی گئیں کہ ہاتھ بازو سے اوکھڑ گیا۔ پھر اونٹ پر سوار کرائے گئے اور کہا گیا کہ اس مسئلہ کی صحت کا اقرار کریں جسے وہ دل سے غلط جانتے تھے۔

آخر امام نے اونٹ پر چڑھکر فرمایا کہ جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا ہے وہ اب جان لے کہ میں مالک انس کا بیٹا ہوں۔ اور صاف کہتا ہوں کہ طلاق المکرہ لیس بشیئ اسپر بہت سے درے لگائے گئے۔ اور خدا کے خوف کو بھلا دیا گیا۔ امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ قریبًا تین برس تک سخت قید میں رہے اور بھاری بھاری زنجیریں اُن کے پاوں میں ڈالی گئیں۔ اور یہ کلفت اُن کو دی گئی کہ مجلسوں میں بلائے جاتے اور بادشاہ کے حاشیہ نشین اُن کو بُرا بھلا کہتے۔ اور ہر شام کو قید خانہ سے نکالے جاتے اور کوڑوں کی مار اُنپر پڑتی۔ کیونکہ انکا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ وہ ایک باطل عقیدے میں موافقت اُس زمانہ کے اہل اہوا کی نہ کرتے تھے۔

جناب والا۔ ایسی سخت چوٹوں سے بھی اُن حاملین مذہب کا گو دل ٹوٹا مگر ہمت نہ ٹوٹی۔ اور باوجود ایسے صدمات سہنے کے بھی اسلام کی حفاظت میں انھوں نے اپنی کوئی ممکن کوشش اُٹھا نہ رکھی۔ یہانتک کہ عباسیوں کے عہد میں اسلام کو ایک اور سخت خطرہ کا سامنا ہوا۔ یعنی جب یونان کے علوم وفنون عربی زبان میں ترجمہ ہو کر آئے تو اُن سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں کے دماغوں میں طرح طرح کی تشویش واضطراب اور اُن کے پختہ اعتقادات میں خاص قسم کی سُستی ظاہر ہونے لگی۔ اور وہ مذہب کے ہر ایک عقیدہ کو اپنی عقل نارسا کی کسوٹی پر کسنے لگے۔ اُسوقت اُن ہی حاملین مذہب نے ایک اور دقیق الماخذ علم ایجاد کیا۔ جسمیں اسکے ذمہ داری کیگئی کہ مسائل

اسلام کے متعلق جسقدر اعتراضات عقل کی رو سے ہو سکتے ہیں وہ سب ہم حل کرینگے۔ اور بتلائینگے کہ دنیا کا کوئی مذہب عقل کے پیمانے پر صحیح اُتر سکتا ہے تو وہ ایک مذہب اسلام ہے۔

یہ علم کلام بتدریج نشو ونما پاتا رہا اور ہر ایک زمانہ میں اسلام پر سے ہر قسم کے شکوک و شبہات کے دور کرنے کی اُسنے ضمانت کی۔ اور آخر کار امام غزالی۔ امام رازی اور شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ جیسے بزرگوں کے مقدس ہاتوں نے زمانہ کی سخت سے سخت صعوبتیں برداشت کر کے اپنے اپنے زمانہ کے طرز استدلال کے موافق اسکو معراج کمال پر پہونچا دیا۔

جناب والا۔ اسکے بعد ہماری اس وقت سے تقریبًا نصف صدی پہلے ایک اور دور شروع ہوا جسمیں وہ حاملین مذہب جو اسلام کیواسطے سپر بنتے تھے ایک ایک دو دو کر کے اٹھنے لگے اور اُن کی جگہ جاہلوں نے دبانا شروع کر دی۔ ادہر نفسانی خواہشات میں پڑکر ویسے بھی لوگوں کے دلوں میں اسلامی علوم کا کامل احترام نرہا۔ روحانیت اور تزکیہ نفس کے طریقے فراموش ہونے لگے قوم کے دلوں میں سے اہل فضل وکمال کی قدردانی کا مضمون کم ہو گیا۔ اور سلاطین اسلام کی صلہ افزائیاں جنسے علمار کی مصائب و تکالیف کی فی الجملہ مکافات ہوجاتی تھی بالکل باقی نہیں بلکہ وہ خود سلاطین ہی باقی نہ رہے۔

آخر ایسے خطرناک اور نازک وقت میں پھر ہمارے مہربان خدا نے اپنی بندوں کی دستگیری کیواسطے ہندوستان میں ایک انسان قدسی صفات کو بھیجدیا۔ اور اُس خضر خصلت نے اگر اول اپنی نظر دوربین اور فراست ایمانی سے آنے والے زمانہ کے نشیب و فراز کو بہت دور تک سمجھا۔ اور قومی چندہ کی ایک بالکل انوکھی تدبیر نکال کر ۱۲۸۳ھ میں (جبکہ عربی یا انگریزی کا کوئی جمہوری مدرسہ موجود نہ تھا) ایک بہت بڑی عظیم الشان اور خالص مذہبی دار العلوم کی بنیاد متوکلاً علی اللہ دیوبند جیسی گمنام بستی میں قایم کر دی اور آپ حیرت سے سنیں گے کہ اُسکے سب سے پہلے اُستاد حضرت ملا محمود صاحب مرحوم (بمشاہرہ ۱۵ روپیہ ماہوار) تھے اور سب سے پہلی تلمیذ اس زمانہ کے استاذ الکل حضرت مولانا محمود حسن صاحب سلمہ ہیں جو آج دار العلوم کے صدر مدرس ہیں۔ ادہر تو اسلام کی حفاظت کے واسطے یہ حصار قائم کیا اور دوسری طرف اسی طبیب نے اپنی متعدد تصانیف ایسی چھوڑیں جنھوں نے اسلام کے اکثر اصول و فروع پر مخالفانہ حملوں کی مدافعت بحمد اللہ اس

حد تک کی کہ کوئی فلسفیانہ رنگ اُن کے آگے نہیں جم سکتا اور خدا تعالیٰ نے اُس مرحوم کی یادگاروں (دار العلوم اور تصنیفات) کے زندہ رکھنے اور ترقی دینے کے واسطے انکی اولاد اور چند شاگردوں کو اس طرح مامور فرما دیا کہ گویا انھوں نے اپنی زندگی اور اپنی سب عزت اور آبرو اسی کام کیلئے وقف کردی۔

جناب والا۔ یہ ملک سیرت بزرگ جنکے ذکر میں ابھی تک ہمنے محض کنایات سے کام لیا شمس العلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ ہیں اور وہ دار العلوم جسکا ذکر اوپر ہوا دار العلوم دیوبند ہے جسکی پرمیوہ شاخوں نے آج ہندوستان کے ہر چپہ پر اپنا روح پرور سایہ ڈال رکھا ہے جسکی نسبت تلمذ کو اس عہد کی بڑی بڑی عظمت مآب اور مشاہیر علماء اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے ہیں جسکے فیوض کی نہریں ہندوستان۔ پنجاب۔ بنگال سے گذر کر بلخ۔ بخارا۔ سمرقند۔ مسقط۔ روس ایران۔ افریقہ۔ چین۔ یمن۔ عرب اور حجاز وغیرہ تک پہونچ چکی ہیں اور جسکی مسلم الثبوت شہرت و مقبولیت کو دیکھکر عام طور پر اُسکے زبردست اسلامی مرکز ہونیکا اعتراف کرلیا ہے یہانتک کہ مصر و قسطنطنیہ کے فضلاء کی زبانیں بھی اسکا اقرار کرنے میں قاصر نہیں رہیں اور کلکتہ کا مدرسہ عالیہ اور علی گڈہ۔ لاہور۔ حیدرآباد وغیرہ کے کالج بھی اُسکے تلامذہ سے بے نیاز نہ ہو سکے۔

جناب والا۔ اس دار العلوم کے اخراجات کا انصرام آج تک مسلمانوں کے عام چندوں سے ہوا اور بعض والیان ریاست کی گرامی قدر رقمیں بھی اسمیں شامل رہیں اور جو ضروریات وقتاً فوقتاً دار العلوم کو لاحق ہوتی رہیں اُن کا سامان بھی اُس مسبب الاسباب نے ہمیشہ اپنے خزانہ قدرت سے بہم پہونچایا لیکن جس مبارک ضرورت (دار الحدیث) کے انصرام کا جناب والا نے اپنی ہمت مردانہ و شاہانہ سے بیڑہ اٹھایا ہے ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ اُسکی نظیر دار العلوم کی پنجاہ سالہ تاریخ میں ہرگز موجود نہیں ہے۔ بلا شبہ اگر دمشق کا سب سے پہلا دار الحدیث نور الدین زنگی کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھیگا۔ اگر بغداد کا مستنصریہ دار العلوم عہد عباسیہ کے تمدن کو سربلند ثابت کرتا رہیگا۔ اگر جامع ازہر کی پر فضیلت عمارت اُسکے بنانے والیکی یادگار کو کبھی دل سے مٹنے نہ دیگی۔ تو انشاء اللہ ہند کا یہ بے مثال دار الحدیث بھی نواب سلیم اللہ کے نام نامی کو تا قیامت ان علماء و صلحاء کے دلوں پر کندہ کرتا رہیگا جو اس دار العلوم میں کسی حیثیت سے داخل ہو کر بارگاہ نبوۃ میں زانوے ادب

پیش کرنیکے لئے بیٹھیں گے لیکن دارالعلوم کی ضروریات کا انحصار فقط دارالحدیث کی تعمیر میں کسی طرح نہیں کیا جاسکتا جسکا تخمینہ اسّی ہزار روپیہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ جس دارالعلوم کی موجودہ ترکیب میں پچیس ۲۵ مدرسین اور سات سو طلبار کا عنصر تعلیمی شامل ہو تو اسکی عام تعمیرات۔ مدرسین کی قیامگاہیں طلبار کی بودوباش کے مکانات مطبخ یا دارالضیافۃ۔ بیمار طلباء کے واسطے دارالشفاء اور خود طلباءً کے جذبات تعلیمی کو ابھارنے کے واسطے ترغیبی وظائف وغیرہ وغیرہ یہ سب مدات ایسی ہیں کہ جنکو کسی صورت میں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ اور ان سب سے زیادہ قیمتی اور وقیع وہ اہم تجویز ہے جسکو دارالعلوم نے درجہ تکمیل سے موسوم کیا ہے یعنی تعلیم کا وہ درجہ جسمیں دارالعلوم کے عام نصاب تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد (ہر چیز میں سے کچھ کچھ لو اور ایک چیز میں سے بہت کچھ کے اصول پر) بعض خاص خاص ذہین طلبار کو معقول وظائف دیکر اُن کے مناسب طبع ایک یا دو فن کے اندر ماہر بنانیکا تہیا کیا گیا ہے تاکہ اُن کے ذریعہ سے ملک میں تدریس۔ مناظرہ۔ ذب عن الاسلام وعظ و تذکیر اور تصنیف و تالیف کے مختلف شعبوں کا عمدہ پیمانہ پر انتظام ہوسکے۔ ہماری دلی ارزو ہے کہ درجہ تکمیل کے قیام و استحکام کا مبارک کام جسکا تخمینہ پانسو روپیہ ماہوار کیا گیا ہے جناب والاہی کے نام نامی سے موسوم ہو۔ اور دارالحدیث کی طرح درجہ تکمیل کا انصرام بھی جناب ہی کی ہمّت بلند کے کفالت پر سپرد کیا جائے۔

جناب والا۔ اب ہم اس تمام سامعہ خراشی کی معافی چاہتے ہوئے پھر دوبارہ جناب والا کی کمال مہربانی اور عزت افزائی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور یہ دعا پڑھکر سامعین سے آمین کہنے کے مستدعی ہیں۔

صورت فتح ایست نام تو باد
دہر را اخلاص بکام تو باد

رایت حق در ید بیضار تو
ظل الٰہی بہ نظام تو باد

اے مدد فقہ و حدیث نبی
فیض تو دایم بدوام تو باد

باد صبا ابر سخا آمدی
آب بقا کوثر جام تو باد

فقط

زمانۂ قیام ڈھاکہ میں آنریبل مولوی شمس الہدیٰ صاحب ممبر کونسل گورنمنٹ بنگال کا تار عالیجناب نواب صاحب کی خدمت میں پہونچا۔ کہ واپسی کے وقت کلکتہ میں وفد کا قیام میرے یہاں ہو۔ مہتمم صاحب دارالعلوم نے ایک وقت کی دعوت قبول فرمائی۔ ۱۷ اپریل کو وفد کلکتہ پہونچا۔ مولوی صاحب کی جانب سے چند مقتدر حضرات اسٹیشن کلکتہ پر موجود تھے۔ آپ نے نہایت احترام کے ساتھ علماء سے مصافحہ فرمایا۔ بجائے ایک وقت کے دو وقت وفد آپ کے مہمان رہا۔ آپنے فرمایا کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کا جدید نصاب تیار ہوا ہے میں چاہتا ہوں کہ ۱۸ اپریل کو ایک جلسہ کرکے اسمیں غور کیا جائے مہتمم صاحب نے اسکو قبول فرمایا۔ ۱۸ کو آپ کے کوٹھی پر جلسہ ہوا۔ اس جلسہ میں علاوہ نواب صاحب موصوف پرنسپل صاحب مدرسہ عالیہ اسسٹنٹ ڈائرکٹر تعلیم بنگال۔ مدرسہ عالیہ کے صدر مدرس اور دیگر مدرسین کے علاوہ علماء کلکتہ کی ایک جماعت شریک تھی۔ مہتمم صاحب کی معیت میں مولانا عزیز الرحمن صاحب مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند۔ مولانا محمد انور شاہ صاحب مولوی شبیر احمد صاحب مولوی فضل حق صاحب تھے۔ جلسہ میں اولاً جناب موصوف نے اپنی جانب سے اور نیز گورنمنٹ بنگال کی جانب سے مہتمم صاحب اور علماء دیوبند کا شکریہ ادا فرمایا۔ مہتمم صاحب کی جانب سے مولوی شبیر احمد صاحب مدرس دارالعلوم نے مبسوط تقریر فرمائی۔ اور نصاب کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرمایا جسکو سُنکر نواب صاحب اور صدر مدرس صاحب و پرنسپل صاحب نے پسند فرمایا۔ بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ نصاب زیر بحث کو دیوبند بھیجدیا جائے اور وہاں اُسپر ایک منقح رائے لکھی جائے چنانچہ پرنسپل صاحب نے یہ نصاب دیوبند بھیجدیا ہے جسپر عنقریب رائے لکھکر بھیجدی جائیگی۔

ہم عالیجناب نواب مولوی شمس الہدیٰ صاحب کی اس خاص مہربانی اور علماء دین کے ساتھ اس معاملہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ارکان وفد کی واپسی کلکتہ سے متفرق طور پر ہوئی۔ مہتمم صاحب کو بضرورۃ چند روز کلکتہ قیام کرنا ہوا اور وہاں سے بلیا بنارس غازیپور جونپور۔ بریلی قیام فرماتے ہوئے۔ ۴ مئی کو بخیریت تمام دیوبند پہونچگئے۔ والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً۔

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

(سلسلہ کے لئے دیکھو القاسم ماہ جمادی الثانیہ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے سے مدینہ منورہ کی اُس جانب جدہر سے حملہ کا اندیشہ تھا رات دن محنت کرکے گہری خندق کھودی گئی - حیی بن اخطب نے اپنا وعدہ پورا کیا - بنی قریظہ کا معاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوچکا تھا - مکمل تحریر اس مضمون کی موجود تھی کہ بنی قریظہ آپ کے کسی مخالف کا ساتھ نہ دینگے - انصار کے قبیلہ اوس کے ساتھ بنی قریظہ کے تعلقات تھے زمانہ جاہلیت سے اُن میں اور قبیلہ اوس میں یاری ومددگاری باہمی حلف وعہد موجود تھے جس طرح بنی نضیر کا معاہدہ انصار کے دوسرے بڑے قبیلہ خزرج کے ساتھ تھا - ہرایک فریق دوسرے کا ساتھ دیتا تھا اور اُسکے مخالف سے وقت ضرورۃ برسرپیکار ہوتا جاتا - اسی طرح انصار کے بھی دونوں قبیلے اپنے اپنے حلیفوں کا ساتھ دیتے تھے - زمانہ اسلام میں بھی اس عہد وپیمان کی رعایت ہرفریق میں موجود تھی - بنی نضیر کے بارہ میں اس معاہدہ کی وجہ سے عبداللہ ابن ابی خزرجی نے سفارش کی تھی اور باوجود اُسکے منافق شدید النفاق ہونیکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی سفارش منظور کی تھی - قریش نے ابن اخطب کو اُسکے وعدہ یاد دلائے - وہ بنی قریظہ میں پہنچا اور کعب بن اسد (یہ شخص بنی قریظہ کا سردار تھا اور اس کے پاس عہدنامہ صلح موجود تھا) کا دروازہ کھٹکھٹایا - کعب نے دروازہ کھولنے سے انکار کیا - اور کہا تو ایک منحوس سبز قدم آدمی ہے - میرا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معاہدہ ہوچکا ہے - اُن کی طرف سے سوا وفاء عہد سچائی وراستبازی کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی - میں ہرگز عہدنامہ کو نہ توڑونگا -

حیی بن اخطب نے کہا تو صرف اس خوف سے دروازہ نہیں کھولتا کہ کہیں میں تیری جشیش (موٹا آٹا) میں شریک نہو جاؤں - کعب نے مجبور ہوکر دروازہ کھولدیا - کعب نے کہا - ظالم میں تو ایسی عزۃ کا سامان لایا ہوں کہ زمانہ میں ترا نام ہوجائیگا - قریش وغطفان کو جمیعت کثیر کے ساتھ لایا ہوں وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا استیصال کردینگے - اور جب تک اس مدعا میں کامیاب نہوں یہاں سے

نہ ہٹینگے۔ کعب نے جواب دیا کہ تو عزۃ کی نہیں بلکہ دنیا بھر کی ذلت کا اور ہر قسم کے خوف وخطرہ کا سامان لایا ہے۔ انی لم ار من محمد الا صدقا و وفاءً (میں نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوا ر وفا و راستبازی کوئی امر نہیں دیکھا) حیی ابن اخطب کی طرف سے اصرار اور اسکی طرف سے انکار بڑہتا رہا۔ آخر حیی نے اسپر حلف کیا کہ اگر قریش وغطفان بغیر مسلمانوں کے تباہ کئے واپس ہو گئے تو میں تیرے ساتھ محصور ہو کر بیٹھ جاؤں گا اور تیری مصیبت میں شریک رہونگا۔ آخر کعب نے معاہدہ توڑ دیا عہد نامہ کو پھاڑ دیا۔ اور اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کر کے اسکی اطلاع کر دی۔ سب نے اسکی رائے سے اتفاق کر کے آپ کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اس واقعہ کی اطلاع آپ کی خدمت میں پہونچی تو آپ کو نہایت ناگوار گذرا۔ اسوجہ سے نہیں کہ وعدہ نصر خداوندی میں کچھ تردد ہوا۔ بلکہ محض اس خیال سے کہ مسلمانوں کے عام طبقہ پر اسکا اثر پڑ جانیکا اندیشہ تھا۔ آپ نے تحقیق حال کیلئے سعد بن عبادہ کو جو بنی قریظہ کی حلیف تھے بھیجا اور اُن کے ساتھ سعد بن عبادہ۔ عبداللہ بن رواحہ خوات بن جبیر کو بھی کر دیا۔ اور فرمادیا کہ اگر یہ خبر پیمان شکنی کی صحیح ہو تو صراحتاً میرے سامنے بیان نکرنا۔ بلکہ کنایہ میں ظاہر کرنا۔ خبر حقیقت میں صحیح تھی۔ ان لوگوں نے واپس آکر تعمیلا لارشاد کنایہ کیا اور کہا۔

عضل والقارہ۔ (یعنی قریظہ نے اس طرح عہد شکنی کی ہے جس طرح قبیلہ عضل وقارہ نے مسلمانوں کی جماعت اصحاب رجیع کے ساتھ کی تھی) مسلمانوں نے تو عام طور پر اسکو نہ سمجھا مگر آپ نے سمجھ لیا اور مسرۃ کے ساتھ اللہ اکبر کہکر فرمایا مسلمانو تمھیں خدا تعالیٰ کی نصرت و امداد کی بشارت ہو۔ اسکے بعد آپ چہرہ مبارک پر کپڑا اڑا لکر لیٹ گئے۔ مسلمانوں نے یہ تفکر کی حالت دیکھی تو اور بھی زیادہ پریشان ہو گئے۔ مگر تھوڑی ہی دیر میں اپنے سر اُٹھا کر فرمایا ابشروا بفتح اللہ ونصرہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا بشارت دینا بالکل صحیح تھا کیونکہ مشرکین مکہ کی ناکامی کے ساتھ خدا تعالیٰ نے یہود مدینہ کی بقیہ جماعت کے خاتمہ کا بھی سامان فرمادیا۔ مگر ظاہری سامان اس بشارت کے مساعد نہ تھے مسلمانوں پر تو غم والم۔ تردد و فکر کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ دس ہزار کا لشکر محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا۔ یہود مار آستین کی طرح اندر گھسے ہوئے تھے کہ مسلمان قریش کے مقابلہ میں مصروف ہوں۔ تو ہم ان کے زن وبچہ۔ کو تباہ کر کے مسلمانوں کو گھیرے میں لیلیں۔

یہی وقت تھا جسکی نسبت کلام اللہ میں ارشاد ہے۔
اذ جاء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا ہنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا۔

جب آئے تمپر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے اور جب ڈگنے لگیں آنکھیں اور پہونچے دل گلوں تک اور گمان کرتے تھے تم ساتھ اللہ کے طرح طرح کے گمان وہاں جانچے گئے ایمان والے جھڑ جھڑائے گئے اور جھڑ جھڑانا

پھر منافقین مدینہ (جو یہود سے زیادہ عداوت میں بڑہے ہوئے اور مسلمانوں کے ہر کام میں دخیل اور گھسے ہوئے تھے) کا تمسخر وطعن اور بھی نمک بر جراحت کا کام دیتا تھا خندق کھودتے ہوئے ایک سخت چٹان نکل آئی جسپر کدال کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا تو آپ نے دست مبارک میں کدال کو لیکر مارا جس سے نرم ہو کر اسکا ایک تہائی حصہ کٹ گیا۔ کدال کے لگتے ہی چٹان میں سے چمک پیدا ہوئی جسکو دیکھکر آپ نے فرمایا مجھپر خدا تعالیٰ نے یمن کو فتح کر دیا۔ اُس روشنی میں میں نے یمن کے مکانات اور آبادی کو دیکھا ہے۔ دوسری دفعہ کدال کو مارا تو ایک تہائی کٹنے کے ساتھ روشنی نمودار ہوئی اور آپنے فرمایا شام کا ملک بھی فتح ہو گیا اس روشنی میں شام کے ملک اور اُسکی آبادی مجکو دکھلا دی گئی تیسری دفعہ کدال مارا تو پھر روشنی ظاہر ہوئی آپ نے فرمایا فارس کا ملک بھی فتح ہو گیا منافقین ان باتوں کو سُنکر اور بھی تمسخر کرتے اور مسلمانوں پر قہقہے لگاتے تھے کہ یہ بھی عجب ناداں ہیں گھر میں تو امن نہیں ہے کوئی شخص اطمینان سے روٹی نہیں کھا سکتا تنگی کا یہ حال کہ کئی کئی وقت روٹی نہیں ملتی۔ اور اس حالت پران جھوٹے وعدوں پر خوش ہوتے ہیں۔

واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا

اور جبکہ منافق اور وہ لوگ جنکے دل میں شک ہے کہتے تھے نہیں وعدہ کیا ہمسے اللہ اور اُسکے رسول نے مگر دھوکہ کا۔

مسلمانوں کیلئے ایسی ابتلاء وامتحان کا وقت اب سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا جنگ احد میں بیشک نقصان پہونچا تھا۔ مگر نہ اتنا ڈرا اور نہ ایسا خوف وہراس تھا مسلمانوں کو خود اپنی سو تدبیری وعدم امتثال حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ اسی ابتلاء میں ابتلا اور آزمایش پختگی وصدق واخلاص جوانمردی وجان نثاری کا ایک دوسرا منظر پیش آیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایۃ شفقت و رحمت رافت و عطوفت کا اقتضا یہ ہوا کہ مسلمان جو تقریباً ایک ماہ سے گھر سے بے گھر نہایت خوف و ہراس میں مبتلا۔ ہر قسم کی تکالیف برداشت کر رہے ہیں۔ اُن کو اس بلا سے نجات دیجائے مشرکین کو لطائف الحیل سے اس وقت ٹالدیا جائے وقت کا ٹالدینا اور کسی دوسرے وقت دشمن سے انتقام لینا بھی تدابیر حرب میں اعلیٰ درجہ کی تدبیر ہوتی ہے۔ آپ نے عیینۃ ابن حصن فزاری اور حارث ابن عوف مُرّی کو طلب فرمایا یہ دونوں ابوسفیان سے پوشیدہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپنے ان دونوں سے فرمایا۔ اگر تم اپنی جماعت کو واپس لیجاؤ۔ تو مدینہ کے سال بھر کے پھلوں میں سے ایک تہائی تمکو دیئے جائیں گے۔ اُنھوں نے نصف کا مطالبہ کیا مگر بالآخر ایک تہائی پر راضی ہوگئے۔ جب یہ دونوں راضی ہوگئے تو انصار کے ہر دو سردار سعد ابن معاذ اوسی سعد بن عبادہ خزرجی کو بلا کر اس بارہ میں مشورہ فرمایا۔ دونوں نے بالاتفاق عرض کیا۔ اگر اس طرح صلح کرنیکا آپ کو منجانب اللہ حکم ہے تب تو سوا امتثال امر چارہ ہی نہیں ہے۔ اور یہ امر خود آپکو پسندیدہ و مرغوب ہے تب بھی ہم اطاعت کرینگے۔ اور اگر محض ہماری راحت رسانی اور رفع کلفت و پریشانی کیلئے کیا جاتا ہے تو ہمارے نزدیک یہ صلح ٹھیک نہیں ہے ہمارے پاس تو ان مشرکین کیلئے سوا تلوار کے کچھ نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اگر مجھے خدا تعالیٰ کے یہاں سے حکم ہوتا تو تمسے مشورہ ہی کیوں کرتا۔ میں تو صرف اسی وجہ سے صلح کرتا ہوں کہ تمام عرب نے ایکا کر کے تمکو ہدف سیف و سنان بنایا اور ہر طرف سے تمپر حملہ ہو رہا ہے اسوقت اس تدبیر سے انکے جتھے کو توڑ دیا جائے پھر جو کچھ ہوگا دیکھ لیا جائیگا۔ دونوں سرداران انصار نے یہ سُنکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) زمانہ شرک میں ان قبائل غطفان کی یہ مجال نہ تھی کہ مدینہ کی ایک کھجور بھی ہمسے بزور لے سکیں۔ یا خرید کر لیتے تھے یا ہمارے مہمان بنکر کھا لیتے تھے۔ اور اب جبکہ ہمکو اللہ تعالےٰ نے اسلام کی دولت و عزت عطا فرمائی آپکی بدولت ہدایت نصیب ہوئی تو ہم اسقدر پست ہمت بزدل بنجائیں کہ انکو ثمار مدینہ کا ایک ثلث محض حفاظت جان کیلئے دیدیں۔ حالت شرک میں تو ہم اسقدر قوی غیور بہادر دلیر ہوں۔ اور اس کرامۃ و شرافت کے بعد جو ہمکو حاصل ہوئی ہے ایسے بے حمیت کمزور بنجائیں ہمیں ہرگز ایسی صلح کی ضرورت نہیں ہے۔ تلوار ہی سے فیصلہ ہوگا۔ آپ نے سنکر فرمایا۔ تمہاری یہ رائے ہے تو بہتر ہے۔ ہر دو سرداروں نے باآواز بلند عیینہ اور حارث سے کہدیا جسقدر ممکن ہے ہمارے مقابلہ میں کوشش کرو تلوار ہی سے

فیصلہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح صلح کا نہ منجانب اللہ حکم تھا اور نہ خود پسندیدہ و محبوب تھی۔ بلکہ منجملہ تدابیر ایک تدبیر تھی۔ اور اسمیں صحابہ کی دلجوئی اور راحت کا خیال تھا مگر جسطرح آپ کی جانب سے محض شفقت و رافت کا ظہور تھا۔ درحقیقت مسلمانوں کیلئے امتحان و آزمایش کی گھڑی تھی۔ اگر انصار اس رائے کو مان لیتے تو کسی طرح قابل ملامت و طعن نہوتے۔ مگر وہ اس تہ کو پہونچگئے۔ لِیُبْلِیَ المؤمنین بلاءً حسنا کا مضمون پیش نظر ہوگیا۔ اور نہایت ثابت قدمی سے صلح کو نامنظور کیا جب صلح کی کوئی صورت باقی نرہی۔ تو مشرکین کے تمام گروہوں نے پوری جد و جہد شروع کر دی۔

خندق کے درمیان ہونے سے پیادہ لشکر کو تو موقع حملہ کا تھا ہی نہیں۔ البتہ سواروں کے دستے متفرق مقامات پر رات دن گشت لگاتے تھے اور چاہتے تھے کہ کہیں موقع ملجائے تو خندق کو طے کر کے مسلمانوں پر جا پڑیں۔ یہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ فوج رسالہ کی کمان ہمیشہ خالد بن الولید کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ اس موقع پر بھی انھیں کی کمان میں تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ خود بالطبع ایسے دلیر و جوشیلے نڈر تھے کہ کسی موقع کو ہاتھ سے دینا تو کیا خود متلاشی رہتے تھے۔ مگر خندق کا محاصرہ لمبا ہوگیا تھا۔ ایک شخص سے ناممکن تھا کہ رات دن ہر موقع پر دستہ سواروں کو لیجائے۔ اور مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں کو ایک آن کیلئے چین و اطمینان حاصل نہو۔ انھوں نے رسالہ کو کئی دستوں میں تقسیم کر کے ہر ایک دستہ کی کمان جدا جدا ابوسفیان۔ عمرو بن العاص۔ عکرمۃ ابن ابی جہل۔ ہبیرۃ ابن ابی وہب ضرار بن الخطاب کے سپرد کی اور ایک دستہ کی کمان خود اپنے ہاتھ میں رکھی اسطرح نمبروار حملے کرتے رہے۔ کبھی کبھی بزور گھوڑوں کو خندق میں لیجانیکا ارادہ کیا۔ مگر کامیاب نہوئے۔ ایک مرتبہ نوفل عبداللہ ابن مغیرہ نے گھوڑے کو خندق پر کدانا چاہا۔ مگر وہ خندق میں گر گیا اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ یہ حالات تو ابتدا ہی سے تھے مگر آخر میں جد و جہد کو اور بھی بڑھایا۔ ایک مرتبہ عکرمۃ ابن ابی جہل۔ ہبیرۃ ابن ابی وہب ضرار ابن الخطاب۔ عمرو ابن ود نے گھوڑوں کو خندق کے تنگ راستہ میں جبراً گھسا ہی دیا۔ مگر یہ حملہ بھی عمرو بن ود کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے مقابل آنے اور عمرو بن ود کے (جو نوے برس کا بڈھا تھا مگر دلیری و شجاعت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے بہادر اُسکے نام سے ڈر جاتے تھے۔) مقتول ہو جانے پر ختم ہوگیا۔ ایک مرتبہ خالد رضی اللہ عنہ دستہ سواران لیکے نکلے کہ مسلمانوں کو غفلت میں جا لیں۔ کنارہ خندق پر اسید بن حضیر دو سو کی جمعیت سے موجود تھے۔ تھوڑی دیر تک مقابلہ رہا

اور پھر ہٹ گئے۔ ان ہی مصائب اور سختیوں میں ایک اور امر پیش آگیا۔ ایکمرتبہ رات میں مسلمانوں کی دو جماعتیں نکلیں ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ مڈبھیڑ ہوگئی تو ہر ایک نے دوسرے کو مشرکین کی جماعت سمجھ کر حملہ کر دیا۔ اور فریقین میں سے کچھ مقتول و مجروح ہوئے۔ مگر جب ہر جماعت نے اپنے اپنے شعار کو ظاہر کیا تو لڑائی بند ہوگئی۔

یہ تمام مصائب گذر رہے تھے۔ دن رات دشمن کا مقابلہ علیحدہ بال بچوں گھر باہر کی طرف سے بے اطمینانی و پریشانی جدا۔ بھوک پیاس کی تکلیف ان سب کے سوا۔ راتوں کی سردی کی سخت تکلیف انکے علاوہ آپنے یہ حالت دیکھکر بھی احزاب یعنی جماعتہائے مشرکین کیلئے بد دعا شروع کی۔ تین روز تک متواتر دعا قنوت پڑھتے رہے۔ اور مسلمانوں کو بھی دعا کی تلقین فرمائی اور دعا و تضرع الی اللہ ہی مسلمانوں کا سب سے بہتر سب سے زیادہ کامیاب موثر ہتیار رہے۔ مگر مسلمان نہایت استقامت و استقلال سے جمع رہے۔ کسی قسم کا گھبراہٹ اضطراب ظاہر نہیں کیا۔ نہ رحمت و نصرت خداوندی سے مایوس ہوئے۔ آخر تین روز کے بعد دعا مقبول ہوئی اور وقت آگیا کہ مسلمانوں خوف امن سے مبدل ہو جائے۔ دشمن جو محاصرہ کئے ہوئے تھے خائب و خاسر لوٹ جائیں۔ اور یہ نصرت غیبی عجیب پیرایہ میں ظاہر ہوئی۔ ادہر تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قبولیت دعا کی بشارت دی کہ مشرکین مکہ اور اون کے مددگاروں پر سخت ہوا بھیجی جائیگی۔ ادہر نعیم ابن سعود اشجعی جو قبائل مشرکین کا بڑا سرگروہ اور ممتاز و سربلند شخص تھا۔ رات کو چھپکر آپ کی خدمت حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے دل میں اسلام کی عظمت و محبت گھر کر چکی ہے میں مسلمان ہو چکا ہوں میری قوم ابھی تک بے خبر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بات ہے تو جس تدبیر سے ممکن ہو مشرکین میں باہم پھوٹ ڈلوا کر انمیں اختلاف و بدمزگی پیدا کرو۔ نعیم نے عرض کیا اگر اس تدبیر میں مجکو کوئی امر خلاف واقع بھی زبان سے نکالنا پڑے تو جائز ہوگا۔ آپنے فرمایا کچھ حرج نہیں ہے۔ (الحرب خدعة)

لڑائی حیلہ و تدبیر کا نام ہے۔

یہاں سے رخصت ہو کر نعیم سیدھا بنی قریظہ کے پاس پہونچا۔ اُن سے گہرے تعلقات تھے انس و محبت ہمنشینی وغیرہ خصوصیات حاصل تہیں۔ وہاں گیا تو سب خوش ہوگئے۔ مرحبا مرحبا کہتے ہوئے ہاتوں ہاتھ لیا۔ کھانے لائے۔ نعیم نے کہا بھائی ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔

میں تو تمھاری دردمندی کی وجہ سے اسوقت آیا ہوں۔ اگر تم راز میں رکھو تو کہوں اور جو میرے نزدیک مناسب ہے رائے دوں۔ انھوں نے رازداری کا پورا عہد و پیمان کر لیا تو کہا۔ قریش مکہ اور تمھارا حال یکساں نہیں ہے۔ قریش تو دوسرے کے گھر پر چڑھ کر آئے ہیں۔ کامیاب ہو گئے تو بہتر ورنہ صحیح و سالم اپنے ملک کو لوٹ جائیں گے۔ جہاں ان کو کسی کا اندیشہ نہیں ہے۔ برخلاف تمھارے کہ تمھارا وطن یہی ہے۔ تمھارے اہل و عیال مال و متاع یہیں ہیں تمنے قریش کا ساتھ کس بھروسہ پر دیا ہے۔ اگر قریش ناکام واپس ہوئے اور تم کو یہاں چھوڑ گئے تو تمھارا کیا حشر ہوگا۔ تم اپنے ہم مذہب دو قبیلوں بنی نضیر اور بنی قینقاع کا حال دیکھ چکے ہو۔ وہ بھی تو تمھاری طرح مدینہ ہی میں رہتے تھے لیکن جب مسلمانوں نے ان کو جلاوطن کیا تو عرب کا کونسا قبیلہ انکی مدد کو آیا تھا۔ قریش چلے گئے تو تمھارا مقابلہ مسلمانوں سے ہوگا وہ جو چاہیں گے تمھارے ساتھ کرینگے پھر تمنے کیا سوچکر کیا ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم قریش سے پورا پورا عہد و پیماں لیلو۔ اور ان میں سے ستر اشراف کو بطور رہن رکھ لو قریظہ نے کہا ہم آپ کے بہت مشکور ہیں آپ نے بالکل صحیح کہا اور نہایت مناسب رائے دی ہم ایسا ہی کرینگے۔ یہاں سے رخصت ہو کر نعیم قریش کے پاس پہونچے اور کہا تم جانتے ہو میرے تعلقات تمھارے ساتھ کیسے ہیں۔ اور مجکو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کتنا بغض ہے۔ مجھے ایک خبر پہونچی ہے اگر تم اسکا افشا نکرو تو میں بیان کروں۔ میری محبت نے گوارا نکیا کہ میں اسکے پہونچانے میں ذرا بھی دیر کرتا۔ قریش نے کہا ہرگز کسی کو خبر بھی نہو گی ضرور کہئے۔ نعیم نے کہا سنو۔ بنی قریظہ نے تمھارا ساتھ دیا مسلمانوں کے ساتھ جو معاہدہ تھا اسکو توڑ ڈالا مگر اب وہ نادم و پشیمان ہیں۔ اور اس فکر میں کہ اسکی تلافی کریں۔ انھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پیام بھیجا کہ اگر اپنے قصور کی مکافات کیلئے۔ قریش و غطفان کے ستر شرفا کو قید کرکے آپکے پاس بھیجدیں اور عمر بھر آپ کے ساتھ مشرکین سے لڑتے رہیں تو آپ ہمارا قصور معاف کر دینگے اور ہمارے سابق عہدنامہ کو برقرار رکھیں گے۔ وہاں سے جواب آیا اگر ایسا کروگے تو تمھارے سب جرائم معاف ہو جائیں گے نعیم نے کہا اگر یہود قریظہ تمسے رہن رکھنے کیلئے تمھارے اشراف کو طلب کریں تو ہرگز ایک شخص کو بھی ندینا۔

یہاں سے اٹھکر غطفان کے پاس پہونچے۔ اور کہا تم تو میرا کنبا اور برادری۔ دنیا بھر سے زیادہ

مجھے محبوب ہو۔ مجھے امید نہیں ہے کہ تم میری رای کو متہم سمجھو گے۔ رب نے کہا بیشک ایسا ہی ہے۔ کہا بس تو یہ بات راز کی ہے کسی کو خبر نہو۔ اور پھر وہی گفتگو جو قریش سے کی تھی یہاں بھی کی۔ اور نصیحت کی کہ کسی دھوکہ میں نہ آجائیں۔

اسکے بعد شنبہ کی شب میں ابوسفیان اور سرداران غطفان نے عکرمہ (رضی اللہ عنہ) کو معہ چند لوگوں کے بنی قریظہ کے پاس بھیجکر۔ یہ پیام دیا تمھیں معلوم ہے کہ ہم اپنے ملک و وطن میں نہیں ہیں سفر میں پڑے ہوئے ہر قسم کی تکالیف برداشت کر رہے ہیں۔ اونٹ گھوڑے وغیرہ سب تباہ ہو گئے اب ڈھیل کا موقع نہیں ہے۔ ایک قطعی اور فیصلہ کن حملہ کا وقت ہے تم بھی تیار ہو جاؤ اور کل تم اندرونی جانب سے اور ہم بیرون حصہ سے حملہ کر کے قصہ کو ختم کردیں۔ یہود نے جواب دیا کل تو سبت کا دن ہے اسمیں تو ہم لڑ نہیں سکتے۔ البتہ کسی اور دن کا تعین ہونا چاہیئے۔ لیکن جب تک تم ہمارے اطمینان کیلئے اپنے پچاس ستر معززین و شرفا کو بطور رہن نہ رکھدو ہم ہرگز تمھارے ساتھ ہو کر نہ لڑیں گے۔ قریش و غطفان نے سنکر کہا۔ بیشک نعیم درست کہتے تھے۔ یہود کا یہ پیام قریش کو پہونچ گیا تو نعیم پھر بنی قریظہ کے پاس پہونچے اور کہا کہ جب تمھارا پیام طلب رہن کیلئے پہونچا تھا تو میں ابوسفیان کے پاس تھا۔ ابوسفیان نے یہ پیام سنکر کہا کہ اگر بکری کا بچہ بھی وہ ہمسے طلب کرینگے تو ہم نہ دینگے۔ فریقین کو نعیم کی گفتگو کی تصدیق ہو گئی اور آپس میں اختلاف ہو گیا۔ ایک دوسرے سے بدظن ہو گیا۔ حیی ابن اخطب جو سارے قصہ کا بانی مبانی تھا۔ جو قریش و غطفان کو چڑھا کر لایا تھا جس نے بنی قریظہ سے عہد شکنی کرائی تھی اسکو پتہ لگا تو قریظہ پہونچا۔ وہاں جاکر دیکھا تو وہ لوگ بالکل ڈھیلے تھے۔ یہ کہتے تھے کہ قریش ہمارے پاس رہن رکھیں گے تو ہم بھی ساتھ دینگے۔ یہ بدبخت بھی اب کچھ نہ بول سکا اپنا سا مونہہ لیکر چلا آیا۔ ادہر تو یہ ناچاقی اور باہمی اختلاف و بددلی شروع ہوئی۔ ادہر نہایت تیز و تند سرد اور نہایت سرد ہوا چل پڑی جسنے ڈیرے خیمے اوکھاڑ کر پھینکدیئے۔ چولھوں پر سے ہنڈیاں اوندہی ہو گئیں۔ ایسی سخت پریشانی اور بددلی میں مجبوراً قریش و غطفان کو بجز نکیابنی و دوگوش بھاگنے کے چارہ ہی کچھ نہ تھا۔ ابوسفیان ایسی گھبراہٹ اور عجلت میں گھوڑی پر سوار ہوا کہ اسکے پیر کی رسی بھی سوار ہو کر کھولی مگر عکرمہ کی عبرت دلانے پر اترا اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر سبکے ساتھ مکہ کو روانہ ہو گیا۔ اور اسطرح احزاب کے سخت ہولناک اور شدید ترین حملہ کا خاتمہ ہوا +

تربیۃ السالک و تنجیۃ الہالک

(سوال) بعد سلام مسنون الاسلام آنکہ ملتمس ہون کہ چند حالات بطور سوال عرض کئے جاتے ہیں امید کہ جواب باصواب سے مشرف فرمایا جاوے۔

سوال۔ زید ذاکر شاغل ہے اور پیشہ طبابت کرتا ہے روزی مشکوک سے اپنے امکان میں بچتا ہے اور یہی آرزو رکھتا ہے کہ روزی مشتبہ سے خداوند کریم بچاوے لیکن بوجہ قلیل آمدنی وکثیر خرچ کہ جو معمولی ہے روزی مشکوک بلکہ قریب حرام ہو جاتی ہے اور جو کچھ دلچسپی وفائدہ اذکار سے ہوتا ہے وہ سب مفقود ہو جاتا ہے اور پریشانی ہوتی ہے خیال کرتا ہے کہ جب میری روزی ہی حلال نہیں تو ذکر واذکار کیا فائدہ دیگا چنانچہ دادا پیر جناب حاجی صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ غذاے روح میں تحریر فرماتے ہین کہ اگر ایک دانہ شبہہ ناک کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کے حرم میں بوویں اور ساتھ گاؤ چرخ کے اور آب زمزم سے سیچا جاوے اور حضرت خیر النساء حجر اسود سے آسیا بنا کر پیسیں غرضکہ طرح طرح کے عمل کئے جاویں جب بھی وہ لقمہ زہر قاتل ہو کر لگے اور خلل پیدا کرے ایسی حالت میں زید سخت متوحش ہے۔

الجواب۔ ذکر وغیرہ نچھوڑے انشاء اللہ ذکر کی برکت سے ایک دن سامان حلال روزی کا بھی پیدا ہو جاویگا۔

سوال پیشہ طبابت کے واسطے ظاہری لباس وغیرہ عمدہ ہونا چاہیئے زید ظاہری ساز سے متنفر ہے اور سمجھتا ہے کہ اس سے ایک گونہ فخر وتکبر پیدا ہوگا بتکلف چاہتا ہے کہ اپنا ظاہری سامان درست کروں لیکن وہ کچھ ایسی سیدھی سادی روش کا عادی ہوا ہے کہ کسی صورت تکلف کی طرف طبیعت کا میلان نہیں ہوتا۔

الجواب۔ یہ تو زید کی خوبی ہے البتہ میلا نرہنا چاہیئے کہ صفائی سنت بھی ہے۔

سوال۔ آجکل زید کا کچھ ایسا تعلق ہو رہا ہے کہ سودخواروں کے گھر کا کھانا مجبوری کھانا

پڑتا ہے اور جب ایسے کھانیکا اتفاق ہوتا ہے تو طرح طرح کے عذاب خواب میں مسلط ہوتے ہیں منجملہ دیگر عذابوں کے دو عذاب ذکر کئے جاتے ہیں (۱) بارہا خواب میں اپنے جسم پیز نبور کلاں سرخ و زردنیش زن ہوتے دیکھنا (۲) بار ہا سیاہ افعی کا شکم سیہ ہوکر کھانا اور اسکا حالت بیداری میں شام تک اثر بد اور طبیعت کا خراب رہنا۔

الجواب۔ حتی الامکان احتیاط کرے اور استغفار کی کثرت کرے۔

سوال۔ بعض مرتبہ زید کا ان مصائبات کی وجہ سے پیشہ طبابت کو ترک کرنیکا ارادہ ہوجاتا ہے

الجواب۔ جب تک کوئی دوسرا پیشہ حلال چلتا ہوا معلوم نہو اسکو نہ چھوڑے۔

سوال زید امام ہے اگر قرأت غمگین صورت و لہجہ سے پڑھتا ہے تو خشوع و رونا آتا ہے اور اگر معمولی طریقہ سے پڑھتا ہے تو خشوع و خضوع نہیں ہوتا۔

الجواب۔ تو اسکو غمگین صورت و صوت ہی سے پڑھنا چاہیئے بتا کوا کے یہی معنی ہیں۔

سوال۔ زید بیمار ہے اور حضور اعلیٰ چونکہ طبیب حاذق ہیں امید کہ ہر سوال کا جواب بطور نسخہ تجویز فرمایا جاوے۔

الجواب۔ سب سوالوں کا جواب لکھدیا ہے اللہ تعالیٰ شافی ہے اگر اور کوئی حال یا سوال پیش آوے ظاہر کیا جاوے۔

سوال۔ عرض خدمت ہے کہ معمول معروضہ سابق یعنی اسم ذات چوبیس ہزار مرتبہ برابر جاری ہے مگر اسقدر فرق ضرور ہوا کہ پہلے بالجہر ہی بارہ ہزار یا چھ کرلیتا تھا مگر اب اسوقت بوجہ ضعف و دردسر بالجہر نہیں کرسکتا۔

الجواب۔ مضائقہ نہیں جہر مقصود نہیں خود ذکر مقصود ہے۔

سوال۔ طاعون کے زمانہ میں معلوم نہیں کیوں رات کو اٹھنے میں وحشت اور خوف معلوم ہوتا ہے

الجواب۔ ضعف قلب سبب ہے۔

سوال۔ اسوجہ سے بعض بعض روز تہجد و بارہ تسبیح ناغہ ہوتا ہے اب جسطرح ارشاد ہو عمل کیا جاوے

الجواب۔ یا تو کسی دوسرے ہم مسلک کو اسوقت جگا لیا جاوے دونوں شریک ہوکر کام کریں انس ہوگا ورنہ بعد عشا تہجد اور سب معمولات کرلیا کیجئے۔

حال۔ میرا حال یہ ہے کہ ذکر خفی کرتا ہوں کبھی جلی بھی۔ الحمد للہ دل میں سرور بظاہر حال اچھا معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق۔ مبارک ہو۔

حال۔ وقت ذکر نیند کا غلبہ معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق۔ غالباً یکسوئی کا اثر ہے۔

حال۔ دردسر بالکل موقوف ہے۔

تحقیق۔ الحمد للہ۔

سوال۔ وعظ گوئی کیلئے بہت جی چاہتا ہے باوجودیکہ ہر جمعہ کو کچھ بیان کیا کرتا ہوں۔ مگر تسکین نہیں ہوتی جی یہی چاہتا ہے کہ کہیں باہر جاکر شوق سے بیان کروں اور درس بھی دوں مگر یہ دونوں باتیں مکان پر رہکر ممکن نہیں۔

الجواب۔ کیوں ممکن نہیں۔

سوال۔ اور حال جناب بھائی صاحب کا یہ ہے کہ وقت ذکر سفید نور نظر پڑتا ہے عرصہ ایکماہ میں بوقفہ ہفتہ عشرہ تین روز اثنار ذکر میں آواز سنائی دی کہ تم ہمکو تلاش کرتے ہو تو مکان و محل چھوڑدو جنگل اختیار کرو اُس کے جواب میں کہا تمکو معلوم نہیں ہوتا کہ ہم اندھے ہیں کہاں جائیں جواب ملا کہ کیوں جی گوشت مچھلی کو نہیں چاہتا تھا اب خواہش نہیں ہے کیا تمکو روزی نہ ملیگی۔ سکوت اور ذکر میں جی لگتا ہے بدن بھی فربہ ہوتا جاتا ہے کچھ تکان نہیں معلوم ہوتا ہے اور علاوہ اسم ذات حسب ارشاد والا بارہ تسبیح کا بھی ذکر کرتے ہیں ایسی حالت میں کیا ارشاد والا ہے۔

جواب۔ سب آثار محمود ہیں مگر وہ نور اور اُس کا کلام تصرف خیال کا ہے ہرگز اُس طرف التفات نہ کریں نہ اُس کا جواب دیں۔

حال۔ دل کچھ عرصہ سے خود بخود باتیں کرتا ہے نماز میں اور شب کے ذکر شغل میں دل حاضر نہیں رہتا بہت قصد کے ساتھ حاضر کرتا ہوں مگر بہ جاتا ہے بہت ہی تکلف سے حاضر بھی ہوتا ہے تو ایسا گم معلوم ہوتا ہے کہ جسم میں دل ہے ہی نہیں بڑی حیرت ہوتی ہے۔

تحقیق۔ بہت تکلف کرنا دل حاضر کرنے میں یہی تو غلطی ہے سرسری توجہ ذکر کی طرف

یا مذکور کی طرف رکھنا کافی اور مفید ہے اس سے حدیث النفس قطع ہو جاویگی اور جب تک قطع نہو کچھ پروانہ کیجاوے کہ اسمیں نہ شرعاً ملامت ہے۔ اور نہ اسکو استمرار ہوگا۔

حال۔ شب کے ذکر میں بالکل خواب کی سی حالت رہتی ہے حالانکہ نیند بالکل نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ یا تو دن کے تعب سے یا غلبہ رطوبت سے کسل ہے ورنہ محویت ذکر کی ہے جو کہ محمود ہے گو مقصود نہیں۔

حال۔ چونکہ میں عامی مشغول تاجر ہوں مشاغل دوکانداری کی وجہ سے رات کا ذکر کبھی کبھی ناغہ بھی ہو جاتا ہے گو ناغہ کا رنج بھی ہوتا ہے جب کبھی متواتر آٹھ دس دن ذکر شغل کر لوں اس کے دوسرے دن ایسی حالت خراب ہوتی ہے۔ چاہتا ہوں کسی سے بات نہ کروں غیر اختیاری طور پر غصہ ہو جاتا ہے اس حالت سے بہت سے احباب و خریداروں کی دل شکنی ہوتی ہے اگر دو دن کر لیا اور دو دن نہیں کیا تو طبیعت بحال رہتی ہے۔

تحقیق۔ ناغہ میں طبیعت کا درست رہنا اور دوام میں وحشت ہونا یا تو یہ القاء من الشیطان ہے، کہ وہ اس طرح دوام سے روکنا چاہتا ہے اور یا یہ کہ ذکر سے جوش تجرد پیدا ہوتا ہے اور چونکہ طبیعت ضعیف ہے اسلئے ناگوار بات پر صبر نہیں ہوتو ضروری بات ضبط اور صبر کرنا ہے اور پہچان اسکی کہ کیا سبب ہے، دوسرے قرائن سے ہو سکتی ہے یعنی میلان الی المعاصی و نفرت عن المعاصی۔

حال۔ عرصہ دو مہینہ سے طبیعت گری گری مرجھائی ہوئی کوئی بات کوئی کہتا ہے طبیعت غوطہ میں ہوتی ہے عرصہ کے بعد سنتا ہوں اور کہتا ہوں کہاں گیا تھا حالانکہ مستند ماہر حکیموں کو دکھلالیا۔ صحت بالکل درست ہے الحمد للہ۔

تحقیق۔ مثل حال ۲ کے دو احتمال ہیں اگر اطباء طبیعت درست بتلاتے ہیں تو اثر ذکر کا ہی ہے مبارک ہو۔

حال۔ خواب بہت اچھے اچھے نظر آتے ہیں صبح کو سب بھول جاتا ہوں بھولنے سے بہت رنج اور طبیعت پریشان ہوتی ہے۔

تحقیق۔ خواب صالح محمود ہے مقصود نہیں اسلئے حصول پر شکر چاہیئے اور زوال و نسیان پر غم نہ چاہیئے۔

حال۔ جب سے بندہ حضور سے رخصت ہو کر یہاں آیا ہے حضور کی دعا کی برکت سے

مالک تعالیٰ شانہ کے فضائل عجیبہ کا اثر پا رہا ہے جس کا بندہ تو کسی طرح مستحق تھا نہ لائق برابر روزانہ شب میں چند بار سو سو کر نوافل نصیب ہو جاتی ہیں۔

تحقیق۔ مبارک ہو آپ کو اس کی بڑی تمنا تھی سنت کی توفیق نعمت عظیمہ ہے۔

حال۔ اور سونے کا زمانہ بیداری سے بیحد لذیذ ہوتا ہے طرح طرح کی عنایتوں کا معاملہ سوتے میں دیکھتا ہوں اور عجیب بالذات ذکر سوتے میں نصیب ہوتا ہے لیکن کمبختی سے وہ کیفیات جاگتے میں باقی نہیں تھیں ہاں البتہ اُن کیفیات کے آثار شدت محبت و رغبت و ہیبت مالک تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ بیدار ہونے پر پاتا ہوں۔

تحقیق۔ یہ اُس لذت خواب سے زیادہ نافع ہے کہ اسکو قرب میں دخل ہے اور کیفیات خواب کی گو لذیذ ہوں مگر وہ بیداری کی فرع ہے اور یہ اصل۔ (باقی آیندہ)

بعض جزئیات انقلاب مع اصلاح

(اصلاح معاملہ متعلق بنکاح)

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایک کوتاہی یہ ہے کہ اکثر بلکہ قریب قریب کل ہی مواقع میں متناکحین کی مرضی حاصل نہیں کیجاتی تعجب ہے نکاح جو کہ عمر بھر کیلئے دو شخصوں کا تعلق ہے جسکے ساتھ ہزاروں معاملات وابستہ ہیں وہ تو کسی کا اور راے ہو صرف دوسرے کی گو اُن دو شخصوں کے مصالح کے یقیناً خلاف ہی ہو اور گو وہ اپنی ناخوشی بھی ظاہر کرتے ہوں مگر اُنکو ذرا نہ پوچھا جاوے اور زبردستی نکاح کر دیا جاوے بعض دفعہ عین وقت تک متناکحین یا اُن میں سے ایک برابر انکار کرتا ہے مگر اُسکو گھونٹکر اور جبر کرکے خاموش اور لب بند کر دیا جاتا ہے اور عمر بھر کی مصیبت میں اُسکو جوت دیا جاتا ہے کیا یہ عقل و نقل کے خلاف نہیں ہے اور کیا اسمیں ہزاروں خرابیوں کا مشاہدہ نہیں کیا جاتا اور پھر کیا اُن خرابیوں کا کوئی انتظام یا انسداد کیا جاتا ہے اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر جگہ لڑکا لڑکی سے کہلوانا ضرور ہے یا صغیر و صغیرہ پر ولایت جبریہ کوئی چیز نہیں یا بالغہ پر ولایت استیذانیہ سکوتیہ کا انکار ہے یا اولیاء کو مصالح مشخص کرنے کا کوئی حق نہیں سو یہ مطلب نہیں

کیونکہ یقیناً بعض جگہہ تو لڑکا اور لڑکی اکثر جگہہ ذی رائے نہیں ہوتی اُن نادانوں کی رائے کیا اور اُس رائے پر اعتماد ہی کیا یا نابالغ ہونے کی حالت میں اگر شاذ و نادر ذی رائے بھی ہوں تو شاذ و نادر کا کیا اعتبار یا بالغ اور ذی رائے ہونے کے حیا، جو خاصہ فطریہ ہے انوثت و بکارت کا وہ طبعًا مانع ہوتی ہی تکلم و اظہار رائے سے بعض جگہہ بلوغ و عقل کے انتظار میں موقع صالح ہاتھ سے نکل جاتا ہے جو ظاہراً عاقد کی سعی سے عمر بھر بھی نصیب نہ ہوگا نیز اکثر جگہہ اولیا، اپنے تجربہ و شفقت سے جو تجویز کرینگے وہ مصلحت ہی ہوگی اسی واسطے شریعت مقدسہ نے اپنے احکام و قواعد میں ان سب واقعات کا لحاظ کر کے مکمل قانون بنا دیا ہے اسلئے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں اور نہ کوئی عاقل یہ بات تجویز کرسکتا ہے کہ بالکل متناکحین کی رائے پر رکھدو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اولیا اپنے تجربہ و شفقت سے مصالح پر پوری نظر کر کے اُسکے بعد بھی احتیاطاً و نظراً الی العواقب اگر لڑکا لڑکی بالغ ہوں جو (بوجہ اسکے کہ اکثر بلوغ سبب ہوتا ہے ذی رائے ہونے کا) شرعًا ذی رائے قرار دیا گیا ہے اس صورت میں قبل اسکے کہ باضابطہ اُنکی رضا و اذن حاصل کیجاوے یعنی باکرہ بالغہ کو سُنا کر اُسکے سکوت کو معیار رضا قرار دیا جاوے اور ناکح بالغ سے مجلس میں قاضی کہلوادے کہ میں نے قبول کی سو اسکے قبل بھی خاص طور پر اُنکی رائے دریافت کرلی جاوے جسکا اچھا طریقہ یہ ہے کہ جن سے وہ بے تکلف ہیں جیسے ہم عمر دوست اور سہیلیاں اُنکے ذریعہ سے اسطور پر کہ اُنکو یہ نہ معلوم ہو کہ ہمارے بزرگ ہمسے دریافت کررہے ہیں اُنکا مافی الضمیر معلوم کرلیا جاوے اور تجربہ کی بات ہے کہ اس طریقہ سے ضرور اُنکے خیالات معلوم ہوجاتے ہیں اور بعض دفعہ تو بے دریافت کئے وہ خود ہی ایسے بے تکلف دوستوں سے اپنی پسندیدگی یا ناپسندیدگی ظاہر کردیتے ہیں اور اولیاء تک وہ خبریں پہونچ جاتی ہیں مگر ظلم و ستم ہے کہ پھر بھی بعض مہمل موہوم مصلحتوں کو پیش نظر رکھکر اُن کے اس خیال کی کچھ پروا نہیں کیجاتی اور اُنکو گھونٹ داب کر اس بلا میں پھنسا دیا جاتا ہے خصوص اس زمانہ میں کہ بیحد ہوشیاری کا وقت ہے اسکی بہت ضرورت ہے بہت مقامات ایسے ہوئے ہیں کہ ناپسندیدگی کی حالت میں نکاح کردیا گیا ہے پھر ناکح صاحب نے عمر بھر اس منکوحہ کی خبر نہیں لی اور فہمایش پر صاف جواب دیدیا کہ میں نے تو اپنی رائے ظاہر کردی تھی جنھوں نے

اس پر بھی یہ عقد کیا ہے نفقات کے وہ ہی ذمہ دار ہیں۔ اب بتلائیے اس مصیبت کا کیا علاج ان بوسیدہ عقل بزرگوں کی تو مصلحت ہوئی اور ایک غریب مظلوم تمام عمر کے لئے قید غیر میعادی میں گرفتار ہوئی کہاں ہیں یہ فرسودہ عقل اب آئیں اور اس مظلومہ کی کچھ مدد کریں مگر مدد کیا کرتے اول تو اسوقت تک مرکھپ بھی گئے اور اگر زندہ بھی رہگئے تو ڈھیٹھ تو دیکھئے یہ کہکر صاف الگ ہوگئے کہ صاحب کوئی کسی کی قسمت میں تو گھس ہی نہیں نکلا ہم کیا کریں اسکی قسمت ہائے غضب کیا غضب کا جواب ہے جس سے وہ مظلومہ تو درکنار غیر آدمی کے تن بدن میں بشرطیکہ تھوڑا منصف ہو آگ لگ جاتی ہے بھلے مانسو قسمت کی تو خبر نہیں تھی اسکی تو خبر تھی کہ خود صاحب معاملہ کانوں پر ہاتھ دھر رہا ہے جو ظاہراً و عادۃً اسی کی علامت ہی کہ تقدیر میں بھی یوں ہی ہوگا کہ انجام اسکا پریشانی ہوگی اور اگر ایسا ہی تمسک بتقدیر ہے تو بس کل کسی کو قتل کردیجو اور جب سزائے موت کے لئے پکڑے جاؤ تو کہدینا کہ ہم نے تو صرف ایک گولی ماری تھی تقدیر کی کیا خبر تھی کہ ایک گولی سے مرہی جاویگا دیکھیں تو سہی اس عذر سے تم کو کون چھوڑ دیگا یا خدا ناکردہ اگر وہ مقتول تمہارا ہی کوئی لگتا ہو تو دیکھیں گے کہ تم قاتل کا یہ عذر قبول کرلوگے یہ سب بیہودہ باتیں ہیں کاش اگر بجاے اسکے اسوقت اپنی غلطی کا اعتراف ہی کرلیتے تو مظلوم کی کچھ تو تسلی ہوجاتی۔ ان بیہودہ جوابوں سے تو دونا اُسکے زخم پر نمک چھڑکا جاتا ہے کہ ایک تو مجکو پھنسایا پھر کیسی صفائی سے بری ہوتے ہیں۔ البتہ اگر ناکح و منکوحہ نابالغ ہوں اور اچھا موقع فوت ہوتا ہو تو دوسری بات ہے اور اگر ایسی کوئی ضروری مصلحت نہیں ہے محض رسم ہی کا اتباع ہے جیسا ہندوستان کی بعض قوموں میں ہے تو خود یہ رسم ہی مٹانے کے قابل ہے گو نکاح صحیح ہوجانے سے انکار نہیں ہی حق تعالےٰ کا ارشاد وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح صاف مشیر ہے کہ پسندیدہ زمانہ نکاح کا بعد بلوغ کے ہے اور اس کوتاہی کے مقابل ایک غلو ہے جو اس وقت اکثر نو تعلیم یافتوں میں بڑھتا جاتا ہی وہ یہ کہ خلاف مرضی نکاح کے بعض واقعات مضرہ دیکھکر انہوں نے احکام شرعیہ پر طعن اور اُن احکام کے مقابلہ میں یوروپ کی رسم و رواج کو ترجیح دینا شروع کیا مجکو ان صاحبوں سے تعجب ہے کہ یہ حضرات اتباع فطرت و تحقیق واقعات کے ازحد مدعی ہیں اور پھر انکی نظر سے یہ واقعہ کیسے مخفی رہا

کہ ہر قسم کے مواقع پیش آتے ہیں جنکے لئے کوئی ایک کلیہ کافی نہیں ہوسکتا اسکے لئے پورے قانون کی ضرورت ہے جو قانون شرعی سے زیادہ جامع اور مراعی مصالح کوئی نہیں ہوسکتا چنانچہ خود جن کے یہ لوگ تقلید کررہے ہیں یعنی اہل یورپ وہ خود روزانہ اس قانون شرعی کے استحسان کا اعتراف کرتے جاتے ہیں پھر اُنکی نظر سے یہ فطرت کیسے مخفی رہی جسکو اللہ تعالیٰ نے سلیم المزاج طبقۂ اناث میں ودیعت رکھا ہے کہ حیا اُنکے لب پر مہر سکوت لگائے ہوئے ہے افسوس ان صاحبوں نے اس امر فطری کی ذرا رعایت نہیں کی اور اگر انکی نظر میں کوئی ایسی جماعت ہو جنمیں یہ امر فطری نہیں پایا جاتا اور اسوجہ سے اُسکے فطری ہونے میں شبہ ہوجاوے تو جواب یہ ہے کہ علامت فطری ہونے کی یہ ہوتی ہے کہ جہاں عوارض مرتفع ہوں وہاں اُسکا ظہور ہو سو اس معیار پر اگر تحقیق کیا جاویگا تو اناث میں اس سکوت ہی کا فطری ہونا ثابت ہوگا اور جہاں یہ نہیں ہے سبب اُس کا خاص طرز ہے تعلیم کا جو کہ خود وہی اناث کے لئے نامناسب ہے، ورنہ ادنیٰ درجہ کے لوگوں تک میں کہ جنمیں نہ علم ہے نہ پردہ ہے ایک شان حیا کی پائی جاتی ہے۔ قربان جایئے شریعت مقدسہ کے کہ تمام روے زمین کے اصلی جذبات تک کی رعایت احکام میں فرمائی ہے ان اہل غلو میں سے بعض کی میں نے یہ حکایت سُنی ہو کہ اُنہوں نے اپنی نا کتخدا لڑکی کے نکاح کیوقت علی رؤس الاشہاد اُس سے پوچھا کہ فلاں شخص سے تمہارا نکاح کیا جاتا ہے تمہاری کیا راے ہے وہ خاموش رہی اُسپر جبر کیا کہ مار ڈالونگا ورنہ راے ظاہر کرو مجبور بیچاری کو کہنا پڑا کہ ہاں میری مرضی ہے سبحان اللہ کیا خوبصورتی سے راے لی ہے اُن سے کوئی پوچھے کہ کیوں صاحب کیا سچ مچ تمہارے نزدیک اس طریقہ سے اسکا اصلی مافی الضمیر معلوم ہوگیا بس اسی عقل و دانش پر شریعت پر اعتراض کئے جاتے ہیں اگر شریعت آپ سے قانون بنواوے تو بس ایسا ہی بناؤ۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

کتبہ اشرف علی سلخ جمادی الآخر ۳۲ھ

تعلیمات اسلام نمبر دوم

الدعاء والاستغفار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید الاولین والاخرین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اما بعد

دعا واجابتہ دعا کا مسئلہ کئی پہلو سے اہم ومہتم بالشان ہے۔ شریعت نے دعا کو مغز عبادت اصل عبادت نتیجہ عبادت قرار دیا ہے۔ دعا کو اقوی اسباب موثرہ فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دعا کی ترغیب دیکر قبولیت دعا کا وعدہ فرمایا ہے۔ قضا کو لوٹا دینے والی اگر کوئی چیز ہے تو دعا ہے مایوسوں کو فائز المرام کردینے والی حسرت مندوں کے دلوں کو مسرت اور نشاط سے لبریز کردینے والی ناامیدوں کے مقاصد کو برلانے والی۔ اسباب ظاہرہ کی طرف سے قطع امید ہو جانیکے بعد برخوردار بنا دینے والی اگر ہے تو دعا ہے۔

لیکن اُسکے بالمقابل جن لوگوں کی عقل محدود ہے۔ جو مادیات کی دلدل میں پھنسی ہوئی روحانیات کی قضا غیر متناہی سے بیخبر ہیں۔ جنکی عقل وتجربہ کی کل کائنات اسباب ظاہرہ ہیں۔ جو ان اسباب سے متجاوز ہوکر مسبب الاسباب ورب الارباب کی قدرت غیر متناہی اور بالغ حکمتوں تک رسائی سے محروم ہیں۔ وہ دعا کو بے اثر جانتے ہیں۔ اُن کے نزدیک دعا کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ بندہ اڑے وقت میں اپنے خالق ومالک کو یاد کرے۔ یا اخلاص وتضرع کی حالت میں اُسکے نام کو ورد زبان بنائے۔ وہ تاثیر دعا اور قبولیت کو فوق العقل سمجھکر انکار پر تلے ہوئے ہیں۔

قضا مبرم ومعلق اُن کے نزدیک بچوں کا کھیل اور طفل تسلی ہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ دعا کی وجہ سے کوئی امر خلاف علم الٰہی۔ یا تقدیر کیسے واقع ہو سکتا ہے۔ اسی لئے وہ اُسکو ذریعہ حصول مدعا نہیں سمجھتے۔ اور نہ تاثیر دعا کے قایل ہیں۔

ادھر جب دعا کو ذریعہ حصول مدعا مانا جائے اور کامیابی حقیقی کا مدار دعا پر رکھا جائے۔ اور اجابت دعا

کے بارہ میں خداوند عالم کے وعدہائے مستحکم کو لحاظ رکھا جائے۔ اور پھر یہ دیکھا جائے کہ باوجود بار بار کی دعا کے مدعاء دلی پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ حاجتمند اُس درگاہ قادر علی الاطلاق سے بی نیل مرام واپس آتا ہے۔ تو دوسری مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اس حالت کو دیکھکر جو روزمرہ مشاہد ہوتی رہتی ہے۔ یہ سہل معلوم ہوتا ہے کہ دعا کو محض ایک تعبدی امر مان لیا جائے جو محض تعمیل حکم خداوندی کیلئے مخلوق پر واجب ہے اُس سے کسی نتیجہ پر پہونچنے کی ہرگز توقع نہ رکھی جائے۔ اور تاثیر دعا کے لاینحل مسئلہ کو مان کر بہت سی جوابدہی اپنے سر نہ رکھی جائے۔

مسئلہ دعا کی اس اہمیت کو دیکھکر میرا خیال ہوا کہ تعلیمات اسلام ہر طرح مکمل ہیں ممکن نہیں کہ شریعت نے جس امر کی ایسے اہتمام سے تعلیم دی ہو اُسکا کوئی پہلو ناقص و ناتمام باقی رکھا ہو۔ اور میں نے ارادہ کر لیا کہ سلسلہ تعلیمات اسلام میں مسئلہ دعا کو پوری طرح بیان کر دیا جائے۔

دعا و اذکار کے متعلق مستقل اور مبسوط کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ اور اس اعتبار سے بظاہر اب کسی نئی تصنیف کی حاجت نہ تھی۔ لیکن جو باتیں مجھکو پیش نظر ہیں اُن کے اعتبار سے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس مسئلہ پر کچھ لکھوں۔ جو امور میں اس تحریر میں منضبط کرنا چاہتا ہوں اُنکا کسی ایک جگہ ملنا دشوار ہے۔ ۲

میرا خیال ہے کہ اس رسالہ کے ذریعہ سے مسلمانوں پر دعا کی حقیقت۔ اور اُسکی تاثیر و شرائط و آداب کا انکشاف بخوبی ہو جائے۔ اور اوقات مخصوصہ یا حالات خاصہ یا مقامات متبرکہ کی متعلق جو ادعیہ منقول ہیں اُن کو بھی بقدر ضرورت بیان کر دوں۔ اور ساتھ ہی اگر ہو سکا تو اسکی بھی کوشش کرونگا کہ ان دعاؤں کو ان حالات یا اوقات سے کیا مناسبت ہے۔ یہ بحث اگرچہ طویل اور مشکل ہے مگر میں خدا تعالیٰ کے فضل و امداد پر بھروسہ کر کے اسمیں کوشش ضرور کرونگا مجھے امید ہے کہ یہ رسالہ اپنے موضوع میں بہتر اور مفید رسالہ ہوگا۔ اور دعا کے متعلق سب خلجان رفع ہو جائیں گے ہر موقع کے مناسب صحیح دعائیں سہولت سے دستیاب ہو جائیں گی۔ اُسکے شرائط و آداب و ضاحت سے ذہن نشین ہو جائیں گے۔

استغفار اگرچہ دعا سے علیحدہ نہیں ہے کیونکہ طلب حصول مقاصد دینی یا دنیوی یا طلب عفو جرائم سب مفہوم دعا میں داخل ہیں۔ مگر چونکہ طلب عفو جرائم کو اصطلاح شرع میں استغفار سے تعبیر

کیا گیا ہے اسلئے میں بھی استغفار کو دعا سے علیحدہ لکھونگا۔
دعار کے متعلق عام تحقیق میں تو استغفار بھی شامل ہے لیکن جہاں ہم ادعیہ ماثورہ کو بیان کرینگے وہاں استغفار کو علیحدہ لکھیں گے۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد اب میں اصل مدعا کو شروع کرتا ہوں وھو حسبی اللہ ونعم الوکیل۔

حصّہ اوّل دعار

دعار کی حقیقت لغۃ کے اعتبار سے

لفظ دعا اور اُسکے مشتقات کی لغوی تحقیق اور اُسکے استعمالات حقیقی ومجازی کی تفصیل اسقدر زیادہ ہے کہ یہ رسالہ اُسکے لئے کسی طرح موزوں نہیں ہے اسلئے میں اُس سب تفصیل کو چھوڑ کر چند امور بیان کردینا کافی سمجھتا ہوں۔ جو میرے مدعار کی توضیح واثبات کے لئے کافی ہوں۔

دعار۔ دعوۃ۔ دعوی۔ یہ تینوں الفاظ مصدر ہیں۔ اُن کا ماضی مضارع۔ دعا۔ یدعو۔ آتے ہیں اصل لغت کے اعتبار سے دعا اور دعوۃ کے معنی کسیکو بلانے کے ہیں۔ الدعار والدعوۃ۔ خواندن لیکن محض بلانا۔ یا پکارنا۔ یا یاد کرنا ہی نہیں۔ بلکہ دعار اور دعوۃ میں جسکو بلاتے یا پکارتے ہیں اُس سے کسی مقصود کی تحصیل کا تعلق ہوتا ہے۔ عرب کے استعمالات پر وسیع نظر ڈالنے سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے
یہ معنی عام ہیں کسی کو بلایا جائے، کسی غرض کیلئے بلایا جائے سبکو عام ہیں کسی کی تخصیص نہیں ہے لیکن لفظ دعا کا استعمال بطور عرف لغتہ یا وضع خاص کے اُس معنی عام کی ایک خاص فرد میں ہونے لگا اور اب جب لفظ دعا بولا جاتا ہے تو یہ معنی خاص مراد ہوتے ہیں۔
یعنی خدا تعالیٰ کی درگاہ بے نیاز کی طرف راغب و متوجہ ہوکر نہایت عجز وزاری کے ساتھ اپنے مقاصد قلبی کو پیش کرنا۔ دست طلب دراز کرنا۔
قاموس نے لفظ دعار کی لغوی تشریح اسی معنی کی ابتدار سے کی ہے۔

الدعاء الرغبۃ الی اللہ۔	دعا کے معنی خدا تعالیٰ کی طرف رغبۃ کرنے کے ہیں۔

صاحب تاج العروس اسکی شرح میں لکھتے ہیں۔

الرغبة الى الله فيما عنده من الخير والابتهال اليه بالسوال ومنه قوله تعالى ادعوا ربكم تضرعا وخفية۔

دعا کے معنی خدا تعالیٰ کے یہاں جو کچھ خیر و بھلائی ہے اسکی طرف رغبت کرنے۔ اور اُسکے سامنے عجز و نیاز کیساتھ سوال کرنے کے ہیں۔ اور اسی پر دلالت کرتا ہے خدا تعالیٰ کا ارشاد ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ

اور جب کہ لغۃ میں دعوۃ اور دعاء کے اندر بلانے کے ساتھ تحصیل مقصود بھی مدنظر ہوتا ہے تو اسوجہ سے اُسکے جواب میں اجابت کا لفظ آتا ہے۔ اجابت کے معنی قبول کرنیکے ہیں یعنی اُس نے بلانے والے کی غرض کو قبول کرلیا۔ اور جس غرض کیلئے بلایا گیا تھا اُسکی تکمیل کیلئے آمادہ ہوگیا۔

لفظ دعا اور ذکر میں بھی فرق ہے۔ دعا میں جیسا کہ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں کسی غرض کیلئے بلانا یا پکارنا ہوتا ہے۔ اور ذکر میں محض یاد کرنا ہے اسمیں کسی کو بلانا۔ یا اُس سے کسی غرض و مقصود کی تحصیل پیش نظر نہیں ہوتی۔ محب اپنے محبوب کا ذکر کرتا ہے۔ اُسکو اُسکے ذکر ہی میں لذت ہے۔ نہ وہ سامنے ہے نہ اُسکو بلاتا ہے۔ نہ اُسکے سامنے کسی مطلب و مدعا کو پیش کرکے کامگاری کی امید لگائے بیٹھا ہے۔ بسا اوقات معرکہ جنگ میں توپ و تفنگ کے موہنہ میں ہوتا ہے۔ نیزہ و تلوار کی چمک اُسکی نظر کو خیرہ کرنے کیلئے بجلی کی طرح کوندرہی ہوتی ہے۔ اور وہ بھی جانتا ہے کہ میری روح ابھی ابھی قالب عنصری کو وداع کرکے اپنی اصلی معدن و مرکز کو لوٹنے والی ہے۔ مگر یہ شخص ہے کہ اُسکو نہ موت کا ڈر ہے نہ اپنی حفاظت کی فکر بلکہ محبوب کے ذکر میں محو ہے۔ اور اسی بیخودی میں جان بھی دیدیتا ہے۔ حماسہ کا ایک شاعر اپنے محبوب کے زایداز خیال تعلق و محبت کو اسطرح ظاہر کرتا ہے

ذکرتك والخطي تخطر بيننا
وقد نهلت منا المثقفة السمر

میں نے تجھکو ایسے وقت یاد کیا کہ نیزے ہمارے درمیان حرکت کررہے تھے اور سیدھی کی ہوئی برچھیاں ہمارا خون پیکر سیراب ہورہی تھیں

غرض ذکر میں اظہار تعلق و محبت ہوتا ہے۔ نہ کہ طلب مدعا و مقصود۔ یہی وہ فرق ہے جسکی بنا پر حق تعالیٰ ذکر کے موقعہ پر۔

فاذکرونی اذکرکم۔ | تم مجھکو یاد کرو میں تمکو یاد کرونگا۔

اور دعا کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم | تمہارے رب نے کہا مجھکو پکارو میں اجابت کرونگا۔

علیٰ ہذا لفظ دعا اور ندار میں بھی فرق ظاہر ہے جسکو زیادہ وضاحت سے بیان کرنے کی

حاجت نہیں۔ اسکے علاوہ لفظ دعا۔ دعوۃ۔ دعوی۔ یا اُن کے مشتقات۔ یا اُن ابواب کا جو اُن سے بنائی گئی ہیں اگر کسی جگہ ایسے معنی میں استعمال ہوا ہے جسمیں طلب وسوال نہیں ہے تو وہ بطور توسیع کے ہے جیساکہ زبان عرب کا خاصہ ہے۔ کہ اصل لفظ کسی ایک معنی کیلئے موضوع ہوتا ہے لیکن اسکے اندر توسیع ہوتے ہوتے بہت سے معنی میں استعمال ہونے لگتا ہے۔ مثلاً دعا۔ یدعو کو باب تفاعل میں لیجاکر تداعی یتداعی بنالیا۔ اور تداعی کے معنی یہ ہیں کہ مجتمع ہونیکے لئے باہم آواز دیکر پکاریں۔ یا تداعی کے معنی یہ ہیں کہ معرکہ کے وقت ہر شخص اپنے آپکو اپنی قوم اور فرقہ کی طرف منسوب کرے ان دونوں استعمالوں میں دعا کے اصلی معنی طلب وسوال ملحوظ نہیں ہیں۔ یا مثلاً کہتے ہیں۔

دعوتُ فلاناً ای صحت بہ۔	یعنی میں نے اُسکو للکارا۔

یا کلام اللہ میں ارشاد ہے۔

یدعو لمن ضرہٗ اقرب من نفعہ۔

لسان العرب میں ہے۔

فان ابا اسحٰق ذھب الی ان یدعو بمنزلہ یقول	ابو اسحاق زجاج[1] کہتے ہیں کہ یہاں یدعو بمنزلہ یقول کے ہے۔

یعنی وہ کہتا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ استعمالات بھی دعا کے اصلی معنی طلب وسوال سے خالی نہیں ہیں۔ تداعی بمعنی اجتماع میں استعانہ بالرائے وغیرہ مقصود ہوتے ہیں اور آیۃ میں یدعو کا اصلی معنی کو اپنی اندر لئے ہونا بہت کچھ ظاہر ہے۔

دعا کی حقیقت شرعاً شرع میں بھی دعا کی وہی حقیقت ہے جو لغت میں ہے۔ یعنی اپنی مالک وخالق کے سامنے تضرع وابتہال۔ عجز ونیاز۔ خواری وزاری کے ساتھ دست طلب پھیلانا۔ اور اپنے مقصود قلبی کو اُسکے سامنے پیش کرنا لیکن اصلی لغوی معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے شریعت نے دعا میں کچھ توسیع بھی کیا ہے۔ دل سے خداتعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اور اپنے مقاصد پیش کرے اور زبان سے سوال نہ کرے یہ بھی دعا ہے۔ خداتعالیٰ کی توحید وثنا بیان کرے اور کوئی مدعا

---

[1] لغۃ کے مشہور ومعروف امام ہیں ۱۲

و مطلب پیش نہ کرے اُسکو بھی شرع میں دعا کہتے ہیں۔ علیٰ ہٰذا شب و روز عبادت خداوندی نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ تلاوت قرآن۔ ذکر و فکر میں مشغول رہے اور ایکدفعہ بھی اپنی حاجت کو پیش نہ کرے یہ بھی دعا ہے۔

وقال ابو اسحٰق فی قوله اجیب دعوة الداع اذا دعان الا معنی الدعاء لله علی ثلثة اوجه فضرب منها توحيده والثناء علیه کقولک یا الله لا اله الا انت۔ وکقولک ربنا لک الحمد اذا قلته فقد دعوته بقولک ربنا ثم اتیت بالثناء والتوحید ومثله قوله وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی فهذا ضرب من الدعاء والضرب الثانی مسئلة الله العفو والرحمة وما یقرب منه کقولک اللّٰهم اغفر لنا والضرب الثالث مسئلة الحظ من الدنیا کقولک اللهم ارزقنی مالا وولدا وانما کان هذا جمیعا دعاءً لان الانسان یصدّر فی هذه الاشیاء بقوله یا الله یا رب یا رحمٰن فلذلک سمی دعاءً وفی حدیث عرفة اکثر دعائی ودعاء الانبیاء قبلی بعرفات لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو

ابو اسحاق اللہ تعالیٰ کے ارشاد اجیب دعوة الداع کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے دعا کرنا تین طرح پر ہے۔ ایک قسم تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید۔ اور اُسکی ثنا و صفت کرے مثلاً کہے یا اللہ لا الہ الا انت یا کہے ربنا لک الحمد اور اسی کی مثل ہے قول باری تعالیٰ کا وقال ربکم ادعونی استجب لکم دوسری قسم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے عفو رحمت اور اُن باتوں کا سوال کرے جس سے اُسکا قرب حاصل ہو۔ مثلاً اللھم اغفر لنا کہنا۔ تیسری قسم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے دنیا کی کسی چیز کو طلب کرے مثلاً کہے الٰہی مجھکو مال و دولت دیدے ان سب قسموں کو دعا اسلئے کہتے ہیں کہ ان الفاظ میں ندا مثلاً یا اللہ یا رب یا رحمٰن کا استعمال ہوتا ہے۔ عرفہ کی حدیث میں آیا ہے میری اور مجھسے پہلے جو انبیاء گذرے ہیں اُن کی اکثر دعا عرفات میں یہ ہوتی تھی۔ لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک له له الملک وله الحمد و هو علی کل شیئ قدیر۔

تہلیل و تمجید اگرچہ سوال نہیں مگر چونکہ استحقاق ثواب و جزا و اجر میں یہ بھی بمنزلہ دعا کے ہیں۔

علیٰ کل شیئ قدیر وانما سمی التهلیل والتحمید والتمجید دعاء لانه بمنزلته فی استیجاب ثواب الله وجزائه کالحدیث الآخر اذا شغل عبدی ثناءه علی من مسئلتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین۔

اسلئے اُن کو بھی دعا کہتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ جبکہ میرا بندہ مجھپر ثنا کرنے میں ایسا مشغول ہو کہ سوال کی نوبت نہ آئی تو میں اُسکو سائلین سے بھی زیادہ اور اچھا دیتا ہوں۔

ابو اسحاق کے اس بیان سے ہمارے دو مدعا جنکے درپے تھے ثابت ہو گئے۔

اوّل یہ کہ دعا فقط بلانے یا پکارنے کا نام نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اُن کو یہ کہنے کی حاجت نہ تھی کہ چونکہ تہلیل وتمجید طلب مقصود وسوال حاجت میں بمنزلہ دعا کے ہیں اسلئے اُن پر دعا کا اطلاق کیا گیا۔ اور یہ وہی بات ہے جسکو ہم (دعا کی حقیقت لغوی) میں بیان کر چکے ہیں امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں

وحقیقة الدعاء استدعاء العبد ربه جل جلاله العنایة واستمداده ایاه المعونة جلد ثانی صفحہ ۱۲۹

حقیقت دعا یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے مدد اور رحمت وعنایت کا طالب ہو۔

دوئم یہ کہ عبادت وذکر وتسبیح میں مشغول ہونا بھی دعا میں داخل ہے۔ گو زبان سے دعا کرے یا نہ کرے اور اس سے بطریق اولیٰ یہ بھی ثابت ہو جائیگا کہ زبان سے گو سوال نہ کرے مگر دل سے سوال کرے تو وہ بھی دعا میں داخل ہو گا۔

اور یہی وہ مضمون ہے جسکو اس بیان میں ہم ثابت کرنا چاہتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں دعا، اسکو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سامنے تذلل وتضرع کے ساتھ اپنے مطالب کو خواہ دینی ہوں یا دنیوی۔ طلب عفو جرائم ہو۔ یا اعطاء منافع۔ خواہ زبان سے یا دل سے۔ قال سے ہو یا حال سے پیش کرے۔

فضیلت ومرتبہ دعا خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو آلائش کدورات سے طاہر ومطہر بنانے اُنکو اپنی ذات پاک کے سوا تمام تعلقات سے یکسوئی اور انقطاع پیدا کرنے۔ اُن کو اپنی درگاہ عالی میں درجہ قرب واختصاص عطا کرنیکے لئے اُن پر ہر قسم کی عبادت مالی وبدنی۔ روحی وقلبی

کو فرض کیا ہے نماز۔ روزہ اگر بدنی عبادت ہیں۔ تو زکوۃ مالی۔ حج وجہاد دونوں کو مشتمل ہے اوران سب کیلئے عبادت قلبی شرط ہے یعنی نیت عبادت و اخلاص۔ نیت نہو تو کوئی عبادت عبادت ہی نہیں ہے انما الاعمال بالنیات (عمل کا مدار نیت پر ہے) اخلاص نہو تو گو ادار فرض سے ظاہراً اسکبدوش ہوجاتا ہے۔ مگر وہ عبادت نہ مقبول ہے۔ نہ اُس سے جو مقصود ہے وہ حاصل ہوتا ہے۔ نہ اجر و ثواب اُسپر مرتب ہوتے ہیں۔ لیکن دعا کو جو فضیلت وفوقیت عطا فرمائی گئی ہے۔ اور جن اثار کے ترتب کا اُسپر وعدہ کیا گیا ہے وہ کسی کو حاصل نہیں جناب باری عزاسمہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین۔	تمھارے رب نے کہا مجھسے دعا کرو میں قبول کرونگا۔ جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے قریب ہے داخل ہونگے جہنم میں ذلیل ہوکر۔

اس ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ دعا سے اعراض کرتے ہیں وہ حقیقتاً عبادت سے اعراض کرتے ہیں۔ کیونکہ عبادت کی حقیقۃ یہ ہے کہ آدمی اپنے افعال و اعمال سے اس ۸
امر کو ظاہر کردے کہ میں بندہ ہوں اور وہ رب میں مخلوق ہوں وہ خالق۔ میں محتاج ہوں وہ غنی میں عاجز ہوں وہ قادر۔ غرض ہرادا سے اپنی عبدیۃ وافتقار کو اور اُسکی معبودیۃ اور مالکیت کو ظاہر کرے۔ جو شخص عبادت کی حقیقت کو سمجھتا ہے وہ ان افعال کو محض عادۃ و رسم کے طور پر ادا نہیں کرتا۔ اسپر بالکل منکشف اور واضح ہوتا ہے کہ میں اپنے اختیار سے اپنی ذات کو نفع و نقصان کچھ نہیں پہونچا سکتا۔ مالک نفع و ضرر اور منعم و معطی حقیقی وہی ہے۔ اسلئے جو شخص حقیقتاً عبادت کرتا ہے وہ اپنے تمام ارادوں۔ خیالات۔ اور اسباب ظاہرہ سے کلیۃً انقطاع کرکے خداوند عالم کے سامنے خود مع اپنے تمام حوائج کے پیش ہوتا ہے۔ دل سے سب تخیلات کو مٹاکر اور لوح سادہ بنکر حاضر ہوتا ہے۔

اور دعاء کی حقیقت بھی یہی ہے کہ سواء خداوند عالم کے کسی کو معطی و مانع نہ سمجھے۔ اور پوری تذلل و انقیاد سے خود مع اپنے تمام حوائج کے اُسکے سامنے پیش ہوکر زبان سے یا دل سے سوال کرے۔ پس جو شخص کہ دعا سے اعراض کرتا ہے۔ دعا کو مؤثر نہیں سمجھتا اُسکے یہی معنی ہیں کہ

(باقی آئندہ)

اشتہار

۱- چونکہ ممکن ہے کہ عام طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ اعلیٰ حضرت ملک معظم کے صاحب سیکرٹری آف اسٹیٹ بہادر کے احکام کے بموجب اُن ہندوستانی طالب علموں کی مدد کیلئے جو ملک انگلستان کو جاتے ہیں کیا تدبیریں اختیار کی گئی ہیں مختصر حالات مندرجہ ذیل عام اطلاع کے لئے مشتہر کئے جاتے ہیں۔

۲- سنہ ۱۹۰۹ء میں ایک بیورو (حالات بتانے کا دفتر) لندن میں حالات سے مطلع کرنے کیلئے اور ایک مستقل کمیٹی بھی عام مشورہ دینے کی غرض سے قائم کی گئی۔ بیورو کے فرائض یہ ہیں کہ اُمور تعلیمی کی بابت سہولت کی غرض سے جو باتیں دریافت کیجائیں اُن کا جواب دے اور ایک فہرست ایسی قیام گاہوں اور بورڈنگ ہوسوں کی جو ہندوستانی طلبہ کے لئے مناسب ہوں اور ایسے خاندانوں کی جو ہندوستانی طلبہ کو ایسے شرائط پر جو طے ہو جائیں اپنے گھر پر رکھنے پر آمادہ ہوں مرتب رکھے اور عام طور پر ہر قسم کی مدد جو ممکن ہو خود طلبہ کو اور اُن کے والدین کو جو ملک ہند میں مقیم ہوں دے۔

۳- کمیٹی مشورہ کا یہ فرض ہے کہ طلبہ اور اُن کے والدین کو حالات سے مطلع کیا کرے اور صلاح و مشورہ دیا کرے اور ایسے طلبہ کی بابت جن کے والدین خود نگرانی اُن کی تعلیم کی نہ کر سکتے ہوں جہاں تک ممکن ہو فرائض والدین ادا کرے۔ اس کمیٹی کے ممبر خاص طور پر راہ و رسم ملاقات و آمد و رفت وغیرہ کے متعلق طلبہ کو مدد دینے کیلئے طیار ہیں۔

۴- انگلستان کے سینٹرل بیورو اور کمیٹی مشورہ کی کارروائیوں میں مدد دینے کیلئے ملک ہند کے ہر صوبہ میں سوائے صوبہ برہما اور صوبہ سرحد شمال و مغرب کے مقامی کمیٹیاں قائم ہوئی ہیں ہندوستانی طلبہ کیلئے ایک پروونشیل کمیٹی مشورہ اس صوبہ میں بھی قائم ہے جس کا صدر مقام الہ آباد ہے۔

اس کمیٹی کے فرائض یہ ہیں:-

(۱) ایسے ہندوستانی طلبہ کو حالات سے مطلع کرنا اور صلاح و مشورہ دینا جو انگلستان

جانے والے ہوں۔

(۲) ملک ہند میں کالجوں اور دوسرے تعلیمی مقامات میں ایسے حالات متعلق اخراجِ تعلیم اور خرچ وغیرہ اور راہ و رسم ملاقات و آمد و رفت وغیرہ کے مشتہر کرانا جو سینٹرل بیورو واقع لندن کو دریافت ہوئے ہوں۔

(۳) طلبہ کی طرف سے اُن کے روانہ ہونے سے پہلے یا جب طلبہ انگلستان میں ہوں اُنکے والدین کی طرف سے سینٹرل بیورو کے ساتھ خط و کتابت کرنا۔

۵۔ اس صوبہ کی کمیٹی کے ممبر حسب ذیل ہیں :۔

(۱) آنریبل سر ہنری رچرڈس کے سی چیف جسٹس ہائی کورٹ آف جوڈیکیچر۔ الہ آباد۔

(۲) آنریبل جسٹس سر جارج ایڈورڈ ناکس۔ الہ آباد۔

(۳) مولوی سید کرامت حسین بیرسٹرایٹ لا۔ لکھنو۔

(۴) آنریبل سر ڈنکن بیلی۔ کے سی ایس آئی۔ الہ آباد۔

(۵) آنریبل مہاراجہ سر بھگوتی پرشاد سنگھ۔ کے سی آئی اے۔ بلرامپور۔

(۶) آنریبل راجہ محمد علی محمد خاں خان بہادر۔ محمود آباد۔

(۷) آنریبل نواب ممتاز الدولہ سر محمد فیاض علی خاں۔ کے سی آئی اے۔ سی ایس آئی۔ پہاسو

(۸) آنریبل ڈاکٹر سندر لال۔ رای بہادر۔ بی اے۔ ایل ایل ڈی۔ سی آئی اے۔ وائس چانسلر یونیورسٹی۔ الہ آباد۔

(۹) آنریبل مسٹر سی ایف ڈی لافوس ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم ممالک متحدہ۔ الہ آباد۔

(۱۰) آنریبل مسٹر ایف ڈبلیو برونرگ۔ آئی سی ایس۔ الہ آباد۔

(۱۱) آنریبل مسٹر ایچ وی لویٹ۔ آئی سی ایس۔

(۱۲) ایس ایچ فریمینٹل صاحب۔ آئی سی ایس۔ الہ آباد۔

(۱۳) لفٹنٹ کرنل جی ٹی برڈووڈ صاحب۔ آئی ایم ایس۔ لکھنؤ۔

(۱۴) مسز بیسنٹ صاحبہ۔ بنارس۔

(۱۵) ڈاکٹر اے۔ وینس صاحب۔ ایم اے۔ ڈاکٹر آف لٹریچر۔ سی آئی اے۔ پرنسپل

کوئنس کالج۔ بنارس۔

(۱۶) پرنسپل میور سینٹرل کالج۔ الہ آباد۔

(۱۷) ایم بی کیمرن صاحب ایم اے۔ پرنسپل کیننگ کالج۔ لکھنؤ۔

(۱۸) رائٹ ریورینڈ لارڈ بشپ آف لکھنؤ۔

(۱۹) جے ایچ ٹول صاحب پرنسپل محمڈن اینگلو اورینٹل کالج۔ علیگڈھ۔

(۲۰) ٹی سی جونس صاحب پرنسپل آگرہ کالج۔ آگرہ۔

(۲۱) ڈاکٹر سی ویٹر صاحب پرنسپل یونیورسٹی لا کالج۔ الہ آباد

(۲۲) لفٹننٹ کرنل ڈبلیو سیلبی صاحب۔ آئی ایم ایس۔ پرنسپل کنگ جارجز میڈیکل کالج۔ لکھنؤ۔

(۲۳) اے یوسف علی صاحب۔ آئی سی ایس۔ فتحپور۔

(۲۴) اے چٹرجی صاحب۔ آئی سی ایس۔ لکھنؤ۔

(۲۵) پنا لال صاحب۔ آئی سی ایس۔ مراد آباد۔

(۲۶) رائے گیانندرا ناتھ چکرورتی بہادر انسپکٹر مدارس۔ الہ آباد۔

(۲۷) پنڈت سیتلا پرشاد باجپئی۔ جج ماتحت۔ لکھنؤ۔

(۲۸) آنریبل نواب عبدالمجید۔ سی آئی اے۔ بیرسٹر ایٹ لا۔ الہ آباد۔

(۲۹) کنور شیو ناتھ رکھہ بیرسٹر ایٹ لا۔ تاجپور۔ بجنور۔

(۳۰) مسٹر حامد علی خاں بیرسٹر ایٹ لا۔ لکھنؤ۔

(۳۱) آنریبل مسٹر جسٹس محمد رفیق۔ الہ آباد۔

(۳۲) مسٹر آفتاب احمد خاں۔ بیرسٹر ایٹ لا۔ علیگڈھ۔

(۳۳) آنریبل شیخ شاہد حسین بیرسٹر ایٹ لا۔ لکھنؤ۔

(۳۴) آنریبل مسٹر۔ ایس این سنہا بیرسٹر ایٹ لا۔ الہ آباد۔

(۳۵) آنریبل پنڈت موتی لال نہرو ایڈووکیٹ۔ الہ آباد

(۳۶) رائے مہندر ناتھ عہدہ دار بہادر۔ لکھنؤ۔

(۳۷) آنریبل رائے گوکل پرشاد بہادر۔ الہ آباد

(۳۸) شیخ حبیب اللہ (ڈپٹی کلکٹر) منیجر ریاست محمود آباد۔

(۳۹) جے سی ریس صاحب پرنسپل کالون اسکول تعلقہ داران۔ لکھنؤ۔

(۴۰) ڈبلیو جنیس صاحب پرنسپل میرٹھ کالج۔ میرٹھ۔

(۴۱) ریورینڈ کلاڈ ہملی صاحب وارڈن آکسفورڈ کیمرج ہوسٹل۔ الٰہ آباد۔

(۴۲) ریزیڈنٹ اندور۔

(۴۳) پولٹیکل ایجنٹ بھوپاور سوداور پور۔

(۴۴) پولٹیکل ایجنٹ مالوا نیمچ۔

(۴۵) پولٹیکل ایجنٹ بھوپال۔ سیہور۔

(۴۶) پولٹیکل ایجنٹ بگھیلکھنڈ۔ ستنا۔

(۴۷) پولٹیکل ایجنٹ بندیلکھنڈ۔ نوگاؤں۔

(۴۸) ہنری مارٹن بل صاحب انسپکٹر جنرل تعلیم۔ گوالیار۔

(۴۹) ڈبلیو ای جارڈین صاحب سی آئی ای۔ آئی سی ایس۔ ریزیڈنٹ گوالیار۔

(۵۰) مسٹر جے پی سرلواسٹو۔ ٹکنولاجیکل انسٹیٹیوٹ۔ کانپور۔

(۵۱) آنریبل مسٹر جسٹس شیمیئر۔ پیونی جج ہائی کورٹ آف جوڈیکیچر۔ الٰہ آباد

(۵۲) جی آر مرے صاحب رجسٹرار ہائی کورٹ ممالک مغربی وشمالی۔

(۵۳) مسٹر آر کے سوراب جی بیرسٹرایٹ لا۔ سیکریٹری۔

۶۔ ایسے والدین اور ولیوں سے جو اپنے لڑکوں یا وارڈوں کو ملک انگلستان کو بھیجنا چاہتے ہیں یہ استدعا کیجاتی ہے کہ ممالک غیر کی تعلیمی اور راہ ورسم ملاقات وآمدورفت وغیرہ کے معاملات کی نسبت ضروری حالات دریافت کرنے کی غرض سے سیکرٹری مسٹر آر کے سوراب جی بیرسٹرایٹ لا الٰہ آباد۔ یا ممبران کمیٹی میں سے کسی ممبر سے درخواست کریں۔

ایچ ایم اسمتھ۔

سیکرٹری۔

ایک ضروری گذارش

حَامِدًا وَّمُصَلِّیاً

امابعد جس فرط محبت اور حسن عقیدت سے **الرشید** کی طرف مسلمان نظر التفات فرماکر ہماری ہمّت افزائی فرما رہے ہیں ہم تہہ دل سے اُنکے شکر گذار ہیں۔ نمونہ کا رسالہ ابھی زیادہ تعداد میں شائع نہیں ہوا ہے مگر بحمدہ تعالیٰ روزانہ جو درخواستیں خریداری کی موصول ہوتی رہتی ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ القاسم کی طرح الرشید بھی جلد اچھی ترقی کرلیگا۔

درخواست خریداری کے ساتھ بعض حضرات الرشید کی نسبت اپنی رائے بھی تحریر فرماتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ جب بہت سی آرا جمع ہو جاویگی تو ہم اُن کو الرشید میں شائع کر دینگے۔

بعض دوستوں کا خیال ہے کہ القاسم کے ہوتے ہوئے الرشید کے اجرا کی کیا ضرورت تھی اور اندیشہ ہے کہ الرشید سے القاسم کی اشاعت میں کمی ہو۔ اس خیال کے متعلق اسوقت صرف اسقدر عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جن خیرخواہان اسلام اور دردمندان دین کے بیحد اصرار اور ان گنت تقاضوں پر الرشید کا اجرا ہوا ہے اور اُن کو کئی سال تک انتظار کے سخت بیچینی برداشت کرنیکے بعد الرشید کا دیدار نصیب ہوا ہے۔ اُنکے دلوں سے کوئی پوچھے کہ الرشید کے اجرا کی کیا ضرورت تھی۔ اور جبکہ الرشید میں بعض سلسلے مضامین کے خاص ہونگے اور اس وجہ سے اُسکی نوعیت دوسری ہوگی تو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا بجا نہوگا۔

القاسم کو پندرہ روزہ کرنے میں یہ ضرور تھا کہ اکثر خریدار دوگنی قیمت کو برداشت نکرسکتے تھے اور اُن کو ناچار اپنے ایک مرغوب طبع رسالہ کو یا بند کرنا پڑتا اور یا بہ تکلف اُسکی خریداری پر آمادہ ہوتے۔ ہمنے خریداروں کی اس دقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی یہی مناسب سمجھا کہ بجائے القاسم کو پندرہ روزہ کرنیکے الرشید کو جاری کر دیں کہ خریداران القاسم میں سے جو حضرات بطیب خاطر الرشید کو خرید فرمائیں وہ ان دونوں رسالوں سے متمتع ہوں اور جو حضرات کسی وجہ سے خرید نہ فرما دیں تو اُنکا سلسلہ مضامین ناقص نرہے۔ الرشید اور القاسم کو دل چاہے دو رسالے مستقل خیال کرلئے جائیں اور دل چاہے ایک رسالہ پندرہ روزہ سمجھ لیا جائے دونوں حیثیتیں ان میں موجود ہیں۔ ہاں خیال یہ ہے کہ الرشید میں عوام کی زیادہ رعایت مدنظر ہو۔ شعبان کا القاسم والرشید شعبان ہی میں شائع ہو جائیگا۔ اور آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ ہر مہینے کے پہلے ہفتہ میں القاسم اور آخر ہفتہ میں الرشید شائع ہوتا رہیگا۔

مسلمان باوجود اپنے غربت وافلاس کے جب اپنی خواہشات کے پورا کرنے میں بخل کو سدراہ نہیں بناتے ہیں تو ہم اُنکو ضرور یہ مشورہ دینگے کہ وہ ان دونوں رسالوں کی خریداری میں کوتاہی نہ کریں اور اُن کو چند روز کے تجربہ سے ہمارے مشورہ کی صحت کا موازنہ ہو جائیگا اور ہمکو اس نیک مشورہ میں اسلئے کوئی مانع نہیں ہے کہ یہ دونوں رسالے ہماری کمائی کا ذریعہ اور ہماری بھیک کا ٹھیکرا نہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے اشاعت اسلام کیلئے دو گرامی قدر واعظ ہیں جو آپکی خدمت دینی کیلئے مامور ہیں۔ پھر ہمارا یہ کہنا کہ یاقومنا اجیبوا داعی اللہ کچھ بیجا نہیں ہے اب ہم یہ آواز لگاکر مسلمانوں سے اسکی اجابت کے منتظر ہیں۔

خاکسار سراج احمد رشیدی کان اللہ لہ معتمد المدیر القاسم والرشید

قواعد وضوابط رسالہ القاسم

۱۔ یہ رسالہ ماہوار شائع ہوتا ہے اور کسی ماہ کا رسالہ بتیس ۳۲ صفحے سے کم نہیں ہوتا بلکہ بعض مرتبہ بضرورت کثرت مضامین اس سے بڑہجاتا ہے۔

۲۔ یہ رسالہ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر طبع ہوتا ہے اور عام قیمت سالانہ مع محصول دو روپیہ آٹھ آنہ عہ پیشگی لیجاتی ہے۔ ممالک غیر سے صرف اُسی قدر زیادہ لیا جائیگا جسقدر وہاں کا محصول نسبت ہندوستان کے زیادہ ہے۔

۳۔ جو حضرات بطور اعانت وامداد اس رسالہ کی قیمت سالانہ پانچروپیہ یا اس سے زیادہ مرحمت فرمائیں گے وہ رسالہ کے معاونین خاص میں شمار ہونگے۔ اور ایسے حضرات کی فہرست القاسم میں شائع ہوتی رہے گی۔

۴۔ سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرماچکے جملہ حضرات کی خدمت میں شروع کا (یا خریدار کا جب سال شروع ہوا سکا) پہلا پرچہ ویلو بھیجا جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو اضافہ کرکے ۹؍ کا ویلو روانہ ہوگا۔

۵۔ یہ رسالہ ہرگز کبھی کسی صاحب کی خدمت میں بلاطلب وتحریک ویلو نہیں روانہ کیا جاتا بعض حضرات خود طلب فرماتے ہیں اور بعض حضرات اپنے اعتماد پر دوسرونکی خدمت میں ویلو بھیجنے کی فرمایش کرتے ہیں۔

۶۔ شعبان ۳۲ھ مطابق جولائی ۱۳ء سے اس رسالہ کا چوتھا سال شروع ہوا ہے۔ پہلے تین سالوں کی مکمل جلدیں موجود ہیں۔ قیمت ہر جلد کی ۹؍ مع محصولڈاک ہے۔

۷۔ نمونہ اور اشتہار میں جن حضرات کے نام نامی شائع کئے گئے ہیں ان کے علاوہ دیگر حضرات اہل علم کے مضامین بھی درج رسالہ کئے جائیں گے جو اصول اسلام اور مقاصد رسالہ کے خلاف نہوں۔

۸۔ القاسم کے متعلق جملہ تحریرات وترسیل زر بنام حضرت مدیر یا بنام خاکسار ہونی چاہیے۔

المشتہر

خاکسار سراج احمد عفی عنہ معتمد المدیر رسالہ القاسم دفتر القاسم مدرسہ اسلامیہ دیوبند (ضلع سہارنپور)